

DELHI UNIVERSITY
LIBRARY

D.U.P. 956—2.98—60,000

ARTS LIBRARY
(DELHI UNIVERSITY LIBRARY SYSTEM)

Cl. No. C168, IJ66c EPUT N4

Ac. No. F2126

This book should be returned on or before the date last stamped below. An overdue charge of Rupee one will be charged for each day the book is kept overtime.

(Authority : E C. Res. 200 dated 27th August 1996)

30 AUG 2005			

سلسلۂ یوسفیہ　　شمارہ (۱)

کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ

گولکنڈہ کے پانچویں تاجدار سلطان محمد قلی قطب شاہ (سنہ ۹۷۳ھ تا سنہ ۱۰۲۰ھ)
کے اردو کلام کا مجموعہ اور حالات و کلام پر تبصرہ

مرتبہ

ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور

ایم اے۔ پی ایچ ڈی (لندن)

سنہ ۱۳۵۹ھ
۱۹۴۰ء

مطبوعہ مکتبۂ ابراہیمیہ مشین پریس
حیدرآباد دکن

طبع اول تعداد جملہ صفحات مع تصاویر ایک ہزار (۱۰۶۰) سائز ڈبل کراؤن پیجی پندرہ

فہرست

۱۔ عرض مرتب صفحہ ۳۔ خطبہ سلطان محمد قطب شاہ صفحہ ۱۱

۲۔ مقدمے کے ماخذ ۹ ۴۔ عبارت سرلوح کلیات ۱۲

مقدمہ

(صفحات ۱۷ تا ۳۵۲)

۱ تعارف ۱۷

۲ نام اور تخلص ۲۸

۳ تعلیم و تربیت اور عاشق مزاجی ۳۴

۴ شعر و شاعری ۳۸

۵ تصوف و عرفان اور حافظ کا اثر ۴۲

۶ کمال سخن اور شاعرانہ تعلی ۵۲

۷ بھاگ متی یا حیدر محل ۷۹

۸ مذہبی میلان اور مخالفتیں ۸۹

۹ حیدرآباد اور اسکی زیبائش و آرائش ۱۰۵

۱۰ عیدوں اور تہواروں کی ترویج ۱۴۱

۱۱ دوسری عیدیں ۱۷۴

۱۲ نوروز اور بسنت ۱۹۹

۱۳ رسم و رواج اور دیگر مصروفیتیں ۲۲۶

۱۴ تدبر و سیاست ۲۴۱

۱۵ ہندو رعایا کی سرپرستی ۲۶۱

۱۶ ایرانیوں اور اجنبیوں کی نگہداشت و قدر افزائی ۲۷۵

۱۷ اتاہل اولاد اور وفات ۲۹۷

۱۸ کلیات اردو کے نسخے ۳۲۹

پہلا حصہ

نظمیں

(صفحات ۱ تا ۳۲۴)

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
۱۔ حمد	۳	۱۶۔ بسنت	۱۳۵
۲۔ نعت	۹	۱۷۔ دوسری عیدین	۱۴۳
۳۔ منقبت	۱۷	۱۸۔ سالگرہ	۱۴۹
۴۔ مدح حضرت بی بی فاطمہؑ	۲۷	۱۹۔ جلوہ اور دیگر رسوم	۱۶۱
۵۔ شاعر کا مذہب	۳۱	۲۰۔ لوازمات شاہی	۱۷۱
۶۔ عید میلاد نبیؐ	۳۵	۲۱۔ کھیل	۱۸۵
۷۔ عید بعثت نبیؐ	۴۵	۲۲۔ برسات اور سرما	۱۹۱
۸۔ شب معراج	۵۲	۲۳۔ محلات شاہی	۲۱۱
۹۔ عید سوری	۵۵	۲۴۔ بارہ پیاریاں	۲۲۵
۱۰۔ عید مولود علیؑ	۶۳	۲۵۔ دوسری پیاریاں	۲۶۷
۱۱۔ عید غدیر	۷۵	۲۶۔ ناز	۲۸۵
۱۲۔ شب برات	۸۷	۲۷۔ نیاز	۲۹۹
۱۳۔ ہلال عید و عید رمضان	۱۰۱	۲۸۔ افسانۂ محبت	۳۱۱
۱۴۔ بقر عید	۱۱۵	۲۹۔ متفرق	۳۲۱
۱۵۔ نوروز	۱۲۹		

دوسرا حصّہ

غزلیں

(صفحات ۱ تا ۲۹۶)

ردیف	صفحہ	ردیف	صفحہ
۱ - ا	۱	۱۳ - ش	۱۳۰
۲ - ب	۳۰	۱۴ - ص	۱۴۲
۳ - ت	۴۳	۱۵ - ظ	۱۴۶
۴ - ث	۵۶	۱۶ - ع	۱۴۹
۵ - ج	۶۶	۱۷ - غ	۱۵۹
۶ - ح	۷۵	۱۸ - ل	۱۶۳
۷ - خ	۸۲	۱۹ - م	۱۶۶
۸ - د	۸۵	۲۰ - ن	۱۷۴
۹ - ذ	۹۴	۲۱ - و	۲۱۳
۱۰ - ر	۱۰۷	۲۲ ہ	۲۱۸
۱۱ - ز	۱۲۳	۲۳ ی	۲۲۴
۱۲ - س	۱۲۵		

جو سرپرستی فرمائی ہے اس کی وجہ سے متعدد دکنی شاعروں اور ادیبوں کی علمی و ادبی یادگاریں تلف ہونے سے بچ گئیں "نام نیک رفتگاں" ضایع نہ کرنے کا یہ جذبہ خود نواب صاحب مغفر کے نام اور ان کے "سلسلۂ یوسفیہ" کو اس وقت تک زندہ رکھے گا جب تک کہ خود اردو زبان موجود ہے۔

آخر میں پنڈت ہری ہر شاستری صاحب پروفیسر سنسکرت و برج بھاشا جامعۂ عثمانیہ کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے جنھوں نے بہت سے نامانوس اور متروک الفاظ کے سمجھنے میں مرتب کو قابل قدر مدد دی لیکن افسوس ہے کہ بعض لفظ اور ترکیبیں اب تک مرتب کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔ اور اس امر کے اعتراف میں مرتب کو اس لیے کوئی ندامت نہیں کہ خود محمد قلی قطب شاہ نے اس بارے میں پیشین گوئی کردی تھی کہ میری کتابوں کی شرح کوئی نہیں لکھ سکے گا۔ چنانچہ اس کی اسی پیشین گوئی کے الفاظ پر اس "عرض" کو ختم کیا جاتا ہے ؎

نہ لکھ سکے گا کبے شرح مجھ کتاباں کا
(کوئی بھی)
ہمارا علم ہے سب عالماں میں جیوں اعجاز
(مثل)

رفعت منزل
جون سنہ ۱۹۴۰ء

سید محی الدین قادری زور

مقدمے کے مآخذ

مقدمہ کلیات محمد قلی قطب شاہ کی ترتیب میں حسب ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔

قلمی

۱۔ تاریخ محمد قطب شاہ کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر

۲۔ حدائق السلاطین " " " "

۳۔ حدیقۃ السلاطین (جلد دوم) " " "

۴۔ ماہ نامہ کتب خانہ " " "

۵۔ تذکرۃ الملوک " انڈیا آفس لندن

۶۔ احوال حیدرآباد " برٹش میوزیم "

۷۔ فتوحات عادل شاہی " " " "

۸۔ قطب مشتری " انڈیا آفس "

۹۔ تاریخ نذر چندولال " ادارۂ ادبیات اردو

مطبوعہ

۱۱۔ حدیقۃ السلاطین۔ مطبع صدیقی حیدرآباد سنہ ۱۳۵۰ھ

۱۲۔ تاریخ فرشتہ۔ " نولکشور سنہ ۱۸۸۴ء

۱۳۔ برہان ماثر۔ " دہلی سنہ ۱۹۳۶ء

۱۴۔ حدیقۃ العالم۔ " سیدی حیدرآباد سنہ ۱۳۰۹ھ

۱۵۔ گلزار آصفی " محمدی سنہ ۱۳۰۸ھ

۱۶۔ تاریخ ظفرہ " حکیم برہم گورکھپور سنہ ۱۹۲۷ء

۱۷۔ ماثر دکن " جامعہ عثمانیہ سنہ ۱۹۲۴ء

۱۸۔ تاریخ دکن حصہ دوم سلسلہ آصفیہ مطبع مفید عام آگرہ

۱۹۔ تاریخ دربار آصف۔ " افضل المطابع حیدرآباد

۲۰۔ تاریخ قندھار دکن امانت پریس حیدرآباد سنہ ۱۳۲۱ھ

۲۱۔ تاریخ گولکنڈہ۔ مطبع مکتبۂ ابراہیمیہ سنہ ۱۹۳۹ء

۲۲۔ محبوب الزمن۔ " رحمانی سنہ ۱۳۲۹ھ

۲۳۔ بہار و خزان حیدرآباد۔ " مشیر دکن سنہ ۱۹۰۸ء

۲۴۔ کلام الملوک " معین دکن سنہ ۱۳۵۷ھ

۲۵۔ وقائع سیر و سیاست ڈاکٹر برنیئر مطبع گلزار ابراہیم مراد آباد سنہ ۱۸۸۸ء

۲۶۔ سیاحت نامہ تھیونو " مفید عام آگرہ سنہ ۱۸۹۷ء

۲۷۔ ہندوستان عہد مغلیہ میں (منوچی) " آریہ اسٹیم پریس لاہور

خطبہ

کلیات محمد قلی قطب شاہ کے مرتب سلطان محمد قطب شاہ ظل اللہ نے اپنے چچا اور پیشرو بادشاہ و شاعر کے متعلق ۱۰۲۵ھ میں جو طویل منظوم دیباچہ لکھ کر کلیات کے آغاز میں درج کیا تھا اس کے چند اشعار تبرک کے طور پر ہم اپنے مقدمے سے پہلے شامل کرتے ہیں۔

عبارت سرِ لوح

کلیاتِ اشعار فصاحت آثار جنت مکانی فردوس آشیانی
مغفرت پناہ عمی عالی حضرت محمد قلی قطب شاہ نور مرقدہٗ
تمام شد در کتاب خانۂ مبارک بخط محی الدین کاتب تاریخ
اوائل شہر رجب المرجب خمس عشرین اعنی بعد الف من الہجریہ
فی دار السلطنۃ حیدر آباد حرس اللہ عن الاضداد
کتبہٗ عبد الخالص لمولاہٗ سلطان محمد قطب شاہ بلغہ اللہ تعالیٰ فیما تمنّٰی

مُہر - مہر سلیمان زخم گشتہ میسر مرا گشتہ ز نقش نگیں حیدر صفدر مرا
العبد السلطان محمد قطب شاہ

خطبۂ کلّیاتِ محمد قلی قطب شاہ

کہتا ہوں سنو اب کتک بین میں — کہ تا ہوئے روشن کہ یو سب کے نین
محبت شہنشاہ کا دل میں آن — زن کا اپس جو تھے کھول کھان
نچھل نرمل ہر یک بچن خاص لیا — دکھا تس منے دھات اخلاص کا
جتا کچ بیان کرنے منگتا ہوں میں — شہنشاہ کی اس شفقت کے نین
کہ شہزادِ پر دو اپے شہریار — جو کس دھات دھرتے تھے سو یار
سو کچ شرح میں وو نہ آتا اہے — لکھن کے تو لکھیا نہ جاتا اہے
سو کچ مہر تھے اس کروں لیا بیاں — جو جگ دل اپر ہو رہے یو عیاں
محبت پوشہ کا پچھانے اچھیں — کہ تا سب شفقت یو جانے اچھیں
جو کس دھات شہزادکوں شاہ وو — محبت دیا آپ دھرنے تھے سو

لہ۔ افسوس ہے کہ اس خطبے کے صرف جستہ جستہ اشعار ہی دستیاب ہوئے اگر پورا خطبہ مل جاتا تو کلیات کے متعلق اور تفصیلی معلومات حاصل ہو سکتیں۔

کہ آرام تھا تل شہنشاہ دل — کہ بن دیکھے شہزاد کوں ایک تل
وہی دل وہی جیو وہی دم تھا — وہی سکھ وہی عیش اندجم تھا

. . . . . .

بجد ہو کے فضل الٰہی نول — پڑے شعر تا پائیں کر حظ سکل
اپس دل میں کر فکر سب ایک رات — کہے خطبہ کہہ مستعد کلیات
جو الحق سنے کوئی اگر یو زباں — تو در حال کہیں مرحبا بے گماں
سو کچ شاعری بیچ شہ دہر کمال — بچن کہہ کے موتیاں من صدف ڈھال
کہے کچھ نہیں کہیں شعر میں وصف اپس — جو اچ شعر کے فن میں اتیا سرس
جو بھی کوئی اچھے شاعر اس دھاوو — تو بن وصف اپس کے نہ رے سات ہو
اگر کم تو پچاس میں بیت چار — کہے باج اپس وصف بیتے سنگار
رہیا جائے ناشاعراں من نمیں — بن آ کے صفت شعر کے فن نمیں
جو خاصا ہے یو شاعراں کا ہر ایک — نہ رہیں بن کہے وصف بنا تک
مگر شاہ کہے بیت پچاس ہزار — دھرے وصف اپس سو کہن بہت عار
دنا شعر کہہ بیت میں ایک بات — کہے نیں لکھیں آپنے وصف سات
کہ یو عین اچھے نشے اولیا — جو دھرتے انتھے وصف اپس کا روا

جو مقطع میں ہر ایک اپس شعر کے — لئے بن سو حضرت علی نانوں اپے

نہ کرتے تھے ہرگز ایک سو ختم کلام — بغیر اُن علیؑ کا لیے باج نام (کا نام خود)

کہے وصف شہ کا اگر توں جت — تو ہے وصف میں شاہ کے کم و تا (اتنا ہی)

تو اب ختم (جتنا) خطبے کوں ظلؔ الہ

کئے منگ علیؑ ولی تھے پناہ

مقدمہ

ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری نے لکھا تھا کہ ہندوستان کی الہامی کتابیں دو ہیں، **وید مقدس** اور **دیوان غالب**۔ لیکن اگر وہ عرش آشیانی **محمد قلی قطب شاہ معانی** کی کلیات دیکھ پاتے تو اس قطعیت کے ساتھ دعویٰ کرنے کی جرأت نہ کرتے واقعہ یہ ہے کہ آج سے ٹھیک ساڑھے تین سو سال پیشتر اردو زبان ایک ایسے رفیع المرتبت شاعر کے نغموں سے مالا مال ہو رہی تھی جس کا لاثانی کلام بجنوری مرحوم کے نقطۂ نظر سے صحیح معنوں میں الہامی کہا جا سکتا ہے۔

محمد قلی قطب شاہ کی شاعری اکتسابی نہ تھی۔ قدرت نے اس کو شاعری کا ایک ایسا عجیب و غریب ملکہ عطا کیا تھا کہ شاید ہی دنیا کے معدودے چند شاعر اس

نعمت غیر مترقبہ سے بہرہ ور ہوئے ہوں۔ وہ ایک عظیم الشان سلطنت کا مطلق العنان بادشاہ تھا وہ کوئی پیشہ ور شاعر نہ تھا لیکن اس کا کلام کسی ملک الشعراء کے شعری کارناموں سے بھی کسی طرح کم نہیں، اور پھر وہ صرف اردو ہی کا شاعر نہ تھا۔ فارسی اور تلنگی میں بھی اس نے ہزاروں شعر لکھے۔ وہ مغل اعظم جلال الدین اکبر کا ہم عصر تھا اور اس کا دربار بھی عالموں اور فاضلوں اور صاحب کمالوں سے معمور تھا۔ اس کے عالی شان ایوان امیر و غریب ہر ایک کے لئے کھلے رہتے۔ اس کا نعمت خانہ سو گز سے زیادہ طویل تھا جہاں اس کے دسترخوان پر کبھی دس ہزار آدمی سے کم نہ ہوتے۔ سچ تو یہ ہے کہ شاہوں اور شاہنشاہوں کی تاریخ میں ایسا تاج دار شاید ہی نظر سے گزرے جو عوام کی زندگی سے اس قدر قریب تھا۔ اس نے غریبوں اور محتاجوں کی شنوائی کے لئے ہندوستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ ایک عالی شان دادمحل کی تعمیر کی جس کے دروازے بازار کے رُخ رکھے گئے اور جہاں ہر بیکس و بینوا بغیر چوب داروں اور دربانوں کی مزاحمت کے خود بادشاہ تک پہنچ سکتا۔ اس نے اپنی غریب رعایا کو قتل و خون اور جنگ و جدال سے بچانے کے لئے اپنی بتیس سال کی حکومت کے دوران میں کبھی لڑائی کا اقدام نہیں کیا۔

محمد قلی اعظم کی زندگی کے حالات اور اس کے عہد حکومت کے واقعات سے

دکن کی کوئی تاریخ خالی نہیں۔ اس ہستی کا نام جس نے حیدرآباد جیسا فرخندہ بنیاد شہر بسایا ہو دنیا کی تاریخ کے صفحات سے کبھی محو نہ ہو سکے گا۔ یہ اس صاحب ذوق بادشاہ کی حسن نیت کا نتیجہ نہیں تو اور کیا ہے کہ جس شہر کا اس نے سنگ بنیاد رکھا وہ آج تک آباد اور اس میں بسنے والے دل شاد ہیں۔ گزشتہ ساڑھے تین سو سال سے اس شہر کی زیب و زینت روز افزوں ترقی پر ہے۔ حضرت آصفجاہ اول نے اس کو مستحکم کیا اور اس کے اطراف فصیل کی تکمیل کی۔ حضرت آصفجاہ ثانی نے اس کو اورنگ آباد کی جگہ دولت آصفی کا پایۂ تخت قرار دیا۔ عظیم الشان خانوادۂ آصفی کے دوسرے فرماں روا بھی اپنے اپنے زمانہ میں اس کی زیب و زینت میں اضافہ کرتے رہے۔ اور اب عہد حضرت سلطان العلوم آصف جاہ سابع میں یہ مسعود و مبارک شہر جنت ارضی کی شکل میں منتقل ہوتا جا رہا ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ اس خوش قسمت بلدہ کا سنگ بنیاد جس علمی و ادبی فضا میں رکھا گیا تھا وہ کسی زمانہ میں بھی مفقود نہ ہونے پائی اور اب تو حضرت سلطان العلوم کی مسیحا نفسیوں نے اس کے اس امتیاز میں چار چاند لگا دئے ہیں اور اس طرح عہد حاضر میں محمد قلی قطب شاہ معانی کی یہ پریم نگری صحیح معنوں میں مدینۃ العلم بن چکی ہے اور اس کی علمی و ادبی فضا معراج کمال کو پہنچ رہی ہے۔

محمد قلی کا اردو کلام پچاس ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ کوئی صنف سخن ایسی نہیں جس میں اس نے اپنا کمال نہ دکھایا ہو اور نہ کوئی ایسا موضوع ہوگا جس پر اس نے طبع آزمائی نہ کی ہو۔ قصیدے اور مثنویاں، مرثیے اور رباعیاں، غزلیں اور قطعات غرض ہر صنف سخن کے وافر نمونے محمد قلی اعظم کی کلیات میں موجود ہیں۔ عاشقانہ مضامین عارفانہ نکات، شاہی لوازم، درباری شان و شکوہ، محلات کی رنگینیاں، باغوں کی سرسبزی و شادابی کے ساتھ ساتھ اس عظیم الشان شاعر کے کلام میں غریبوں کی زندگی عوام کے معتقدات، عیدوں اور تہواروں، کھیل کود اور تماشوں، بازاروں اور بیوپاروں، اور ہندوؤں اور مسلمانوں کے عام رسموں اور رواجوں کی جھلکیں بھی جگہ جگہ نظر سے گزرتی ہیں۔ اس نے ایسے ایسے موضوع پر بھی قلم اٹھایا ہے جن پر عام شاعروں کی نظر تک نہیں پڑتی وہ ایسی پتہ پتہ کی باتیں لکھ جاتا ہے کہ پڑھنے والے حیران رہ جاتے ہیں کہ اس قدر قدیم زمانہ میں ایک بادشاہ کا مشاہدہ اتنا وسیع اور گہرا کیسے ہو سکتا تھا۔ اسی لئے تو محمد قلی عرش آشیانی کا کلام الہامی سمجھا جا سکتا ہے۔ وہ ایسی ایسی خصوصیتوں کا بھی حامل ہے جو گزشتہ تین سو سال سے متروک رہیں اور اب پھر اردو ادب میں رواج پا رہی ہیں۔ نیچرل شاعری کے متعدد بیش بہا نمونے اس خزانہ میں موجود ہیں۔ متنقل موضوعوں پر اس بادشاہ

شاعر نے سیکڑوں دلچسپ اور بلند پایہ نظمیں لکھیں۔ اس کی زبان میں ایسی شیرینی اور حلاوت ہے کہ اصل میں اگر کوئی زبان ہندوستانی کہلائی جا سکتی ہے تو وہ اس شاعر اعظم کی زبان ہے۔ اس میں نہ عربی و فارسی کا عنصر زیادہ ہے اور نہ سنسکرت کا اس کا اسلوب اتنا سادہ، سلیس اور رنگین ہے کہ ہر شخص اس کے کلام کو پڑھ کر محظوظ ہو سکتا ہے۔ اگر چند ایسے لفظ بدل دئے جائیں جو اب اردو میں مستعمل نہیں ہیں یا جن کی شکلیں مرور ایام کے ساتھ بدلتی گئی ہیں تو پھر محمد قلی کا کلام باوجود تین سو پچاس برس قبل کی تخلیق ہونے کے مستقبل کی ہندوستانی شاعری کے لئے بہترین نمونہ کا کام دے سکتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عہد حاضر میں ہندوستان کے ارباب سیاست جس مشترک زبان کی تشکیل میں کوشاں ہیں اس کو صدیوں قبل ہی محمد قلی لکھ گیا ہے اور کوئی تعجب نہیں اگر اس بادشاہ شاعر کی بیش بہا کلیات کو مستقبل قریب میں ناگری حروف میں بھی منتقل کر لیا جائے جس طرح ایران میں فردوسی کی زبان اور خصوصیات کا احیا کیا جا رہا ہے۔ ہندوستان میں محمد قلی عرش آشیانی کی زبان اور شاعری پھر سے اپنی جگہ حاصل کر رہی ہے۔ اگر محمد قلی کے پیدا کردہ رجحانات شعر و سخن اور زبان و ادب کا نہج بعد کے زمانہ میں بھی جاری رہتا تو عہد حاضر میں اردو اور ہندی کا یہ افسوسناک جھگڑا پیدا ہی نہ ہو سکتا اور

آج اردو بلاشرکت غیرے تمام ہندوستان کی مشترکہ زبان ہوتی۔

اردو کے اس شاعرِ اعظم کی پیدائش ایک ایسے زمانہ میں ہوئی ہے جب کہ تمام ہندستان مسلمانوں کے زیرِ نگیں تھا اور یہاں کی اسلامی سلطنتیں اپنے تمدنی اور سیاسی عروج کو پہنچ چکی تھیں۔ فاتحوں کے کشورکشائی اور جنگ و جدل کے ولولے دَب چکے تھے اور وہ اس مُلک کے باشندے بن کر ایک مشترکہ تہذیب و معاشرت کے بنانے میں سرگرم تھے۔ ہندستان کی سرزمین نے تاتاریوں، مغلوں، افغانیوں، ایرانیوں اور ترکوں کو اس طرح اپنا بنا لیا تھا کہ یہ پردیسی اس کو اپنا وطن سمجھنے لگے اور ہندستان سے باہر ان کے لئے کوئی موہنی باقی نہ رہی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ **محمد قلی** اور اس کے معاصرین **جلال الدین اکبر** بادشاہ اور **ابراہیم عادل شاہ** نورس ہندستانیت کی طرف اتنے مائل ہوئے کہ یہاں کی تہذیب و معاشرت تک اختیار کر لی اور ایک ہندلمانی (ہندو + مسلمان) ثقافت کے بانی ہوئے جو ان کی زندگیوں تک پورے عروج پر رہی۔

محمد قلی کا باپ گولکنڈہ کا مشہور تعمیر کار **ابراہیم قلی** تھا جس نے اپنا عنفوانِ شباب بیجانگر کی ہندو راج دھانی میں ایک شاہی پناہ گزیں کی

حیثیت سے گذارا تھا۔ وہ اپنے باپ **سلطان قلی** قطب شاہ کے مارے جانے کے بعد ۹۵۰ھ/۱۵۴۳ء میں اپنی جان بچاکر گولکنڈہ سے بھاگا اور اپنے ظالم بھائی **جمشید قلی** قطب شاہ کی وفات تک بیجانگر ہی میں رہا۔ آخر کار ۹۵۷ھ میں واپس آکر گولکنڈہ پر قبضہ کیا اور قطب شاہی سلطنت کے استحکام میں تیئیس ۲۳ سال تک مصروف رہا۔ اس زمانہ میں اس نے تلنگانہ کے ہندوؤں کے ساتھ اتنے اچھے تعلقات پیدا کئے کہ وہ لوگ قطب شاہی سلطنت کو اپنی سلطنت اور گولکنڈہ کو اپنی راج دھانی سمجھنے لگے۔ خود تلنگی زبان میں اب تک ایسے کتبے اور کتابیں موجود ہیں جن میں ابراہیم کی تعریف کی گئی ہے اور اس کو تلنگی ادب اور شاعری کا سرپرست بتایا گیا ہے۔ کیا تعجب ہے کہ ابراہیم قلی خود بھی تلنگی سمجھتا اور بولتا ہو اور اس کا فرزند محمد قلی تو تلنگی کا ایک بہت بڑا شاعر بھی تھا۔

ابراہیم کی اس ہندو دوستی کے پیش نظر یہ امر قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی کی ماں بھاگ رتی ایک تلنگن ہی ہو جیسا کہ تاریخ ماہ نامہ میں لکھا ہے۔ موجودہ قطب شاہی تاریخیں اس بارے میں ساکت ہیں۔ افسوس ہے کہ مولف ماہ نامہ نے اپنا ماخذ نہیں بتایا۔ لیکن اتنا ضرور

یقینی ہے کہ اس مبسوط تاریخ کے لکھتے وقت یعنے آصفی دور کے اوائل میں حیدرآباد میں متعدد ایسی قدیم تاریخیں اور معلومات کے ذریعے موجود تھے جو آج ناپید ہیں۔ کیونکہ **آصف جاہِ اول** اور **آصف جاہِ ثانی** کا زمانہ قطب شاہی عہد سے بالکل قریب تھا۔

ابراہیم قلی قطب شاہ نے بیجانگر کے قیام کے زمانے میں ہندوؤں سے اچھا خاصا ملاپ پیدا کر لیا تھا اور کوئی تعجب نہیں اگر اس کے محل میں مسلمان بیگمات کے ساتھ ہندو حرم بھی ہو۔ بہرحال ماہ نامہ کی اس روایت کے علاوہ خود **محمد قلی** کی طرز معاشرت اور تلنگی شاعری سے خیال پیدا ہوتا ہے کہ شاید اس کی ماں بھاگ رتی ہی ہو۔ محمد قلی اپنے خاندان میں پہلا شخص تھا جس نے بالکل ہندوانی طرز کا لباس اختیار کیا اس کے آباواجداد محمد قلی، جمشید قلی اور ابراہیم قلی تینوں کی تصویریں ایرانی اور ترکی لباس میں ملتی ہیں اور محمد قلی کی جتنی تصویریں بھی ملی ہیں سب میں ہندوستانی لباس اور اوڑھنی موجود ہے۔

محمد قلی قطب شاہ ۹۷۳ھ میں پیدا ہوا۔ اور اپنے باپ کی وفات کے بعد ۹۸۸ھ میں صرف پندرہ سال کی عمر میں گولکنڈہ کے

تخت و تاج کا مالک بنا۔ ابتدا میں اس کو جنگ و جدل سے سابقہ پڑا کیونکہ جنگ تالیکوٹ کے بعد دکن کی مسلمان سلطنتیں خود آپس میں دست و گریباں ہو گئی تھیں اور سلطان ابراہیم اپنی مصلحت کوشیوں کے باوجود آخر عمر تک لڑائیوں میں مصروف رہا۔ محمد قلی قطب شاہ طبعاً صلح جو اور امن پسند واقع ہوا تھا۔ اس نے کشور ستانی اور معرکہ آرائی سے زیادہ صلح و آشتی اور بزم آرائی سے کام لیا ہے۔ اتفاق سے ابراہیم قطب شاہ کے ساتھ علی عادل شاہ کا بھی اسی زمانہ میں انتقال ہوا تھا جو بڑا جنگجو تھا۔ اور اس کا جانشین ابراہیم عادل شاہ نورس بھی محمد قلی کی طرح امن پسند اور علم و ادب کا دلدادہ تھا اس لئے دکن کی طوائف الملوکی رک گئی اور ان دونوں بادشاہوں نے دکن میں ایک مشترکہ تمدن کی تعمیر اور علوم و فنون کی ترقی میں بے حد حصہ لیا۔

محمد قلی قطب شاہ کے سب سے بڑے کارنامے :۔

۱۔ سلطنت قطب شاہیہ کا استحکام

۲۔ شہر حیدرآباد کی بنا ۔ اور

۳۔ اردو زبان و ادب کی سرپرستی ۔ ہیں ۔

اُس کی زندگی کے واقعات اس قابل ہیں کہ ان پر ایک مبسوط کتاب لکھی جائے۔

اور ان محدود صفحات میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ مختلف تاریخوں سے مواد اخذ کرکے اس بطل عظیم کی شایان شان سوانح حیات درج کی جائے۔ اسلئے ان صفحات میں صرف وہی معلومات پیش کی جائیں گی جو اس کے عظیم الشان کلیات کے مطالعہ سے حاصل ہوئی ہیں اور جو آئندہ اس کی سوانحعمری لکھنے اور قطب شاہی تاریخ کی تحقیق کرنے والوں کے لئے مفید اور اہم مواد کا کام دینگی۔

یہ اتفاق کی بات ہے کہ سلطان محمد قلی اپنی شاعری کے ذریعہ سے ایسی ایسی معلومات کو محفوظ کر گیا ہے جن کو قلمبند کرنا کسی مورخ کے بس کی بات نہ تھی۔ تاریخیں بالعموم خارجی حالات اور ظاہری واقعات پر زور دیتی ہیں۔ اور خاصکر ہماری فارسی تاریخیں اور تذکرے مطالب و معانی سے زیادہ الفاظ کے شان و شکوہ اور اسلوب کی رنگارنگی سے مالا مال ہوتے ہیں۔ ہمارے مورخ بادشاہوں کو انسان سمجھکر نہیں دیکھتے۔ وہ زیادہ تر اُن کے شاہانہ جاہ و جلال یا پیہبدانہ کروفر کے قلمبند کرنے میں اپنی ساری قوتیں صرف کر دیتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ کسی فرمانروا کے شاہی طمطراق، درباری رعب داب اور زرق برق لباس کے اندر ایک سچ مچ انسان کا دل متحرک ہے جو معمولی انسانوں کی طرح خوشی اور غم سے متاثر ہوتا ہے۔ جس کے سینہ میں سمندر کی

موجوں کی طرح جذبات متلاطم رہتے ہیں، اور جس کی گھریلو اور جذباتی زندگی بھی دوسرے انسانوں کی طرح ضرور قابل مطالعہ ہوتی ہے۔

یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ سلطان محمد قلی قطب شاہ نے اپنے کلام کے ذریعہ سے اپنی ذات اور اپنے عہد کے متعلق ایسا مواد چھوڑا ہے جو تاریخوں کی تمام نقائص اور کمی کی تلافی کر دیتا ہے۔

ہم آئندہ صفحات میں اس امر کی کوشش کریں گے کہ خود محمد قلی کے کلام کے ذریعہ سے اس کی حیات کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے۔

(۳)

نام اور تخلص

محمد قلی نے اپنے نام اور تخلصوں کو اپنے کلام میں جگہ جگہ اور طرح طرح سے استعمال کیا ہے۔ اس کو فخر تھا کہ وہ ازل سے محمدؐ کا قلی یا غلام ہے۔ اور اسی غلامی کی وجہ سے وہ دُنیا میں سُرخرو ہوا۔ اسی امتیاز اور فخر کے اظہار سے پورا کلیات بھرا پڑا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ دوسرے بادشاہ اپنی سلطنت اور مال و دولت پر فخر کرتے ہیں لیکن میں صرف محمدؐ کے نام اور اُن کا غلام ہونے پر فخر کرتا ہوں۔ کیونکہ محض اسی وجہ سے میں بچپن سے کامیاب ہوں اور آج ایک اقبال مند بادشاہ ہوں۔ اس کے چند شعر یہ ہیں ؎

بادشاہاں کرتے ہیں اپنا پال پر جگ میں بڑائی
منج محمدؐ نانوں تھے ہی تاج و دولت خسروانی

اسم محمدؐ تھے اہے جگ میں سو خاقانی منجے
بندہ نبیؐ کا جم اہے سہتی ہے سلطانی منجے

محمدؐ کی غلامی تھے محمد قطب شہ ہے
اسی برکت تھے دایم سب خواج کوں بلا دیتا

نبیؐ کی غلامی میں ہیں قطب شہ
صفت اس کے ہی نانوں کی چاروں کھنڈ

محمدؐ کا غلامی منبع خطاب سربلندی ہے

سورج کرناں سوں باندے سایہ باں ہم عید ہم نوروز

کرتا ہے شاہی قطب محمدؐ کے نام نانو تھے تو داس ہور ہیا ہی محمدؐ کے گھر اکا س

اسی طرح کے چند مصرعے یہ ہیں ع

نبیؐ کا نانوں ہے تیرا محمد قطب شہ نادرؔ

محمدؐ نانوں دل میں رکھ محبت سوں محمدؐ توں

محمد بال پن تھے ہے محمدؐ کے غلاماں میں

سدا ہے داس محمد قلی محمدؐ کا

نبیؐ صدقے میں ہوں محمدؐ غلام

تج محمدؐ نانوں تھے سہتا ہے تاج احمدی

اپنے نام پر فخر کرنے اور اس کو باعث برکت سمجھنے کے ساتھ ہی اس کو اسبات کی بھی ہمت ہے کہ وہ ابراہیم (قلی قطب شاہ) کا تیسرا فرزند ہے اور جسطرح ابراہیمؑ کے فرزند اسمٰعیلؑ کی خدائے تعالےٰ نے نگہبانی کی اور قربان ہونے سے بچالیا اسی طرح اس کو بھی ہر آفت و مصیبت سے بچا لیگا۔ چنانچہ عید قرباں کے موقع پر ایک نظم میں ابراہیمؑ کے فرزند ہونے اور محمدؐ کے ہم نام ہونیکی سعادتوں کو

اس حسن و خوبی سے بیان کیا ہے ؎

توں ابراہیم کا فرزند تجے تج دوستاں سوں مل
جوں اسمٰعیل کوں حق پیار سوں دایم نگہہ واں ہے
جو کوئی تج سات یک چت نیں سو دشمن ہے محمد کا
جو دشمن ہے محمد کا سدا خوار ہور پریشاں ہے

دوسرے شعر کے پہلے مصرعہ میں محمد سے خود یعنی محمد قلی مراد لیا ہے اور دوسرے مصرعے کے محمد سے آنحضرتؐ پیغمبر اسلام۔ یہ محمد قلی کا شاعرانہ کمال ہے۔

اصل نام کے علاوہ سلطان محمد قلی نے اپنے کلام میں اپنے نام کی وہ تمام شکلیں بطور تخلص قلمبند کردی ہیں جو اس کی زندگی میں اس کے لئے مستعمل ہوسکتی تھیں۔ یہ ظاہر ہے کہ کسی شخص کو مخاطب کرنے والے مختلف حیثیتوں کے لوگ ہوتے ہیں اور ہر شخص کا طریقۂ تخاطب جداگانہ ہوتا ہے۔ بڑے اور بزرگ ایک طرح سے نام لیتے ہیں۔ برابر کے لوگ دوسری طرح سے پکارتے ہیں اور کم رتبہ کے لوگوں کا مخاطب کرنے کا طریقہ اور ہی ہوتا ہے۔ بے تکلف دوستوں اور معشوقوں کے طریقہ تخاطب کی نسبت تو کچھ لکھا ہی نہیں جاسکتا۔ بہرحال معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی نے ہر ایک کے طریقۂ تخاطب کا لحاظ رکھا اور جس جس

نام سے مختلف لوگ اس کو پکارتے تھے ان سب ناموں کو اپنے کلام میں تخلص کے طور پر لکھ ڈالا۔ شاید ہی کسی زبان کا کوئی شاعر ہو جس نے اپنے کلام میں اپنے نام یا تخلص کو اتنی طرح سے استعمال کیا ہے! کلیات محمد قلی میں حسب ذیل ۱۷ تخلص ملتے ہیں:—

۱۔ محمد ۲۔ محمد شاہ ۳۔ محمد قلی ۴۔ محمد قطب ۵۔ قطب ۶۔ قطب زماں ۷۔ قطب شہ ۸۔ محمد قطب شہ ۹۔ محمد قطب شہ غازی ۱۰۔ محمد قطب شہ راجہ ۱۱۔ محمد قطب شہ سلطان ۱۲۔ قطب شہ نواب ۱۳۔ معانی ۱۴۔ قطب معنی ۱۵۔ قطب معنا ۱۶۔ قطب معانی ۱۷۔ ترکمان۔

ان میں سب سے زیادہ معانی، قطب، قطب شہ اور ترکمان استعمال ہوئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ سلطان محمد قلی نے اصل میں اردو شاعری کے لئے معانی، فارسی کے لئے قطب شہ، اور تلنگی کے لئے ترکمان تخلص اختیار کئے تھے۔ کیونکہ اسکے قدیم ترین اردو دیوان میں تقریباً ہر غزل کے مقطع میں معانی تخلص موجود ہے۔ فارسی دیوان چونکہ دستیاب نہیں ہوا اس لئے وثوق کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے فارسی شاعری میں کونسا تخلص زیادہ استعمال کیا ہے۔ اسی طرح

تلنگی دیوان بھی دستیاب نہیں ہوا لیکن لفظ ترکمان چونکہ تلنگی ہے جس کے معنیٰ مسلمان کے ہیں اس لئے یقینی ہے کہ یہ لفظ تلنگی شاعری میں تخلص کے طور پہ اختیار کیا گیا ہے۔ اگر ماہ نامہ کی روایت صحیح ہے کہ محمد قلی کی ماں بھاگ رتی تھی تو بہت ممکن ہے کہ یہ تلنگن مہ جبیں اپنے بچہ کو محبت سے ترکمان پکارتی ہو اور اس بچہ نے بڑا ہو کر اسی عرف کو تخلص قرار دے لیا۔ بہرحال فارسی اور تلنگی کے تخلص اُسوقت تک تحقیق طلب رہیں گے جب تک کہ سلطان محمد قلی کے فارسی اور تلنگی دیوان نہ مل جائیں۔

اردو کلام میں محمد قلی نے صرف آٹھ دس جگہوں پر لفظ ترکمان بطور تخلص استعمال کیا ہے۔ ایک نظم میں اپنے سہرا باندھنے کا ذکر کرتے ہوئے پہلے ایک شعر میں نام لکھا ہے اور آخری شعر یا مقطع میں تخلص۔ وہ شعر یہ ہیں ؎

محمد قطب شاہ راجہ اپن سر — محمدؐ نانوں لے باندیا ہے سہرا
نبی صدقے سدا کہتا ترکماں — کہ منج سر تاج ہے حضرت امیرؑ ا

اور ایک نظم میں اسی طرح دونوں تخلص استعمال کئے ہیں ؎

بندا تمارا ترکماں تج واس ہے دونوں جہاں
منگتا سدا من واماں تمنا تھے قطبا یا علیؑ
تم ؎

کے باوجود رود موسیٰ میں اپنا گھوڑا ڈال دیا اور بعد کو اس جرأت کی پاداش میں محل سرا میں نظر بند کر دیا گیا اور وہاں ملک ملک کی حسین دوشیزاؤں کو اس کے ساتھ چھوڑ دیا گیا تاکہ اس کا دل بہلائیں اور رقاصہ چچلم کا خیال اس کے دل سے دور کر دیں) تو ظاہر ہے کہ عنفوان شباب کے ساتھ ہی وہ مہ جبینوں کے ماحول میں رہنے لگا جن میں سے ہر ایک اس پر جان و دل فدا کرنے تیار تھی۔

اس حسین و رنگین ماحول کے ثبوت خود محمد قلی کے کلام سے بھی دستیاب ہوتے ہیں۔ ہر تقریب میں اس کے اطراف خوبرویوں کا جمگھٹا رہتا اور رمضان اور محرم کے مہینوں کے سوا اس کی زندگی کے بہت کم لمحے ایسے ہوں گے جب شاہد و شراب و نغمہ اس سے دور رہتے ہوں۔ اتنا ضرور ہے کہ رمضان اور محرم میں وہ شراب قطعاً ترک کر دیتا تھا اور عیش و عشرت چھوڑ کر ایسا زاہد متواضع اور متقی و پرہیزگار بن جاتا تھا کہ اس کے رندِ شاہد باز ہونے پر شاید شبہ ہونے لگتا۔ یہ اس کی طبیعت کا استقلال اور تربیت کی خوبی تھی۔

بھاگ متی کے متعلق تفصیل سے آئندہ لکھا جائے گا لیکن اس کے علاوہ سلطان محمد قلی کی بیسیوں اور معشوقائیں تھیں جن میں سے حسب ذیل کے نام یا عُرف اس کے کلیات میں بار بار دستیاب ہوتے ہیں :—

(۱) نتھی (۲) ساونلی (۳) کونلی (۴) پیاری (۵) گوری (۶) چھبیلی (۷) لالا (۸) لالن (۹) موہن (۱۰) محبوب (۱۱) بلقیس زمانی (۱۲) حاتم (۱۳) ہندی چھوری (۱۴) پدمنی (۱۵) سندر (۱۶) سجن (۱۷) رنگیلی (۱۸) مشتری (۱۹) حیدر محل۔

ان بیسیوں مہ جبینوں میں بارہ ایسی ہیں جو خاص طور پر اس کی منظورِ نظر تھیں۔ کیونکہ محمد قلی بارہ اماموں کی رعایت سے ہر چیز میں بارہ کے عدد کا لحاظ رکھتا تھا چنانچہ جب اس نے حیدر آباد کے جانبِ جنوب کی خوش منظر پہاڑی پر (جہاں اب قصر فلک نما واقع ہے) ایک عالی شان قصر "محل کوہ طور" کی تعمیر کی تو اس میں انہی دوازدہ ائمہ معصومین کی رعایت سے بارہ بُرج بنائے تھے چنانچہ اس محل سے متعلق اس نے ایک نظم بھی لکھی ہے جس میں ان برجوں کا ذکر اس طرح کرتا ہے :۔

"چونکہ ان بارہ برجوں پر بارہ اماموں کی نظرِ عنایت ہے اسی لئے ان پر ایمان کی تجلی جھلکتی رہتی ہے"

اس کا شعر ہے ؎

بارہ بروج پر ہے بارہ امام دٹی نظر — تو اس اُپر جھلکتا ایمان کا اُجالا

بارہ پیاریوں کی تخصیص کے متعلق بھی اس کے کلام سے مستند شہادت ملتی ہے۔

شہر حیدرآباد کی تعمیر کے وقت محمد قلی نے کئی عالیشان قصر تعمیر کئے تھے اور خاص کر اپنے لئے ایک رفیع الشان محل بنوایا تھا جس کا نام خداداد محل رکھا تھا۔ اس محل کی آرائش و زیبائش کے متعلق اس کی ایک نظم اسکے کلیات میں موجود ہے (دیکھو صفحہ ۲۱۱) اس نظم سے معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ اس محل میں آکر رہا تو اپنے ساتھ صرف اُن بارہ پیاریوں کو لے آیا تھا جو اُس وقت اُس کی منظورِ نظر تھیں۔ اس نظم کا ایک شعر ہے ؎

نبیؐ صدقے بارا اماماں کرم سے — کرو عیش جم بارہ پیاریوں سوں پیارے کے ساتھ

اسی طرح عید میلاد النبی کی ایک نظم (دیکھو صفحہ ۳۹) میں بھی اس نے ان بارہ مہ جبینوں کا پھر بارہ اماموں ہی کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ وہ کہتا ہے ؎

مُبارک منج اچھو یو عید مورمولود پیغمبرؐ — ملے ہیں قطب سوں بارہ اماماں ہو نگاراں اور خوش

ان بارہ پیاریوں میں سے چند کی خصوصیتیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں سب سے پہلے ننھی قابل ذکر ہے۔ اس کی تعریف میں محمد قلی نے کئی نظمیں لکھی ہیں اور اکثر نظموں اور غزلوں میں اس کا ذکر بھی کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ :—

ننھی کی جیسی حسین نو آسمانوں میں بھی نہیں۔ سروس کے قد کے مقابل کبھی نہیں آسکتا۔ اس نے مدن پھول کے رنگ کی ساڑی باندھی ہے جس کے کنارے عجیب وغریب موتی ٹنکے ہوئے ہیں۔ اس کی یاد کی مستی قطب شہ کو چڑھی ہوئی ہے اور وہ اس کو ریجھانے کی خاطر دوتارے پر عجیب تان بجاتا ہے۔

ایک دوسری نظم میں کہتا ہے :—

اے سکھیو! میں ننھی کے پریم میں موتی بکھیر رہا ہوں، تم سمیٹ کر ان کو خوشی سے گوندھو۔ ننھی میرے ساتھ عشق کا داؤ کھیلتی ہے اور اپنے چاند سے چہرے پر نئی بہار دکھاتی ہے۔ اے ننھی میں تیرے جسم کی خوشبو کا ذکر کروں یا تیرے راز کی کہانی بیان کروں۔ کیونکہ تیری خوشبو کی مہکاٹ عاشق کی روح کو مہکا دیتی ہے، خوشبو تیرے جسم سے اسی طرح مہکتی ہے جیسے ساون کی بارش سے مہکتی ہو، تیری آنکھوں کی چمک میں کاجل بہت سہانا نظر آتا ہے اور یہ تو اس لئے لگاتی ہے کہ رقیبوں کے منتر تجھ پر کام نہ کریں۔

ایک نظم میں ننھی کے ہنستے کھیلتے اور ڈولتے ہوئے پیالہ پلانے کا ذکر کیا ہے۔ معلوم

ہوتا ہے کہ وہ بڑی ہنس مکھ ظریف اور حاضر جواب تھی۔ وہ شراب کی صراحی ہاتھ میں لینے یا قطب شہ کو پیالہ بھر بھر کر دینے کو پسند نہیں کرتی تھی اور چاہتی تھی کہ قطب شاہ زیادہ شراب نہ پیئے اس لئے طرح طرح سے ٹالتی رہتی تھی۔ اس کا ذکر سالگرہ کی ایک نظم میں بھی کیا ہے (دیکھو صفحہ ۱۵۸) یہ تو بعد کے اوصاف تھے ابتدا میں ننھی کی کیا حالت تھی اور بادشاہ نے اس کو ننھی کا لقب کیوں دیا تھا۔ اس کا علم اُن دو نظموں سے ہوتا ہے جو صفحات ۲۲۸ تا ۲۳۱ میں درج ہیں جنمیں وہ کہتا ہے کہ:—

اے نازک ننھی تو ابھی محبت سے ناواقف ہے۔ تیری آنکھیں کاجل کی وجہ سے چمکتی ہیں لیکن تو نہیں جانتی کہ یہ کیا جادو جگا رہی ہیں تیرا دل عشق و عاشقی کی طرف بھی مائل نہیں، نہ تو شیشہ و پیالہ میں شراب بھرتی ہے اور نہ میری عرض مانتی ہے۔ لیکن مجھے تجھ سے آس ہے۔ اگرچہ تو دل لگانے کے طریقوں سے ناواقف ہے لیکن میرا معشوق تو ہے۔ تجھے اپنے بچپن کے کھیلوں کا مول نہیں معلوم نہ یہ جانتی ہے کہ تیرے ہونٹوں میں آبِ حیات ہے۔ اس لئے تو منہ سے صاف صاف بات نہیں کرتی سچ تو یہ ہے کہ تجھے ابھی اپنی قیمت معلوم نہیں۔ تجھے چاہیئے کہ قطب زماں کو

جانے، محبت کی باتوں کو پہچانے اور عشق کی سیوا کرے تو کب تک
اِسی طرح اپنے کو کھینچتی رہے گی۔

ایک اور نظم میں محمد قلی نے ننھی کے متعلق لکھا ہے کہ :-

جب چمن میں ننھی محوِ خرام ہوتی ہے تو شرم کے مارے آنچل ڈال لیتی
ہے۔ معلوم نہیں کہ اس ننھی ڈالی پر ابھی سے شباب کے پھل کیوں لگ
گئے! جب وہ غصہ یا ناز سے خط سرمہ کے اشارہ سے بات کرتی ہے اور
اس کے ہونٹ عرق آلود ہو جاتے ہیں تو دل چاہتا ہے کہ اس کو مگن دیکھوں
میری محبت کے نونہالوں میں سے ایک کو اچھے پھل رتن لگے ہیں۔ اے
خدا وہ میرے باغ کا ایک سرو ہے اس کی حفاظت کر۔ اس کی بہشتی خوشبو
سے جگ کے تمام پھول کھلتے ہیں۔ اس کی خوشبو خطا اور ختن بھی نہیں
پا سکتے۔ اے ننھی تیرے چہرے سے سب خوبرویوں کو روشنی ملی۔ تیرے چہرے
کو زیور و جواہر کی کیا ضرورت! جب تو چاندنی میں نکلتی ہے تو چاند چھپ
جاتا ہے اور تارے آسمان پر سے تجھ پر نثار ہونے کے لئے آتے ہیں۔
میں نہیں جانتا کہ تو کیسے نور سے پیدا ہوئی ہے۔ سب پرند تیری چکا چوند
روشنی کے لئے اپنا اپنا وطن چھوڑ آئے ہیں۔ تو غصہ سے کیوں میری طرف

بھوؤں کی کمان چڑھا کر دیکھتی ہے۔ تجھے تو چاہیے کہ ناز و غمزے کے ساتھ مجھے
اپنے ہونٹوں کا بوسہ دے۔

کلیات میں تتھی کے بعد سانولی کا ذکر زیادہ ملتا ہے۔ اس کے متعلق محمد قلی نے لکھا ہے کہ :۔

میری سانولی من کی پیاری نظر آتی ہے کیونکہ وہ رنگ روپ میں بالکل کونلی عورت ہے۔ سب سہیلیوں میں اس کا قد ایسا بالا ہے کہ معلوم ہوتا ہے سرو کو اُس پر سے نثار کر دیا گیا ہے۔ جب وہ سکھیوں کے ساتھ عشق کا کھیل کھیلتی ہے تو اس کے چہرہ کی روشنی میں چاند ذلیل و خوار نظر آتا ہے۔ کوئل اسکے بولوں کے مقابلے میں ہاری ہوئی نظر آتی ہے۔ اس کی اچھی چال سب کے دل کو بھاتی ہے اور وہ اپنی ساتھیوں میں ایک نادر پھول نظر آتی ہے۔ اگرچہ سکھیوں نے اپنے چہرہ کو طرح طرح سے غازہ لگایا اور اپنے جسم کو رنگین بنایا لیکن اس کے قدرتی رنگ کی بات کسی عورت میں نہیں آتی۔

دوسری نظم میں لکھا ہے :۔

سانولی پیاری نے اپنے سبز رنگ میں نزاکت دکھا کر ہمارے دل کو موہ لیا

اس کے ہونٹوں پر پان کی رنگیلی دھڑی ایسی سہانی معلوم ہوتی ہے کہ دنیا کی تمام رنگیلیاں اس پر ریجھ جاتی ہیں۔ جب وہ ہنستی ہے تو اس کے کنول جیسے منہ سے موتی جھڑتے ہیں اور ان موتیوں سے عالم چمکنے لگتا ہے۔

تیسری نظم میں لکھتا ہے کہ :۔

جب سے اے سانولی تجھ پر نظر ہے ہوش و حواس گم ہیں اور بیخبر ہو گیا ہوں۔ جب تو اپنی شوخ آنکھوں سے ناز و غمزہ کرتی ہے تو میرا رواں رواں اس سے متاثر ہو جاتا ہے۔ جب تو ناز سے ہنستی ہے تو تیرے دانتوں کی چمک چاند کی طرح جھلکتی ہے۔ تیرا سرو جیسا قد جب خوخرام ہوتا ہے تو تیرے بالوں کا لمبا جوڑا چنور کا کام کرنے لگتا ہے۔ جب تو لباس پہن کر صحن میں نکل آتی ہے تو تیرے چمکدار کپڑوں سے آسمان روشن ہو جاتا ہے۔ جب تو موتی کے رنگ کی نیم تنی پہنتی ہے تو مجھے ایک بہشتی حور نظر آتی ہے۔ قطب شہ تیری نزاکت سے ناواقف نہیں۔

سانولی کے بعد محمد قلی کونلی کی تعریف میں رطب اللسان ہے، وہ لکھتا ہے :۔

کونلی اپنے ہاتھ میں پیالہ لے کر کھڑی ہے اور اتنی دبلی پتلی ہے کہ

ہوا سے ہل رہی ہے۔ وہ بالوں میں پھول جماتی ہے اور چوٹی میں دونا و
بالا باندھتی ہے اپنے کونلائے ہوئے چہرہ پر وہ اپنی بھوؤں کو اس طرح
چڑھاتی ہے کہ نورانی معلوم ہونے لگتی ہے۔ اگرچہ بظاہر شرم و ناز سے
کھنچتی کھچاتی کھڑی ہے لیکن آنچل کے اندر سے اپنی آنکھوں کی چنچل پتلیوں
کو نچا رہی ہے۔ اس کے جسم کے رنگ سے نورتن کو روشنی ملی ہے۔ اور
اس کے گلے میں چاند سورج کے حمائل بنا کر ڈالے گئے ہیں۔

دوسری نظم میں لکھتا ہے کہ:۔

اے کونلی تیرا قد دیکھ کر چمن کے سرو اشارے کرنے لگتے ہیں تیرا
قد باغ فردوس کے لئے بھی باعث زینت ہے۔ میں نے اپنی پلکوں کو
تکیے بنا کر رکھا ہے تاکہ اے ہندی پتلی تو میری آنکھ میں آکر آرام کرے
تیرے دونوں ہونٹ ایسے رنگیلے ہیں کہ یاقوت نے ان سے رنگ مانگا
اور عقیقوں نے یمن میں ان سے بھیک لی۔ تیری باریک کمر کے عشق میں
مَیں بال کی طرح باریک ہو گیا ہوں۔ یہ اتنی باریک ہے کہ پیرہن کا کوئی تار
اتنا باریک نہ ہوگا۔ دکھن کی اس کونلی سکھی کو دیکھ کر میری جتنی کالی اور گوری
سہیلیاں تھیں، مَیں اُن سب کو بھول گیا۔

تیسری نظم میں لکھتا ہے کہ :۔

اے اچھی پیاری جب تو نظر بازی کرنے کے لئے آنکھ سے آنکھ ملا کر کھڑی ہوتی ہے تو میرے لئے نظر ٹکانا دشوار ہو جاتا ہے۔ تو کندنی رنگ کی ایک پتلی ہے۔ جس کا روپ کونلا ہے۔ تیری گلابی آنکھوں میں سمندر موجیں مارتا رہتا ہے۔ اور تیرے سورج سے گالوں میں دانت نورتن کی طرح جڑے ہوئے ہیں، تو بالے بال رنگا رنگ اور چنچل ہے۔ خوبرویوں پر راج کرنا تجھے سجتا ہے، اے گلالی آنکھ والی سہیلی تو میرے دل کی پیاری ہے۔

ایک اور نظم میں لکھتا ہے کہ :۔

یہ شگفتہ چنچل پھر میرے یہاں سبز آنچل اوڑھے اور پھولوں کی کلغی لگائی ہوئی آئی۔ اس کی الھڑ چال سے شراب کا خمار اور آنکھوں میں رنگ کے ڈورے نظر آرہے ہیں۔ اس حسین کی محبت اور اس کے پاؤں کی جھنکار دل کے لئے امید، تن کے لئے عیش اور کان کے لئے ذوق کا باعث ہے۔ وہ گالی دیتی ہے اور دکھ سے کاری ہو کر گھات کرتی اور لاکھ خوشامد اور لوچ سے دروازے میں میرے آڑے آتی ہے۔ یہ سب میں ہوشیار عورت ہے، کیونکہ بھید کو جانتی، عشق کو پہچانتی اور

اپنے گھر میں تخت پر بیٹھتی ہے۔

پیاری بھی محمد قلی کی نہایت چہیتی تھی لیکن وہ اپنے حسن و نزاکت پر اتنی مغرور تھی کہ ہمیشہ محمد قلی کو ترساتی اور ستاتی رہتی تھی اور وہ ہمیشہ اس کو منانے کی فکر میں رہتا چنانچہ کہتا ہے کہ :—

اے سکیو تم آج جا کر پیاری کو سمجھا منا کر لے آؤ کیونکہ تمام عشوہ طرازوں کا تاج اُسی کے سر سجتا ہے۔ اس سے کہو کہ قطب شہ نے اپنے مکان کو بہت ہی زیبائش و آرائش سے سنوارا ہے لیکن تیرے بغیر گذارنا مشکل ہے اگر تجھے عشق ستاتا ہے تو آ اور دیوانہ بنالے کیونکہ یہاں تیرا ہی راج ہے تیرا لباسِ حسن ایسا عجیب ہے کہ اس کے ساتھ یہ عشوے تجھے زیب دیتے ہیں۔ تو اپنے روپ کی وجہ سے شاہِ خوباں ہے اس لئے سب تجھے خراجِ عشق ادا کرتے ہیں۔ جس وقت میں تیرے چہرہ کا نور دیکھتا ہوں تو وہ ایک لمحہ میرے لئے سو برس کی عشرت کے برابر ہے۔

دوسری نظم میں کہتا ہے :—

اے پیاری تو مجھ سے غرور نہ کر۔ جب یہ جوانی چلی جائے گی تو خمیدہ

ہو جائے گی۔ یقین جان کہ یہ بات دنیا میں مشہور ہے کہ ٹوٹے ہوئے موتی کا مول کم ہو جاتا ہے۔ جوانی اور جوبن اسی لئے ہے کہ اپنے سائیں کیلئے باعث عیش ہو۔ تو اپنے دل میں سائیں کی محبت قائم رکھ کیونکہ تیری ہی وجہ سے اس کا عیش ہے۔ جب تو عشوہ و ناز کے ساتھ سنگھار کر کے آتی ہے تو تیرے چہرے پر پسینہ کی بوندیں اسی طرح بھلی معلوم ہوتی ہیں جس طرح پھول پر شبنم۔ تو اپنی شراب حسن سے سیکیوں کو فیض یاب کرتی ہے اور تمام خوبرویوں میں اپنا علم سرفرازی بلند رکھتی ہے۔

دوسری نظم* میں یوں لکھا ہے :۔

اے پیاری تیرے بچھڑنے کی وجہ سے مجھے راتوں کو نیند نہیں آتی تجھے قدرت نے ایسا اچھا گھڑا ہے کہ تیرے بغیر مجھے ایک گھڑی بھی محبت نہیں بھاتی۔ جو دل سے تیرا عاشق ہے اس کو رات اور دن کچھ بھی سجائی نہیں دیتا تیری یاد کچھ اس طرح لگی ہوئی ہے کہ پھر کچھ بھی یاد نہیں آتا۔ تیرے بیمار محبت کا علاج لقمان بھی نہیں کر سکتا۔ جب تک تو اپنے ہونٹوں کا شربت نہ چکائے گی تیرے عاشق کو کیونکر صحت ہوگی؟ یہ سچ ہے کہ تیرے ساتھ ایک رات رہنا میرے لئے سو راتوں کے برابر ہے۔ تو ہی کہہ جب تو

* نظم ۵

مجھے اپنے سیج پر نہ بلائے تو میں پھر کس کے سیج پر رہوں۔ تیری اس فرقت کی آگ میں میرا دل موم کی بتی کی طرح پگھل رہا ہے۔ لیکن تو مصری کی طرح سخت اور گھٹ ہے اور خود کو ذرا بھی نہیں پگھلاتی۔

تیری رفتار، تیری گفتار، تیرے تیور، طرح طرح کے ہیں۔ تو جو کچھ بُرا بھلا کہنا چاہتی ہے کہہ لے لیکن مجھے ناامید نہ کر۔ تجھ کو خدا نے اتنی قدرت دی ہے کہ تو قطب شاہ کو سمجھا لے سکتی ہے۔

ایک اور نظم میں لکھتا ہے :۔

اے پیاری تیرا بول مجھے مارے ڈالتا ہے۔ تیری ہر بات مجھے کٹاری نظر آتی ہے۔ تیری چوٹی ناگ کی طرح ہے، جس کا زہر کڑوا ہوتا ہے۔ تو کھیلتے وقت اپنی اس ناگ جیسی چوٹی کی وجہ سے سچ مچ سپیرا معلوم ہوتی ہے۔ میں بھنورے کی طرح تیرے اطراف پھر پھر کر تیری خوشبو لیتا ہوں کیونکہ اس خوشبو میں نرگس کی طرح خمار نہیں ہے۔ تیرے جسم سے صندل اور مشک کی خوشبو نکلتی رہتی ہے۔ تو کانچ کی چوڑیاں پہنی ہوئی ہے اور ہاتھ میں اچھری باندھی ہے۔ ٹھیکری اور کانچ میں وہ ہندوی گنوار کیا فرق کر سکتی ہے (پھر بگڑ کر لکھتا ہے) تیرے بول میں نمک اور تیرے ہونٹوں میں

رس نہیں ہے۔ تیری چولی کسی ہوئی نہیں ہے اور تیری چوٹی اندھیرا ہے۔

محمد قلی کی بارہ پیاریوں میں ایک گوری بھی ہے۔ اس کی نسبت ایک نظم میں لکھتا ہے :—

گوری کا چہرہ حسن کی وجہ سے اس قدر سہانا معلوم ہوتا ہے کہ اس چاند سے چہرہ سے شرما کر خود چاند نقاب پوش ہو جاتا ہے۔ وہ سرو جیسا قد نہیں بلکہ ایک کندنی درخت ہے جس سے سورج جیسی روشنی نکلتی ہے۔ اے گوری تو رنگ اور رس کے باغ کی کلی ہے اس لئے تیرے چہرہ سے زندگانی کا پانی ٹپکتا ہے۔ تیرے رسیلے ہونٹوں میں شراب بھری ہے۔ یہ عاشقوں کے دل کو جلا کر کباب بنا دیتے ہیں۔

ان کو میں زلفیں کہوں یا تازہ سنبل جو تیرے پھول جیسے چہرہ پر اس طرح بکھرتی ہیں جیسے چاند پر ابر۔

تیری مستانہ چال سے ہاتھی شرماتے ہیں کیونکہ ان میں یہ ناز اور شوخی نہیں۔ اے قطب نبیؐ کے صدقے میں تجھے گوری ملی ہے تو اس کے گلے میں باہیں ڈال اور اس کے ساتھ شراب پی۔

دوسری نظم میں کہتا ہے :۔

گوری عشق کی ایک رنگیلی پُتلی ہے جو تمام خوبرویوں میں چمپیلی نظر آتی ہے۔ تجھے پدمنیوں کے چہروں کی بزم آرائیاں زیب دیتی ہیں۔ کیونکہ تو چاند جیسی صورت رکھنے والیوں میں سب سے زیادہ رسیلی ہے سولہ سنگار صرف تیرے جسم کی سج دھج کو دیکھ کر بنائے گئے ہیں کیونکہ تمام مہ جبینوں میں تو ہی سب سے زیادہ حسین ہے۔ تیرے سر پر نور کا جلوہ برستا ہے۔ تیری جیسی سندر سہیلی اور کوئی نظر نہیں آئی۔ نبی کے صدقے میں قطب شاہ سے ایسی پیاری حُسن کا پراوا پہن کر آملی۔

تیسری نظم میں کہتا ہے :۔

اے عشق کی پتلی تو میرے دل میں کھڑی ہوئی ہے۔ اور عشق کی وجہ سے تجھے تو پر لگ گئے ہیں۔ اس پتلی کو عشق و محبت پر ناز کرنا زیب دیتا ہے۔ وہ عشق بازی کے لئے کمر باندھ کر تیار اور جوبن کے پیالے اپنے ہاتھ میں لے کر کھڑی ہوئی ہے۔ اے پریم کی سہیلیو بتاؤ کہ پریم کے باغ میں یہ پیاری سجتی ہے کہ نہیں، اے گوری تیرے جسم پر سرتا قدم پھول ہی پھول ہیں۔ تو اپنی پرستش کرانے کے لئے کھڑی ہے۔ تو مجھے عشق کی صحبتوں میں

پیالہ پلا۔ مجھ پر تیرے عشق کی بھٹی کی مستی چڑھی ہوئی ہے۔ نبیؐ کے صدقے میں
مجھے ایسی گوری ملی ہے کہ سورج اور مشتری جس کے عکس ہیں۔

اسی طرح بارہ پیاریوں میں سے ہر ایک پر کئی کئی نظمیں لکھی ہیں جو کلیات کے صفحات ۲۲۴ تا ۲۶۴ پر درج ہیں اور ان خاص پیاریوں کے علاوہ اور دوسری پیاریوں پر بھی اس کی نظمیں موجود ہیں جو کلیات کے صفحات ۲۶۵ تا ۲۸۱ پر شائع ہوئی ہیں۔

ان سب پیاریوں کی نظموں کے خاکے یا خلاصے پیش کرنا موجب طوالت ہے اس لئے ہم یہاں اس کی صرف خاص خاص پیاریوں کے سراپا اسی کی نظموں سے اخذ کر کے نہایت مجمل الفاظ میں پیش کر دیتے ہیں :—

۱۔ ننھی | بالاقد۔ چاند سا روشن چہرہ۔ چمکدار آنکھیں۔ جسم میں ایک خاص خوشبو۔ ابتدا میں نہایت شرمیلی اور سیدھی سادھی لڑکی تھی جو بہت جلد عنفوانِ شباب کو پہنچ گئی۔ ملنے اور بات کرنے سے جھجکتی تھی شراب سے نفرت کرتی تھی اور شراب کی صراحی اور پیالہ ہاتھ میں لینے اور پینے پلانے سے ہمیشہ بچتی تھی۔ آنکھوں میں کاجل لگاتی اور خطِ سرمہ کھینچتی تھی۔ بدن پھول کے رنگ کی ساری باندھتی جس کے کنارے عجیب و غریب موتی

ٹنکے ہوتے۔ وہ بعد کو بڑی ہنس مکھ، ظریف، اور حاضر جواب ہوگئی تھی۔

۲۔ ساونلی بلند و بالا قد۔ دلفریب سانولا سلونا رنگ جس کی وجہ سے وہ بہت نازک اور کومل معلوم ہوتی تھی۔ خوش آواز۔ خوش خرام۔ موتی کی طرح دانت۔ شوخ آنکھیں۔ زرق برق لباس پہننے والی۔ موتی کے رنگ کی نیم تنی زیب بر کرتی۔

۳۔ کومل ایسی دُبلی پتلی کہ ہوا سے ہلنے والی۔ جسم کو شرم و ناز سے اتنا چرائے رکھتی کہ کمر کے ہونے نہ ہونے کا شبہ ہوتا۔ دکنی تہ جبیں کندنی رنگ۔ گلابی آنکھیں جو رنگین ڈوروں کی وجہ سے ہمیشہ خماری نظر آتیں چڑھی ہوئی بھویں، یاقوت اور عقیق سے کو شرمانے والے ہونٹ۔ چمکدار رخسار نورتن جیسے دانت۔ سرتاپا رنگا رنگ اور چنچل۔ سبز آنچل اوڑھتی۔ بالوں کو پھولوں سے سجاتی۔ بہت ہی ہوشیار۔

۴۔ پیاری ہمیشہ روٹھنے اور بگڑنے والی۔ بہت ہی خوبصورت اور اپنے حسن پر بہت مغرور۔ روشن چہرہ۔ جب بن سنور کر نکلتی تو چہرہ پر پسینہ کی بوندیں ایسی بھلی لگتیں جیسے پھول پر شبنم۔ تند مزاج اور تلخ گفتگو کرنے والی۔ ناگ کی طرح سیاہ بل کھائی ہوئی لانبی چوٹی۔ خوشبودار

جسم۔ کانچ کی چوڑیاں پہنتی اور ہاتھ میں اچھری باندھتی۔ بیحد عشوہ طراز۔

۵۔ گوری چاند سا چمکتا چہرہ۔ روشن پیشانی۔ پراگندہ زلفیں۔ رسیلے ہونٹ۔ مستانہ چال۔ اُبھرا ہوا سینہ۔ پتلی جیسا خوبصورت اور پھولوں کی طرح نرم و نازک اور شگفتہ جسم۔

۶۔ چھبیلی رخسار پر تل۔ ژولیدہ زلفیں۔ شکاری آنکھیں۔ خط سر کھنچا ہوا۔

۷۔ لالا ہونٹوں میں آب حیات۔ گلابی پھولوں کی طرح دانت۔ سرپستاں سے جوانی ٹپکتی ہوئی۔ مست کرنے والی چال ہنسی سے رات کو دن بنانے والی۔ عشق و محبت کی پیاسی۔ غمزدۂ فراق۔

۸۔ لالن نقل جیسے ہونٹ۔ ہنس جیسی چال۔ پھول کی کلی سے نازک۔ کم عمر اور ناداں۔

۹۔ موہن جادو سے بھری ہوئی آنکھیں۔ عشوہ طراز اور گُن والی چہرہ پر عیش وصال کی کیفیت نمایاں۔ آنکھیں رات کی خماری سے متوالی۔ سہانی سبز ساری جس پر شفق رنگ کی کناری لگی ہوئی۔ محبت میں دیوانی۔

۱۰۔ محبوب | گلاب کے پھول ایسے گال۔ باریک کمر۔ زریں پٹکہ کسی ہوئی یوسف سے زیادہ حسین۔

۱۱۔ مشتری
۱۲۔ حیدر محل | ان دونوں کا تذکرہ آئندہ تفصیل سے آئے گا۔

ان پیاریوں کے علاوہ محمد قلی نے متعدد نظمیں ایسی بھی لکھی ہیں جو اُس کی عیش و عشرت کی ترجمان ہیں اور عشق عاشقی کی زندگی کی دلچسپ داستانوں کا کام دیتی ہیں۔ ان نظموں میں بعض بہت عریاں ہیں جن میں اُس نے وصال کے پُرکیف مرقعے پیش کئے ہیں۔ اور بعض نظمیں اُس کی جوانی کی راتوں اور مرادوں کے دنوں کے تفصیلی اور دلچسپ نظام العمل ہیں۔ حسن و عشق کے راز و نیاز کا شاید ہی کوئی موضوع ہو جو چھوٹ گیا ہو۔ شباب کی رنگا رنگیوں اور جذبات کی جولانیوں کے اظہار میں اس کا قلم غیر معمولی قدرت رکھتا تھا۔ اور یہ قدرت تخیلی یا فرضی عشق عاشقی سے نہیں پیدا ہو سکتی۔ محمد قلی صحیح معنوں میں اِس میدان کا مرد تھا۔ اُس کے رفیع الشّان محل نہ تھے بلکہ اصل میں بین قومی حسن و نغمہ کی وسیع اور آراستہ و پیراستہ نمایش گاہیں تھیں۔ ان میں کئی ملکوں اور کئی مذہبوں اور ہر وضع و قطع کی نازنینیں آزادی اور بے تکلفی کے ساتھ اپنے حسن و جمال کی

آرائش و زیبائش میں مصروف و منہمک اور عشق و مستی کی عجیب و غریب کیفیتوں اور جوانی و رعنائی کے بے پناہ جذبات کے مظاہرے کرتی رہتی تھیں۔



بھاگ متی (حیدر محل) محمد قلی قطب شاہ کی مشہور محبوبہ

(۹)

بھاگ متی یا حیدر محل

تعجب ہے کہ قطب شاہی تاریخوں کے علاوہ کلیات محمد قلی سے بھاگ متی کے واقعہ کے متعلق کوئی تفصیلی معلومات حاصل نہیں ہوتیں۔ محمد قلی قطب شاہ نے اپنے اشعار میں اپنے متعدد محبوبوں کے نام لئے ہیں اور ان میں سے بعض کی تعریف و توصیف میں کئی کئی نظمیں بھی لکھی ہیں لیکن بھاگ متی کا نام کہیں نظر سے نہیں گذرتا۔ بعض شعروں سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ :۔

"قطب شاہ اپنے اس بخت پر نازاں ہے کہ اس کا معشوق اس کی محفل میں رقاص بنا جس کے شکرانہ میں وہ اس کے طاق ابرو میں سجدہ کرنا چاہتا ہے"

ایک اور شعر میں لکھا ہے :۔

"قطب شاہ کو ایک ایسا بے بہا دُرِ مل گیا جو اپنے رقص میں کامل الفن ہے"

ایک اور جگہ لکھا ہے کہ :۔

"نبیؐ کے صدقے میں اے معشوق میں اس شہر میں رہتا ہوں جو تیری

محبت میں آباد ہوا ہے اور جس کے مقابلہ میں مجھے کوئی شہر پسند نہیں آتا۔"

بھاگ کا لفظ اُس نے کئی اشعار میں استعمال کیا ہے لیکن اُس کے معنی حصہ یا قسمت کے ہیں، اور اکثر جگہ یہ لفظ اپنے لغوی معنوں کے لحاظ سے ٹھیک بیٹھتا ہے اس لئے یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ بھاگ متی ہی کیلئے ہوگا۔ اس سلسلہ میں محمد قلی کے حسب ذیل شعر قابل ذکر ہیں :—

ٹیلا سو تج پشانی ات بھاگ کی نشانی　　کن موتی ہے نورانی زہرا و مشتری کا

نبی صدقے تج نیہہ شہر ہیں قطب　　نہیں کوئی شہر اس شہر تھے الذ

بھواں کے طاق میں سجدا کروں میں　　ہوئے سائیں مری محفل ہیں رقاص

قطب شہ پائیا ہی بے بہا دُر　　ہوی اپ ناچ تھے کامل ہیں رقاص

شب برات کے موضوع پر سلطان محمد قلی نے متعدد نظمیں لکھی ہیں جن میں ایک نظم بھاگ متی سے متعلق معلوم ہوتی ہے۔ اس میں وہ لکھتا ہے کہ :—

شب برات کی سہانی تقریب میں میری محبوبہ ایک اور بار میرے گھر آرہی ہے۔ اور اپنے زرق برق کپڑوں کی وجہ سے اپنے ساتھ آسمان کے چاند اور سورج سے زیادہ روشنی والے لاکھوں چاند اور سورج لے آرہی ہے، جس کی وجہ سے کیا تعجب کہ زمین آسمان پر طعنہ زنی کرے، کیونکہ میری پیاری نے

زمین کو صاف و شفاف آسمان کی طرح جھلکا دیا ہے۔ اور میری مکھیوں کو اپنے چین اور مکھ کے لیے
جن جن چیزوں کی آرزو تھی ان سب کو اس نے ان کی خواہش کے مطابق مہیا کر دیا ہے۔
دنیا سال بھر سے اس کے درشن کی مشتاق تھی اس لئے اس نے اپنا دیدار دکھا کر ساری دنیا کو اپنا دیوانہ بنا لیا۔
اس نے پھول جیسے جسم کو عروسی خوشبوؤں سے خوب مہکا لیا ہے تاکہ میں لطف کے ساتھ اس سے بغلگیر ہو سکوں۔
اے قطب شاہ نبی کے صدقے میں بھاگ متی سے مل کر تو اپنے ہوکے یا ہوس کے مطابق وصال کے مزے
اڑا کیونکہ وہ خود کو قطب شاہ کی داسی سمجھ کر خوب سج سجا کر آئی ہے۔"

بھاگ متی کے ساتھ عشق عاشقی کا تذکرہ سب سے پہلے خود محمد قلی قطب شاہ ہی کی زندگی میں تاریخ فرشتہ اور قطب مشتری دو کتابوں میں لکھا گیا۔ قطب مشتری کے مصنف نے تو اس واقعہ کو استعارہ کے پیرایہ میں بیان کیا لیکن مورخ فرشتہ نے صاف صاف لکھ دیا ہے کہ :۔

"وآں قطب فلک اجلال در اوائل پادشاہی بر فاختہ بھاگ متی عاشق شدہ ہزار سوار
ملازم او گردانیدہ تا بطریق امرائے کبار بہ دربار آمد و شدمی نمودہ باشند۔ و در آں
ایام چوں از زلونی آب و ہوائے گولکنڈہ خلائق متنفر و پراندہ بودند قطب شاہ در چہار
کروہی بلدہ مذکور شہرے ..... ساختہ موسوم بہ بھاگ نگر گردانیدہ۔ و در آخر زماں
نام پشیماں گشتہ موسوم بہ حیدر آباد ساختہ لیکن در میاں خلائق مشہور بہ بھاگ نگر است نہ حیدر آباد۔"
(صفحہ ۱۷۳)

محمد قلی قطب شاہ کی وفات کے بعد گولکنڈہ میں جو تاریخیں لکھی گئیں ان میں بھاگ متی کا حال درج نہیں ہے۔ البتہ بعد کی تاریخوں مثلاً حدیقۃ العالم، تاریخ قطب شاہی (قادر خاں) اور گلزار آصفی میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ موخر الذکر تاریخ میں ابراہیم قطب شاہ کے بیان میں لکھا ہے :

"پل دریائے موسیٰ بسبب تعشق شہزادہ مرزا محمد قلی کہ بر حسن جانفزائے بھاگ متی طرائف میلے
کلی داشت تیار گردید۔ حقیقت آں ایں کہ شہزادہ مذکور بر طبق عادت معہود کہ مواصلت
خفیہ لذت بسیار میدہد ہموارہ بوقت شب از قلعہ محمد نگر بخانۂ طوائف مذکورہ در موضع چلم
کہ آبادی بلدہ حیدر آباد بر زمین ہموں موضع واقع است آمد و شدمی داشت۔ روزے
موسم باراں موافق معمول خود بوقت شب قصد نمودہ چوں بر سر دریائے موسیٰ رسید دید کہ
طغیانی آب از حد زیادہ است کہ فیل نہ دستی کوہ پیکر نمی تواند قدم اندر فش گذارد فوراً

"بجذبۂ عشق و محبت اسپ سواری خود را بے اندیشہ در تلاطم تموج آب انداخت و بہ زور حفظ حقیقی بسلامت برآمد۔" (صفحات ۱۴ و ۱۵)۔

یہ واقعہ حیدرآباد میں زبان زد خاص و عام ہے اور راقم الحروف نے اس تاریخی واقعہ کو افسانے کی شکل میں پیش کرکے "چچلم کی رقاصہ" کے عنوان کے تحت کتاب سیر گولکنڈہ میں شامل کیا ہے[1]۔

گلزار آصفی سے تقریباً پچاس سال قبل حیدرآباد میں ایک اور تاریخ حدیقۃ العالم لکھی گئی تھی اس میں بھی بھاگ متی کا ذکر موجود ہے کہ:۔

"بادشاہ در آں ایام بزمانہ بھاگ متی نام تعلق خاطر داشت۔ چنانچہ ہزار سوار ملازم او گردانید تا ہمچو مائے کبار بدربار آمد و شدی نمودہ باشد۔ لہذا نخست آں (شہر حیدرآباد را) بہ بھاگ نگر موسوم ساخت و منتظر سریر سلطنت خود گردانید۔ و بعد چندے کہ بھاگ متی ازیں جہاں درگذشت تتبہ شدہ تبدیل آں نام بحیدرآباد نمود۔" (صفحہ ۲۱۵)

ان شہادتوں کے مقابلے میں ماہ نامہ کی یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی کہ محمد قلی قطب شاہ نے شہر حیدرآباد کا نام اپنی ماں بھاگیہ رتی کے نام پر بھاگ نگر رکھا تھا۔ کیونکہ ماہ نامے سے تقریباً دو سو سال قبل فرشتہ نے اور پھر ماہ نامہ کی کم و بیش معاصر تاریخوں (حدیقۃ العالم، تاریخ قطب شاہی (قادر خاں)، اور گلزار آصفی) میں بھی بھاگ متی محبوبۂ محمد قلی کے نام پر اس شہر کا موسوم ہونا ظاہر کیا گیا ہے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ اس محبوبہ بھاگ متی کے علاوہ محمد قلی کی ماں کے نام بھاگیہ رتی میں بھی لفظ بھاگ شامل ہو۔

---

[1] بھاگ متی کا ذکر مولوی سید علی اصغر صاحب۔ بلگرامی نے بھی اپنی کتاب ماثر دکن صفحات ۲، ۵، ۹ اور ۱۰۶ پر کیا ہے

غرض اس طرح دو ناموں کے لحاظ سے اس شہر کا نام بھاگ نگر رکھ دیا گیا ہوگا اگرچہ یہ بات یقینی نہیں ہے کہ محمد قلی کی ماں کا نام بھاگیہ رتی تھا بھی یا نہیں۔

بہرحال موجودہ معلومات کی بنا پر اتنا یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ محمد قلی عنفوان شباب ہی میں (یعنی ۱۴ سال کی عمر میں) بھاگ متی پر عاشق ہوا اور اس کی خاطر طغیانی رود موسیٰ میں اپنا گھوڑا ڈال دیا۔ جب اس خطرناک جرات کی خبر اس کے باپ ابراہیم قطب شاہ کو ہوئی تو اس نے ندی پر پل بنوا دیا۔ اس کے کچھ دن بعد ہی ابراہیم کا انتقال ہو گیا اور محمد قلی نے تخت نشین ہوتے ہی اپنی محبوبہ کے اعزاز و اکرام میں اضافہ کی خاطر ہزار سوار اس کے یہاں متعین کر دیئے جو ہر وقت اس کے جلوس میں رہتے اور وہ اسی شان و شوکت کے ساتھ موضع چچلم سے گولکنڈہ آیا کرتی تھی اور خود محمد قلی بھی اس کے یہاں جایا کرتا۔ اسی اثنا میں اس نے اپنی محبوبہ کے گاؤں کو ایک عظیم الشان شہر میں تبدیل کرنے کی ٹھانی اور جب یہ شہر بن گیا تو اسی کے نام پر اس کا نام بھاگ نگر رکھا۔

حیدرآباد میں خود دولت خانۂ عالی اور دیگر محلات کے بن جانے کے ساتھ ہی محمد قلی نے بھاگ متی کو اپنے حرم میں داخل کر لیا۔ اور شادی کے بعد مشتری اور بعد کو حیدر محل کا خطاب دیا۔ اور اس کے لئے ایک خاص محل بھی بنوا دیا جس کا نام حیدر محل یا حیدر منڈوہ رکھا گیا۔ پھر اس خطاب کی مناسبت سے بھاگ نگر کا نام بھی حیدرآباد میں تبدیل کر دیا گیا۔ بعض مورخین کا یہ خیال صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ محمد قلی نے بھاگ متی کے انتقال کے بعد پشیمان ہو کر

شہر کا نام بدل دیا۔ کیونکہ اس نے خود اپنی نظموں میں اپنی محبوبہ حیدر محل کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ خطاب بھاگ متی ہی کو دیا جا سکتا تھا جو آخر وقت تک جملہ مورخین کے قول کے مطابق اس کی چہیتی محبوبہ تھی۔ اتنا ضرور ہے کہ حیدر محل کا خطاب دینے کے بعد محمد قلی نے اس امر کی کوشش کی تھی کہ بھاگ متی اور بھاگ نگر کا نام لوگوں کے ذہن سے محو ہو جائے اور حیدر محل اور حیدر آباد رائج ہو جائیں چنانچہ جب وجہی نے بھاگ متی سے عشق عاشقی کا قصہ لکھا تو اس میں بھی اس نام کو چھپائے رکھا اور خود محمد قلی نے بھی اپنے کلیات میں اس نام کے بجائے جگہ جگہ حیدر محل کا نام لکھا ہے۔ ورنہ لازمی تھا کہ جب وجہی مشتری کے سامنے محمد قلی کی معشوقاؤں کا تذکرہ کراتا ہے تو بھاگ متی کا بھی ضرور ذکر کرتا لیکن اس نے تو خود بھاگ متی ہی کو مشتری کے نام سے ظاہر کیا ہے۔ اور اس مشتری یا بھاگ متی کے متعلق محمد قلی نے اپنے کلیات میں دو نظمیں اور مختلف جگہوں پر اشعار لکھے ہیں۔

یہ نظمیں کلیات کے صفحہ ۲۶۲ تا ۲۶۴ پر درج ہیں۔ ایک نظم میں وہ مشتری کو اپنی آنکھ کی پتلی کہتا ہے اور اس کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہے کہ :۔

سب کو تیرے جوبن سے عشق ہے۔ تیرے ہونٹ کو تر کا پیالہ پلاتے ہیں، ان پر محبت کا نشان ہے اور ان کے چومنے سے نبات نثار ہا جاتی ہے ہوشیار سے ہوشیار عورتوں میں تو ہوشیار ہے اسی لئے میں تجھے منا کر اپنے دل میں بٹھاتا ہوں وغیرہ"

ایک دوسری نظم میں وہ کہتا ہے :۔

اے قطب شاہ تو اپنے معشوق کی سلامتی کے لئے دعا کر کیونکہ اس کے جینے سے

تمام دنیا پر تیری فرمانروائی ہے۔ زندگی اسی کا نام ہے کہ جسم میں دل ہو۔ اور ہمارا دل ہمارا معشوق ہے جس میں عشق کی مستی ہے جس کی وجہ سے وہ ہمارے دل میں مرصع سے جگہ پائے ہوئے ہے جہاں اس کا نور سورج کی شعاعوں سے زیادہ خوشنما اور روشن ہے۔ زحل نے بہت سے دشمنوں کے طالعوں کو میٹ دیا ہے اور مشتری کے طالع کی وجہ سے ہمارے طالع کو بقا حاصل ہے۔ اس لئے اے خدا قطب شاہ کے اس تارے کو اپنی عنایت سے سرافراز رکھ۔"

ان نظموں کے علاوہ محمد قلی نے مختلف جگہوں پر حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے کہ:۔

اے قطب شاہ تو شادی و خوشی کر کہ تیرا رشتہ اس کے رشتہ سے بندھا ہوا ہے اور مشتری تیرے لیے باعث برکت ثابت ہو رہی ہے۔

تو ثانی سلیمان ہے اور فتح و فیروزی تیرے ہی لئے ہے۔ اور تو نے اپنا منظور نظر بنا کر مشتری کو بھی شرف یاب کر دیا۔

اس کے شعر ہیں ؎

رشتہ ترا اس رشتہ سوں ہے بند معانی — شادی و خوشی کر کہ اے مشتری خانج راس

توں سلیماں ثانی و تج برج فیروزی و فتح — مشتری پایا شرف تیری نظر منظور تھے

بعض شعروں میں وہ مشتری کو اپنی بزم میں رقص کناں ظاہر کرتا ہے جس سے یقین ہو جاتا ہے کہ یہ بھاگ متی ہی کا پہلا خطاب تھا:۔

ع کرے مشتری رقص مجہ بزم میں نت — ع زہرہ و مشتری سوں پاتر رنبھا چاؤ

ندی روما ولی موتیاں کی آرتی بھر کر — سو زہرہ مشتری کے ہت پلا ڈلا ئے آج ہاتھ سے

اسی طرح حیدر محل یا حیدر پیاری کے متعلق بھی اس کے کلیات میں تین نظمیں اور مختلف

اشعار دستیاب ہوتے ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ حیدر محل فن موسیقی کی ماہر تھی اور محمد قلی کی خاص معشوقہ وہ ایک نظم میں کہتا ہے کہ :۔

جیدر محل محبت سے لبالب گھولتی اور روز بروز عیش و عشرت کے ساتھ عشق کے بلبل بجاتی ہے۔ اس کے سرو جیسے قد پر نورتن کا جلوہ نظر آتا ہے اور سب معشوقائیں اس کو دیکھ کر شرماتی ہیں۔ وہ اپنی پیشانی پر عشق کا ٹیکا (قشقہ) لگاتی ہے اور چاروں طرف نورتن کے تار بجتے ہیں وہ عشق کی چادر اوڑھ کر بیر بہوٹی کی طرح سرخ نظر آتی ہے۔ اے قطب شہ تو شکر کر کہ حیدر کی غلامی کی وجہ سے تجھ کو یہ تخت ملی جس کی وجہ سے تیرے سر پر تاج سجتا ہے۔ (دیکھو صفحہ ۲۵۷)

ایک دوسری نظم میں لکھتا ہے کہ :۔

نبی کے صدقے میں حیدر پیاری ملی ہے جس نے اپنے مختلف انداز سے میرے دل کو اپنے دل سے باندھ لیا ہے۔ وہ عشق کے پر اسرار راگ گاتی ہے، اس کے بال میں کنول کی تازگی اور آفتاب کی چمک ہے وہ اپنی بھوؤں میں کاجل لگاتی ہے۔ جسم میں نارنجی رنگ کی تنگ چولی پہنتی ہے۔ اور آنکھوں کے خط سرمہ کے ذریعے سے میرے دل پر حملہ کرتی ہے۔ (دیکھو صفحہ ۲۵۸)

ایک دوسری نظم میں جو نامکمل دستیاب ہوئی ہے لکھا ہے کہ :۔

حیدر محل محبت و عشق کا جلوہ دکھانے اور یزدانی نغمہ بجائے۔ اس نے اپنے ہاتھ میں جلوے کے لئے کنگن پہن رکھا ہے، وہ اپنی آنکھوں کی پتلیوں کو پتلیوں کی طرح نچاتے وغیرہ (دیکھو صفحہ ۲۵۸)

محمد قلی نے اس حیدر محل یا حیدر پیاری کے لئے ایک محل بھی بنا دیا تھا جس کا نام حیدر محل یا حیدر منڈوہ رکھا تھا اس کا ذکر آیندہ کیا جائے گا۔ اس نظم میں لکھتا ہے۔

حیدر محل میں حیدر پیاری کا جلوہ گاؤ اور اس خوشی میں زمین آسمان اور عرش پر فتح و نصرت کے طبل بجاؤ۔ اے ساقی سیم ساق میری بزم میں صراحی لے آ۔ اور پیالے کی

روشنی میں مجھے اپنے سائیں کی صورت دکھا۔ (یہ قاعدہ ہے کہ جلوہ کے وقت آئینہ میں دولھا کو دلہن کی صورت دکھاتے ہیں) اور سورج کے طبق سے لے کر نقل و شراب اپنے رخساروں میں رکھ لو اور پیاری کی محبت کے ہار پیارے کے گلے میں ڈالو۔ اس نیک ساعت میں سینوں پر پستانیں زیب دیتی ہیں۔ دودھ اور مصری سے آبحیات کے ان گھڑلوں کو بھر دو۔

اس جلوے کے وقت بادشاہ اتنا اچھا نظر آتا ہے کہ بدنیاں اور چھتنیاں سب شاہ کے روپ کی دیوانی ہوگئی ہیں۔ اے سکھیو ان کے ہاتھ سے قول کا بیڑا اٹھا کر شہ کو کھلاؤ۔ نبی کے صدقے میں آج قطب شاہ کو جلوے میں بیٹھنا نصیب ہوا ہے اس لئے حوروں اور پریوں کو چاہئے کہ شہ پر سے خود کو واریں۔" (صفحہ ۲۱۷)

معلوم ہوتا ہے کہ یہ نظم حیدر محل کے ساتھ شادی کرنے کی تقریب میں لکھی گئی ہے۔ اور بھاگ متی کو نکاح کے وقت ہی حیدر محل کا خطاب دیا گیا تھا۔ اور بعد کو اسی کے خطاب کے لحاظ سے بھاگ نگر کا نام حیدر آباد میں تبدیل کر دیا گیا۔

بھاگ متی نے محمد قلی کی زندگی میں ۱۰۱۷ھ سے قبل چالیس بیالیس سال ہی کی عمر میں وفات پائی کیونکہ تاریخ فرشتہ اور قطب مشتری دونوں کی تصنیف کے وقت اس کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس کے زمانۂ وفات کا یہ اندازہ اس وجہ سے صحیح نکلتا ہے کہ

[illegible] نے شہر کے نام کی تبدیلی کو بھاگ متی کی وفات سے لازم و ملزوم قرار دے کر بتایا ہے کہ تعمیر کے سترہ سال بعد اس کا نام حیدرآباد رکھا گیا۔[1] گویا اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ۱۰۱۶ھ کے لگ بھگ گولکنڈہ کی یہ مشہور مہ جبیں اپنے عاشق جانباز کو داغ مفارقت دے گئی۔

---

[1] تاریخ قطب شاہی مولفہ قادر خاں بیدری ۱۲۴۹ھ میں لکھا ہے:۔

"بعد ہفدہ سال بہ حیدرآباد موسوم گردید" (صفحہ ۱۶)

(۱۰)

مذہبی میلان اور مخالفتیں

کلام کے مطالعہ سے محمد قلی قطب شاہ کے مذہبی شغف اور دینداری کے متعلق جو تفصیلی معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ نہایت بیش بہا اور مفید ہیں۔ نہ صرف اس لئے کہ اُس نے مذہبی معاملات میں ایک اجتہادی شان پیدا کرلی تھی بلکہ اسکے معتقدات کی پختگی اور اہل بیت نبی و ائمہ معصومینؑ کے ساتھ دلی اور مستحکم ارادت کی وجہ سے اُس کو بعض دفعہ مشکلات اور بغاوتوں کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ اور یہ وہ واقعات ہیں جن کے متعلق تاریخوں سے زیادہ علم حاصل نہیں ہوتا۔ محمد قلی کی امن و امان اور عیش و عشرت کی زندگی میں اگر کہیں کوئی خلل نظر آتا ہے تو وہ انہی مذہبی اعتقادات کے اختلاف کا اندیشہ ہے جو کبھی کبھی اُس کو سخت پریشان کر دیا کرتا تھا۔ لیکن اس میں اُس نے ہمیشہ کامیابی حاصل کی۔ اور ہر کامیابی کے وقت وہ خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا۔ وہ ہر موقع پر فتح و نصرت کی طویل اور بلند آہنگ نظمیں لکھتا اور اپنے ہم مشربوں کو مبارکباد اور مخالفوں کو بددعا یا

دشنام دیتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بیجاپور یا احمد نگر سے مقابلہ کرتے وقت اس کو اتنی تشویش اور فکر نہ ہوتی تھی جتنی اپنے عقاید کے خلاف آواز بلند کرنیوالوں اور بغاوت کی دھمکی دینے والوں سے ہوتی تھی۔ محمد قلی اپنی اس فکر و تشویش میں حق بجانب بھی تھا کیونکہ ہمسایہ سلطنتوں کے ساتھ جب اس کو مقابلہ کرنا پڑتا تو یہ اس کی ذات کا کوئی سوال نہ ہوتا۔ ایسی صورت میں فتح و شکست کا اثر سلطنت پر پڑتا اور شکست کے موقع پر زیادہ سے زیادہ اس کا ایک قطعۂ ملک غنیم کے قبضہ میں چلا جاتا۔ لیکن جب خود اس کی رعایا کا ایک حصہ مذہبی اختلاف کی بنا پر اس کے خلاف ہو جاتا اور اس کے بھائیوں میں سے کسی کو تخت نشیں کرنے کی سازش کرتا تو خود اس کی بادشاہت بلکہ زندگی خطرے میں پڑ جاتی تھی۔

تاریخ کے مطالعہ سے ہم کو صرف اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اس کے خلاف دو وقت خاص اہتمام کے ساتھ علم بغاوت بلند کیا گیا۔ لیکن نہ معلوم ایسی اور کتنی دفعہ ناکام کوششیں کی گئیں جو تاریخ میں درج ہونے کے قابل نہ تھیں۔ جن دو باغیانہ کوششوں کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے اُن میں سے ایک وہ ہے جو ۱۰۱۴ھ میں اس کے بڑے بھائی عبدالقادر عرف شاہ صاحب کے نام سے کی گئی۔ اور غالباً دعویٰ کیا گیا کہ بڑا بھائی زندہ ہوتے ہوئے چھوٹے کو

تخت نشیں کرنا انصاف کے خلاف ہے اور دوسری باغیانہ سازش محمد قلی کے حقیقی بھائی خدا بندہ کی بغاوت[1] ہے جو ۱۰۱۸ھ کا واقعہ ہے۔ ان دونوں بغاوتوں کے تفصیلی حالات تاریخوں میں درج نہیں۔ اتنا ضرور معلوم ہے کہ بیدر کے مشائخین اور گولکنڈہ کے بعض عمایدین نے محمد قلی قطب شاہ کے مقابلہ میں ایک دعویدار سلطنت کو کھڑا کر دیا جو سمجھا جاتا تھا کہ اس کا بڑا بھائی عبدالقادر عرف شاہ صاحب تھا جو اپنے باپ کی زندگی میں ۹۷۴ھ میں مورد عتاب ہوا تھا اور باغیانہ مقابلہ میں جان بچا کر فرار ہو گیا تھا۔ قطب شاہی تاریخیں لکھتی ہیں کہ وہ لڑائی ہی میں مارا گیا۔ لیکن محمد قلی کی اس دلی تشویش سے جو کلیات کے بعض اشعار سے ظاہر ہوتی ہے شبہ ہوتا ہے کہ شاید محمد قلی بھی اپنے اس رقیب کو زندہ ہی سمجھتا تھا اور اس لئے اُسے ہر وقت خطرہ لگا رہتا تھا۔ اور یہ خطرہ اس وجہ سے اہمیت رکھتا تھا کہ شاید وہ ڈرتا رہتا تھا کہ کہیں دکن کے طاقتور سنّی امرا اس کے شیعہ ہونے کی وجہ سے اس کے خلاف متحد کوشش نہ کریں جس طرح اس سے قبل یوسف عادل شاہ کے خلاف کی گئی تھی۔ چنانچہ جس خطرہ کو وہ محسوس کرتا تھا وہ واقعہ بن کر اس کے سامنے پیش بھی ہوا۔ یعنی جب اُس کے بڑے بھائی شاہ عبدالقادر کے نام سے

[1] اس بغاوت میں شاہ راجو صاحب اور اُن کے اکثر معتقدین مثلاً عبدالکریم حوالدار، انور خاں، فتح الملک حوالدار، اور حسن علی وغیرہ نے حصہ لیا۔ لیکن محمد قلی نے جملہ اہل سازش کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ شاہ راجو صاحب تو ہاتھ نہ آسکے لیکن خدا بندہ معہ زن و فرزند اسیر ہو کر تمام فوائد دنیوی سے محروم ہو گیا۔

علم بغاوت بلند کیا گیا تو ملک و بیرون ملک کے اکثر امرا و عمائدین و مشائخین کو اس نئے دعویدار سلطنت سے ہمدردی پیدا ہوگئی۔ یہ سمجھ میں نہ آیا کہ سنّی امرا و مشائخین مثلاً خداوند خاں حبشی، خیرات خاں پسر دلاور خاں اور شاہ نعمت اللہ کے اہل خاندان محمد قلی سے کیوں ناراض ہو گئے تھے۔ تاریخ سے اس بارے میں کوئی معلومات حاصل نہیں ہوتیں البتہ کلیات محمد قلی سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنی شیعیت پر بہت زور دیتا تھا اور ساتھ ہی بعض جگہ سنیوں کو خارجی کے نام سے یاد کر کے برا بھلا بھی کہتا تھا[1]۔ لیکن یہ سب و شتم ان کی بغاوت کی وجہ سے ظہور پذیر ہوا ہوگا۔ سنیوں کی مخالفت کے آغاز کی جو وجہ سمجھ میں آسکتی ہے وہ یہی ہے کہ محمد قلی تخت نشین ہونے کے ساتھ ہی اپنی شیعیت پر فخر و مباہات کرنے کے ساتھ شیعہ عقاید کی ترویج و اشاعت پر زور دینے لگا ہوگا اور یہ چیز گولکنڈہ کے لئے نئی تھی۔ کیونکہ محمد قلی سے قبل کے حکمران ابراہیم قلی، جمشید قلی اور سلطان قلی تینوں میں سے کسی نے اس امر پر زور نہیں دیا تھا[2]۔ اور خاص کر

---

[1] اس بارے میں دیکھو حصۂ قصائد اور خاصکر قصیدۂ میلاد نبی صفحہ ۱۱ تا ۱۳ اور قصیدہ بسنت صفحہ ۳۶۔

[2] قطب شاہی تاریخوں میں جہاں یوم عزا کا ذکر ہے ماہ محرم کے جملہ رسوم و لوازم کے آغاز کا سہرا سلطان محمد قلی ہی کے سر باندھا جاتا ہے۔ چنانچہ حدیقۃ السلاطین میں ذکر ماتم و تعزیہ داشتن کے سلسلہ میں "خصوصاً از زمان خاقان جنت بارگاہ محمد قلی قطب شاہ طاب ثراہ" لکھا ہے۔

ابراہیم قلی نے تو ایک ایسی بین قومی فضا پیدا کر دی تھی کہ کسی کو شکایت کی گنجائش ہی باقی نہ رہی تھی۔ اس دیرینہ خاموش فضا کو شاید محمد قلی کے مذہبی جوش نے متحرک کر دیا تھا جس کی وجہ سے سوئے ہوئے فتنے جاگ اٹھے۔

شبہ ہوتا ہے کہ محمد قلی بھی بچپن سے شیعہ عقائد کا پیرو نہیں تھا۔ اور جیسا کہ ہم نے ابھی کہا کہ اس کے باپ ابراہیم قلی کو کسی خاص عقیدے سے دلچسپی ہونے کا ثبوت نہیں ملتا۔ چونکہ اس نے محض اپنی ذاتی مقبولیت اور ہندو اور مسلمان دوستوں کی مدد سے بادشاہت حاصل کی تھی اسلئے وہ عمر بھر وسیع المشرب رہا۔ سنیوں، شیعوں اور ہندوؤں سب کو برابر کی نظر سے دیکھتا تھا۔ اور اس کی بیگمات میں بھی ہر مذہب کی عورتیں شامل تھیں۔ چنانچہ ماہ نامہ کی روایت کے مطابق محمد قلی کی ماں بھاگ رتی ایک ہندو عورت تھی۔ اسی طرح شاہ عبدالقادر کی ماں گلبرگہ کی مشائخ زادی تھی۔ یہ ابراہیم کی وسیع المشربی ہی کا ثبوت ہے کہ اس نے اپنے ایک لڑکے کا نام عبدالقادر رکھا اور اپنی لڑکیاں سنی عمائدین اور مشائخین مثلاً حسین شاہ ولی، شاہ قطب الدین وغیرہ کو بیاہ دیں۔ ان حالات کے پیش نظر یہ امر ممکن ہے کہ محمد قلی بھی بچپن میں شیعہ عقیدہ نہ رکھتا ہو اور اس شبہ میں اس وجہ سے بھی تقویت پیدا ہوتی ہے کہ اس نے اپنے کلام میں بعض ایسے شعر چھوڑے ہیں جو اس قیاس کو یقین کی طرف مائل کرتے ہیں

وہ عید مولود علیؑ سے متعلق ایک نظم میں حضرت علیؑ کی ولادت اور اس کی خصوصیتوں کے ذکر کے سلسلہ میں صاف صاف لکھتا ہے :۔

میں نے اپنا دین چھوڑ کر اس دین کا راستہ پکڑا ہے ورنہ میں اب تک ایک ہندو ہوتا۔ چونکہ میں نے آپ (حضرت علیؑ) سے میل پیدا کر لیا ہے اس لئے خوشی و خرمی کی طرف میلان ہے۔ (پھر رقیبوں سے کہتا ہے کہ) اے رقیبو تم اپنی بڑائی اپنی حد تک ہی رکھو کیونکہ خدا نے قطب شاہ کو نیک خصلت عطا کر دی ہے۔ اس کے شعر ہیں ؎

تولد ہوئے آج کے دن امامؑ — دیپے جیوں نوا چند ابروئے فرخ
میں اپ دین چھوڑ پکڑیا اس دین کا مارگ — پاتے اجھوں موکو ہندوئے فرخ
ہمن میل باندے تمن میل سیتی — اُسی تھے ہمن میل ہے سوئے فرخ
رقیباں بڑائی تمن تم اچھونت — دیا حق معانی کے تئیں خوئے فرخ

اسی طرح ایک اور جگہ لکھتا ہے کہ :۔

اے قطب شاہ تجھ پر ہزاروں رحمتیں ہوں کہ تو نے حیدر کرارؑ کا دامن پکڑا ہے اور اس وجہ سے تجھے دونوں عالم میں سرفرازی ہے۔

ہزاراں رحمت ہی تجھ پر جو حیدر کا دھر یا دامن — قطب شہ دو جگت میں سروری ہی تجھ وہ سرور تھے
تجھے اس

ایک اور شعر میں لکھتا ہے کہ :—

قطب شاہ نے علیؑ کا دامن پکڑ لیا ہے کیونکہ وہ ہر جگہ کے رہبر اور چھڑانے والے ہیں ؎

نبی صدقے قطب شہ نے علیؑ کا پکڑیا ہے دامن کہ او منجکوں چھڑاون ہار ہوسب بھار رہبر ہے

ایک اور جگہ لکھتا ہے کہ :—

میں ایک جان اور ایک دل کے ساتھ حیدر پر ایمان لایا ہوں

یک دھیان ایک چیت سوں دل ہو رجیو میرا حیدرؑ سوں صدق لایا صلوات بر محمدؐ
بارہ امام پنجتن کا جہر جم ہمایو منج سین چھاؤں چھایا صلوات بر محمدؐ

اوپر ایک جگہ اس نے جو ذکر کیا ہے کہ اگر میں اس راستہ پر نہ پڑتا تو اب تک ہندو ہوتا اس سے یہ نہیں سمجھا جا سکتا کہ وہ پہلے ہندو تھا۔ ممکن ہے کہ ہندو ماں کے بطن سے ہونے کی وجہ سے وہ ایسا کہتا ہو یا شاید سنی ہونے کو وہ ہندو ہونے کے برابر سمجھتا ہو۔[1] اکثر شعروں میں اس نے خود کو ابتدا سے مسلمان ظاہر کیا ہے۔ عید غدیر کی ایک نظم میں وہ کہتا ہے کہ :—

اگرچہ میں ازل سے مسلمان اور غلام مصطفےٰ ہوں یعنی میرا نام محمد قلی

---

[1] ایک آدھ شعر میں اس نے سنی کے ساتھ کافر کا لفظ بھی استعمال کیا ہے (دیکھو صفحہ ۱۱ قصائد)۔

یا غلامِ محمدؐ ہے لیکن میں اب آپ کا بندہ ہوگیا ہوں اس لئے اے امیرؑ آپ
میرا ہاتھ پکڑیں۔

اس کا شعر ہے ؎

از ازل تھے ہی غلامِ مصطفےٰ قطب زماں مج غلام کمتریں کو دست پکڑو یا امیرؑ

اس امر کا امکان ہے کہ ابتدا میں اس کو شیعہ عقائد کی نشر و اشاعت کرتا دیکھکر
سنی امرا و علما نے اس کو اہل سنت کے عقائد کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی ہو اور
اس کا میلان نہ پاکر اس کو مخالفت کا ڈر بھی بتایا ہو چنانچہ وہ عید غدیر ہی کی نظم میں ایک
جگہ کہتا ہے ؎

رکھ مجھی حضرت کے صدقے یا الٰہی امن میں ہور رکھ ایمان درست دو جگ میں ہو و منجہ نصیر

ساتھ ہی اپنے امامیہ ہونے کے اعلان، ترک مذہب نہ کرنے کی طرف اشارہ اور
سنیوں کی دشمنی کا ذکر بھی کر دیتا ہے۔ اس کے چند شعر ہیں ؎

ہے محمد قطب شہ بارہ اماماں کا غلام میں جو عاجز داس تیرا یا علیؑ منج دستگیر

منجے پایے ہیں نھن پن کھوتے اس چاہ زنخداں میں کریں کیوں ترک اے مذہب ازل تھی پایا ہوں ملت

ہمیں میں شیعہ کر کرتے خواج دشمنی سب سوں علی ابن ابی طالب ان کوں مارو ہت ضربت

یہاں یہ امر واضح رہے کہ دکن میں خارجیوں کے وجود کا کبھی پتہ نہیں چلتا۔

اس لئے محمد قلی کے کلیات میں جہاں خارجی کا ذکر ہے وہاں غالباً سنی ہی مراد ہے چنانچہ بعض شعروں میں اُس نے دونوں لفظ اس طرح استعمال کئے ہیں کہ ان کے مخاطب ایک ہی سمجھے جا سکتے ہیں۔ مثلاً ؎

سنی کافر کے تبخانے ٹوٹے ہیں اس گھڑی سب ۔۔۔ سو معجز تھے خوارج کوں ہی ہیبت گڑبڑی کا

محمد قلی نے اپنے کلام میں بار بار اس امر پر زور دیا ہے کہ (دوسرے بھائیوں کی موجودگی میں) اس کو جو بادشاہت نصیب ہوئی وہ محض شیعہ ہونے کی وجہ سے۔ اس کے اس قسم کے چند اشعار یہ ہیں ؎

پایا ہوں اماماں کی دعا تاج شہانی ۔۔۔ مج تاج میں ہی نور الٰہی جھلکارا

حق کی نظر تھے قطبا تیرا بڑا ہے رتبا ۔۔۔ صدقے نبی علی کے تج باعث مہربانی

بارہ امام پنجتن کا مہر جسم ہمارو ۔۔۔ مج سیس چھانو چھایا صلوات بر محمد

سدا بارہ اماماں میرے نگہ دار ہیں ۔۔۔ ہوا ہوں ان کی غلامی تھی قطب راج دھیراج

قطب شہ ہی تج غلاماں میں غلام کمتریں ۔۔۔ دیو میرا ہات پکڑ جلو اسکل شاہاں ستیں

اماماں میا ہے محمد قطب پر ۔۔۔ نبی ہور علی کی دیا سوں سہایا

خدا قطب شہ کوں شہنشاہ کر کر ۔۔۔ سو سارے جگت میں دہرا ہی پھرایا

محمد قطب شہ کے سارے دندیاں کوں ۔۔۔ سو نابود کر کر جگت تھے گنوایا

پایا ہوں ملک کوٹ انن پیار تھی میں　　منج کوں ہی سدا حیدر کرار معاذ
محمد بال پن تھے ہے محمد کے غلاماں میں　　تو جیتا داؤ میں منجھاں سوں سارے سنیاں سیتیں
نبی کا نانوں ہی تیرا محمد قطب شہ ناڈر　　قصہ موسیٰ و فرعون شیعہ کن ہے رہبر یکا
نبی صدقے قطب جم کاج کرتا ہے کہ پنجتن کے　　سکل شاہاں کا سو سر تاج ہو مشہور دستا ہے
نظر آتا
نبی ہور آل کے صدقے علی کا داس ہی قطبا
تو جگ میں پائیا رتبہ سو جم خاقاں سکندر کا

جب نبی صدقے ہوا ہی داس قنبر کا قطب　　دو جگت میں ہیں ترکماں عاقبت محمود کا

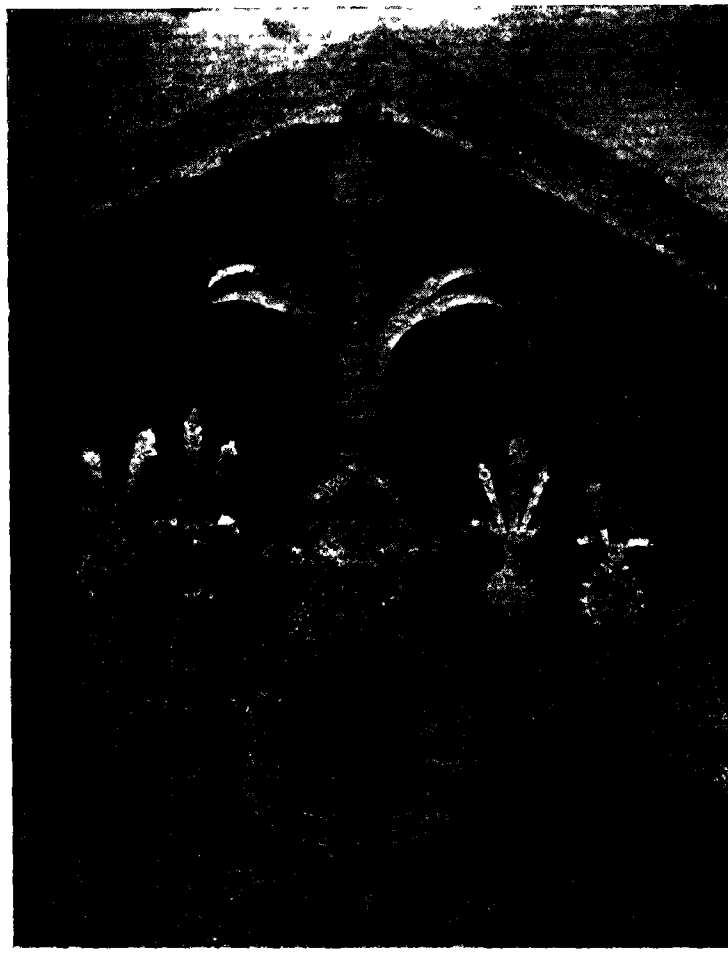
اس آخری شعر سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شاید پہلے قنبر کا غلام نہیں تھا جب سے غلام قنبر ہوا ہے اس کی عاقبت محمود ہو گئی۔ اور اسی طرح وہ کہتا ہے کہ جو کوئی عید میلاد علیؑ کرتا ہے اس کے طالع مسعود ہیں ع جن کرے یہ عید ہے وہ طالع مسعود کا

ایک اور شعر ہے ؎

صدقے نبی کے قطب شہ جم جم کرو مولود تم　　حیدر کی برکت تھی سدا سب جگ اپر فرماں کرو

غرض نہ صرف حکومت کو بلکہ زندگی اور دولت اور عروج ہر چیز کو وہ حضرت علیؑ اور پنجتن اور بارہ اماموں پر عقیدت رکھنے اور ان کی نظر عنایت کا ثمرہ سمجھتا ہے ؎

دعائے اماماں تھے منج راج قایم　　خدا زندگانی کا پانی پلایا



حسینی علم (گولکنڈہ)

سب سے پہلا علم جس پر محمد قلی قطب شاہ کا نام اور تاریخ درج ہے

قطب شہ کوں میاکر کردیا سوں پنجتن دائم حیات ہور بخت دولت سوں خضر نمنے جلاتے ہیں

آخر میں ایک شعر اور درج کردیا جاتا ہے جس میں وہ شیعیت کو قبول کرنے کی طرف ایک اور دفعہ اشارہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ :-

اسی وجہ سے میری عیش کی انگوٹھی میں چاند اور سورج کو نگینہ کی طرح جڑ دیا گیا ہے ؎

قطب پنجتن کی غلامی قبول لیا تو اس عیش انگوٹھی میں چند سورج ہے

محمد قلی نے اپنے شیعہ عقائد کی تبلیغ ۱۰۱۸ھ میں مکمل کی جب کہ اس نے گولکنڈہ میں پہلی دفعہ دوازدہ ائمہ معصومین کے نام کا علم استاد کیا یہ شاندار تاریخی علم اب تک موجود اور حسینی علم کے نام سے مشہور ہے اور ہر سال محرم میں گولکنڈہ کے قدیم عاشور خانہ میں استاد کیا جاتا ہے اس علم پر و بشر المومنین نصر من اللہ فتح قریب کے نیچے غلام علی محمد قلی قطب شاہ اور سنہ ۱۰۱۸ھ والف منقوش ہے۔ اور اس درمیانی طغرے کے اطراف پندرہ تختیوں میں پنجتن اور دوازدہ ائمہ کے اسماء منقوش ہیں۔

شیعہ عقاید کے قبولنے یا اُن پر زور دینے کی وجہ سے اسکو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ان میں سب سے اہم اس کے مخالفوں کی لگائی ہوئی آگ کو بجھانا اور

اپنے رقیبانِ سلطنت کے فتنہ کو کچل دینا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے دیوان کو اسی واقعہ کے اظہار سے شروع کرتا ہے۔ پہلی ہی غزل اس کی ان سیاسی پریشانیوں کا آئینہ ہے جسمیں وہ خدا سے توقع رکھتا ہے کہ :—

وہی مجھے کامیاب کرے گا اور میرے مرادوں کے جاموں کو بھر دیگا
خوارج کی لگائی ہوئی آگ کو اپنے قہر کے پانی سے بجھائے گا' مجھکو ابراہیم
کی طرح اس آگ میں بھی سکھ اور آرام بخشے گا اور جس دل میں علیؑ اور
آلِ علی کی محبت نہیں اُسے خونِ جگر پلائے گا۔ اے قطب شاہ تو زمانہ
کی مخالفت کا غم نہ کھا' خدا تجھے کامیاب کرے گا اور ہر پستی میں سے
تجھکو بلند کرے گا۔ اے قطب شاہ تو رقیبوں کے دکھ دینے سے غم نہ کھا
خدا تیرے سارے رقیبوں کے گلے میں پھانسی ڈال دے گا۔

اسکی غزل کے چند شعر ہیں ؎

دلا منگ خدا کن کہ خدا کام دویگا — تمن من کے مرادان کے بھرے جام دویگا
خوارج کی اگن قہر کے پانی سو بوجھاکا — براہیم نمن مجکوں سکھ آرام دویگا
جے دل میں محبت علی و آل علی ماہ — اُسے خون جگر دار وئے ناکام دویگا
جو نہ کھا غم توں زمانے کا ترا کام خدا سوں — ہر اک پستی منے تجکوں بلند نام دویگا

رقیباں کے دکھوں سیتے قطب شہ توں کرم خدا سارے رقیباں کے گلے دام دویگا

ان دشمنوں کے خطرے کا اظہار اس نے اپنے اکثر اشعار میں کیا ہے۔ جب وہ آسمان پر نیا چاند دیکھتا ہے تو اس کو خنجر کی تشبیہہ سجھائی دیتی ہے اور اس کے دل کا خطرہ فوراً اس شعر میں ظاہر ہوتا ہے ؎

نئی صدقے قطب کے دشمناں کوں کاٹنے گھنس جوں نواچند کابلی خنجر پکڑ کر ہت میں آیا ہے

یعنی قطب شاہ کے دشمنوں کو گھانس کی طرح کاٹنے کے لئے نیا چاند کابلی خنجر ہاتھ میں لے کر آیا ہے۔

ایک نظم میں جناب امیرؑ سے خوارج کے اس فتنے اور بغاوت کے خلاف مدد مانگتا ہے ؎

کھا نشتراں دل رگ منے جلتے خوارج آگ منے منجکوں سوا دونوں جگ منے تج بن نہیں کوئی یا علی

اپ پیارتھے اب جم مجھے غم تھے سو کر بے غم مجھے توں ہی مدد ہر دم منجے تج بن نہیں کوئی یا علی

وہ اس قدر راسخ العقیدہ تھا کہ اسکو یقین تھا کہ دشمن اگر میرے ساتھ دشمنی پر اتر آئینگے تو حضرت علی کی تلوار اُن کے گھر بار کو تباہ کردے گی، وہ کہتا ہے ؎

دشمن ارمنج پر کرے گا دشمنی کی جب نظر
مرتضیٰ کے کھڑگ تھے گھر بار اس ہوگا تباہ

معلوم ہوتا ہے کہ دشمنوں پر اس نے ماہ گرما میں فتح حاصل کی تھی اور جب گرمی کے ختم پر برسات کا آغاز ہوا اور مرگ لگا تو وہ معمول کے مطابق اس سال بھی برسات کا استقبال ایک نظم سے کرتا ہے، لیکن اس دفعہ اسکو دوہری خوشی تھی ایک تو آمد بہار کی اور دوسرے دشمنوں پر فتحیابی کی۔ چنانچہ وہ اس نظم میں اپنی اس خوشی کا اظہار یوں کرتا ہے کہ :—

(2) آج پھر مرگ، سلطانی ستارہ بن کر آیا ہے۔ اور سب درخت پھر سے سرسبز ہو کر سروں پر لال تاج رکھنے لگے۔ اس موقعہ پر لعل کے چہرہ پر بھی لال رنگ زیب دینے لگا کیونکہ اس رنگ سے سورج شرما کر ہر رات منہ چھپا لیتا ہے۔

اے قطب شاہ تیرے چہرہ پر بادشاہانہ کروفر جھلک رہا ہے اس وجہ سے ترکستان کے بادشاہ بھی تجھے خراج دیں تو کیا تعجب۔ تیری تلوار سے آج تیغ رستم بھی پست ہے۔ تو تمام رستموں میں شجاعت و بہادری کا چراغ نظر آتا ہے۔ تیری تلوار کی چمک بجلی ہو کر آسمان پر چمکے تو عجب نہیں۔ کیونکہ اسکے کڑکنے کی آواز سے سب دشمنوں پر تیرا راج قائم ہے۔

(۱۰)

بھاگ نگر یا حیدر آباد

اور

اُسکی زیبائش و آرائش

شہر حیدر آباد کی تعمیر و تزئین سلطان محمد قلی قطب شاہ کا ایک زندہ جاوید کارنامہ ہے لیکن تعجب ہے کہ جس طرح بھاگ متی کے متعلق زیادہ معلومات حاصل نہیں ہوتیں بھاگ نگر یا حیدر آباد کی بنا کے متعلق بھی محمد قلی کے موجودہ کلام سے بہت کم علم حاصل ہوتا ہے۔ خاص کر بھاگ نگر کا تو محمد قلی قطب شاہ نے کہیں نام[1] بھی نہیں لیا۔ البتہ ایک جگہ "شہر حیدر" کا ذکر کیا ہے گویا حیدر آباد کا۔ وہ کہتا ہے کہ قطب کے اشعار

---

[1] سلطان محمد قلی کے علاوہ قطب شاہی تاریخوں میں بھی بھاگ نگر کا نام نہیں ملتا۔ البتہ اُس دور کی دوسری تاریخوں میں حیدر آباد کو بھاگ نگر بھی لکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو قطب شاہیوں نے کوشش کی کہ اس شہر کا نام حیدر آباد مشہور ہو جائے۔ لیکن بیجاپوری اور مغل تاریخوں نے اس نام کو مٹنے نہ دیا۔

بے بہا ہیں۔ کسی شہر میں ان کا مول نہ ہوگا، اس لئے اگر فروخت کی توقع ہو تو حیدرآباد میں لے آؤں ؎

رتن قطبا کے ہیں نرمول نہیں کس شہر میں مول اس لے کر آؤں جو بکھرا ہوے اس کا شہر حیدر میں

یہ شہر حیدر یا حیدرآباد سلطنت قطب شاہیہ کی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کے لحاظ سے دسویں صدی ہجری کے اواخر میں خود بخود آباد ہونے لگا تھا۔ کیونکہ اس سلطنت کے پایہ تخت گولکنڈہ میں مزید آبادی کی گنجائش نہ رہی تھی اور سب سے پہلے وہاں کے امرا نے اس قلعہ کے اطراف و جوانب میں اپنے لئے باغ اور شبستان تعمیر کرنے شروع کر دئے تھے۔ خاص کر قلعہ کے جانبِ مشرق موسیٰ ندی کے کنارے کنارے یہ آبادی بڑھنے لگی یہاں تک کہ سلطان محمد قلی قطب شاہ نے ۱۰۰۰ھ میں سرکاری طور پر ایک عالیشان شہر کا سنگ بنیاد رکھا۔ اگرچہ حیدرآباد جیسے وسیع شہر کی زد میں کئی قصبے اور گاؤں آگئے ہوں[1] گے لیکن جس جگہ اب چارمنار واقع ہے وہاں وہ موضع چچلم واقع تھا جس میں

---

[1] شہر حیدرآباد کی وسعت اور شادابی کا اندازہ تاریخ ظفرہ کے حسب ذیل بیان سے ہوسکتا ہے:۔

کثرت خلائق و وفور بدائع مواضع و فراوانی باغ و بساتین بدرجہ انجامید کہ ساحتِ کوہ و دشت سمت تضائق پذیرفت۔ چنانچہ از دارالسلطنت حیدرآباد تا

بعض تاریخوں کے بیان اور مشہور روایتوں کے مطابق بھاگ متی رہا کرتی تھی۔

اس موقعہ پر یہ امر واضح کر دینا ضروری ہے کہ ماہ نامہ کے مصنف نے بھاگ متی کے قصہ کو غلط بتا کر یہ لکھا ہے کہ اصل میں محمد قلی قطب شاہ کی والدہ کا نام بھاگ رتی تھا اور اُس نے اسی کے نام پر شہر بھاگ نگر آباد کیا۔ اس اختلافِ روایت کا تصفیہ اُسی وقت ہو سکے گا جب چند اور قطب شاہی تاریخیں دستیاب ہوں گی اور محمد قلی کا مکمل کلام مل جائے گا۔ بحالت موجودہ اتنا تو یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ماں ہو یا محبوب، بھاگ رتی ہو یا بھاگ متی، محمد قلی نے اپنی محبت کی یادگار کے طور پر بھاگ نگر کو بسایا تھا۔ اُس نے سب سے پہلے شہر کے وسط میں چار منار کا سنگ بنیاد رکھا۔ یہ عمارت ۱۸۹ فیٹ بلند ہے۔ اور اس کے اوپر ایک مسجد اور مسجد کے ساتھ ایک حوض بنایا گیا تھا جس میں تالاب جل پلی سے پانی پہنچایا گیا۔ اوپر کا یہ حوض اس وقت باقی نہیں ہے لیکن یہ ۱۱۸۵ھ تک موجود تھا۔ چنانچہ تاریخ ظفرہ میں لکھا ہے کہ :—

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) قصبہ نرکھوڑہ ابراہیم پٹن و بھونگیر و پٹن چرو کہ در پہار جہت واقع است و مساحت بقدر دہ فرسنگ است مجموعہ فضائے دشت و صحرا باغ و بستاں شدہ و کثرت احداثِ مساجد و بقاع و سرائے دلکش و نزاہت ریاض فردوس نشاں غیرت افزائے سپہر اخضر گردید (ص۱)۔

حوضے است در غایت لطافت وصفا۔ آبِ نہر تا لاب جلیلی در آں میریزد" (ص۱۱)

اس بالائی حوض کے علاوہ نیچے بھی ایک گول حوض بنایا گیا جس میں ایک بہت بڑا فوارہ پتھر میں تیار کیا گیا جس میں دو ہاتھی اور دو شرزے (جو پتھر کے تراشے گئے تھے) ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ایک دوسرے پر پانی پھینکتے تھے[1]۔ یہ فوارہ مغل قبضہ کے بعد بت پرستی کی علامت سمجھ کر توڑ دیا گیا اور ان ہاتھیوں اور شرزوں کے شکستہ پتھر عہدِ آصفجاہ ثانی تک چار منار کے قریب (جہاں اب پولس کا تھانہ ہے) پڑے ہوئے تھے۔

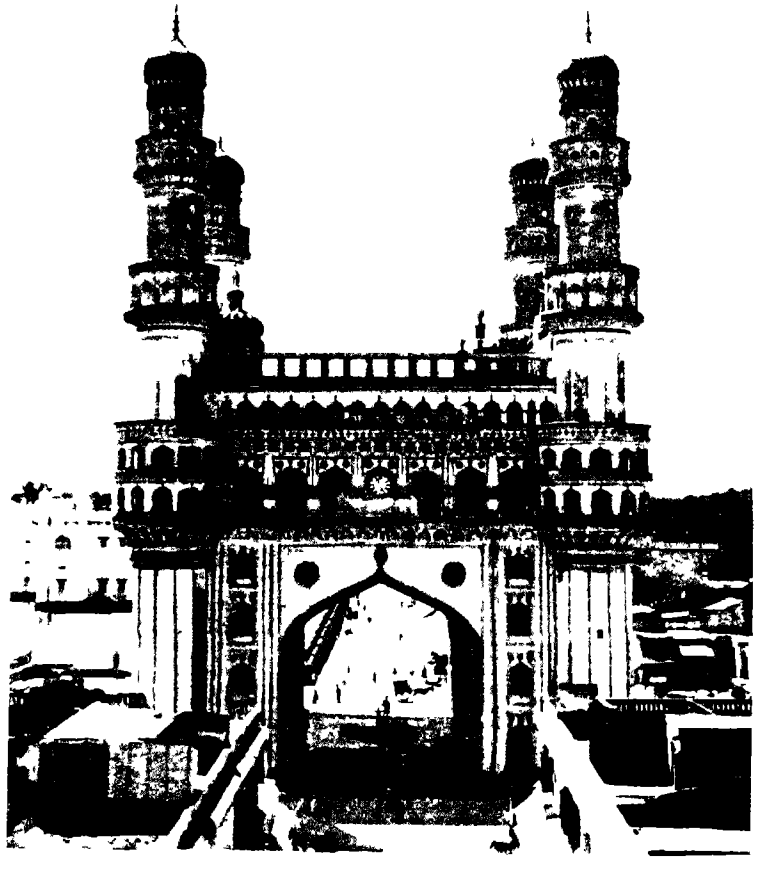
چار منار کی تعمیر میں ایک روایت کی رو سے تین لاکھ اور دوسری کے مطابق دو لاکھ باون ہزار روپیہ خرچ ہوا۔ **یا حافظ** سے اسکی تاریخ نکلتی ہے۔

چار منار کے ساتھ ہی شہر میں چار بازار ترتیب دئے گئے جن میں چودہ ہزار دکانیں بنائی گئیں۔ گلزارِ آصفی میں لکھا ہے کہ :-

"امر فرمود کہ دست بدست بنائے شہر مشتمل بر چہار بازار و بر سرِ ہر بازار طاق و رواق با چہار دہ ہزار دکاکین و ایوان و سائبان و دواز دہ ہزار محلہ متساوی الاضلاع باحداث در آرند" (ص۱۹)

---

[1] گلزارِ آصفیہ صفحہ ۲۱۔



چارمینار۔ جسکا محمد قلی قطب شاہ نے شہر حیدرآباد کے ساتھ قیام کیا تھا

ایک ایسے عظیم الشان شہر کی تعمیر جس ولولہ اور بے تابانہ شوق سے ہوئی اور اس کی جلد سے جلد تکمیل و آبادی کے لئے جو کوششیں کی گئیں اس کا اندازہ خود محمد قلی کے کلام سے ہوتا ہے چنانچہ وہ ایک جگہ مناجات میں خدائے تعالےٰ سے جہاں بہت سی باتوں کی التجا کرتا ہے اپنے شہر کی معموری کے لئے بھی دعا کرتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کو اپنے آباد کئے ہوئے شہر سے کتنی محبت تھی اور وہ اسکی آبادی اور آرائش وزیبائش کے لئے کتنا بے چین تھا۔ وہ کہتا ہے کہ :—

اے خدا تو میرے شہر کو لوگوں سے اُسی طرح معمور کردے جسطرح

تو نے سمندر میں مچھلیاں بھر دی ہیں۔

بڑی اچھی مناجات لکھی ہے جس کے چند شعر ہیں ؎

مناجات میرا تو سُن یا سمیع — منجے خوش توں رکھ رات دیا سمیع
مرے دوستاں کوں تو نت دے جنت — مرے دشمناں کوں اگن یا سمیع
ابادان کر ملک میرا سوتوں — بسا سوتوں دے میرا سن یا سمیع
سکل تخت پر میرا یوں تخت کر — انگوٹھی پہ جوں ہے نگین یا سمیع
مرا شہر لوگاں سوں معمور کر — رکھیا جوں توں دریا میں مین یا سمیع
مرادات کا جم ترنگ سار قطب — اُسے سار ہت دے عنین یا سمیع

عید میلاد النبی کے سلسلہ میں محمد قلی نے کئی نظمیں لکھی ہیں جن میں سے ایک میں وہ بازاروں، محلوں اور قصروں کی زیبائش و آرائش کا ذکر کرتا ہے وہ کہتا ہے ؎

سنوارے جگت سب جنت جوں جڑت سوں نگارے سو بازار قصراں محلّاں

بازار اور محلے جس شوق سے تعمیر کئے گئے اس کا ذکر تو گذر چکا ہے اب قصروں کی تعمیر کے سلسلہ میں اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ سب سے پہلے چار منار کے جانب شمال مغرب دولت خانۂ عالی بنایا گیا جس کے جلوخانہ میں چاروں طرف چار بلند کمانیں کھڑی کی گئیں اور وسط جلوخانہ میں ایک ہشت پہلو حوض، تاکہ فوجیوں اور ان کے جانوروں کو ہر وقت کافی پانی میسر آسکے۔ اس جلوخانہ کے مغرب کی طرف محلاتِ شاہی کی بنیاد رکھی گئی۔ چنانچہ اس طرف کی کمان دروازۂ دولت خانہ، یا دروازۂ شیرِ علی کہلاتی تھی۔ اس کمان میں ۶۰ فیٹ بلند اور ۶ فیٹ چوڑے یشب کی طرح سیاہ و مصفا دو سنگ خارا کھڑا کرکے اور انکے اوپر ۳۶ فیٹ کا ایک اور پتھر رکھ کر باب عالی کی چوکھٹ بنائی گئی۔ اس چوکھٹ میں صندل، ہاتھی دانت، اور سونے کا ایک دروازہ لگایا گیا۔ اس دروازے سے اندر داخل ہوتے تو ایک وسیع فضا میں کئی قصر نظر آتے۔ یہاں جنوب کی طرف دفتر خانۂ شاہی اور مغرب کی طرف جامدار خانہ

اور کارخانہائے عامرہ وغیرہ بنائے گئے۔ اس وسیع فضا میں جانب شمال ایک دوسرا دروازہ لگایا گیا تھا جس میں داخل ہونے کے بعد ایک اور وسیع میدان ملتا جس کے چاروں طرف لشکریوں، حوالداروں، شب نویسوں اور سلحداروں کے لئے بڑے بڑے ہال یا ایوان بنے ہوئے تھے۔

ان سے گذرنے کے بعد چندن محل تھا جو ایک "عمارتِ رفیع و دلکشا" تھی۔ اس محل میں بھی چند سلحدار نوبت بہ نوبت جمع رہتے۔ چندن محل کے آگے گگن محل تھا جو نہایت وسیع تھا اور اس میں خاص ترک، عرب اور دکنی سلحدار حاضر رہتے اس کے بعد صدر صفہ تھا جس میں مقرب و معتبر ملازمانِ قدیم ہی ٹھہر سکتے تھے۔ صدر صفہ کے بعد سجن محل تھا جو نہایت خوبصورت اور عالیشان عمارتوں پر مشتمل تھا جن میں اعیان و فضلا مقام کرتے تھے۔ اس محل کے جانبِ مشرق تین سو فیٹ طویل ایک ہال تھا جس میں رات اور دن مطبخ شاہی سے ہر قسم کے کھانے پک کر آتے اور تقریباً دس ہزار مجلسی، سادات، علما، فضلا، اور امرا ہر روز اس شاہی دسترخوان پر کھانا کھاتے۔

یہ تو دولت خانۂ عالی کی بیرونی عمارتیں ہوئیں۔ اصل شاہی قیام گاہ خداداد محل تھا جس کے متعلق محمد قلی کی ایک نظم دستیاب ہوئی ہے اس لئے بعد کو اس کا

ذکر کیا جائے گا۔ دولت خانۂ عالی کی عمارتوں کے علاوہ محمد قلی نے ایک داد محل بھی بنایا تھا جو انہی محلات کی پشت پر یعنی مغرب اور جنوب کی طرف بنایا گیا تھا اور قلعہ گولکنڈہ سے جو سڑک چارمنار کو آتی ہے اس کی طرف اس کا رخ رکھا گیا تھا۔ حیدرآباد کے موجودہ محلۂ چوک و شاہ گنج و محبوب گنج کی جگہ قطب شاہی دور میں ایک وسیع میدان تھا جس کے درمیان ایک عالیشان حوض ۱۸۰ فیٹ طویل اور ۱۲۰ فیٹ عریض بنایا گیا تھا اور اس میدان کے اطراف بازار بنائے گئے تھے۔

داد محل کا رخ اسی میدان اور بازاروں کی طرف رکھا گیا چنانچہ اس کے وسیع ایوانوں کے دروازے اسی طرف کھول دیئے گئے تھے تاکہ مظلوموں اور آفت رسیدوں کو بلا روک ٹوک بادشاہ کی نظروں کے سامنے پہنچنے میں سہولت ہو۔ اور وہ اعیان و اکابر و دربانانِ شاہی کے توسط کے بغیر راست سلطان محمد قلی کی بارگاہ میں پہنچکر اپنا دکھڑا بیان کر سکیں اور بادشاہ اکثر اسی کے بیرونی جھروکے میں بیٹھا رہتا تھا۔

داد محل چار منزلہ تھا اور اس طرح بنایا گیا تھا کہ سامنے سے چار جدا جدا محل نظر آتے تھے۔

داد محل کے سامنے جو تالاب نما حوض بنایا گیا تھا اس کی تعریف میں اس

زمانہ کے سیاح اور مورخین خاص طور پر رطب اللساں ہیں۔ چنانچہ فرزونی استرابادی اُسی زمانہ میں حیدرآباد آیا تھا اور وہ اپنی تاریخ فتوحات عادل شاہی میں نورسپور کی تعریف کے سلسلہ میں دوسرے شہروں کی عجائبات کا بھی تذکرہ کرتا ہے اور حیدرآباد کے سلسلہ میں لکھتا ہے کہ:۔

"دریاچہ کہ در برابر داد محل قرار دادہ اند بنوعے کہ فیلے از طلا ساختہ اند چنانچہ آب از خرطوم فیل مثل فوارہ لا ینقطع در دریاچہ می ریزد کہ بر ہوا ساختہ اند نوعے کہ طاقہا زدہ اند کہ حوضے بدیں بزرگی را کہ زیر او خالی ست و محل مرور مردم است پرداختہ اند۔ دراں عمارات و مواضع اعجوبہ کاراں را وقت بسیار بکار رفتہ۔" (نسخہ برٹش میوزیم ورق ۲۱۷)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حوض سطح زمین سے کافی بلندی پر بنایا گیا تھا اور اس کے نیچے بلند کمانیں بنادی گئی تھیں جن میں سے لوگ گذرتے تھے۔

یہ محل زوال سلطنت تک باقی تھا اور مغلوں کے قبضہ کے بعد توڑ دیا گیا چنانچہ لچھمی نارائن شفیق نے اپنی کتاب احوال حیدرآباد میں (جو ۱۲۱۴ھ کی تالیف ہے) جہاں اس روایت کو نقل کر دیا ہے کہ شہنشاہ اورنگ زیب کی نظر جب داد محل پر پڑی تو اس کی زبان سے نکلا:۔

"ایں بلند بلند چیست" ؟

نعمت خاں عالی نے عرض کیا: ۔ "داد محل است"

اورنگ زیب نے کہا: ۔ "آرے شداد محل است"

داد محل کے توڑنے کا بھی واقعہ ان الفاظ میں درج کیا ہے: ۔

ہرگاہ داد محل را شکستند، در عرصۂ سی سال بشکست رسید ..... اکثر عمارات عمدۂ شہر تباہ شد و ہنوز تہ خانہ ہائے آں بعضے جا قایم"

غرض محمد قلی قطب شاہ کے بنائے ہوئے جن محلوں کا اب تک ذکر کیا گیا وہ سرکاری محل تھے۔ لیکن اُس نے کئی ایسے محل بھی بنائے تھے جو خود اس کی خانگی ضرورتوں اور ذوق کی تکمیل کی خاطر وجود میں آئے تھے۔ انہی میں "ندی محل" بھی شامل تھا جو موسیٰ ندی کے کنارے پانی کا نظارہ کرنے اور خانگی تفریح کی خاطر بنایا گیا تھا۔ اس کے علاوہ "محل کوہ طور" بھی ایک خانگی محل تھا جس کا ذکر آگے آئیگا۔

افسوس ہے کہ محمد قلی قطب شاہ کے طویل قصیدے، مثنویاں اور ترجیع بند دستیاب نہ ہوسکے ورنہ اس موضوع کے تحت ہم اور کچھ لکھ سکتے۔ کیونکہ اس نے اپنے محلوں، باغوں، اور دیگر عمارتوں پر تفصیل سے قصیدے اور مثنویاں لکھی ہیں۔ اس وقت اس کے کلام سے جو مواد ہمیں مل سکا ہے وہ صرف چھ سات محلوں

(یعنے خداداد محل، سجن محل، اعلیٰ محل، حیدر محل، محل کوہ طور، قطب مندر اور حناں محل) اور ایک باغِ محمد شاہی کی تعمیر و آرایش سے متعلق ہے۔ لیکن ان میں بھی صرف تین کے متعلق اُس نے تفصیل سے لکھا ہے اور باقی کی نسبت بہت ہی کم لکھا ہے۔ اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ سجن محل، اعلیٰ محل، حیدر محل، حناں محل اور قطب مندر پانچوں اسکی رہائش گاہیں تھیں۔ اور غالباً ان میں سے اکثر (سوائے قطب مندر کے) ایک ایک بیگم کے لئے مخصوص تھے۔ البتہ قطب مندر ایک ایسا مقام تھا جہاں خود بادشاہ رہتا تھا اور جہاں بڑی بڑی محفلیں اور تقریبیں انجام پاتی تھیں۔ لیکن یہ محفلیں اور بزم آرائیاں بھی زنانہ ہوا کرتی تھیں۔ مردوں کی محفلوں اور دربار آرائی کیلئے جو مقام مقرر تھے وہ دوسرے ہی تھے جن کا ذکر گذر چکا ہے اور جن پر کوئی نظم افسوس ہے اس وقت تک دستیاب نہ ہو سکی۔

خداداد محل اور محل کوہ طور کی زیبائش و آرائش کے بارے میں محمد قلی کے کلام سے نہایت مستند اور مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ باغِ محمد شاہی پر جو قصیدہ محمد قلی نے لکھا تھا وہ بھی نامکمل دستیاب ہوا ہے۔ اسی طرح اور باغوں اور محلوں پر بھی اُس نے لکھا ہے لیکن افسوس ہے کہ اس کا مکمل کلیات کتب خانہ آصفیہ میں اس وقت موجود نہیں ہے۔

خداداد محل محمد قلی کے کلام میں سب سے پہلے نظم خداداد محل قابل ذکر ہے۔ یہ حیدرآباد کا سب سے بڑا اور عظیم الشان آٹھ منزلہ محل تھا۔ اس محل کے بارے میں مورخین لکھتے ہیں:۔

معماران نادرہ کار متصل بہ عمارت "داد محل" طرح منزل عالی افگندہ دراندک زمانے سقف عالیش از ایوان کیوان گذرانیدہ بذروۂ لامکاں رسانیدند۔ از زیر تا بالا ہفت طبقہ..... مشتمل بر قصرہائے مقرنس و غرفہ ہائے عالی حسن زینت پذیرفت مجموع ایں طبقات بہ "خداداد محل" موسوم گردید..... ہریک ازیں طبقات را بہ ایں وجہ موسوم ساختند طبقہ ہفتم کہ پہلو از عرش می زد بخطاب الٰہی محل مشرف گردید۔ طبقہ ششم بہ لقب محمدی محل..... طبقہ پنجم بہ حیدر محل..... طبقات چہارم وسیوم..... یعنے حسنی محل وحسینی محل..... طبقہ دوم جعفری محل وطبقہ اول موسوی محل نامزد شد۔ چوں ایں قصر عالی اتمام یافت شاہ کامگار بادلِ شاد جشنِ شاہانہ آراستہ ارکان دولت وخاص وعام سلطنت را از احسان وانعام سرفراز گردانیدند۔ در آں مجلس میر محمد معین میرزداری حاجب نظام شاہ کہ در سخنوری دست رسا داشت تاریخ تازہ بعرضی رسانیدہ صلۂ گراں مایہ

یافت ۔ رباعی تاریخ ؎

این قصر کہ ہست رشک فرمائے بہشت　　ایام بآب زندگانیش سرشت
تاریخ مرتب شد نش کلک قضا　　بر لوحِ بقا بنائے جان بخش نوشت

(تاریخ ظفر ص ۱۶)

مشہور قطب شاہی تاریخ حدیقۃ السلاطین میں لکھا ہے کہ :۔

"قصر ہائے الٰہی محل و محمدی محل و حیدر محل و توابع و لواحق آں کہ بہفت طبقہ خاقان جنت مکان سلطان محمد قلی قطب شاہ ساختہ بودند و چند لک ہون خرچ آں شدہ بود و مثل آں قصر ہا بر روے زمیں بنا نہ شدہ" (مطبوعہ ص ۲۲)

اس عجیب و غریب محل کے متعلق خود اس کے بانی نے جو لکھا ہے اس سے زیادہ معتبر و مستند کسی مورخ کا بیان نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ کلیات محمد قلی قطب شاہ میں جو نظم خداداد محل کے متعلق موجود ہے اس میں قطب شاہ لکھتا ہے کہ :۔

محمدؐ نے خداداد محل کو سنوارا اور اس میں جنت سے حسینوں کو لاکر رکھا تاکہ محل کی آرائش ہو۔ اس محل کی بلندی آسمان جیسی ہے جس کی وجہ سے سورج چاند اور تاروں کی رونق بڑھ گئی ہے۔ روئے زمین پر ایسا محل کسی نے نہ دیکھا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید اس کو بھی قدسیوں نے زمین پر

لاکر رکھ دیا ہے۔ اسکی آٹھ منزلیں آٹھوں بہشتوں کی طرح ہیں جن میں آب حیات کے چشمے بہتے رہتے ہیں۔ یہ محل اتنا ہوادار ہے کہ اسکی آٹھوں منزلوں میں دم عیسیٰ جیسی ہوائیں چلتی رہتی ہیں تاکہ دنیا کو زندگی بخشیں۔ اس محل میں جو نازنینیں رہتی ہیں اُن کے رُخسار لعل بدخشاں کی برابری کرتے ہیں اور وہ سورج اور چاند جیسے پیالوں میں آب حیات بھر کر پلاتی ہیں۔ ان کے چہرے یمن ہیں تو ان کے ہونٹ عقیقِ یمن۔ اور ان کا کھڑا سیلِ یمن کی طرح روشنی پھیلاتا ہے۔

یہ ساری خوبرویاں جنت کی حوریں ہیں کیونکہ ہوا سے زیادہ نازک اور پانی سے زیادہ پتلی (لطیف) ہیں۔

جب یہ نغمہ زن ہوتی ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آسمان سے زہرہ زمین پر گانے بجانے کے لئے اتر آئی ہے۔ جب یہ نازنینیں ہاتھوں اور آنکھوں سے ارت دکھاتی ہیں تو فرشتے ان کا نظارہ کرنے کے لئے آسمان کی کھڑکیاں کھول کر جھانکنے لگتے ہیں۔

یہ چھبیلیاں آسمانی[1] ڈوپٹے یا ساڑیاں باندھتی ہیں جن کے کنارے

---

[1] آسمانی رنگ قطب شاہی بادشاہوں کا شاہی رنگ تھا اور محمد قلی اپنے کلام میں اس کا خاص طور پر کئی جگہ ذکر کرتا ہے۔

سورج کی کرنوں کی طرح جھلمل کرتے رہتے ہیں۔ ان کی بھویں آسمانی کمان کا کام کرکے رقیبوں کے دلوں کو ہدف بنا کر گھائل کرتی ہیں۔

اے قطب شاہ نبیؐ کے صدقے میں اور بارہ اماموں کے کرم سے تم اس محل میں اپنی بارہ پیاریوں کے ساتھ ہمیشہ عیش کرتے رہو۔"

اس نظم سے ایک چیز نئی یہ معلوم ہوتی ہے کہ خداداد محل آٹھ منزلہ تھا نہ کہ سات منزلہ جیسا کہ تاریخوں میں لکھا ہے۔ البتہ یہ نہ معلوم ہوسکا کہ آٹھویں محل کا نام کیا تھا؛ ایک چیز اور قابل ذکر ہے وہ ہر ایک منزل کا نہایت ہوادار اور کافی بلند ہونا۔ اس خصوصیت پر محمد قلی نے بہت زور دیا ہے اور تاریخیں ساکت ہیں۔

افسوس ہے کہ ایسا عجیب و غریب محل محمد قلی کے جانشین سلطان محمد کے عہد میں عین اُس روز جل گیا جب کہ سلطان محمد کے یہاں اس کی دوسری بیوی (جو ابراہیم عادل شاہ کی دختر تھی) کے بطن سے شاہزادہ ابراہیم مرزا پیدا ہوا تھا۔ اسکے متعلق مورخ لکھتا ہے کہ :—

"شعلہائے آں بفلک اثیر رسید و مدت چند روز کہ می سوخت احدے را میسر نبود کہ ہزار قدم و دو ہزار قدم راہ بجوالی آں گذار نماید و ایں قضیہ از قضایائے عجیبہ و غریبہ روزگار بود۔" (حدیقۃ السلاطین ص۲۳)

خداداد محل کے ساتھ نہ معلوم فنون لطیفہ کے کیا کیا خزانے جل گئے کیونکہ اسکی ہر منزل بجائے خود کسی نہ کسی آرٹ کی نمایش گاہ تھی۔ ایک میں کتب خانہ تھا ایک میں مصوروں اور نقاشوں کے کمالات جمع تھے اور ایک میں جلد سازوں اور کاغذ کو صاف اور مزین کرنے والوں کی نشست تھی۔ یہی وجہ ہے کہ محمد قلی کے عہد اور اس سے قبل کی اردو کتابیں بھی ہمیں دستیاب نہیں ہو رہی ہیں۔ بعد کو اس نقصان عظیم کی تلافی کرنے کی کوشش کی گئی چنانچہ اس محل کی جگہ پر سلطان محمد نے بجائے ہشت منزلہ عمارت کے صرف چہار منزلہ عمارت بنادی۔ لیکن یہ قصر بھی زوال گولکنڈہ کے بعد تباہ و تاراج ہو گیا۔ اور آج خداداد محل کا نام و نشان بھی حیدرآباد میں باقی نہیں۔

محل کوہ طور یہ بھی حیدرآباد کے عظیم الشان محلوں میں سے تھا اور اسی جگہ بنایا گیا تھا جہاں اب قصر فلک نما واقع ہے جو جدید حیدرآباد کا سب سے بہتر محل سمجھا جاتا ہے۔ محل کوہ طور سہ منزلہ تھا۔ اس محل کے متعلق تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ:-

> در جانب جنوب کوہے مانند کوہ طور پر فیض و سرور بود خسرو زماں فرمود کہ بر آں کوہ والا شکوہ عمارتے شاہانہ ترتیب دادہ اطراف و جوانب آں انہار و آبشار و حوضہائے فوارہ دار و اسمار بے شمار تیار سازند۔ ہنرمندانِ ماہر بموجب اشارہ بمین اہتمام شہریار جہاں باتمام رسانیدند۔

نشیمن کوہ بریں و گلگشت آں سرزمیں بفرقدوم و جلوس خسرو نوآئیں بغایت مطبوع و شیریں می نمود۔ اکثر مجالس شرب مدام در آں مکان می بود

(تاریخ ظفر ص۱۸)

اس محل کے متعلق سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد کی تاریخ حدیقۃ السلاطین میں ذرا تفصیل سے لکھا ہے کہ :۔

جانب جنوب متصل بدروازۂ دارالسلطنت کوہے واقع ست کہ پندارای خلقت اورا از روز ازل باجزاے عشرت وسرور نمودہ اند۔ واحجار وطین اورا بزلال خرمی وشادی مخمر ومنجد ساختہ اند، ہمواره فیوضات نا متناہی از مہبط انوار الٰہی برفراز آں کوہ نازل، وغایت فرح ونہایت شادمانی از سیر آں نزہت گاہ خاقان جہاں راحاصل، وسلطان علیئین بارگاہ محمد قلی قطب شاہ طاب ثراہ بربالائے آں کوہ عمارت وقصرے بغایت رفیع مشتمل برسہ طبقہ وایوانہائے وسیع، وشاہ نشینہا، وغرفہا بہ تکلفات گوناگوں تصرفات موزوں ساختہ اند۔ وپیش آں قصر فلک منظر طاقہاے بلند ساختہ فضاے وسیع محاذی آں از آہک وسنگ ترتیب دادہ اند وبرزیر آں حوضے بطول پنجاہ گز وعرض سی گز بستہ اند ودر اندرون آں قصر وایوان ہا

وشاہ نشینہا حوضہا ساختہ بحرہائے ثقیل آب را از نشیب آں کوہ بفراز بردہ
جمیع حوضہارا از آب حلو ساختہ فوارہائے بلند را ازاں زلال کوثر مثال
جوشندہ وچوں ابر مطیر در فضائے ہوا وسطح آب بارندہ گردانیدہ اند در دامنہ
کوہ فلک شکوہ مشابہ بروج عمارات دیگر کہ تجملات سلطنت واثاثہ پادشاہی
دراں گنجد جا بجا بنا نمودہ اند وآں جبل پر صفا و نور را مسمّٰی بہ کوہ طور گردانیدہ
اند ۔ (ص ۵)

مطلب یہ کہ کوہ طور بہت پر فضا جگہ تھی۔ وہاں کی سرسبزی وشادابی کو دیکھکر محمد قلی قطب شاہ نے وہاں ایک سہ منزلہ محل بنوایا جس کے ایوان وسیع، اور شاہ نشیں اور کمرے نہایت پر تکلف تھے۔ اس محل کے سامنے اونچی اونچی کمانیں بنا کر سامنے کے صحن کو پتھر اور چونے سے ترتیب دیا۔ اس کے نیچے ایک بہت بڑا حوض ۱۵۰ فیٹ لانبا اور ۹۰ فیٹ چوڑا بنایا گیا۔ اس محل میں اور اس کے جملہ ایوانوں اور شاہ نشینوں میں ہر جگہ حوض اور فوارے بنائے گئے۔ اور نیچے سے پانی اوپر اس طرح پہنچایا گیا کہ تمام فوارے بادل کی طرح فضا میں پانی برساتے رہتے تھے۔ پہاڑ کے دامن میں بھی برجوں کی طرح عمارتیں بنائی گئیں تاکہ دوسری شاہی ضرورتوں کے کام آئیں۔

تاریخ محمد قطب شاہی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس محل کے شاہ نشیں کا طول ۹۰ فٹ

اور عرض ۶۰ فیٹ تھا۔ اور اس کا حوض ۱۳۵ فیٹ لانبا اور ۹۰ فیٹ چوڑا تھا اور اس کی عمارت میں چار ایوان تھے۔ (نسخہ نواب سالار جنگ بہادر صفحہ ۲۶۹)

محمد قلی قطب شاہ نے جو نظم محل کوہ طور لکھی ہے اس میں اس نے حسب ذیل باتیں بیان کی ہیں:۔

چونکہ کوہ طور پر ہمیشہ خدائے تعالیٰ کی تجلی نظر آتی ہے اسلئے خلق خدا اس کو دیکھنے آتی ہے اور اسکی روشنی سرمہ بنکر لوگوں کی آنکھوں کو روشن کرتی ہے۔

اس طور کا منظر بہشت بہشت کے مانند ہے۔ آسمان کی روشنی اس کے نور کے تلے چھپ جاتی ہے۔

اس محل کو دیکھ کر سب لوگ اپنی بھوک پیاس بھول جاتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس پر شاہ مرداں کی تجلی جھلک رہی ہے۔

اس کے بارہ برجوں پر بارہ اماموں کی نظر عنایت ہے اسی وجہ سے اس محل پر ایمان کی روشنی چمکتی رہتی ہے۔

اس محل کا ہر ایک کنگورا اتنا بلند ہے کہ اس پر چڑھنے سے اسطرح تمام عالم نظر آتا ہے جس طرح جام جہاں نما سے نظر آتا تھا۔ اس کے ہر

منارے پر شاہِ کنعاں کا حسن جھلکتا رہتا ہے۔

یہ محل اپنی بلندی اور روشنی کی وجہ سے ساتویں آسمان کا قطب تارا معلوم ہوتا ہے۔ اور تختِ سلیمان اسلئے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سے جو فرامین نکلتے ہیں وہ اُجالے کی طرح تمام عالم میں جاری ہو جاتے ہیں۔

اس محل کا صحن آئینہ سکندر ہے جس میں ایران و توران کی روشنی بھی منعکس نظر آتی ہے۔

اس محل کے اطراف جو میدان ہے وہ اتنا نورانی اور بارونق ہے کہ اس کے مقابلہ میں چاند اور سورج بھی خود کو بے رونق سمجھ کر اسکو دیکھنے کے لئے روزانہ بیتاب ہو کر آتے ہیں۔

ساتوں اقلیموں میں اس محل کی نظیر نہیں۔ اس کی روشنی کے آگے سورج کا اجالا تارے کی روشنی نظر آتا ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت سے چاند اور سورج کو لیکر اس محل کی بنیاد میں رکھ دیا گیا ہے اسی لئے یہ روشنی کی ایک کان نظر آتا ہے جسکی روشنی جواہرات کی تمام کانوں میں بھی جھلکتی رہتی ہے۔

اس محل کے کنگورے اتنے بلند ہیں کہ عرش کے قدم سے جا لگے ہیں

اسی لئے اس جگہ کا اجالا تمام دنیا کے لئے قبلہ گاہ بن گیا ہے۔

اس محل کے ہر شہ نشیں میں اور ہر برج پر بادشاہ کے حکم سے ہر روز
مہ جبینوں کی مجلس آرائیوں کی جو سی روشنی چمکتی رہتی ہے۔

اے قطب شاہ نبی کے صدقے میں تو اس محل میں آرام و اطمینان سے
زندگی بسر کر کیونکہ اس میں شیر یزداں کی تجلی بھی جھلکتی رہتی ہے۔

اس نظم سے ظاہر ہوتا ہے کہ محل کوہ طور اصل میں ایک شبستان کا کام دیتا تھا۔ جہاں بادشاہ اپنی پیاریوں کو لے کر اپنی زندگی عیش و نشاط کے ساتھ بسر کرنے جاتا تھا۔ ایسی اچھی تفریح کا مقام شاید پوری سلطنت میں کوئی نہ تھا۔ کیونکہ وہاں سے نہ صرف شہر حیدر آباد اور گولکنڈہ کی آبادی نظر آتی تھی بلکہ اطراف واکناف کے باغوں اور محلوں کی اور رات کے وقت پورے پایہ تخت کی روشنی پیش نظر ہو جاتی تھی۔ اس مقام کی ان خصوصیتوں کی طرف قطب شاہی مورخ نظام الدین احمد نے بھی خاص طور پر توجہ کی ہے اور اس کی حسب ذیل فارسی عبارت محمد قلی قطب شاہ کی اردو نظم کا بعینہٖ ترجمہ ہے۔ کیا تعجب ہے کہ یہ عبارت لکھتے وقت مورخ کے پیش نظر بانی محل کی اصل نظم بھی ہو! مورخ لکھتا ہے:—

"بر بالائے آں کوہ و عمارتِ فلک شکوہ، برآمدہ جہاں بین و خرم بسواد

عمارات وحضرتِ بساتین وباغات چند انکہ حس بصر مشاہدہ نماید از
اطراف بنظر در آوردہ از غایتِ فرح ونشاطِ عیش وعشرتِ انبساط فرمودند
وماہرویانِ زہرہ جبیں وشاہدانِ حورالعین بہ اطراف اورنگ شہریار
خسروآئیں حلقہ زدہ بخدمت قیام نمودند۔ وصراحی ہائے راح ارغوانی
چوں آفتاب نورانی برفراز آں کوہ تجلی نمود۔ وجاہا چوں بدر منیراز
آب آتش انگیز لبریز شد۔ صلائے نوشانوش بہ محبوبان بادہ نوش
دردادند" (ص۵۵)

یہ محل اور اس کے باغ کی سرسبزی وشادابی سلطان عبداللہ قطب شاہ کے
عہد میں بھی اسی طرح بہار پر تھی اور وہ اسی طرح استعمال ہوتا تھا۔ چنانچہ سلطان
عبداللہ نے ۱۰۳۷ھ کے موسم برسات میں وہاں ایک مہینہ تک قیام کیا اور اپنے
نانا محمد قلی کی سنت کو (بقول حدیقۃ السلاطین "دراں عشرت سرا روز وشب
بہ عیش وعشرت وطرب اشتغال نمودند") پورا کیا۔

قطب شاہی سلطنت کے خاتمہ کے بعد یہ محل بھی ختم ہوگیا اور اسی کے
کھنڈروں پر بعد کو قصر فلک نما بنایا گیا۔ نواب شمس الامرا کا قصرِ جہاں نما بھی
محلِ کوہ طور ہی کے احاطہ میں تھا۔ اور امرا کی فرودگاہ کے کام آتا تھا۔ ان ہی

کھنڈروں پر جہاں نما بھی آباد ہوا ہے۔

خداداد محل اور محلِ کوہِ طور کے بعد سجن محل کا ذکر ملتا ہے۔ یہ اُن مجموعۂ محلات میں سے ایک تھا جو شہر کے وسط میں تعمیر کیے گئے تھے اور جسکو دولت خانۂ عالی کہتے تھے اور جسکی تعمیر اور خصوصیتوں کی تفصیل کا بیان اوپر گذر چکا ہے۔

سجن محل کے بارے میں مورخین لکھتے ہیں کہ :—

"درگاہ ہفتم سجن محل است۔ عمارتِ عالی مقدار باصفا کہ بہ رشکِ فردوسِ بریں بروئے زمین تزئیں یافتہ جمعے از اعیان و فضلا درآں مکان مقام دارند" (تاریخ ظفر ص۱۴)

اسی سجن محل سے متصل جانب مشرق ۳۰۰ فیٹ لانبا وہ مشہور و معروف ہال تھا جہاں صبح و شام مطبخ شاہی سے ہر قسم کے کھانے پک کر آتے اور دس ہزار اشخاص (جن میں زیادہ تر سادات، علما، فضلا، امرا اور مجلسی شریک تھے) ہر وقت شاہی دسترخوان سے بہرہ مند ہوتے۔

سجن محل کے متعلق محمد قلی نے جو نظم لکھی ہے اس میں محل سے زیادہ اس نازنین کا تذکرہ کیا ہے جو اس محل میں اس کے دل پر قابض ہو گئی تھی۔ اس نظم کے مطالعہ سے مورخوں کی وہ توضیح مشتبہ ثابت ہوتی ہے کہ اس محل میں اعیان

فصلاً ٹھہرا کرتے ۔ یہ محل اصل میں شاہی زنانہ محل تھا جیسا کہ خود نام سے بھی ظاہر ہے ۔ مزید ثبوت خود یہ نظم ہے جس میں بادشاہ لکھتا ہے کہ :۔

میری پیاری سجن محل میں بن سنور کر ناز و غمزہ کے ساتھ آئی ۔ اور میری جانِ جاں بن کر اس نے مجھے زندگی کا پیالا پلایا ۔ اس کا اثر میرے سر میں پھر سے چڑھ گیا ہے ۔ کیونکہ پھر اس نے اپنی خماری آنکھوں کی بھٹی ناز سے چڑھائی ہے ۔

اس نے اپنے بالوں میں چاند اور سورج اور تاروں کی طرح پھول گوندھے ہیں ۔ ان پھولوں اور ان بالوں سے مجھے ایک دوسرا آسمان نظر آنے لگا ۔

بہوؤں میں گرہ ڈالکر مجھ سے کہتی ہے کہ پیالا پیو اور اپنے ہونٹوں کے نُقل کے ساتھ مجھ کو ملائی کھلاتی ہے ۔

اپنے گلالی گالوں پر اس نے پھولوں کا طرہ گوندھ کر لگایا ہے ، اپنے گلے میں نورتن کے ہار ڈالے ہیں اور اپنے آنچل کی چمک میں سو ہزاروں بجلیوں کا منظر پیدا کر دیا ہے ۔

سجن محل اُس وقت لٹ گیا جب سلطان عبداللہ کے عہد میں مغلوں نے حیدرآباد پر اچانک

حملہ کیا اور بادشاہ کو یکایک محلات چھوڑ کر قلعہ گولکنڈہ میں پناہ لینی پڑی، اور حملہ آور نے حیدرآباد کے شاہی محلات کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔

اعلیٰ محل اور حیدر محل[1] کی نظموں میں بھی بجائے محل کی زیب و زینت اور خصوصیات کا بیان کرنے کے اعلیٰ بی اور حیدر پیاری کی تعریف کے گن گائے ہیں اسی طرح قطب مندر کی نظم میں بھی زیادہ تر اپنے محبوبوں کی تعریف اور اپنی محفلوں کی رونق کا ذکر کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ "اس کے محلوں میں ہر جگہ آئینے لگے ہوئے تھے اور موتیوں کا فرش رہتا تھا۔ اور اس کی بیگمات راتوں کو چاند کی طرح چمکتیں اور باتوں باتوں میں شراب کے پیالے پی جاتیں۔ اُن کی آنکھوں کی ضیا آسمان تک پہنچ جاتی اور یہ آنکھیں باغ فردوس کو قطب مندر کے مقابلہ میں ہیچ دیکھ کر ہنسنے لگتیں۔ جواہرات ان کے نورتن جیسے جسموں پر رہکر خوشیاں مناتے"۔ اور اسی طرح کے مضامین مسلسل کئی اشعار میں باندھتا چلا گیا ہے۔

یہ تو محلات شاہی سے متعلق نظموں کا ذکر تھا۔ ان محلات کے علاوہ عید قرباں کی ایک نظم میں ایک اور محل کا ذکر کیا ہے اور وہ حنا محل ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس محل میں بھی وہ ایک عرصہ تک فروکش رہا تھا۔ اور بقر عید کی محفل اسی میں سجائی

---

[1] حیدر محل کا نام حیدر منڈوہ بھی تھا اور یہ بھی سیر و تماشا اور تفریح کیلئے کام آتا تھا (گلزار آصفیہ ص۲) یہ خداداد محل کا پانچواں طبقہ "حیدری محل" نہیں بلکہ ایک بالکل دوسرا محل تھا۔

تھی۔ وہ عید قرباں کی نظم کے آخر میں کہتا ہے :۔

اے قطب شاہ تو نے نبی کے صدقے میں حنا محل میں عشرت کو

پکڑ کر بسا دیا ہے۔

اس کا شعر ہے ؎

صدقے نبیؐ کے قطبا حنا محل میانے عشرت پکڑ بسایا صلوات بر محمدؐ

حنا محل اصل میں حنا محل ہے۔ یہ نہ معلوم ہو سکا کہ بادشاہ نے لفظ حنا کو تشدید کے ساتھ حنّا کیوں استعمال کیا ہے۔ یہ محل اُس جگہ بنایا گیا جہاں اب سرکاری زنانہ دواخانہ یا زچگی خانہ واقع ہے۔ یہ اصل میں محمد قلی کے سپہ سالار ملک امین الملک کا باغ تھا اور اسی لئے امین باغ کے نام سے کئی سو سال سے مشہور ہے۔ اور اب بھی بعض پرانے لوگ اس کو امین باغ ہی کہتے ہیں۔ ملک امین الملک کا باغ ندی کے کنارے سے لیکر خداداد محل اور دولت خانۂ عالی تک پھیلا ہوا تھا۔ غالباً ملک امین الملک کے انتقال کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ اس باغ میں ایک حنا محل بنایا جائے چنانچہ ایک مہینہ کے اندر ایک مکمل عمارت تیار کر دی گئی۔ اس کے متعلق لکھا ہے :۔

معماران در مدت یک ماہ قصر مکمل "حنا محل" را در حسن تقطیع بغایت

وسیع اساس نہادہ غیرت افزائے فردوس بریں و رشک پیرائے

نگارخانہ چیں ساختند۔

قطعہ

زاں رفیع آمد چو قصر چرخ ایں عالیمقام　　کز علو قدر بانی بازمی گوید بنا

از ہوائے او صبا بوے گرفت و میدہد　　خاک را پیرانہ سر بوئے جوانی از جنا

اہل دولت را فضائے دلکشائے او بود　　و لطافت ہمچو جنت دلفروز و جانفزا (تاریخ ظفر ۱۹)

نوٹ۔ بعض تاریخوں میں محمد قلی کے ایک جناں محل کا بھی ذکر ہے، معلوم نہیں کہ محمد قلی نے نظم خان محل خاص محل سے متعلق لکھی تھی یا جناں محل سے متعلق یا یہ کسی اور محل سے متعلق ہے جس کا ذکر تاریخوں میں درج نہیں۔

محلات شاہی کے بعد ہمیں کلیات محمد قلی میں **باغ محمد شاہی** سے متعلق ایک نظم ملتی ہے جس کے مطالعہ سے اُس زمانہ کے باغوں، درختوں، پھلوں اور پھولوں کے متعلق دلچسپ علم حاصل ہوتا ہے۔ افسوس ہے کہ یہ نظم بھی مکمل نہیں معلوم ہوتی ورنہ آج سے ساڑھے تین سو سال قبل کے دکنی باغوں کی تفصیل عہد حاضر کے صاحبان ذوق کی چمن بندیوں میں مفید ثابت ہوتی۔

محمد قلی قطب شاہ کا ذوق کتنا پختہ تھا کہ اُس نے کشادہ بازاروں، نفیس حماموں اور عالیشان محلوں کے ساتھ حیدرآباد کے شایان شان باغ بھی تعمیر کئے تھے۔ اس کی اس نظم سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ یہ ہیں کہ اس زمانہ میں

باغوں کے اطراف چار دیواری ہوتی تھی جو زیادہ بلند نہ ہوتی۔ کیونکہ اس پر سے تمام درخت اور ان کے پھل اور پھول نظر آتے تھے۔ چار دیواری کے ساتھ ساتھ سڑک بنائی جاتی جہاں سے باغ کے مناظر دکھائی دیتے تھے' اور جس پر اس کے پھولوں کی خوشبو مہکتی رہتی۔ پھولوں میں اس نے چنپا کلی کا خاص کر ذکر کیا ہے۔ اور پھلوں میں انگور' انار' کھجور' سپیاری' ناریل' جامن' اور محمد پھل کا۔ محمد پھل سے مراد غالباً بادام ہے کیونکہ اس سے آنکھوں کو تشبیہہ دی ہے۔ تعجب ہے کہ محمد قلی نے آم اور جام (امرود) کا ذکر نہیں کیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آم ہی کو محمد پھل کہا ہو۔ انگور اور کھجور عہد حاضر کے حیدرآبادی باغوں میں کم نظر آتے ہیں۔

باغ محمد شاہی کا محل وقوع تاریخوں سے اس جگہ معلوم ہوتا ہے جہاں اب میر عالم کی بارہ دری' نئے پل کا دروازہ' یوسف گنج اور چمنہ واقع ہے۔ یعنی دلی دروازہ کے جانب مغرب تو ملک امین الملک کا باغ تھا اور جانب مشرق باغ محمد شاہی۔ یہ باغ ندی سے لیکر بلدیہ اور دارالشفا کی عمارت' پرانی حویلی' اور دیوان ڈیوڑھی تک پھیلا ہوا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ دارالشفائے شاہی اور ندی کے درمیان کوئی عمارت نہ تھی بلکہ باغ ہی باغ تھا کہ مریضوں کو کھلی اور صاف ہوا ملے۔ اس باغ میں ایک طرف کو ایک محل بھی بنایا گیا تھا۔ یہ محل غالباً اسی جگہ واقع ہوگا جہاں

اب نواب میر عالم کی مشہور و معروف بارہ دری کھڑی ہے۔ اس باغ کے متعلق تاریخ ظفرہ میں لکھا ہے :۔

"باغ و بستاں در اطراف آں قصر ہویدا ست۔ رشک افزائے خلد بریں و میوہ ہایش چوں عناقد پروین۔ مثنوی

خاکش از نیکوئی عبیر سرشت　　میوہ ہایش چوں میوہ ہائے بہشت
تاک انگور کج نہادہ کلاہ　　دیدہ در حکم خود سفید و سیاہ
شاخ نارنج و برگ تازہ ترنج　　نخلبندے کشادہ بر سر گنج

شاہ جم جاہ اکثر اوقات دریں باغ فردوس صفات با پری چہرگان دل رباو اسیران ماہ لقا نہال طرب در چمن لہو و لعب نشاندہ جرعۂ شادکامی بر عالم فانی می افشاند"

باغ محمد شاہی پر جو نظم لکھی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔ اس کے مطالعہ سے واضح ہوگا محمد قلی کس پایہ کا شاعر تھا اور وہ درختوں، پھولوں، اور پھلوں پر کیسی نظم لکھ سکتا تھا :۔

محمد قلی کا یہ تمام چمن محمدؐ کے نام سے سرسبز و شاداب ہو رہا ہے۔ اسی وجہ سے اپنے طوبیٰ جیسے درختوں کی وجہ سے یہ چمن جنت کی طرح سہانا

معلوم ہوتا ہے۔

جس طرح فانوس کے اندر سے چراغوں کی روشنی خوبصورت نظر آتی ہے اسی طرح دیواروں کے پیچھے سے میووں اور پھولوں کے جسم نظر آرہے ہیں۔

پھول لگانے کے لئے اس چمن کی ہوا دم عیسیٰ کا کام کرتی ہے اور سرسبز نہالوں کی خبر مشاطہ کی طرح لوگوں تک پہنچاتی ہے تاکہ لوگ آکر ان کی بہار دیکھیں۔

سڑک سے جب میں باغ کو دیکھتا ہوں تو خوشی سے میرے دل کی کلی کھل جاتی ہے اور اس کی خوشبو سے دنیا مہکنے لگتی ہے۔

چمن میں پھولوں کو کھلتا ہوا دیکھ کر سکیوں کا منہ یاد آتا ہے اور محمد پھل کی طرح اُن کی آنکھیں زیب دیتی ہیں۔

چنپا کی کلی ناک کی طرح نظر آرہی تھی جس کی دو پتیاں دو پہلوؤں کی طرح ہیں، اور اس جگہ بھنورے کو تل کی طرح دیکھ کر سب کا دل حیران ہوگیا۔

لاکھوں انگوروں کے خوشے ثریا اور سنبلہ کی طرح دکھائی دیتے ہیں

اور اس انگور کے منڈوے کی تازگی کے سامنے آسمان پرانا نظر آتا ہے۔

اناروں میں دانے ایسے ہی معلوم ہوتے ہیں جیسے یاقوت پتلیوں میں۔ اور کھجوروں کے خوشے مرجان کے پنجوں کی طرح نظر آتے ہیں اور سپیاروں کے لال خوشے دن اور رات کیطرح سیاہ و سفید نظر آتے ہیں۔

ناریل کے پھل زمرد کے مرتبانوں کی طرح دکھائی دیتے ہیں اور اسکے تاج کو اہل دکن پیالہ کہتے ہیں۔

جامن کے پھل بن میں سالم نیلم کی طرح نظر آتے ہیں اور اس کو اس لئے رکھا ہے کہ دوسرے میووں کو نظر نہ لگے۔

اس باغ کی تعریف و توصیف کے لئے سوسن نے بھی دس زبانیں کھولی ہیں اور دکن اپنی سب سندریوں اور حسینوں کی وجہ سے کھلی ہوئی نرگس کی طرح بارونق ہو گیا ہے۔

چمن کا شہرہ سن کر بلبل سب آپس میں خوشی سے الاپ رہے ہیں اور ان کی آواز سن کر جنت کی حوریں رقص کر رہی ہیں۔ جس کو دیکھکر درخت مست ہو رہے ہیں اور اپنے پتوں جیسے ہاتھوں سے تالیاں بجا رہے ہیں۔ ڈالیاں پھولوں کی شراب جیسی خوشبو سے مست ہو کر ڈول رہی ہیں۔

شاید یہ شبنم کی شراب ہے یا کسی کے ہونٹوں کے عرق کا پیالہ۔ یہ بھی
اچھا ہے اور وہ بھی اچھی بشرطیکہ اے محبوب تیرے ساتھ ملکر پینے کا موقع ملے"

باغ محمد شاہی کے ذکر کے ساتھ ہی اس واقعہ کا اظہار بھی ضروری ہے کہ سلطان محمد قلی قطب شاہ کو سرسبزی و شادابی سے خاص دلچسپی تھی۔ وہ برسات اور پانی کا دیوانہ تھا۔ جہاں جہاں پانی مل سکتا تھا وہاں اس نے محل، باغ، اور عمارتیں بنادیں اور جہاں پانی نہیں پہنچ سکتا تھا وہاں تک پانی لانے کی جر ثقیل وغیرہ کے ذریعہ ایسی ایسی ترکیبیں کیں کہ آج عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ ایسے قدیم زمانہ میں یہ کیونکر ممکن تھا۔

چارمنار اور کوہ طور جیسی بلندیوں پر حوض بناکر ان میں پانی پہنچانے کا تذکرہ گذر چکا ہے۔ اس کے علاوہ دادمحل، دولت خانۂ عالی اور محل کوہ طور کے عجیب و غریب حوضوں اور فواروں کے احوال بھی درج ہو چکے ہیں۔ اسیطرح بہتے ہوئے پانی سے لطف اٹھانے کیلئے اس نے موسی ندی کے کنارے ایک ندی محل بھی بنایا تھا جس کی تعریف میں مورخین رطب اللساں ہیں۔[1] شاہی محلات کے علاوہ محمد قلی نے عوام کے لئے بھی بازاروں میں پانی کی نہریں دوڑادی تھیں اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ شاہ جہان آباد اور نہر چاندنی چوک کی تعمیر میں

[1] تاریخ ظفرہ ص۱۵ و ص۱۶ - اور تاریخ قطب شاہی نسخہ سالار جنگ بہادر ص۲۵۲

ابھی نصف صدی سے زیادہ زمانہ باقی تھا۔

حیدرآباد کے اکثر بازاروں میں دونوں طرف پانی کی نہریں بہتی رہتی تھیں[1] اور ان کے کنارے سایہ دار درخت لگائے گئے تھے۔ ایک مغربی سیاح ولیم میتھولڈ لکھتا ہے کہ:۔

"شہر حیدرآباد اپنی خوشگوار آب و ہوا اور پانی کی بہتات کی بدولت ہندوستان کا بہترین شہر ہے۔" (گولکنڈے کے تعلقات ص۹)

عہد اورنگ زیب کے مورخ خافی خاں نے لکھا ہے کہ:۔

"و منہائے آں شہر لطافت و آب و ہوائے آں سرزمین و حسن ہائے نمکین آں سبز خام، و سیر حاصلی آں مرز بوم، اگر پردازم از سررشتۂ سخن باز می مانم۔" منتخب اللباب جلد دوم ص۳۶۸۔

اسی طرح شہنشاہ اورنگ زیب کے خاص مورخ محمد ساقی نے بھی جو فتح گولکنڈہ کے وقت ہمرکاب تھا حیدرآباد کی اس خصوصیت کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:۔

"رطوبت ہوا، و عذوبت روانی چشمہا، شادابی سبزہ، بہ مرتبہ کہ

---

[1] حدیقۃ العالم مقالہ اول ص۳۱۵ مطبوعہ مطبع سیدی حیدرآباد دکن۔

پنداری گل و سبزۂ ایں سرزمین را آب و رنگِ زمرد و لعل است۔" (ماثر عالمگیری ص ۳۲)

افسوس ہے کہ محمد قلی کے بنائے ہوئے محل آج حیدرآباد میں باقی نہیں ہیں لیکن جو محل قلعہ گولکنڈہ میں اب تک شکستہ و بوسیدہ حالت میں موجود ہیں ان کے دیکھنے سے ثابت ہو جاتا ہے کہ چھ چھ سات سات منزلہ عمارتوں میں بھی اوپر تک پانی پہنچانے کے انتظامات موجود تھے اور بعض محلوں کی چھتوں پر اب تک حوض موجود ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام قطب شاہی سلاطین پانی کے بے حد دلدادہ تھے اور ان میں بھی محمد قلی کو تو خاص طور پر اس سے دلچسپی تھی۔ جس کا مزید ثبوت اس عنوان کے تحت ملے گا جو محمد قلی کی مصروفیتوں اور آغازِ باراں سے متعلق آئندہ صفحات میں درج ہے۔

حوضوں اور نہروں کے علاوہ محمد قلی نے متعدد حمام، مسجدیں، عاشور خانے، لنگر خانے، مدرسے، مہمان خانے، کاروال سرائیں، اور دو اخانے بھی بنائے تھے۔ جن میں سے چند حماموں، اکثر مسجدوں اور عاشور خانوں، متعدد کاروال سراؤں اور شاہی دارالشفا کی عمارتیں یا اُن کے آثار اب تک باقی ہیں۔ اور اس شکستہ حالت میں بھی ظاہر کرتے ہیں کہ محمد قلی کس اعلیٰ ذوق اور شان و شوکت کا بادشاہ تھا۔ وہ نزاکتوں سے زیادہ شکوہ اور بڑائی کا دلدادہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ



دارالشفا - حیدرآباد کا قدیم ترین دواخانہ جو محمد قلی قطب شاہ نے
شہر حیدرآباد کی آبادی اور تعمیر کے بعد بنایا تھا۔

حیدرآباد اور گولکنڈہ کی اکثر عمارتیں جسامت، مضبوطی، اور بلندی کی وجہ سے ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہیں۔ لیکن اس مضبوطی اور بلندی کے ساتھ ساتھ خوبصورتی اور لطافت کا بھی خاص طور پر خیال رکھا گیا تھا۔ چنانچہ ابوالقاسم فرشتہ جس نے اکبر اعظم کے بنائے ہوئے آگرہ، لاہور اور فتح پور سیکری جیسے عظیم الشان مغلیہ شہروں میں بود و باش کی تھی حیدرآباد کے متعلق لکھتا ہے :—

"شہرے کہ در تمامیِ ہندوستان شرقاً و غرباً شمالاً و جنوباً مثل آں در لطافت و صفا ہرگز یافت نمی شود۔" (تاریخ فرشتہ مقالہ سوم ص۱۴۳)

موسیو تھیونیر فرانس کا رہنے والا تھا جس کا پایہ تخت پیرس قدیم زمانہ ہی سے عروس البلاد سمجھا جاتا ہے۔ یہ جب حیدرآباد آتا ہے تو اپنے سیاحت نامہ میں لکھتا ہے کہ :—

"شہر نہایت سلیقہ سے بنایا گیا ہے اور اس میں بڑے بڑے راستے ہیں ..... چار پانچ کاروان سرائیں موجود ہیں جو دو منزلہ ہیں ....." (جلد اول ص۱۲۳)

آخر میں حدیقۃ العالم کا ایک بیان نقل کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے جس کے مطالعہ سے سلطان محمد قلی کے ذوق تعمیر اور شہر حیدرآباد کی ابتدائی حالت کا اندازہ

ہوسکتا ہے :۔

"در ہر بازارے چند چہار سو کہ بہ ہندی چوراہا گویند متساوی الاضلاع وسوائے آں بازار ہائے دیگر۔ ..... دکاکین چہار دہ ہزار گفتہ اند در پیش ہر دکان ایوانے، وماورائے ایں از محلہ ہا، وحمام ہا، وخانقاہ، و مدرسہ ومسجد ولنگر ومہمان خانہا۔ دو دوازدہ ہزار مکان بر لوح مہارت کشیدند۔ ..... مجموع عمارات کوچہ وبازار وغیرہ را از سنگ وآہک بہ تکلف ہر چہ تمامتر برآوردند۔ ومنازل بادشاہی بہ نوعے ساختند کہ مسافرانِ اقالیم سبعہ نظیرِ آں در ہیچ ملک نشان نمی دہند۔"

(مقالہ اول ص۲۱۵)

عیدوں اور تہواروں کی ترویج

سلطان محمد قلی قطب شاہ کو خدا نے قلب و دماغ کی نہایت اعلیٰ قوتیں ودیعت کی تھیں وہ نہ صرف ایک بہت بڑا بادشاہ تھا بلکہ ایک زبردست صناع، تعمیر کار، اور شاعر بھی تھا۔ ساتھ ہی ایک بلند مرتبہ مصلح قوم، مجتہد وقت، وضعدار، رعایا پرور، اور فیاض و رحمدل بھی تھا۔ اس نے اپنے عہد حکومت میں کسی کو سزائے موت نہیں دی۔ اس کے دسترخوان پر کسی وقت ایک ہزار سے کم آدمی نہ ہوتے اور اس کے دسترخوان کی طرح اس کے دربار اور دادمحل کے دروازے بھی ہر وقت ہر کس و ناکس کے لئے کھلے رہتے۔ مشہور مورخ ابوالقاسم فرشتہ نے اگر دوسرے بادشاہوں کے مقابلہ میں اس کو حلیم الروف لکھا ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اس میں خدا نے ایسی ایسی عجیب و غریب اور متضاد و مختلف خصوصیتیں یک جا کر دی تھیں کہ تاریخ میں ایسی مستجمع الصفات شخصیت بہت کم نظر سے گذرتی ہے۔

ابھی ہم نے اس کے عظیم الشان شہر حیدر آباد کی تعمیر و آرائش و زیبائش کے متعلق لکھا ہے اور اب ہم اُس کی تنظیمی قابلیت اور ثقافتی ذوق کے متعلق چند معلومات فراہم کریں گے۔ یہ ہم کو معلوم ہے کہ اس کے عہد میں کبھی کبھی کچھ لڑائیاں اور بغاوتیں ہوئیں لیکن اُس نے اپنی طبعی صلح پسندی کی وجہ سے اُن کو بڑھنے نہ دیا اور کشور کشائی کے مقابلہ میں صلح و آشتی کو ترجیح دی اور آخر کار ایسے کام کئے کہ رعایا کے دلوں کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اسی سلسلہ میں اس نے متعدد عیدوں اور تہواروں کو رائج کیا تاکہ اس کا ملک عمرانی اور سماجی نقطہ نظر سے بھی ایک خاص سطح پر پہنچ جائے۔ اور اہل ملک کو سال بھر میں مختلف مواقع ایسے حاصل ہو سکیں جن میں وہ دل کھول کر اپنے انسانی جذبات کا اظہار کر سکیں۔ ایسے مواقع یوں تو سال میں کئی دفعہ آتے ہوں گے۔ لیکن محمد قلی کے کلیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے بارہ چودہ ایسی اہم تقریبیں مقرر کر دی تھیں جو خاص اہتمام سے منائی جاتیں۔ اور عوام کے علاوہ خود بادشاہ بھی ان میں ذاتی دلچسپی لیتا۔ یہ تقریبیں حسب ذیل ہیں :۔

۱۔ محرم ۲۔ عید میلاد نبیؐ ۳۔ عید بعثت نبیؐ ۴۔ عید سوری ۵۔ عید مولود علی ۶۔ عید غدیر ۷۔ شب برات ۸۔ عید رمضان ۹۔ بقر عید ۱۰۔ نوروز ۱۱۔ بسنت ۱۲۔ سالگرہ بادشاہ ۱۳۔ مرگ سال (آغاز برسات) ۱۴۔ شب معراج۔

ان میں چار ایسی تھیں جو بین قومی سمجھی جاتیں اور جن میں ہندو اور مسلمان سب شریک ہوتے، یعنے :- ۱۔ سالگرہ بادشاہ ۲۔ آمد برسات ۳۔ نوروز اور ۴۔ محرم۔

محرم کی نسبت خود محمد قلی کے موجودہ کلام سے کچھ زیادہ معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اُس کے صرف چند ہی مرثیے ملے ہیں۔ حالانکہ اُس نے بیسیوں مرثیے لکھے تھے جو اس کے مکمل دیوان (کتب خانہ آصفیہ) میں موجود تھے۔ اور جملہ تاریخوں میں یہ امر وضاحت کے ساتھ درج ہے کہ حیدرآباد میں محرم کی تقریبوں کا آغاز سلطان محمد قلی قطب شاہ ہی نے کیا تھا۔ تعزیہ داری اور مجلسیں اسی کی قایم کی ہوئی ہیں جو آج تک جاری ہیں۔ حیدرآباد میں سب سے پہلا علم اس کا بٹھایا ہوا ہے جو اب تک موجود ہے اور جس کا ذکر گذر چکا ہے۔

محرم کے مراسم کو محمد قلی نے اس خوبی سے رائج کیا کہ شیعوں کے علاوہ سنیوں اور ہندوؤں نے بھی ان ایام کو خاص اہتمام سے منانا شروع کیا اور خاص کر محرم کے ابتدائی دس بارہ روز تک تو ایسی مصروفیتیں رائج ہوگئیں جن میں سلطنت قطب شاہیہ کا ہر متنفس (خواہ وہ کسی مذہب وملت سے تعلق کیوں نہ رکھتا ہو) حصہ لیتا تھا۔

اس کے متعلق مورخین لکھتے ہیں کہ :-

"قطب شاہی سلطنت کا قدیم طریقہ ہے اور خاص کر محمد قلی قطب شاہ کے

زمانہ سے یہ رواج ہے کہ محرم کا چاند دیکھتے ہی خود بادشاہ بھی اورنگ زرنگار سے اتر جاتے اور لباس شاہی کو جامۂ عزا سے تبدیل کر دیتے ہیں۔ اور تمام ممالک محروسہ میں حکم نافذ ہے کہ کہیں کوس، نقارہ، طبل یا دمامہ نہ بجے، اور گانے بجانے والے بھی اپنے آلات کو غلافوں میں رکھ دیتے ہیں شاہی اور عام بازار چیخانوں میں گوشت کی آمد بند ہو جاتی ہے۔ تاڑی، سیندھی، بھنگ اور دیگر نشہ آور چیزوں کی دکانیں بند کر دی جاتی ہیں، نہ قصاب لوگ گوشت بیچتے ہیں اور نہ تنبولی پان۔ اسی طرح شہر کے حماموں میں حجام بھی اپنا کام بند کر دیتے ہیں۔ "و احکام مذکور بر جمیع مسلم و کافر طبقات انام دریں ایام غم انجام در ممالک محروسہ جاری می دارند" (حدیقۃ السلاطین قطب شاہی ۴۲۵)

ایام محرم میں محمد قلی قطب شاہ کی دریا دلی میں اور اضافہ ہو جاتا تھا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:۔

بارہ اماموں کے لنگر میں ۶۰ ہزار ہون مجاوروں اور خادموں کے وظیفوں اور دیگر امور میں صرف ہوتے۔ اور محرم کے بعد بارہ ہزار ہون اور خرچ کیا جاتا جو زرِ عاشوری کہلاتا۔ اس کے علاوہ نجف اشرف، کربلائے معلیٰ اور دیگر مقامات کو ہر سال ایک لاکھ ہون تقسیم کے لئے



بادشاہی عاشور خانہ جسکی دیواروں پر محمد قلی قطب شاہ نے کار کاشی
کا نہایت نفیس کام کرایا ہے۔

روانہ کئے جاتے۔ (تاریخ نظمہ ص۲۱)

عزاداری کو شایانِ شان طریقہ پر منانے کے لئے محمد قلی نے محل کے عاشورخانہ کے علاوہ ۱۰۰۳ھ میں ایک بادشاہی عاشورخانہ بھی تعمیر کرایا جس میں ساٹھ ہزار روپیہ صرف ہوئے[1]۔ یہ عمارت بارہ گز (یعنے ۳۶ فیٹ) بلند رکھی گئی اور اب تک موجود ہے اس میں چودہ معصوموں کے نام کے ۱۴ علم اتاد کئے گئے۔ ان علموں کو استادان نادر اور ہنرمندان ماہر نے اپنے اپنے کارناموں کے طور پر بنایا ہے اور چودہ گز کے زربفتی تھان جن میں شاہی شعربافوں نے قرآنی آیتیں اور ادعیۂ ماثورہ نہایت کمال کے ساتھ بُن دی ہیں، اِن علموں کو پہنائے جاتے ہیں اور عاشورخانہ کے صحن میں طاقچوں کی دس صفیں ایک دوسرے کی متوازی بنا دی گئی ہیں اور ہر صف میں تقریباً ایک ہزار طاقچے ہیں تاکہ اتنے ہی چراغ روشن ہوں۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ پہلی شب میں پہلی صف روشن کی جاتی ہے، اور دوسری میں پہلی اور دوسری۔ اسی طرح دسویں کی رات کو پوری دس صفیں روشن ہو جاتی ہیں اور دس ہزار چراغوں کی روشنی سے عاشورخانہ بقعۂ نور بن جاتا ہے۔ ان کے علاوہ بڑے بڑے چراغدان بھی "بصورت اشجار پرشاخ" بنائے گئے جن میں سے ہر ایک میں ایک سو بیس ۱۲۰ شمعوں اور چراغوں کی روشنی کا انتظام

---

[1] تاریخ گلزار آصفی ص۲۵۔

کیا گیا اور ان پیتلی جھاڑوں کو عاشور خانہ کے دالانوں کے برابر رکھا جاتا ہے۔ اور خود ایوان میں اور حوض کے اطراف قد آدم سے بھی بلند کافوری شمعیں ہر رات روشن کی جاتی ہیں۔[1]

عاشور خانہ میں سیاہ پوش عزاداروں کا صبح و شام اژدہام رہتا تھا۔ خوش آواز ذاکر اور خوش خواں نغمہ پرداز دلسوز مرثیے اور غم اندوز اشعار اس درد و اثر سے پڑھتے رہتے کہ سننے والوں پر بے اختیار رقت طاری ہو جاتی۔ عصر کے وقت خود بادشاہ بنفشئی رنگ کا لباس پہن کر آہستہ رفتار سواری میں یا سیاہ مخمل کے سنگاسن میں بیٹھکر جملہ سیاہ پوش مقربوں، مجلسیوں، امیروں اور وزیروں کے ساتھ الاوہ میں آتا اور دو خوش آواز ذاکر شاہی سنگاسن کے دونوں طرف خود بادشاہ کے مصنفہ مرثیے پڑھتے ہوئے آتے۔ جب بادشاہ عاشور خانہ کے دروازہ میں داخل ہوتا تو سواری سے اتر کر برہنہ پا آتا اور اپنے ہاتھ سے علموں پر پھول چڑھاتا اور شام کے وقت تمام کافوری شمعوں اور ایوان کے برابر کے چراغوں کو بھی اپنے ہاتھ ہی سے روشن کرتا۔ اسوقت مرثیہ خوانی ہوتی رہتی اور ائمہ معصومین کی مدحیں پڑھی جاتیں۔ چراغ روشن کرنے کے بعد ایک فصیح و بلیغ خطیب کھڑے ہو کر شہدائے کربلا کی ارواح کے لئے باآواز بلند

---

[1] حدیقۃ السلاطین ص ۴۳۔

فاتحہ پڑھتا۔ جس کے بعد بادشاہ دولت خانۂ عالی کی طرف واپس ہو جاتا اور وہاں کے عاشور خانہ میں امرا و وزرا کے ساتھ آدھی رات تک ماتم و مرثیہ خوانی میں بسر کرتا۔ یہاں کندوری جو بغیر گوشت کے قسم قسم کے تکلفات سے تیار کی جاتی اور شربت اور نمک مک وغیرہ کی تقسیم عمل میں آتی۔ (حدیقہ ۴۴)

یہ اوقات حدیقۃ السلاطین میں دراصل سلطان عبداللہ قطب شاہ کے متعلق درج ہیں لیکن اس بیان کی ابتدا میں صاف صاف لکھدیا ہے کہ یہ دستور محمد قلی قطب شاہ کے زمانہ سے جاری ہے۔ اس لئے سلطان محمد قلی بھی کم و بیش اسی طرح عمل کرتا ہوگا۔ کیونکہ سلطان عبداللہ کے متعلق جملہ تاریخوں میں یہی لکھا ہے کہ وہ اپنے باپ سے زیادہ اپنے نانا محمد قلی کی پیروی کرتا تھا اور کوئی تعجب نہیں کہ محرم کے جملہ مراسم میں اُس نے اپنے نانا ہی کی پیروی کی ہو۔

اس تفصیل سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ خود بادشاہ کے مرثیے بھی ایامِ محرم میں پڑھے جاتے تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ سلطان محمد قلی نے بیسیوں مرثیے لکھے تھے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس کے جملہ مرثیئے دستیاب نہ ہو سکے۔ لیکن جو ملے ہیں ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ محرم کے آغاز کے ساتھ ہی مرثیہ نگاری شروع کر دیتا تھا۔ چنانچہ دیوان کے پہلے مرثیہ میں لکھتا ہے :—

محرم کے مہینے میں اماموں کا غم پھر سے آیا ہے جس کی وجہ سے زمین اور آسمان میں دوبارہ رنج و الم کا دور دورہ ہو گیا۔

زمین پر اس ستم و بلا کی وجہ سے اتنا شور و غوغا پیدا ہوا اور دلوں میں اتنا دکھ بھر گیا کہ سانس اندر جانے کے بعد باہر نکلتے ڈرتی ہے۔

سورج اماموں کے غم میں جل جل کر آگ کا شعلہ بن گیا ہے اور پونم کے چاند نے اس غم میں خود کو کوئلے کی طرح جلا دیا ہے۔

اے مسلمانو اپنے آنسوؤں سے ندیاں بہاؤ کیونکہ اماموں پر ستم اور بلا پھر سے آئی ہے۔

اے مسلمانو تم کبھی محرم کا نام نہ لینا کیونکہ اس مہینہ نے قیامت بن کر علم قیامت کو بلند کیا ہے۔

حوروں کو جنت میں کوئی دکھ درد نہ تھا لیکن حسینؑ کا غم کرنے کیلئے وہ دوسرا جنم لیتی ہیں۔

یہ مرثیہ ناقص الآخر ہے۔ لیکن اس کے ابتدائی اشعار سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ گذشتہ محرم میں بھی کوئی مرثیہ لکھ چکا ہے۔ دیوان کا مندرجہ دوسرا مرثیہ ناقص الاول دستیاب ہوا ہے۔ اس میں محمد قلی لکھتا ہے :—

بی بی فاطمہؑ حسینؑ کے لئے لہو روتی ہیں اور اس لہو کی سرخی ساتوں آسمانوں پر شفق بن کر چھا گئی ہے۔

اے مسلمانو اماموں پر جو دکھ ہوا ہے اس کا حال نہ پوچھو کیونکہ ہر ایک امام پر طرح طرح کے دکھ اور ظلم ہوئے ہیں۔

افسوس کہ دنیا میں ان پر کیسا ظلم ہوا! اور یہ سب ظلم و بلا صرف فاطمہؑ کیخاطر!

اے محرم تو گیارہ مہینوں کی طرح کیوں نہیں ہے؟ سب مہینوں میں خوشیاں کرتے ہیں لیکن تو آکر دلوں میں دکھ بسا دیتا ہے۔

اے محرم تو نے اماموں کی ایسی میہمانی کی کہ کربلا کے جنگل میں اُن کے لئے تمام بلاؤں کو جمع کر دیا۔ مسلمانوں کے لئے اس مصیبت سے بڑھکر کوئی نہیں کیونکہ اس میں آنسوؤں کے لہو سے پیالے بھر کر پینا پڑتا ہے۔

بد بخت شامی کافروں نے امام سے قول طلب کیا اور خود بے ایمان تھے اس لئے خدا نے ان کے لئے دوزخ بنائی ہے۔

اس مہینے میں مومنین حسنؑ کے زہر کی وجہ سے ہرے لباس پہنتے ہیں جنکی چھاؤں آسمان پر رنگ بھر دیتی ہے۔

اے خدا تو اماموں کی حرمت میں قطب شاہ کو بخش دے کیونکہ انکی مدح کا

حلقۂ غلامی اُس کے کانوں میں زیب دیتا ہے۔

اگرچہ فرشتے امام کی مدد کرنے آئے تھے مگر انھوں نے قبول نہ کی کیونکہ ان کا ماتم کرنے والوں کی آہ سے ہر روز جلتا رہتا ہے اور چاند اس شرم کے مارے گل کر اپنا سر نیچے جھکا لیتا ہے۔

یزیدیوں کے ظلم کا قصہ کوئی بیان نہیں کر سکتا کیونکہ شیطان نے بچپن سے انہی کے یہاں جا کر تعلیم پائی ہے۔ یزید اور شمر جیسے کام شیطان بھی نہ کر سکیگا۔ اس شخص پر ہزاروں لعنتیں جسکے ایسا لڑکا پیدا ہوا"

تیسرا مرثیہ ناقص الاول ہے۔ نہ معلوم کس طرح ابتدا کی تھی؟ اس میں لکھا ہے کہ :—

ظالموں نے اپنے ظلم کی وجہ سے بارہ اماموں کو اتنا دکھ دیا کہ فاطمہؑ کا چہرا اس لہو سے دھل گیا۔ یتیم پیاس پیاس پکارتے ہوئے مل کر روتے رہے اور اس دکھ درد کے آنسوؤں نے ان کے حلق کو سکھا دیا۔

زندگی کو تو ایک چراغ سمجھ جو اس غم کی وجہ سے جل رہا ہو۔ اسی غم میں پریاں اور حوریں بھی اپنی آنکھوں سے لہو کے آنسو ٹپکاتی ہیں۔

اماموں کا قصہ بیان کرنے کی زبان میں بھی طاقت نہیں کیونکہ شہیدوں کے

غم کی وجہ سے درد و غم کے بادل تمام عالم پر چھائے ہوئے ہیں۔
اے خدا تو ان ظالموں سے باز پرس کر اور ہماری آہ و فریاد کو سن
کیونکہ انھوں نے بن باپ دادا کے یتیموں پر جفا اور ستم توڑا ہے۔
اے مسلمانو اگر تم اپنے ایمان کے دعوے کرتے ہو تو دم بدم روتے جاؤ
کیونکہ یہی دوزخ کی آگ سے بچنے کا ذریعہ ہے۔
اے خدا اماموں کی وجہ سے قطب شاہ کو تو شفا دے کیونکہ شہیدوں کی
دوستی کی وجہ سے تمام بادشاہوں میں اسکی تعریف ہوتی ہے۔"

اس مرثیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک محرم میں بادشاہ کی طبیعت ناساز تھی۔ اس ناسازی مزاج کا اس نے دوسری نظموں میں بھی ذکر کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اکثر بیمار رہا کرتا تھا۔ اسکی تصویر سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دوسرے قطب شاہوں کے مقابلہ میں نحیف تھا۔ اس موضوع پر آئندہ بحث کی جائے گی۔

چوتھے مرثیے میں محمد قلی لکھتا ہے :—

اے ماتمیو آؤ ہم سب مل کر اس غم میں لہو روئیں اور واامامؑ یا امامؑ کے
ورد میں اپنے دل کھو دیں۔ آہ ہمارے درد سے دریا کو بھی جوش آتا ہے
اور ماتمیوں کے لہو کی بوندوں سے سب آگ بجھ جاتی ہے۔

سب دکھوں کی حد ہوتی ہے لیکن اس دکھ کی کوئی حد نہیں کیونکہ فرزند فاطمہؑ کے بغیر اس دنیا میں کہیں نور نہیں ہے۔ فاطمہؑ کے دکھ میں عرش و کرسی بھی غم کے آنسو روتے ہیں اور ساتوں آسمانوں اور زمینوں میں آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ مصطفےٰؐ کے باغ کے پھولوں کو پانی نہ دیکر سکھا دیا گیا اور مصطفےٰؐ و مرتضیٰؑ و فاطمہؑ کے دل کو دکھایا۔

تمام پیغمبروں نے اس غم میں نیل کے کپڑے پہن لئے ہیں۔ کیونکہ جسطرح نبیوں میں مصطفےٰؐ ہیں، اماموں میں حسینؑ ہیں جنھوں نے کفر کو توڑ کر اسلام کو رائج کیا۔"

یہ مرثیہ بھی ناقص الآخر ہے۔ محمد قلی کا ایک اور مرثیہ خاص کر قابل ذکر ہے یہ نہایت طویل اور مکمل ہے اور اس میں اُس نے نوحہ کے طرز میں اس امر کو ثابت کیا ہے کہ تمام دنیا اماموں کا غم کرتی ہے۔ اس میں وہ لکھتا ہے کہ :—

دو جگ کے اماموں کے غم میں سب کے دل آہ و زاری کرتے ہیں اور سب کے جسموں کا رواں رواں جلتا ہے۔ ساتوں آسمان، آٹھوں جنتیں، ساتوں سمندر، اور ساتوں اقلیمیں ایک سے بڑھکر ایک اس غم سے متاثر ہیں۔ کعبہ نے بھی اس غم میں سیاہ پوشی اختیار کر لی ہے اور ظلمات بھی اسی

دکھ میں سیاہ و تاریک ہے۔

لوح و قلم، عرش و کرسی، قدسی اور غلمان سب اسی غم میں ہیں۔ اور بادل اور بجلی بھی ساری رات اسی لئے پکارتے اور روتے پلاتے رہتے ہیں۔

آسمان کا چھجا جل گیا اور خورشید کو آگ لگ گئی۔ چاند پر بھی جلنے کی وجہ سے سیاہ دھبہ پڑ گیا۔ پرندوں نے اپنے سب پر جھڑا دیئے اور گھر بار چھوڑ کر نکل گئے، اور سمندر روتے روتے بھر پور ہو گئے۔

پھول اس دکھ میں سوکھ گئے اور بلبلیں خاموش ہیں اور حسین کوئل اسی غم میں بن بن پکارتی پھرتی ہے۔ اے انسانو دیکھو کہ پرندوں نے غم کے مارے دانہ چگنا چھوڑ دیا ہے۔ تمام دنیا نے ماتم کی ایک دوکان کھول دی ہے۔ دونوں جگ خراب و خستہ ہو گئے، حیوان رنج و غم میں کباب بن گئے، اور سمندروں نے سراب بن کر موج زنی ترک کر دی۔

اس غم کی آگ سے دنیا بن کی طرح جل رہی ہے اور آسمان اور زمین ہل رہے ہیں، اور بہشت میں فرشتے بے اختیار ہو کر تڑپ رہے ہیں۔

اس کے بعد امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی خصوصیات و مناقب تفصیل سے بیان کئے ہیں اور آخر میں اپنے لئے دعا کی ہے۔ یہ مرثیہ نہایت اہم اور سب سے بہتر ہے۔

علوئے تخیل اور خوبی اسلوب کے لحاظ سے محمد قلی قطب شاہ کی بہترین نظموں میں سمجھا جاسکتا ہے۔ محمد قلی کے ایک فارسی مرثیے کے چھ بند اور ایک فارسی نوحہ بھی موجود ہے[1]

ان تمام مرثیوں کے مضامین اس لئے پیش کر دئے گئے کہ یہ اُردو زبان کے پہلے مرثیے ہیں اور ان میں محمد قلی کے وہ خیالات ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گئے ہیں جن کو اس نے اپنی زندگی ہی میں اپنے ملک میں رائج کر دیا اور نہ صرف اپنے ہم خیالوں بلکہ تمام اہل ملک کو محرم کی تعظیم و تکریم اور شہدائے کرام کے غم والم میں حصہ لینے کی طرف راغب کر دیا۔

محمد قلی نے ان مرثیوں اور تعزیہ داری کے علاوہ محرم میں ایسی دلچسپ تقریبیں بھی رائج کیں کہ تمام اہل ملک اُن میں حصہ لینے لگے۔ مثلاً روشنی، کپڑوں، کھانوں، سبیلوں وغیرہ کی عام تقسیم اور چھٹی محرم کو دادمحل کے سامنے کا عظیم الشان منظر (جو رفتہ رفتہ ایک میلے کی شکل میں منتقل ہو گیا) ایسی چیزیں تھیں جنہوں نے محرم کو سلطنت قطب شاہی کا ایک ناقابل فراموش عنصر بنا دیا۔ چنانچہ جملہ سیاح اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔

اس سلسلہ میں قطب شاہی تاریخ حدیقۃ السلاطین سے دادمحل کے سامنے کے عظیم الشان منظر کی نسبت کچھ معلومات بھی لکھ دی جاتی ہیں۔

"چھٹی محرم کو الاوہ بیرون دولت خانہ کے علم (جن کا اہتمام کوتوال کے ذمہ ہے)

---

[1] یہ فارسی ترکیب بند اور نوحہ کلام الملوک میں شایع ہوا ہے (دیکھو صفحات ۵۴ تا ۵۵)۔

میدان[1] دلکشائے وسیع الفضائے دادمحل میں لاتے ہیں۔ اور اس میدان کے اطراف و اکناف کے بازاروں اور راستوں پر چراغاں کئے جاتے ہیں اور تابوت اور گنبدوں (یعنی تعزیوں) کو بہترین زیب و زینت اور قسم قسم کی نقاشی اور تکلفات سے آراستہ کرکے اور ان کے اندر اور باہر بہت سی شمعیں روشن کرکے لے آتے ہیں۔ اور لکڑی سے بڑے بڑے درخت اور عظیم الشان ہیکلیں بنا کر اُن میں بھی روشنی کرتے ہیں۔ فانوسوں، مشعلوں، اور چراغوں کا ایک انبوہ علموں کے سامنے چلا آتا ہے۔ اور کثیر تعداد میں عربی اور عجمی لوگ اور شیعیان و محبانِ ائمہ مطہر ہاتوں میں شمعیں لئے ہوئے دونوں طرف اور ان کے درمیان ذاکران و مداحان مرثیے اور مدح پڑھتے ہوئے دادمحل کے میدان میں آتے ہیں۔ دادمحل کے نیچے دو طرفہ چراغ روشن رہتے ہیں اور علم درمیان میں جن کے اطراف تمام سیاہ پوش عزادار ان و ذاکران وغیرہ کھڑے ہوتے ہیں۔

دادمحل کی چوتھی منزل پر سے جب بادشاہ اس "چراغ زار" پر نظر ڈالتا ہے جو ماتمیوں کے پُرداغ سینے کے مشابہ ہے تو عزاداروں کے شور و شیون سے اس پر بھی رقت طاری ہو جاتی ہے اور وہ سیاہ پوشانِ دلفگار کے لئے اپنے یہاں سے نذر و خوان روانہ کرتا ہے۔ اور کوتوال تمام مجمع کے ساتھ بادشاہ اور سلطنت کی بقا کے لئے دعا کرتا ہے۔

---

[1] اس جگہ اب چوک کی مسجد، گھڑی، محبوب مارکٹ اور خزانہ عامرہ واقع ہے۔

اسی طرح ایام عاشورہ کے ختم تک شہر کے جملہ محلوں کے علم اس میدان میں آتے رہتے ہیں۔

ساتویں محرم کی صبح میں بادشاہ ندی محل میں برآمد ہوتا ہے، شاہ نشین میں کھڑا رہتا ہے اور ایران اور ہندوستان کے حاجب طلب کئے جاتے ہیں۔ اور جملہ مجلسی امیر وزیر مقرب اور ہر طبقہ کے ملازمین سیہ پوش ہو کر حاضر ہوتے ہیں اور اپنی اپنی جگہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس وقت تمام شہر و مضافات کے علم طلب کئے جاتے ہیں اور علموں کے ساتھ شہر کی تمام مخلوق دروازۂ بارہ امام میں سے داخل ہوتی ہے۔ ہندو اور مسلمان سب کو داخلہ کا بار عام دیا جاتا ہے اور یہ مجمع ندی محل کی فضا میں روزِ محشر کا انبوہ نظر آتا ہے۔ علموں کو ترتیب کے ساتھ بادشاہ کے سامنے سے لیجاتے ہیں اور اس وقت ساتھیوں کا ماتم اور شور و شیون اتنا بلند ہو جاتا ہے کہ عرش اعظم تک پہنچتا ہے۔ اسوقت علموں، تابوتوں گنبدوں اور تعزیوں کو دیکھ کر میدانِ کربلا میں اہل بیت کی گرفتاری اور پریشانی کا منظر دیکھنے والوں کی آنکھوں میں پھر جاتا ہے اور وہ بے اختیار رونے لگتے ہیں۔ بادشاہ بھی متاثر ہوتا ہے اس کی طرف سے ہر علم کو ایک ابریشمی ڈھٹی باندھی جاتی ہے اور خادموں کو ایک خریطۂ زر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح ظہر کے وقت تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔

نویں محرم کی رات میں دولت خانۂ عالیہ کے اندرونی الاوہ کے علموں کو میدان دربار خسروی (یعنے چار کمان کے میدان) میں لے آتے ہیں۔ اس رات بادشاہ پھول

چڑھانے اور علموں کو آراستہ کرنے کے بعد خاصہ کی کافوری شمعیں جملہ مجلسیوں، مقربوں اور حجابِ عظیم الشان کو اپنے ہاتھ سے تقسیم کرتا ہے اور شاہی سپہ سالار کے ہاتھ سے کل سلحداروں اور عساکر میں تقسیم عمل میں آتی ہے۔ سرخیل شاہی کے ہاتھ میں شمشیر خاصہ دیجاتی ہے اور تمام مجلسی سردار، اعیان و اکابر اور دولت خانۂ شاہی کے جملہ چھوٹے بڑے ملازم ہاتھوں میں شمعیں لئے ہوئے نکلتے ہیں اور دروازۂ الاوہ میں سے میدانِ دربار (چارکمان) میں بے شمار مشعلوں، چراغوں اور فانوسوں کے ساتھ علموں کو لے آتے ہیں۔ میدان کے ایوانوں کے سامنے چالیس پینتالیس فٹ بلند ہاتھی شیر اور درختِ سرو وغیرہ کی عجیب دلپذیر شکلیں بنا کر روشن کی جاتی ہیں اور اس میدان کی چاروں کمانوں پر سر سے پاؤں تک طاقوں، محرابوں اور طرح طرح کے درختوں کے نقشے اتار کر ان میں روشنی کیجاتی ہے۔ اور تمام میدان میں بھی لکڑیاں باندھکر چراغ لگائے جاتے ہیں۔

محل کی اس چوڑی دیوار پر جس کے برابر سے علموں کو میدان میں لیجاتے ہیں بادشاہ تقریباً پانسو قدم علموں کے ساتھ جاتا ہے اور آخر کار اس کمان پر جو چار مینار کے مقابل (اب بھی موجود) ہے پہنچ جاتا ہے۔ وہاں سے تمام میدان اور دوسری کمانوں کا منظر سرتاپا چراغاں نظر آتا ہے۔ اور بے حد و حساب مخلوق خدا جس میں شریف و وضیع چھوٹے بڑے، عورت مرد سب ہی شامل ہوتے ہیں اس وسیع میدان میں جمع ہو کر اس چراغاں

اور آتشی گلستاں کا تماشا دیکھتے ہیں۔

علموں کو بیچ میدان میں لانے کے ساتھ ہی ذاکر اور مداح حلقوں میں تقسیم ہو کر ذکر و مدح پڑھتے ہیں اور دو گھنٹے کے بعد بادشاہ اُسی کمان اور دیوار پر سے چلتا ہوا علموں کے ساتھ واپس ہوتا ہے اور سب لوگ دعا و فاتحہ کے بعد واپس ہو جاتے ہیں۔

دسویں کی صبح کو بادشاہ پورا سیاہ پوش اور پا برہنہ ہو جاتا اور جب اُس کے سیاہ پوش امیر، مقرب، وزیر، ملازم اور خاص غلام زاری و شیون کرتے اور مرثیے پڑھتے ہوئے علموں کے آگے آگے الاوہ حضور کی طرف آتے ہیں تو بادشاہ بھی ماتم کرتا ہوا ایوانِ الاوہ کے قریب کی مسجد میں پہنچتا ہے۔ وہاں "قصۂ شہادت اور گرفتاری حرم محترم" سنتا ہے جس سے دل خوناب اور آنکھیں سیلاب بن جاتی ہیں۔ ذاکر کے بعد خطیب نہایت فصاحت کے ساتھ بآواز بلند شہدا کے لئے فاتحہ اور شاہ کے لئے دعا پڑھتا ہے اور بادشاہ دولت خانہ کو مراجعت کرتا ہے جہاں زیارت حضرتِ سید الشہدا اور روزِ عزا کی نماز پڑھ کر خاص و عام کو کندوری تقسیم کرتا اور حکم دیتا ہے کہ دو سو یتیم سید زادوں کو پیش کریں جن کو نفیس لباس اور رقم دی جاتی ہے۔[1]

اگرچہ یہ تمام تفصیل سلطان عبداللہ قطب شاہ کے اوقاتِ محرم کی ہے لیکن ان کا آغاز محمد قلی ہی نے کیا تھا اور یہی باتیں کم و بیش اُس کی تمام زندگی میں جاری رہیں۔

---

[1] حدیقۃ السلاطین صفحات ۱۴ تا ۵۰۔

ہم کو یہ معلوم ہے کہ سلطان عبداللہ اپنے نانا کے قدم بقدم چلتا تھا اسی لئے اس نے وہ تمام باتیں دوبارہ رائج کر دیں جو اس کے باپ کے زمانہ میں موقوف ہو گئی تھیں یہی وجہ تھی کہ مورخوں اور شاعروں نے اس کو "محمد قلی کا سچا جانشین اور نمونہ" ثابت کیا ہے۔ چنانچہ غواصی نے اپنی مشہور کتاب طوطی نامہ میں سلطان عبداللہ سے مخاطب ہو کر لکھا ہے کہ تیرے حالات و واقعات دیکھ کر لوگ کہتے ہیں کہ پھر دنیا میں محمد قلی آ گیا ہے۔ اس کے شعر ہیں ؎

مہاراج سلطان عبداللہ نانوں — ثریا کے تارک پہ اس کا ہے پاؤں
شرافت میں گرد اس کے نعلین کا — ہے سرمہ چندر سورکے نین کا
دیکھت زور طالع اس راج کے — صفادار روشن دلاں آج کے
کہیں یوں بحق علی ولی — کہ پھر جگ میں آیا محمد قلی
سچیں آج اے خسرو نیک نام — ہیں اس کیچ آثار تجھ میں تمام
..... — .....
ڈوبے تھے ہنر مند سو پیر کے — نکل آئے تج دور میں تیر کے
دیا جیو پھر راگ ہور رنگ کوں — کیا دور سینیاں پو کے زنگ کوں

(طوطی نامہ مطبوعہ صفحہ ۶ تا ۹)

عید میلادنبیؐ ایام عزا کی طرح سلطان محمد نے محمد قلی کے انتقال کے بعد عیدِ میلادنبی کی دھوم دھام اور نمایشوں کو بھی ختم کردیا تھا اور اس کے اخراجات میں جتنی رقم صرف ہوتی تھی وہ علماء فضلاء صلحاء اتقیا میں تقسیم کردی جاتی تھی اس کے متعلق حدیقۃ السلاطین میں لکھا ہے کہ :۔

"در زمان سلطنت خاقان جنت مکان علیئین بارگاہ سلطان محمد قطب شاہؒ ..... میزبانی وسور مولود حضرت سید اولادِ آدم ..... موقوف و متروک بود و خلایق از ایں عیش و عشرت مہجور و محروم بودند و وجہ (ایں کہ) اخراجات آں را بہ علماء فضلاء صلحاء اتقیا قسمت می نمودند۔"[۱]

اور جب سلطان عبداللہ تخت نشیں ہوا تو اس نے فرمان دیا کہ :۔

"تہیۂ جشن وسور و میزبانی و استعداد آئین بندی مولود برگزیدۂ حضرت ..... چناں کہ در سنوات سابق بود باز واید و لواحق ..... و تکلفاتِ دیگر اضعافاً مضاعفۃً بکنند۔"[۲]

اس کے بعد کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی قطب شاہ عید میلادنبی کی بزم آرائی اور آئین بندی فضائے دلکشائے میدانِ دادمحل میں کیا کرتا تھا۔ یہ میدان محل کے جانبِ جنوب نہایت وسیع مربع مستطیل تھا۔ اس کے تینوں طرف جواہر و نفائس کی

---

[۱] و [۲] حدیقۃ السلاطین ص ۵۰۔

دوکانیں تھیں۔ اور اس کے مشرقی اور مغربی پہلوؤں میں دو رفیع چہار منزلہ عمارتیں ایک دوسرے کے مقابل بنائی گئی تھیں جن میں سے ایک چاوڑی تھانہ اور دوسری کوتوال خانہ کہلاتی تھی۔ ان دونوں کے آگے نہایت بلند منڈوے یا دالان بنائے گئے تھے اور ہر ایک میں خاص نشیمن یا نشست گاہیں بھی ترتیب دی گئی تھیں۔ ان دونوں عمارتوں کو نیچے سے اوپر تک اور میدان کے اطراف کی دوکانوں کو بھی بڑے تکلف سے سجایا جاتا تھا اور میدان کے بیچ میں دادمحل کے عین سامنے چالیس ستونوں اور چار سو طنابوں کا ایک خیمہ کھڑا کیا جاتا تھا۔ اس کا وسطی حصہ مخمل و اطلس سے اور اطراف کا زردوزی نقش و نگار سے مزین ہوتا تھا۔

عید میلاد النبی کی آمد سے بہت قبل ہی صناع ہنرمند اور استادان صنعت و حرفت ان دونوں عمارتوں کے سامنے اپنے عجیب و غریب کمالات کی پیش کشی میں مشغول ہو جاتے اور آخر کار جب روز مولود یعنی ربیع الاول کی سترھویں تاریخ[1] آجاتی تو کوسوں، داموں، نقاروں، نفیریوں اور قرناؤں کی آوازوں سے میدان و دادمحل گونج اٹھتا۔ تمام شہر اور اطراف کے لوگ اس میدان میں جمع ہوتے اور صنعت و حرفت کے کرشموں کا تماشا دیکھتے۔ اور ان دلکشا قصروں کی تصویروں کی سیر کرتے۔ ان

---

[1] محمد قلی قطب شاہ نے ۱۲ ربیع الاول کو صحیح ترین تاریخ پیدائش آنحضرت صلعم قرار دیا تھا۔

دونوں قصروں کی دیواروں پر تصویریں اتاری گئی تھیں۔ درمیان میں خود قطب شاہ کے دربار کی تصویر تھی جس میں مقربانِ سریر، نزدیکانِ تخت، مجلسیانِ عظام، بزرگانِ رفیع اور امرا و وزرا کو اپنی اپنی جگہ بتایا گیا تھا۔ اس کی دائیں طرف خسرو ایران کے دربار اور بائیں طرف شہنشاہ مغلیہ کے دربار کی تصویریں بھی اسی اہتمام سے بنائی گئی تھیں۔ ان عظیم الشان تصویروں کے علاوہ مذہبی اور تاریخی واقعات کو بھی بذریعہ رنگ کاری پیش کیا گیا تھا[1]۔ ان تصویروں کی خصوصیتیں اور مناظر کی تفصیل حدیقۃ السلاطین میں درج ہے اور اگرچہ یہ تاریخ سلطان عبداللہ کے عہد میں لکھی گئی لیکن جشن میلاد نبی کے احیا کا تذکرہ ۱۰۳۶ھ کے واقعات کے ساتھ درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تصویریں سلطان محمد قلی ہی کی بنوائی ہوئی تھیں کیونکہ اس وقت سلطان عبداللہ کی عمر صرف ۵ سال کی تھی اور اس کو تخت نشیں ہوئے صرف ۲ سال ہوئے تھے۔ اور یہ عرصہ ایسی عظیم الشان تصویروں کی تیاری کے لئے ناکافی تھا۔ اس کے علاوہ سلطان محمد جیسے زاہد سے تو اس کی

---

[1] حیدرآباد کی یہی تصویریں تھیں جن کی تقلید میں بعد کو سلطان حیدر علی اور ٹیپو سلطان نے اپنے قصر دریا دولت باغ کی دیواروں کو تصویروں سے آراستہ کیا تھا۔ اور اب مہاراجہ میسور اپنے محل کو معمور بنا کر ٹیپو سلطان کی تقلید کر رہے ہیں۔

توقع ہی نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ محلوں کی دیواروں پر تصویریں اتروائے گا۔ اسلئے یہ تصویریں سلطان محمد قلی ہی کی بنوائی ہوئی ہوں گی۔ البتہ سلطان عبداللہ نے اس میں ضرور اضافہ کیا ہوگا جس طرح بادشاہی عاشور خانہ کے نقش و نگار میں اضافہ کیا تھا جس کے ثبوت اب تک موجود ہیں۔

اس قصہ مصور کی چھت پر بھی طرح طرح کے نقوش بنائے گئے تھے جن میں فرشتوں کی صورتیں اور طبقہ ہائے نور کی دلفریبیاں قابل ذکر ہیں۔ اس قصر کے ستونوں کو طلائی اور لاجوردی نقاشی سے مرصع کیا گیا تھا اور خود عمارت میں جگہ جگہ تمام روئے زمین کے بادشاہوں کی محفلوں اور مجلسوں کو اُن ہی کے خاص لباسوں اور مخصوص رسم و رواج کے مطابق سجایا گیا تھا۔ اور قطب شاہی بادشاہ کی سواری کے نقشے بھی اسمیں گئے تھے جن میں بادشاہ کہیں ہاتھی پر اور کہیں عربی گھوڑے پر اپنے خیل و حشم و لشکر و خدام کے ساتھ جاتا دکھائی دیتا تھا۔

ایک جگہ شکارگاہ کا منظر تھا۔ شیروں، ببروں، چرندوں، پرندوں، اور سوار اور پیادہ شکاریوں اور دوڑتے ہوئے اور گرتے ہوئے شکار کی تصویریں بھی کھینچی گئی تھیں۔ غرض یہ عجیب و غریب تصویریں نقوشِ اجنٹہ سے کم قابل قدر نہ تھیں اور بہترین صناعی کا نمونہ تھیں۔ ہم یہاں باقی ماندہ تصویروں کی فہرست بھی

اصل قطب شاہی تاریخ سے نقل کر دیتے ہیں :—

۱ ۔ مجلس سلیمان و مجمع دیوان و آدمیان و وحوش و طیور ۔

۲ ۔ معراج حضرت نبی جلیل و صعود براق و جبرئیل و افواج ملایک ۔

۳ ۔ مجلس زلیخا، زنانِ مصر و طشت و آفتابہ در دستِ یوسف و بریدن زنان ترنج با کف دست ۔

۴ ۔ شیریں با زنان در میان آب و بریدن خسرو پرویز و او را در میان آب دیدن ۔

۵ ۔ مجنون در صحرا و ہامون و الفت او با آہوان مطبوع موزون و آمدن لیلیٰ بدیدن او ۔

۶ ۔ جنگ رستم با دیو سفید در غار و با اشکبوس در معرکہ کارزار ۔

اس کے بعد مورخ لکھتا ہے کہ :—

"و امثال ذلک بے حد و نہایت در ایں دو عمارات تصویر نمودہ اند و ہیاکلی عظمیہ و صور جسیمہ فیل و شیر و آدم و اسپ و چندیں صور مختلفہ البنیات در ہر ضلع از اضلاع آں ابداع و اختراع نمودہ اند" (ص ۵۲)

عید مولود نبیؐ میں عوام ان تمام تصویروں کو دیکھنے جمع ہوتے تھے ۔ اِن مصور و منقوش

قصروں کے سامنے میدان میں اس تقریب سعید کے لئے جو خیمہ کھڑا کیا جاتا تھا اسکے وسط میں ایک شامیانہ باندھا جاتا جس میں تختِ شاہی رکھا جاتا تھا جو تمام و کمال سونے کا تھا اور قیمتی جواہر سے مرصع۔ اس کے اطراف شاہی تجمل و لوازم کے مناسب زیب و زینت کی جاتی اور اس طرح مذکورۂ بالا دونوں مصور و منقوش عمارتوں کے ایوانوں میں بھی صفۂ بادشاہی آراستہ کئے جاتے اور گانے اور ناچنے والیاں اطراف سلطنت سے جمع ہوکر اپنا اپنا کمالِ فن دکھاتیں۔ ان دونوں ایوانوں اور خیمہ کے صفہ ہائے شاہی کے سامنے کوئی ایک ہزار رقاصائیں اور حسینانِ نغمہ طراز اپنے اپنے گانوں اور ناچ سے مجلس عشرت و انبساط کو گرم کرتی رہتیں۔ ان صاحبانِ حسن و جمال کے علاوہ تمام ملک کے دوسرے صاحبان کمان مثلاً بازیگر، رسیاں باز، لعبت باز، حقہ باز، مقلد، اہل ہنر، مسخرے اور شب باز وغیرہ اس موقع پر حیدرآباد میں جمع ہوجاتے تھے اور میدانِ وسیع الفضا و دلکشائے واد محل میں اپنے اپنے کرتب دکھاتے رہتے۔ جن کے حیرت انگیز کرشموں کو دیکھنے کے لئے شہر کی تمام مخلوق رات اور دن اس میدان میں جمع رہتی۔ حیدرآباد میں رنگ اور ناچ کے جو جلسے عہد سلطان العلوم آصف جاہ سابع کے آغاز تک محرم میں ہوا کرتے تھے وہ دراصل عہد قطب شاہی کے ان ہی عید میلاد نبی کے

جلسوں اور رنگ رلیوں کی یادگار تھے۔

میدانِ دلکشائے داد محل کے علاوہ عید میلاد النبی کی خوشی میں میدان عالم پناہ دروازۂ شیر علی (یعنی میدانِ چارکمان) میں بھی آسمان کی طرح بلند اطلسی خیمہ کھڑا کیا جاتا تھا۔ اور چبوترہ پر مسند ترتیب دے کر بڑے بڑے عہدہ دار بیٹھے رہتے اور یہاں بھی رقص و سرود کی محفلیں سجائی جاتیں۔

اسی طرح محل خاص، ہشت محل، چہار صفہ، لعل محل، گگن محل، چندن محل، صد صفہ، اور سجن محل وغیرہ میں بھی ڈیرے اور شامیانے لگائے جاتے۔ پر تکلف مسندیں بچھائی جاتیں۔ اور ہر جگہ بڑے بڑے سلحدار اور حوالدار مجلس آرائیاں کرتے۔ ان تمام خیموں، محلوں اور صفوں میں زعفران، صندل اور مشک وغیرہ کو طلائی و نقرئی بادیوں میں بھر کر ہر روز ایک ایک طبق پان خاصہ کے ساتھ تقسیم کرتے۔ جو ہر محل میں سو ہزار سے زیادہ صرف ہوتے۔ ساتھ ہی ہر روز قسم قسم کے کھانوں کے دسترخوان بچھائے جاتے اور تمام خاص و عام کو شاہی کندوری سے فیض یاب ہونے کا موقع ملتا۔

یہ تو بیرونی محلات اور خیموں کی مجلس آرائیاں تھیں۔ خاص شاہی محل میں مخصوص اور منتخب و مہ جمال رقاصائیں اور "استادان خواننده و سازنده ملک ایران و ہندوستان" ہی بار پا سکتے تھے۔

اس ماہ جشن و میزبانی کے آخر میں بادشاہ کی سواری نکلتی تھی تاکہ دونوں میدانوں اور عمارتوں کی آئین بندی اور آرائش و زیبائش کی سیر کی جائے۔ اس موقع کے لئے مخصوص فیلبان پانچ گز کے خاص شاہی ہاتھی کو زعفران اور صندل سے دھو کر طلائی زنجیروں، موتیوں کی جھول، مرصع کلغی، اور دوسرے زیوروں سے آراستہ کر کے لے آتے تھے عصر کے وقت بادشاہ اس ہاتھی پر سوار ہو کر میدان کی طرف نکلتا اور جملہ ارکان دولت مقربانِ تخت، سرداران عالی شان، وزیرانِ رفیع مکان، حوالہ دار، سلحدار، لشکری اور ہر طبقہ کے بے شمار ملازمین اس شاہی ہاتھی کے اطراف پیادہ چلتے۔ اندرونی و بیرونی محلوں کی طوائفیں اور سب گانے بجانے والے ایک خاص سرخ لباس پہنکر جو اس تقریب میں بادشاہ کی طرف سے ان تمام کو عطا کیا جاتا تھا شاہی ہاتھی کے آگے آگے رقص کرتے اور گاتے ہوئے نکلتے تھے۔

اس سواری کی دھوم دھام اور بادشاہ کو دیکھنے کے لئے تمام شہر و اطراف کی مخلوق جمع ہو جاتی اور بازاروں، دوکانوں، مکانوں، اور چھتوں پر سوائے انسانی سروں کے اور کچھ نظر نہ آتا۔ خاص کر میدان میں ایک عظیم الشان مجمع رہتا۔ جب ان لوگوں کی نگاہیں بادشاہ پر پڑتیں تو وہ بے ساختہ دعائیں دینے لگتے اور تعریف کرتے۔ اسطرح میدان چارکمان سے نکلکر یہ سواری چار منار سے ہوتی ہوئی داد محل کے میدانِ دلکشا میں

پہنچتی تھی جہاں چاوڑی، تھانہ و کوتوال خانہ کے پاس تھوڑی دیر کے لئے شاہی ہاتھی ٹھیرایا جاتا۔ اس وقت عہدہ دار زر و جواہر کے طبق بادشاہ پر سے نثار کرتے اور نذر گزرانتے تھے۔ میدان کے اطراف و اکناف کے سوداگر اور تجار بھی (جو اس موقعہ پر اپنی اپنی حیثیت کے شایان شان اپنی دوکانوں کو آراستہ و پیراستہ کرتے تھے) بادشاہ کی بارگاہ میں اچھے اچھے تحفے پیش کر کے تشریف و انعام سے سرفراز ہوتے تھے۔

اس تقریب کی آخری رات میں میدان داد محل ایک تناول خانۂ عام کی صورت میں منتقل کر دیا جاتا تھا اور گروہ در گروہ لوگ ان دسترخوانوں پر کھانا کھاتے تھے۔ اس وقت میدان میں چاروں طرف چراغاں کئے جاتے اور دولت خانۂ شاہی کے اندر اور باہر بے حد آتشبازی جلائی جاتی۔ غرض صبح تک کھانے، گانے، بجانے اور تماشہ کرنے کا سلسلہ جاری رہتا۔ میلاد نبیؐ کی خوشی کا یہ جشن بارہ روز تک دن اور رات جاری رہتا تھا اور اس میں تیس ہزار ہون خرچ ہوتے تھے۔ (تفصیل کے لئے دیکھو حدیقۃ السلاطین قطب شاہی صفحات ۴۹ تا ۵۶)۔

یہ تو تاریخوں کا بیان تھا۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ خود سلطان محمد قلی ان کے بارے میں کیا معلومات چھوڑ گیا ہے۔ اس کے کلام میں چھ نظمیں ایسی ملی ہیں جو اس عید کے موقعہ پر لکھی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ ایک عالیشان قصیدہ بھی اسی تقریب سے

متعلق موجود ہے۔ اس طرح گویا سات سال کی عید میلاد کے متعلق اس کے خیالات معلوم ہو سکتے ہیں۔ اس عید کی تقریب میں اس نے ہر سال ایک نہ ایک نظم ضرور لکھی اس طرح جملہ تینتیس ۳۳ نظمیں لکھی ہوں گی۔ افسوس ہے کہ بقیہ نظمیں دستیاب نہ ہو سکیں۔ جو نظمیں ملی ہیں ان کے خلاصے یہاں درج کئے جاتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ وہ خود اس عید کو کیا سمجھتا تھا اور اس میں کس طرح مصروف رہتا تھا۔ عید میلاد النبی کی ایک نظم میں وہ لکھتا ہے :—

"آنحضرتؐ کی ولادت کی خوشی میں عرش و کرسی کو سنوارا جاتا ہے اور فرشتے ساتوں جنتوں کو ستاروں سے سجاتے ہیں۔ عرش پر عشرت کے طبل بجنے لگتے ہیں اور تمام دنیا والے اپنی اپنی مرادیں پانے کے لئے ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ دنیا خوشی کے مارے اپنے پیرہن میں نہیں سماتی۔ اور تینوں جگ اپنا تن من آنحضرتؐ پر سے نثار کرتے ہیں۔ چونکہ محمد قلی قطب شاہ نہایت اہتمام سے مولود کراتا ہے اس لئے لوگ صف در صف جمع ہو کر اس کی عمر و دولت کی ترقی کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ اور فرشتے اور جن بھی صدق دل سے دعا کرنے کے علاوہ اعتراف کرتے ہیں کہ ایسا بادشاہ دین اور دنیا میں بھی نہیں ہے۔ اسی خلوص کی وجہ سے بادشاہ نے اپنا نام دونوں دنیاؤں میں

بلند کرلیا ہے۔ اور حوریں نور کے طبق لے کر بادشاہ پر نثار کرتی ہیں۔ چونکہ نبیؐ کے صدقے میں محمد قلی قطب شاہ نے آج دعوت کی ہے اس لئے علیؑ کے صدقے میں اس کے تارے دونوں عالموں میں بلند ہیں۔"

ثابت ہوا کہ وہ وسیع پیمانہ پر دعوتِ عام کرتا تھا اور لوگ صف در صف جمع ہوکر اس کے لئے دعائیں مانگتے۔ یہ ظاہر ہے کہ جب ہر روز دسترخوان پر ہزار آدمی سے کم نہ ہوتے تو اس دعوتِ عام میں کتنے لوگ جمع ہوتے ہوں گے اس لئے اس کو فرشتوں اور جنوں کے شریک ہونے کا بھی خیال پیدا ہوا ہوگا۔ بادشاہ ایک دوسری نظم میں حسب ذیل خیالات کا اظہار کرتا ہے:۔

"ہر گھڑی خوشی اور رونق ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا پر چاروں طرف سے خوشی و خرمی کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ روشنی سے تمام ملک جگمگانے لگتا ہے اور ہر طرف شادی و خوشی کا غُل سنائی دیتا ہے چونکہ آج گنہگاروں کے بخشانے والے کی پیدائش کا دن ہے اس لئے فقیر و بادشاہ سب مل کر اپنی بخشائش کی دعا کرتے ہیں۔

لوگ دوسری عیدوں میں بھی خوشیاں مناتے ہیں لیکن اس عید کی خوشی کے برابر کوئی خوشی نہیں۔"

خود بادشاہ اس عید کی دعوت کے اہتمام کا یوں ذکر کرتا ہے کہ :۔

"جب ہمایوں محمد قطب شاہ ترکمان عید مولود نبی مناتا ہے تو تمام زمین جنت کی طرح سجائی جاتی ہے۔ بازار، قصر اور محل سب دلہن بن جاتے ہیں اور خوبصورت عورتیں بن سنور کر حوروں کی طرح ہر طرف سے جمع ہونے لگتی ہیں۔ شاہ کی نازنینیں شراب محبت کی متوالی ہو کر لاکھوں عشوہ و انداز کے ساتھ شامیانے کے نیچے ہوا کی طرح سبک رفتار چلی آتی ہیں۔ ان کے جوبن سونے کے ایسے گڑھے دکھائی دیتے ہیں جن کو دیکھ کر لوگ حیران ہو جائیں۔ ان ہنس مکھ سہیلیوں کی چال ڈھال اور بات چیت پر نہیں اور کوئلیں اپنے دلوں کو بطور تحفہ پیش کر دیں تو کوئی تعجب نہیں۔

جب بادشاہ اس تقریب میلاد میں آسمان کی طرح سرمائی چتر کے نیچے بیٹھتا ہے تو اس کے آگے بڑے بڑے مدبرین وقت اور ہرے اور لال چتر والے ملوک زمیں بوس ہوتے ہیں۔ جب بادشاہ ان ملوکوں کے ساتھ مجلس آرائی کرتے ہیں تو راستہ کے دونوں طرف ہندو راجا ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ جب حوض خانے میں لعل بدخشاں کے رنگ کی شراب بھری جاتی ہے تو اس کی روشنی سے جام اور شیشے بھی رخشاں نظر آتے ہیں۔ عجب نہیں جو

شراب کا نام سُن کر آسمان کا جی بھی للچائے اور مستوں کو مے پیتا دیکھ کر
وہ بھی پیالے پینے لگے۔

شاہ کی اس بزم کا تماشا دیکھنے کے لئے آسمان سے لاکھوں فرشتے
خوشی خوشی چلے آئیں اور شہ کے عیش و عشرت کو دیکھ کر کہیں کہ اے
قطب شاہ تمہارے دن اور رات اسی طرح چین سے گذریں اور نبیؐ کی
مہربانی سے قیامت تک تم نبیؐ کے لاکھوں مولود گواؤ۔"

معلوم ہوتا ہے کہ دعوتِ عام کے علاوہ دربار عام بھی کیا جاتا تھا جس میں دوسرے
ملکوں کے نمایندے اور کبھی کبھی بیجاپور اور احمد نگر کے سلاطین اور اطراف کے ہندو راجا
بھی شریک ہوتے تھے جس طرح گولکنڈہ کا شاہی رنگ آسمانی تھا بیجاپور کا سبز اور
احمد نگر کا سرخ تھا۔ اس نظم میں محمد قلی نے تینوں سلطنتوں کے شاہی رنگوں کا ذکر
کر دیا ہے۔ ایک اور نظم کے آغاز میں وہ اس امر کی طرف بھی اشارہ کر دیتا ہے کہ وہ
ہر سال عید مناتا اور اس سے متعلق نظمیں لکھتا ہے۔ اس کا بیان ہے :۔

"اب کے پھر حضرت نبیؐ کی عید ولادت اپنے ساتھ عیش اور آنند لے
آئی ہے۔ اس یوم مسعود کی وجہ سے تمام عالم میں پھر عیش و عشرت کا دور
دورہ ہو گیا۔ گھر گھر میں تیاری اور اس کاج کے لئے زیبائش و آرائش

ہو رہی ہے، آج کے دن کے لئے بہت ہی سجاوٹ کی ضرورت ہے کیونکہ دنیا پر چاروں طرف عیش و آرام بادل بن کر چھا گیا ہے۔ اس تقریب میں خود خوشی و مسرت خوش ہیں، عیش متوالا ہو گیا ہے اور عشرت بھی آنند کے الاپ سُن کر ناچنے لگی ہے۔

ہم جس طرح کا آرام و راحت چاہتے تھے پروردگار نے ہم کو اُس سے لاکھ درجہ بڑھ کر مسرت و عیش عنایت کیا۔

چمن کے تمام درخت آج کی خوشی میں ہمارے شریک ہو کر مستی سے جھول رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس عید کی خوشی نے ان کو لالوں کے پیالے بھر بھر کر ہوا کی شراب پلا دی ہے۔

میرے من کی مرادیں اور مقصود کے غنچے عید مولود نبیؐ کی وجہ سے کھل کر پھول بن گئے ہیں۔ کیونکہ اس عید کی مسرت نے امیدوں کی برات کی جھڑی لگا دی ہے۔

ہماری قسمتوں کے بنانے والے نے جس روز ہر ایک کا حصہ تقسیم کیا اسی دن سے اے قطب شاہ تمہاری قسمت میں یہ عیش اور آنند بھی آ گیا۔

دوسری عیدیں

محرم اور عید میلاد النبی کے متعلق تاریخوں سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں ویسی کوئی معلومات دوسری عیدوں کے بارے میں نہیں ملتیں۔ ان کے متعلق ہماری واقفیت کا واحد ذریعہ محمد قلی قطب شاہ کا کلام ہی ہے جس میں اتفاق سے بعض بے حد دلچسپ اور ضروری معلومات محفوظ ہو گئی ہیں۔ یوں تو محمد قلی نے کئی عیدوں پر نظمیں لکھی ہیں لیکن ان تقریبوں میں اس نے حسب ذیل چار پر خاص کر زور دیا ہے۔

۱۔ عید بعثت نبیؐ ۲۔ عید میلاد علیؓ ۳۔ عید غدیر ۴۔ شب برات

اب ہم خود بادشاہ ہی کے بیان سے ان عیدوں کے متعلق معلومات قلمبند کرتے ہیں۔

عید بعثت نبیؐ

اس موضوع پر پانچ نظمیں کلیات میں موجود ہیں۔ ان سب کا خلاصہ خود محمد قلی ہی کی زبان میں درج ہے:۔

اے موالیو خوشیاں کرو کہ عید مبعث رسول آئی ہے اور اپنے ساتھ طرح طرح کے عیش و آرام لے آئی ہے۔

پہلی عید شب برات، دوسری عید رمضان، تیسری عید قرباں اور چوتھی عید مولا علی جس کا رتبہ شاہوں میں عالی ہے خاص اہتمام سے مبعث رسول کی عید بھی مناتا ہے۔ اور خوان خلیل کا احسان اپنے عہد میں دکھا کر دنیا و دین کو رجھا لیتا ہے۔

اس عید کے زمانہ میں ایسی خوشی منائی جاتی ہے کہ غم کا نشان کہیں ڈھونڈھنے پر بھی نہیں ملتا کیونکہ آج ہی کے دن سے دین اور ایمان آشکارا ہوئے اور اسی دن کے فیض نے تمام امت کے دل و جان کو روشن کر دیا۔

عید بعثت کی خوشی حوریں بھی مناتی ہیں جس کی وجہ سے جنت کی خوشبو تمام عالم کو مہکا دیتی ہے۔

عالم میں خدا کا نور پھیل جاتا ہے اور اس کی رحمت کی چھاؤں چھا جاتی ہے کیونکہ اسی وقت جبرئیل خدا کے یہاں سے اس کے حبیب کے پاس وحی لائے تھے اور بڑی خوشی سے کہا تھا کہ اے بھائی خوشی سے ہونٹ کھولو اور دو حرف بولو کیونکہ یہ بعثت کا دن ہے اور خدا نے تم کو سب نبیوں میں سروری بخشی۔ تم تمام انبیا کے خاتم ہو اس لئے اقراء پڑھو۔ عرش نے تمہارے پانچ گوہروں (پنجتن) کی وجہ سے روشنی پائی۔ اور اب فرشتوں کو تمہارے

سوا کسی اور نبی پر درود پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔

جب حضرتؐ تختِ پیغمبری پر جلوہ گر ہوئے تو نو آسمان اس شمس والضحیٰ کے قدم چومنے لگے۔ فرشتوں نے خوشی کا چتر سر پر تان لیا اور دنیا خوشی و خرمی سے باغِ فردوس کے ہم سر ہوگئی۔ اسی لئے شاہ اور گدا انسان اور فرشتہ سب کا دل آج خورسند رہتا ہے۔ اس تقریب میں عالم منور ہوگیا اور کائنات آئینہ کی طرح روشن ہوگئی اور تمام ستارے چاند اور سورج کی طرح چمکنے لگے۔

بعثت مصطفےٰ کے دن خوشیوں کی عید ہوتی ہے اور آنحضرتؐ کے صدقے میں تمام شیعہ گھر گھر عیش و عشرت مناتے ہیں کیوں کہ اسی روز جبرئیل نے جناب پیغمبر سے یہ بھی کہا کہ "روز ازل سے مرتضیٰ علیؑ کو تمہارا نائب بنا دیا گیا ہے تاکہ اُن کی ذوالفقار سے کافروں کو مار کر ان سے خراج لیا جائے۔ جبرئیل تمہاری پوری صفت نہیں بیان کر سکتا اور اس طرح اُس سے خدمت میں چوک ہوگئی اور اسی لئے وہ سب خدمتگاروں سے زیادہ شرمندہ ہے۔

جو شخص بعثت نبیؐ کی عید یکسوئی اور صدق دل سے مناتا ہے اس کے دل پر طٰہٰ کا بیان روشن ہو جاتا ہے۔ جب قطب شاہ بعثت رسول کی یہ خوشی مناتا ہے تو اس تقریب میں سکیاں خوشی و خرمی کے لاکھوں قمر دکھائی دیتی ہیں۔

عید میلاد علیؑ اس موضوع پر نو نظمیں کلیات اُردو میں موجود ہیں۔ چونکہ شاعر کو حضرت علیؑ سے خاص عقیدت تھی اس لئے ان نظموں میں بڑے خلوص اور جوش کا اظہار کیا گیا ہے۔ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ :۔

مصطفےٰ اور مرتضےٰ دونوں کی پیدائش کا دن ایک ہی سا ہے۔ اسلئے یہ عید منانا طالع مسعود ہونے کی دلیل سمجھا جاتا ہے کیوں کہ جس دن یہ ابرِ رحمت عالم پر فیض بار ہوا وہ روز شیعوں کے لئے روزِ بہبود تھا۔ چونکہ حضرتؑ کعبہ میں پیدا ہوئے اس لئے کعبہ کو دنیا میں شرف حاصل ہوا۔ اور اس لئے مومنوں کو اس روز دل و سر سے اس طرف سجدہ کرنا چاہئے کیونکہ یہ طاہروں کی عید کا دن ہے۔ کعبہ میں پیدائش کا شرف کسی نبی کو بھی حاصل نہیں ہوا۔ آپ کی پیدائش کے بعد جب آں حضرتؐ آپ کو دیکھنے آئے تو آپ کی والدہ حضرت فاطمہؑ نے کہا کہ بچہ نادانی سے آپ پر ہاتھ مار رہا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ نہیں مجھ پر نہیں۔ اگر یہ ہاتھ ماریں گے تو کافر بادشاہوں پر ماریں گے۔ ان کی پیدائش سے میرا دین قوت پا گیا اور اب مجھے کفار کے کاموں سے کوئی ڈر باقی نہیں رہا۔ اس ولادت کی وجہ سے خدا کا عرش زیادہ جھلکنے لگا۔ اور آسمان و زمین میں چاند سورج سے زیادہ روشنی پھیل گئی

دنیا جنت سے زیادہ آراستہ ہوگئی۔ اور ساتوں آسمانوں سے نور کی بارش ہونے لگی۔ حضرت علیؑ کی پیدائش کیا ہوئی کہ باری تعالیٰ کا نور عرش سے کعبہ میں اتر آیا اور اس دن ساتوں آسمانوں کے فرشتے اس کا طواف کرنے کے لئے جمع ہوگئے۔

اس روز سے مومنوں کے دلوں نے اسی طرح تجلی پائی جس طرح صبح صادق آفتاب سے روشنی پاتی ہے اس خوشی کے دن ہر طرف خوشی کی آوازیں بلند ہوں۔ اس روز خوشیاں میری مہمان رہیں۔ ملہار کی خوشبو پھیلے۔ لوگ خوشی سے رنگ ڈالیں۔ اور مولود علی زور زور سے لحن داؤدی کے ساتھ گائیں تاکہ اس گانے کی آواز تارا منڈل کی گرج کی طرح ساتوں آسمانوں میں گونج اٹھے۔

عیدِ غدیر اس موضوع پر آٹھ نظمیں موجود ہیں جن میں شاعر لکھتا ہے کہ:۔

اس کو خلافتِ علی کا دن سمجھا جاتا ہے کیونکہ رسول نے خود ہی جناب امیرؑ کو اپنی خلافت دے کر ان کی شرافت کا تذکرہ کیا۔ اس روز فرشتوں نے مل کر اونٹ کے زینوں کے ساتھ آسمان کے منبر کو بھی سنوارا کیونکہ پیغمبرؐ کو منبر پر چڑھ کر داد فصاحت دینی تھی۔ چنانچہ دو جگ کے شاہ نے مرتضیٰ کو

من کنت مولا کہا اور نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ آپ کے رتبہ کو ظاہر کیا۔ اس خوشی میں فرشتے منگل گاتے اور عرش مندل بناتے ہیں کیونکہ شاہ نے اپنا فیض عنایت کر کے حضرت علیؑ کو سب میں افضل کیا۔

حق نے نبیؐ سے کہا کہ علی کی یاد نادعلی کے ذریعہ سے کر کیونکہ علی میری قدرت کا بے بہا مظہر ہے۔ قطب زماں نبیؐ کے صدقے سے علی کی منقبت لکھا کرتا ہے کیونکہ دنیا و دین میں یہی اس کی سعادت کی نشانی ہے۔

عید غدیر شیعوں کے لئے عید کبیر ہے اور خوارج کے لئے باعث غم اس کو مل کر خوشیاں منانی چاہئیں۔ اس خوشی کے آگے دوسری تمام خوشیاں چھوٹی نظر آتی ہیں۔ تمام مومن شہانی کسوت زیب تن کرتے ہیں۔ اس عید میں ایک عالم کی میزبانی کی جاتی۔ مطرب گاتے اور محفل میں عبیر لائی جاتی۔ سب مومن اس عید میں بھائی پن کے جینے پڑتے۔ اور تمام عیدوں کی خوشی اس ایک عید میں بھرپور نظر آتی۔ اس عید کے طبل ہاتوں جنتوں میں بجتے۔ اور چاند سورج اسی لئے جگ کو روشنی

پہنچاتے ہیں۔ اس عید کے دنوں کے سوا کوئی دن دعا کے قابل نہیں۔ اسلئے دعا کرتا ہے کہ الٰہی مجھ کو امن میں رکھ اور میرا ایمان درست رکھ اور دونوں عالم میں میری مدد کر۔

ایک نظم میں لکھتا ہے :۔

نبیؐ نے خلافت دے کر کہا کہ میرے بعد سید رہیں جو تمام مومنوں اور مسلمانوں کے لئے دونو عالم میں رہبر ہیں۔

آج علی کے لئے خدا نے اپنی عنایت سے خلافت بھیجی جس کا اعلان عرش و کرسی اور نو آسمانوں کے منبر سے کیا گیا۔

علی کفر کے توڑنے والے تھے اس لئے دین کی بنیاد ٹک گئی۔ اگر محمدؐ دین کے گھر ہیں تو علی اس گھر کے نگہبان ہیں۔

سب اولیا ایک دل سے آپ کے معتقد ہو کر کہتے ہیں کہ ہم سبھوں کے سر پر ولایتِ علی کا چھتر سایہ بان ہے۔

اس طرح جملہ آٹھ نظموں میں حضرت علی کی منقبت اور ان کی فضیلت کو قلمبند کیا ہے۔

شب برات

یہ ان موضوعوں میں سے ہے جن پر محمد قلی قطب شاہ نے دل کھول کر اپنی طبیعت کی جولانی دکھائی ہے۔ چنانچہ کلیات میں

اس کے متعلق دس نہایت دلچسپ اور اہم نظمیں موجود ہیں۔ محمد قلی کو پانی اور سبزہ کیطرح روشنی سے بھی بڑی دلچسپی تھی۔ وہ ہر اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا جس میں اُسے جشن چراغاں سے لطف اندوزی نصیب ہو سکتی تھی اور شب برات میں تو وہ جی کھولکر چراغوں، آتشبازیوں اور شاہانہ رنگ رلیوں میں منہمک ہو جاتا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ :—

جہاں شب برات آئی کہ خوشی و خرمی کی روشنی تمام دنیا میں پھیل گئی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شب برات اپنے ساتھ خوشیوں اور عشرتوں ایسی برکتیں لے کر آتی ہے کہ ان کی روشنی سے تمام عالم جگمگانے لگتا ہے۔ چونکہ محمد قلی پر ائمہ معصومین کی نظر عنایت ہے اس لئے وہ نبیؐ اور علیؑ کے کرم کی وجہ سے پھلتا پھولتا رہتا ہے۔ اور خود عیش و عشرت اس کی بارگاہ میں خوشی کے مارے ٹمٹمیاں بجانے لگتے ہیں۔ اسی وجہ سے خدا قطب شاہ کو شاہنشاہی کا رتبہ دے کر اس کی دہائی یا اس کی آقائی کا اعلان تمام کائنات میں پھراتا ہے۔ اور اس کے دشمنوں کو دنیا سے نیست و نابود کرکے مفقود کر دیتا ہے۔

دوسری نظم میں لکھتا ہے کہ :—

شب برات کی وجہ سے تمام راتوں کو شرف حاصل ہوا اور سب راتوں میں شب برات ہی کو شرف حاصل ہے۔ کثرتِ چراغاں کی وجہ سے رات ایسی منور ہوگئی کہ معلوم ہوتا ہے بغیر سورج طلوع ہوئے دن نکل آیا ہے۔ زمین کے ان چراغوں کا عکس جب آسمان پر پڑا تو وہ بھی آئینہ کی طرح جھلکنے لگا۔ آتشبازی اور چراغوں کی وجہ سے دنیا ایسی روشن ہو جاتی ہے کہ اس اُجالے کو دیکھ کر آفتاب شرما گیا اور اسی شرم کے مارے رات کو کبھی اپنا مُنہ نہیں دکھاتا۔

شب برات میں جو مہتاب چھوڑے جاتے ہیں تو ان کی تابانی ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے ظلمات میں آبِ خضر۔ گلشن میں جب پھولبازیاں چھوڑی جاتی ہیں تو زمین پر سورج، چاند اور تارے اُتر آتے ہیں اور ان کی روشنی کی جھلک آسمان تک پہنچ جاتی ہے۔ خدائے تعالےٰ نے قطب شاہ کو ایسی تجلی بخشی کہ اُس نے رات کو دن سے زیادہ روشن کر کے چمکا دیا۔

تیسری نظم میں کہتا ہے :۔

شب برات کی مبارک رات اپنے ساتھ اپنے روزی خواروں یا ملازموں یعنی خوشی، عیش انبساط اور عشرت کو براتی بنا کر لے آئی ہے۔

محمدؐ نے جنگ اُحد میں علیؓ کو ساتھ لے کر کامیابی حاصل کی کیونکہ انکی تلوار کے چمکنے سے تاریکی کی فوجیں بھاگ گئیں۔

اس رات میں معشوقوں کے دہن پستے، آنکھیں شکر کی طرح شیریں، اور ہونٹ گھڑوں کی مصری کی طرح نازک نظر آتے ہیں۔ اور ان کے چہرہ پر پسینہ کی بوندیں خشخش کی طرح باریک نظر آتی ہیں۔

سہیلیوں کی کاجل لگی ہوئی آنکھیں سیاہ باداموں کی طرح، تھوڑی سیب کی طرح اور دانت چاولیوں کی طرح نظر آتے ہیں۔

اسی طرح پوری نظم میں سہیلیوں کے حسن اور لباس کی تعریف کی ہے۔ ان کا آتشبازی چھوڑنا اور اُس کی جھلک سے ان کے جسم پر زیوروں کا جگمگا اٹھنا نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے۔

چوتھی نظم کا تذکرہ بھاگ متی کے ذکر میں کیا جا چکا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شب برات کی تقریب میں دربار اور ڈیوڑھی کی خاص خاص طوائفیں بڑے اہتمام کے ساتھ سج دھج کر کے اور شاہی طمطراق کے ساتھ اپنے اپنے مکانوں سے آتی تھیں۔ بھاگ متی کی نسبت تاریخوں میں یہ لکھا ہے کہ وہ جب دربار کو آتی تو اس کے ایک ہزار سوار اس کی جلو میں رہتے۔ جب اس کی معمولی آمد اس شان سے ہوتی تھی تو شب برات

کی تقریب میں وہ جو کچھ اہتمام کرتی کم تھا۔ اسی لئے بادشاہ نے اس موضوع پر ایک خاص نظم لکھدی ہے جس میں اس امر پر زور دیا ہے کہ :۔

"وہ اپنے ساتھ آسمان کے مہر و ماہ سے زیادہ روشنی رکھنے والے لاکھوں چاند سورج اپنے ساتھ لاتی ہے۔ کیا تعجب کہ زمین آسمان پر لاف زنی کرنے لگے کیونکہ وہ زمین کو صاف و شفاف آسمان کی طرح جھلکا دیتی ہے"

پانچویں نظم میں محمد قلی لکھتا ہے کہ :۔

شب برات پھر سے مبارک سلامت کی خبر لے آئی ہے۔ کیونکہ اس رات میرے بخت کا طالع سورج کی طرح جھلکنے لگتا ہے۔

میری سکی کے چہرہ کی روشنی کے سامنے اس عید کا اُجالا شرمانے لگتا ہے۔ اس عید میں سُکھ اور آنند کا نور از سر نو مجھ پر چیر کی طرح چھا جاتا ہے۔

دنیا دلہن بن کر آنند کرنے والی دوشیزاؤں کے ہاتھ سے مئے عشرت پلواتی ہے اور زہرہ الحان کے ساتھ بادشاہ کے لئے نغمہ گانے لگتی ہے۔

شب برات کے عیش کی آمد نے اپنے حسن کی ایسی جھلکاریں دکھائیں کہ دنیا کے دل میں پھر سے زندگی کا نور پیدا ہونے لگا۔

شاہ کی سب پیاریاں عید کا سنگار کرتی ہیں تاکہ بادشاہ کو ایک کا سنگار دوسرے سے زیادہ پسند آئے۔

آنند کے بھیدوں اور چاووں کی وجہ سے پیاری (ایک خاص سہیلی) میرے دل میں کھیلنے لگتی ہے کیونکہ وہ اپنے جوبن کے چمن میں خوشبو مہکا لیتی ہے۔

نبیؐ کے صدقے میں قطب شاہ کو ہمیشہ لاکھوں عیدیں دیکھنی نصیب ہوں، کیوں کہ عیسیٰ کی دعا اس کے لئے گلِ مسرت کی خوشبو لے آئی ہے۔

چھٹی نظم میں بادشاہ نے اپنی ایک سہیلی **پیاری** کے آتش بازی کھیلنے کا ذکر کیا ہے اس سلسلہ میں شب برات کی آتش بازیوں کے بہت سے نام بھی ہمارے لئے محفوظ کر دیئے ہیں۔ کہتا ہے :—

شب برات نے کوہِ طور کے نور کو اب تمام عالم میں پھیلا دیا ہے اور خضر نے اپنے ہاتھ سے مجھ کو آبِ حیات پلا دیا۔

شب برات اپنے ساتھ ساتھ خوشی کی براتیں لے آئی ہے۔ اور قطب شاہ ان براتوں کو لے کر رات اور دن آنند کے ساتھ گزارتا ہے

پیاری کا سرو قد ہوائی کی طرح (بلندی کی طرف مائل) اور اس کے

ناک کی پھلڑی پھلبازی کی طرح ہے۔ پیشانی پر مہتاب کی طرح ٹیکہ لگائی ہے اور ہونٹوں پر سورج جیسی چمک دمک نظر آتی ہے۔

اس کے رات جیسے سیاہ بالوں میں کیوڑا بھنورے کی طرح نظر آتا ہے۔ تالوں اور پٹاخوں کی آوازوں سے آسمان کے انند میں خلل پڑتا ہے۔

اس کی چوٹی کا پھندنا طاؤس کی طرح ناچ رہا ہے۔ ہوائی کو اپنا حاجب بنا کر وہ اپنی درائی (مالکی) کا اعلان کرتی ہے۔

اُس کے بالوں کے جوڑے میں پھولوں کی جو لڑیاں ہیں وہ ٹوکریوں کے جھیلے کی طرح ہیں۔ . . . . . .

اے قطب شاہ تجھ کو نبی کے صدقے میں بڑی اچھی پیاری ملی ہے۔

ساتویں نظم کی ردیف ہی لفظ روشن ہے جس کی وجہ سے تمام نظم شبِ برات کی روشنی سے جگمگا رہی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ اس عید سے قبل بادشاہ کو کسی جنگ میں کامیابی نصیب ہوئی تھی جس کی طرف مقطع میں اشارہ کرتا ہے کہ :-

دشمنوں کے سینے پھانکوں کی طرح کیوں نہ پھوٹیں اور تڑخیں جبکہ خدا نے قطب شاہ کو ایک روشن فتح اور کامرانی عطا کی ہے۔

آٹھویں نظم طویل ہے اور اس موضوع کی اچھی نظموں میں شمار ہوتی ہے اس میں محمد قلی لکھتا ہے کہ :-

شبِ برات نے آکر تمام عالم اس طرح روشن کر دیا ہے جس طرح نورِ موسوی کی وجہ سے وادیٔ ایمن روشن ہو گئی تھی۔

آبِ رخسار کی جھلکیں دکھا کر عاشقوں کی آنکھوں کو ایک نور سے معمور گلشن بنا دیا ہے۔ چونکہ اس رات کو زلفِ خوباں کے ساتھ نسبت ہے اس لئے جس طرح معشوقوں کے جسم پر زیبائش و آرائش کی وجہ سے نور جھلکنے لگتا ہے۔ اسی طرح اس رات کو بھی نورانی لباس زیب دیتا ہے

اس عید کی لطف اندوزی کی ہوس کا دنیا کو خبط ہے کیونکہ اس میں محبت کی ہواؤں کے جھونکے تن اور من کو شگفتہ کر دیتے ہیں۔

نبیؐ کے صدقے میں اے قطب شاہ تو لاکھ سال خوش و خرم زندہ رہ کیونکہ تیری ہی وجہ سے اس عید میں شمع عیش روشن رہتی ہے۔

محمد قلی کی "شبرات" سے متعلق نویں نظم شاعرانہ کمال کا بہترین نمونہ ہے۔ یہ نظم نہایت مرصع ہے اور اس میں ایسی اعلیٰ پائے کی تشبیہیں استعمال کی گئی ہیں کہ اس کو اردو شاعری کے شہ پاروں میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ نثر میں اس کی

تمام خوبیوں کا اندازہ نہیں ہوسکتا۔ تاہم قوت تخیل کا کچھ نہ کچھ پتہ چل سکتا ہے وہ کہتا ہے :۔

میری ماہ رویوں نے اپنے چہروں کی روشنی سے شب برات کو روشن کر دیا ہے۔ ان میں سے کوئی سورج نظر آتی ہے، کوئی چاند اور کوئی تارہ۔

ہر طرف سے ہر ایک نازنین نورتن کا لباس پہن کر آئی ہے تاکہ بادشاہ کے ساتھ چمن میں نکلے۔ شرابِ عشق پینے سے اُن کے جسم جھلکنے لگے ہیں۔ وہ اپنے نوجوان چہروں کے آب و رنگ اور آفتاب جیسی جھلک سے مہتاب کو بے تاب بنا کر پگلا رہی ہیں۔

نازنیں اس انداز سے محو خرام ہے کہ اس کی زلفوں کے لہرانے کی وجہ سے خوشبو آسمان تک پہنچی ہے اور سارا آسمان مہک گیا ہے جس کی وجہ سے فرشتے فریفتہ ہو کر لاکھوں کی تعداد میں اتر آئے ہیں۔

ایک سے ایک کے پستان زیادہ خوبصورت ہیں جن پر سیاہ بادلوں کی لٹیں ایسی نظر آتی ہیں جیسے پہاڑیوں پر کالے کالے بادل چڑھائی کرنے آئے ہوں۔

نازنیں کے رخسار مہتاب اور پھولوں کے ہار پھول جھڑیاں نظر آتے ہیں۔ اس کے دونوں بھوجاجیوں کی طرح ایک دوسرے پر حملہ کر رہے ہیں۔

علیؑ جیو کے یہاں سے یہ حکم لے آئے ہیں کہ یہ جہان امن واماں کے ساتھ ہمیشہ قطب زماں کے حکم کے تلے رہے۔

شب برات کی نظموں کے سلسلہ میں آخری نظم آتش بازی کی بہت سی اصطلاحوں کی آئینہ دار ہے۔ اور عجیب بات ہے کہ ان میں سے اکثر اصطلاحیں اب بھی رائج ہیں۔ اس نظم کے چند شعر ذیل میں درج ہیں جن میں اصطلاحوں کے نیچے خط کھینچا گیا ہے:۔

ہوایاں سو کے بنگڑیاں چکراں جوں — کھڑیاں بازیاں سواچے جن کری ہے
نین مستی کے گلریزاں سو بھر کر — نلی طاوس چک چومن کری ہے
پھلی ناسک جھمکنے تھے ہے شب رات — دھرت کوں آج نس جوں کھن کری ہے
لڑیاں موتیاں کیاں تج ہنسنے کیاں جھیلاں — تو جھیلاں تھے جگت درپن کری ہے

مذہبی عیدوں کے بیان کے آخر میں عید رمضاں اور عید اضحیٰ کا کچھ ذکر بھی

ضروری ہے۔ کیونکہ اسلامی دنیا میں یہی عیدیں بہت اہم سمجھی جاتی ہیں۔

عیدِ رمضان اس عید کی چہل پہل اور سرکاری و درباری مصروفیتوں کے متعلق تاریخوں سے کوئی معلومات حاصل نہیں ہوتیں لیکن محمد قلی قطب شاہ کی نظموں سے پتہ چلتا ہے کہ جہاں رمضان کا چاند دکھائی دیتا تمام قطب شاہی سلطنت میں لہو و لعب ختم ہو جاتے۔ شراب کی دکانیں اور سیندھی خانے بند کر دئے جاتے۔ رمضان مبارک کے احترام کا یہاں تک خیال تھا کہ خود محلات شاہی میں بھی شراب اور عیش و عشرت موقوف رہتی۔

محمد قلی قطب شاہ خود روزہ رکھتا تھا اور اس کی تقلید میں تمام بیگمات و محلات شاہی بھی صوم و صلوٰۃ کی پابند ہو جاتیں۔ رمضان کے تیس[۳۰] دن گزر جانے کے بعد جب شوال کا چاند آسمان پر نظر آتا تو خوشی و خرمی کا اظہار کیا جاتا۔ عیش و عشرت کے شادیانے بجنے لگتے۔ مصری، پستے، بادام، دودھ اور کھجور خاص اہتمام سے منگوائے جاتے اور شیر خرما اور سیویوں سے ایک دوسرے کی ضیافت کی جاتی۔

ہر عید کے وقت بادشاہ اردو میں ایک نظم بھی لکھا کرتا تھا۔ چنانچہ اس وقت عید رمضاں کے متعلق سلطان محمد قلی کی گیارہ نظمیں موجود ہیں۔ جن میں سے چند کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

پہلی نظم میں وہ کہتا ہے کہ :۔

اے ساقی لوگ کہتے ہیں کہ آج آسمان پر چاند دکھائی دیا اور خمارِ چرخ نے نور کے ورق پر لکھ دیا کہ انگور کی کنواری یعنے شرابِ وصل مجھے ملنا چاہیئے۔ ایک مہینہ سے میرا دل اس کا منتظر تھا' اب کہیں چل کے نئے چاند کا پیالہ حاصل ہوا ہے۔

اس موقع پر ساقی کنول کے پیالے میں گلال بھر کر چاروں طرف پھر رہا ہے تاکہ گلرخوں کے گالوں کو لال لال کر دے۔ اور بکیوں سے پوچھے کہ خود تمہارے ہونٹوں میں تو مصری' شیر خرما اور پستے موجود ہیں پھر تم روزے کیوں رکھتی ہو۔

اے محتسب آج تو یہ نہ کہہ کہ مے پینا شرع میں منع ہے۔ اے ساقی اپنے نمکین ہونٹوں کے بوسے دے اور شراب کو حلال بنا دے۔

ایک دوسری نظم میں لکھتا ہے :۔

چاند نے عین عید کی آمد کی بشارت دی اور بہوں بن کر ساقی کو اشارہ کیا کہ شراب پلائی جائے۔

ہونٹوں کے شراب خانے کو قفل پڑا ہوا تھا اس کو آنکھوں کے خطِ سرمہ کی

کو نجی سے کھول کر عمارتِ دل کی حالت دکھادی۔ (یعنے ہونٹوں سے بوسے دیکر دل کے جذبات کو ظاہر کیا)

شراب کی چھپیلی جو ایک ماہ سے چھپی ہوئی تھی اس فنکار کو عید نے آکر اور مشاطہ بن کر آج دکھادیا۔

مجھے چاہئے کہ اب اطمینان سے پیرِ مغاں کی سیوا کروں، کیوں کہ اس نے مے خانے کی اجازت دے دی۔

محمد نبیؐ کے فیض سے آج عید نے آکر محمد قطب کو مجلس کی صدارت عطا کی۔

تیسری نظم کا خلاصہ ہے :—

عید کی رات جلوہ گر ہوئی اور روزوں کے دن گزر گئے۔ اس لئے اے ساقی نئے چاند جیسے ساغروں میں شراب بھر۔

میں بہت دن سے صوم وصلوٰۃ کی پابندی کی وجہ سے زہد ریائی کا مرتکب ہوکر بدنام ہورہا تھا اس لئے اب تو محبت کے پیالے پلاکر مجھے نیک نام کر۔

(ماہِ رمضان کی وجہ سے) صراحی مست ہوکر سرکشی کرنے لگی تھی

لیکن اب پھر جام کی طرف جھک جھک کر سلام کرنے لگی ہے۔

ان تیس دنوں کا خمار توڑنے کے لئے اے ساقی تو مجھے کم کم شراب نہ دے

بلکہ دم بہ دم پیالے بھر بھر کر دیتا جا۔

نبی کے صدقے میں قطب شاہ کو مے طہورلی اور امام کے صدقے میں کوثر

سے بھرا ہوا ساغر مل گیا۔

دوسری نظموں سے معلوم ہوتا ہے کہ عید کے روز خوشی کے دمامے اور طبل بجائے جاتے ہیں۔ لوگ باغ کے پھولوں کی طرح شگفتہ ہو جاتے ہیں اور متوالوں کی طرح ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ سب لوگ رنگین لباس پہنتے ہیں اور سیویوں اور شیر خرما سے بھرپور پیالے پیتے اور پلاتے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ آج سے ساڑھے تین سو سال قبل بھی رمضان کی عید میں شیر خرما اور سیویوں کا دستور تھا۔ ایک نظم میں تو رمضان کی عید کو سیوی کی عید لکھا ہے چنانچہ کہتا ہے ؎

عید سیوی لیائیا خوشیاں انند　　اس انند اں سوں کریں خوباں انند

شیر خرما، بادام اور پستوں وغیرہ کا ذکر ان اشعار میں ملتا ہے: ؎

نابات شیر خرما پستے، شکر ادھر ادھر　　کیوں روزے رکھتی سکیاں کر کر سوال ساقی

خرم خوشیاں سوں شیوے کی سیو یاں بھر بھری ساقی پلا پیالہ کہ آیا ہلالِ عید
تج خندہ کا شکر دے منجے شیر خرمے میں شربت پلا ادھر سے کھلیا گلالِ عید

شیر خرما قند بداماں پستے جیواں ملا کر
ضعف سوں کیتا صافع لب لال موہنیاں کے

عیدِ قرباں

عید رمضاں کی طرح بقر عید سے متعلق بھی تاریخوں میں کوئی معلومات درج نہیں ہیں۔ لیکن محمد قلی نے اپنے کلام میں اس عید کی مصروفیتوں کو بھی زندۂ جاوید بنا دیا ہے۔ اس موضوع پر اس کی گیارہ نظمیں ہمیں دستیاب ہوئی ہیں۔ جن میں سے دو تو نہایت اعلیٰ پایہ کے قصیدے ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ ایک قصیدہ میں تو اس نے اس واقعہ کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے کہ شاید "مورخ میری اس مجلسِ عید کی تاریخ نہ لکھے پھر قصہ خواں اس شاندار عید کے قصے کیوں کر بیان کرے گا۔"

عید قرباں کی نظموں میں حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل کے واقعات کی تلمیحوں، حج کے لئے سفر کعبہ کی واجبیت، اور حج اکبر کی فضیلت کے اظہار کے ساتھ ساتھ اپنی مجلس آرائیوں کا ذکر بھی خوبی سے کیا ہے اور عید میں عام طور پر اس زمانہ میں جو عیدی

تقسیم کی جاتی تھی اُس کی طرف کئی جگہ اشارہ کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب سے چند سال قبل تک حیدر آباد میں بچوں کے لئے عیدی لانے کا جو طریقہ رائج تھا وہ محمد قلی کے عہد میں عام طور پر موجود تھا۔ اس عید کی تقریب میں بھی محمد قلی مجلس آرائی کرتا تھا اور پھولوں اور خوشبوؤں سے اس کی محفل مہکنے لگتی تھی۔ تمام ملک میں عام طور پر لوگ دعوتیں مناتے، سیخوں کے کباب کھلائے جاتے، باورچی خانوں میں آگ ہمیشہ روشن رہتی اور راستوں پر ہر طرف عزیز و اقارب کے لئے حصوں کے خوان جاتے دکھائی دیتے۔ دستر خوانوں پر جنت کی نعمتیں چُن دی جاتیں جن کو دیکھ کر تر لوک بھی حیران رہ جاتے۔ لوگ تووں پر کباب تلتے تلتے آفتاب کو بھی ایک توا سمجھنے لگتے۔ عید بقر کی پہلی نظم میں وہ لکھتا ہے :—

میرے لئے خوشیوں کے ساتھ بقر عید کی خبر بھی آئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بقر عید میری خوشیوں پر سے قربان ہونے کے لئے آرہی ہے۔

پھول میری مجلس سے رنگ پاکر سہانے دکھائی دیتے ہیں کیوں کہ اس محفل میں ساقی اپنی آنکھوں کے پیالوں سے شراب پلا کر مجھے رجھاتا ہے۔

ہیلیاں جامۂ محبت کی رنگینیوں سے خود کو سنوارتی ہیں کیوں کہ بقر عید کی آمد آمد سے تمام دنیا میں طبلِ عشرت بجنے لگتے ہیں۔

میری مستی کی ماتی سکیوں کے ساتھ عشق کا کھیل کھیلنا مجھے زیب دیتا ہے۔

اور دنیا اس عشق کو دیکھ کر اچنبھے میں رہ جاتی ہے۔

چونکہ مجھے آنند اور خوشی کے راگ اور رنگ زیب دیتے ہیں اس لئے عید کی

مستی میرے قدموں پر اپنا سر رکھ کر میرے دل کو راضی کر لیتی ہے۔

نبیؐ کے صدقے میں قطب شاہ کو ہمیشہ عید مستانہ زیب دیتی ہے کیونکہ

میرے سر پر ہمیشہ چتر شاہی سہانا نظر آتا ہے۔

اسی طرح جملہ نظموں میں عید کی تیاریوں خوشیوں اور رنگ رلیوں کی طرف شاعرانہ انداز میں اشارے کئے گئے ہیں۔ اور قربانی کے لحاظ سے دشمنوں اور مخالفو کے بادشاہ پر سے قربان ہونے کا تذکرہ کیا ہے۔

پانچویں نظم ذرا طویل بھی ہے اور اہم بھی۔ اس میں بادشاہ نے اپنے شاہانہ جاہ و جلال فاتحانہ سطوت و اقبال اور عید کے کروفر کو بڑے کمال سے ظاہر کیا ہے۔

وہ کہتا ہے:۔

اے بادشاہ بقر عید آئی ہے تاکہ دشمن تجھ پر سے قربان کر دیئے جائیں

زمین خوش دل آسمان خوش حال اور تمام جگ شاداں و خنداں ہے۔

چونکہ تو ابراہیم کا تیسرا فرزند ہے اس لئے حضرت اسمٰعیل کی طرح

حق تعالیٰ تیری اور تیرے دوستوں کی اپنی مہربانی سے ہمیشہ نگہبانی کرتا ہے۔

تو علیؑ کا شیر ہے اس لئے تیرے رعب و جلال اور ہیبت کی وجہ سے آسمان کے شیر (اسد) کو مریخ تجھ پر سے قربان کر دیتا ہے۔

خدا نے تمام ہندستان کو عیدی کے طور پر تجھے دے دیا ہے اس لئے تیرے ملک میں قیامت تک روز بروز آبادی بڑھتی رہے گی۔

جو کوئی تیرا موافق نہیں وہ محمد (محمد قلی) کا دشمن ہے اور جو محمدؐ کا دشمن ہوتا ہے وہ ہمیشہ خوار اور پریشان رہتا ہے۔

تو موسیٰ کی طرح ہے تیری تلوار عصائے موسیٰ کا کام دیتی ہے اور تیرا چہرہ ید بیضا کی طرح روشن ہے۔ تو عیسیٰ کی طرح ہے، سورج تیرا گھوڑا ہے اور آسمان تیری جولانگاہ ہے۔

تیری بزم میں داؤد کی طرح ہمیشہ نغمے سنائی دیتے ہیں اور خوشیوں پر خوشیاں نصیب ہوتی ہیں۔

خدا نے تمام پریوں، دیووں، اور وحوش و طیور کے علاوہ انسان اور جن اور چاروں عنصروں کو بھی تیرے حکم کے تلے کر دیا ہے کیوں کہ تو سچ مچ سلیمان ہے۔

اگر تیری تلوار کا عکس دشمن پر پڑ جائے تو اس کے جسم کا خون جم کر عقیق اور لعل و مرجان بن جائے۔

جو کوئی تیرا دعا گو ہے اس کے لئے تمام دنیا دعا کرتی ہے اور جو کوئی تیرا ثنا خواں ہے تمام عالم اس کی ثنا کرتا ہے۔

اے قطب شاہ نبیؐ کے صدقے میں کچھ اس طرح گھر گھر خوشی اور جگہ جگہ اطمینان ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا تیرے گھر میں بقر عید لاکھ سال کیلئے مہمان بن کر آئی ہے۔

غرض بقر عید کی تمام نظمیں اور دونوں قصیدے بھی نہایت دل چسپ ہیں اور تعجب ہوتا ہے کہ اس یک گونہ خشک موضوع پر بھی محمد قلی نے کس خوبی سے طویل نظمیں لکھی ہیں۔

نوروز اور بسنت

یہ بات پہلے بھی بیان کی جا چکی ہے کہ محمد قلی قطب شاہ نے حیدرآباد میں ایک بین قومی فضا کی ترویج میں بڑا حصہ لیا تھا اور ملک کے جملہ طبقوں کا دل موہ لینے کے سلسلے میں تو وہ اپنے باپ سلطان ابراہیم سے زیادہ کامیاب رہا ہے۔ اس کا لباس، وضع قطع، اور معاشرت بالکل ہندستانی تھی۔ یہ واقعہ ہے کہ اگر ابراہیم کے بعد محمد قلی جیسا حکمران تخت نشین نہ ہوتا تو گولکنڈہ کا بین قومی تمدن اس انتہائی عروج کو نہ پہنچ سکتا جس کی وجہ سے سرزمین دکن اب تک مشہور ہے۔

اس بین قومی تمدن کے پیدا کرنے کے لئے محمد قلی نے مذکورہ خالص اسلامی عیدوں کے علاوہ اور بھی تقریبیں زور و شور سے رائج کیں جن میں نوروز۔ بسنت اور آمد برسات کی تقریبوں کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ موخر الذکر کا تذکرہ آئندہ ایک علیحدہ عنوان کے تحت کیا جائے گا۔ یہاں صرف نوروز اور بسنت کی مصروفیتوں کی نسبت کچھ باتیں بیان کی جاتی ہیں۔

افسوس ہے کہ ان دونوں موضوعوں کے بارے میں تاریخوں سے کوئی مدد نہیں

ملتی۔ ان کے متعلق ہماری معلومات کا واحد ذریعہ کلیات محمد قلی قطب شاہ ہے۔

نوروز

عید نوروز کے موضوع پر محمد قلی کی تین نظمیں اور دو اعلیٰ پایے کے قصیدے دستیاب ہوئے ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ اِس روز وہ کسی مذہبی عید سے کم خوشی نہیں مناتا تھا۔

ان نظموں میں شاعر نے علمِ نجوم کی اصطلاحوں کا دل کھول کر استعمال کیا ہے۔ اور برج حمل میں آفتاب کی تحویل سے متعلق شاعرانہ انداز میں خیال آرائی کی ہے۔ سمجھا یہ جاتا ہے کہ جب آفتاب بارہ برجوں کی گردش کرتا ہوا خط استوا پر آجائے تو ایک پورا سال ختم ہوتا ہے اور جس روز آفتاب یا زمین کا ایک دور ختم ہو کر نیا دور شروع ہوتا ہے اس کو **نوروز** کہتے ہیں اور اس دن دوسرے تمام سیارے جن جن مقامات پر ہوں ان کے لحاظ سے آنے والے پورے سال کے حالات کے متعلق پیش قیاسی کی جاتی ہے۔ گولکنڈہ کے ماہرانِ علم نجوم ہر نوروز کی خاصیتوں اور اس کے اثرات کے متعلق دربار میں تفصیل سے معلومات پیش کرتے تھے، جن کی بنا پر نوروز کے ساتھ ہی یہ سمجھا جاتا تھا کہ دنیا ایک نئی کروٹ بدل رہی ہے اور یہاں کی ہر چیز اب تر و تازہ اور نئی ہو جائے گی۔ آفتاب کے برجِ حمل میں داخل ہونے کے وقت کو نہایت سعود سمجھ کر اوراد و وظائف پڑھے جاتے اور دعائیں کی جاتیں۔ ان سب باتوں کو محمد قلی نے اپنی

نظموں میں پیش کیا ہے۔

چنانچہ پہلی نظم کے چند شعروں کا خلاصہ یہ ہے:۔

نورانی نوروز نور کے جلووں کے ساتھ آیا اور حمل اس کے شایان شان لوازم سے آراستہ ہو گیا۔ تمام عالم میں نور جھلک رہا ہے اور سارا چمن چاند کی طرح جگ مگ کر رہا ہے۔ ہر طرف ہر قسم کی چیزوں کی ہوا بندھی ہوئی ہے۔ اور ہزاروں ہرے بن لہلہا رہے ہیں۔ بادشاہ کی سہلیاں ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے چمن میں صف در صف اٹھلاتی جا رہی ہیں گویا عقد ثریا جیسے ستارے اتر آئے ہیں جس طرح آفتاب اور برج حمل کی قربت سے نئے نئے اثرات پیدا ہوتے ہیں اسی طرح قطب شاہ اور قدرت خدا کی قربت نے قاف تا قاف قطب شاہ کا حکم جاری کر دیا ہے۔

اس نظم کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے دوسرے شعر کے اکثر لفظ حرف ج سے، تیسرے، کے م سے، چوتھے کے ک سے، پانچویں کے ہ (ہائے ہوز) سے، چھٹے کے س سے، اور ساتویں کے ق سے شروع ہوتے ہیں مثلاً ؎

۳) مدہر مدمستی میاسوں منوہر مدن من کی مجلس میں مہتر منڈایا.....م

۶) ہوا ہے ہوا ہر طرف ہر جنس کا ہوس سو ہرے بن ہزاروں ہلایا ۸

۷) قرب سوں قطب شاہ قدرت خدا سوں قضا قوس تھے قاف تا قاف پایا ..... ق

دوسری نظم ذرا طویل ہے اور طویل بحر میں لکھی گئی ہے۔ اس میں نوروز کی وجہ سے دنیا پر جو سرسبزی، تر و تازگی، اور رونق پیدا ہو گئی ہے اس کا نہایت خوبی اور تفصیل سے تذکرہ کیا ہے۔ مثلاً کہتا ہے کہ :۔

نئے نور نگ کے نوروز نے نہ صرف کلی کلی کو کھلا دیا ہے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حسین عورتوں کے جوبن بھی پھر سے بہار پر آ گئے ہیں۔ پھولوں کے خوش رنگ پیالوں کو شبنم سے دھو کر ان میں گلابی شراب بھر کر سبز رنگ نہالوں جیسی حسینوں کے ہاتھ سے پلا رہا ہے۔

چمن میں بلبلیں جگہ جگہ ایسی دکھائی دے رہی ہیں جیسے حسینوں کی آنکھوں میں تلیں۔ پھولوں کے گچھوں میں کالے کالے بھونرے ایسے نظر آتے ہیں جیسے کالی کوئلیں ہری ہری ڈالیوں میں اڑتی پھر رہی ہوں....

---

۸ تیسری نظم میں بھی اسی طرح کے مضامین باندھے ہیں۔ اور کہتا ہے اس سال پھر نوروز خوشیوں کی بشارت لے کر آ رہا ہے کیونکہ اب کے برج حمل میں اس کا

شرفِ عزم یہی ظاہر کر رہا ہے۔ اس کی وجہ سے میرے دل کے چمن میں امیدوں کے پھول کھل گئے ہیں۔ وغیرہ

نوروز کے موضوع پر محمد قلی قطب شاہ کے قصیدے نہایت اعلیٰ پایہ ہیں۔ اور یہ دونوں قصیدے اس کی انتہائی خوشی اور مسرت کے ترجمان ہیں کیونکہ یہ دونوں ایک ایسے موقع پر لکھے گئے ہیں جب نوروز اور عید رمضان ایک ہی روز یا قریب قریب آئے تھے۔ دونوں قصیدے چونکہ ایک ہی موضوع پر ہیں اس لئے یہ کہنا مشکل ہے کہ آیا ایک ہی وقت میں یہ قصیدے لکھے گئے تھے یا دو دفعہ ایسا واقعہ پیش آیا تھا کہ نوروز اور عید رمضان مل کر آئے تھے۔ پہلا قصیدہ سینتیس (۳۷) اشعار پر مشتمل ہے۔ اور اس میں صاف طور پر عید رمضان اور نوروز کے ساتھ ساتھ آنے کا ذکر درج ہے۔ اس کے چند اشعار کا خلاصہ یہ ہے :۔

اے بادشاہ نوروز عید کے روز آکر عید کے آنے کی خبر لے آیا ہے اور پھر سے سکھ کا کارواں اپنے ساتھ لے کر گویا عید کے اہتمام کا سامان لایا ہے۔

تمام عیدوں کے دنوں میں یہ روز عید اچھا ہے اس لئے نیشکر کی طرح اپنی کمر باندھ کر عید کا خراج لے آیا ہے۔

یہ عید اتنی اچھی ہے کہ اس میں دوسری تمام عیدیں غلامی کا حلقہ اپنے کان میں ڈالکر
عید کا گلدستہ پکڑی کھڑی ہیں۔

ان دونوں شعروں میں محمد قلی نے اپنی عیدوں کے رسم و رواج کی طرف اشارہ کردیا ہے کہ کس طرح اس کے ماتحت راجہ اور امرا بیشکر کی طرح کمریں باندھ کر سلطنت کے خراج داخل کرنے کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ اسی طرح شاہی تقریبوں اور مجلسوں میں غلام (جن کے کانوں میں حلقے پڑے ہوتے) اپنے ہاتھوں میں گلدستے لئے کھڑے رہتے تھے۔ روز عید اور نوروز کے ساتھ ساتھ آنے کے متعلق اور دو شعروں میں کہتا ہے:۔

یوم عید کے پھولوں میں نوروز کے پھول بھی کھلے ہیں اور ان پھولوں کی خوشبو
کی وجہ سے دل عید کی طرف راغب ہوگیا ہے۔

نوروز اور یوم عید آپس میں بھائی پن کا صیغہ پڑھ کر ایک ہوگئے ہیں
اور عید کی خوشیاں اپنے ساتھ لائے ہیں۔

اس قصیدے میں ماہرین نجوم کے اس خیال کی طرف بھی اشارہ کردیا ہے کہ جب آفتاب برج حمل میں داخل ہونے لگتا ہے تو اس کو ساعتِ نیک کہتے ہیں اور اس مبارک وقت میں ہر دعا قبول ہوتی ہے۔ اس لئے ماہرین نجوم کہتے ہیں کہ اس وقت صاف و پاک جگہ پر خوشبودار بخور روشن کرکے اور پاک و صاف لباس پہنکر

کسی اسم الٰہی کا ورد کریں اور آخر میں حصول مدعا کے لئے دعا مانگیں تو وہ ضرور بامراد ہوتی ہے۔ چنانچہ اس مسعود وقت کے لئے عامل لوگ منتظر رہا کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں بڑے روپے کماتے ہیں۔ اسی لئے محمد قلی کہتا ہے کہ :۔

اس عید کے روز امید کے پھول کھل گئے ہیں اس لئے دعا مانگو۔ یہی
وجہ ہے کہ دوسرے دنوں کے مقابلے میں یہ دن بہت نمایاں ہے۔
دعا کرو کہ امن و اطمینان کی بارش ہو تاکہ میرے درخت ہرے ہو جائیں
اور میرے دل کے چمن کی روشوں میں گل و ریحان کھلنے لگیں۔

عید نوروز سے متعلق دوسرا قصیدہ ناقص الاول معلوم ہوتا ہے اس میں جملہ گیارہ شعر ہیں۔ اس سال غالباً نجومیوں نے بادشاہ کو خبر دی تھی کہ اس کے زائچہ کے لحاظ سے یہ نوروز بہت ہی مبارک و مسعود ہے کیوں کہ اس کے برج میں زہرہ اور مشتری واقع ہوتے تھے۔ بادشاہ خوش ہے اور یہ قصیدہ ایک طرح کا نعرۂ مسرت ہے جس میں شاعر پکار اٹھتا ہے کہ :۔

خدا مجھے عید کی جیسی راتیں اور نوروز جیسے دن عطا کرتا ہے اور میرے
دل کی بلبل کے لئے نئی نئی عشرتوں کے پھول کھلاتا ہے۔
لیکن پھولوں کی عید اور چیز ہے اور نوروز کی خوشی اور۔ کیونکہ نوروز

کی وجہ سے ساقی عیش کی طرح اندازی کر کے میرے دل کو محبوب سے ملا دیتا ہے۔

چونکہ میرے برج میں زہرہ اور مشتری آئے ہیں اس لیے اس دفعہ نوروز کو بڑائی حاصل ہو گئی ہے اور وہ نوروزی صفائی بخش رہا ہے۔

اے مرغ دل ذوق و شوق سے پرفشاں ہو کہ نوروزی براتیں آئیں جو بہت جلد غم کی براتوں کو پھاڑ کر تباہ کر دیں گی۔

بسنت اس عید کی تقریب میں بادشاہ کی نو نظمیں ملی ہیں جن میں ایک تو قصیدہ ہے اور دوسری نظم بقرعید اور بسنت دونوں کے ایک ساتھ آنے پر لکھی گئی ہے۔

بسنت دراصل ہندوؤں کی عید ہے جو موسم بہار کی آمد آمد پر منائی جاتی ہے۔ ہندوستان میں بہار کا موسم وسطِ مارچ سے مئی تک سمجھا جاتا ہے جب کہ پھول کثرت سے کھلتے ہیں۔ بسنت اصل میں سنسکرت لفظ وسنت ہے جس کے معنی ہیں سال کی پہلی فصل جو چیت اور بیساکھ تک رہتی ہے اس زمانے میں چونکہ پھولوں کی کثرت ہوتی ہے اس لئے ہندو پھول جمع کر کے دیوتاؤں کے مندروں یا نالالبوں کو لے جاتے تھے۔ اس طرح رفتہ رفتہ یہ ایک عید یا میلا بن گیا۔ جس کو حضرت امیر خسرو کے زمانے سے دلّی کے مسلمانوں نے بھی منانا شروع کر دیا تھا اور وہاں بزرگوں کی درگاہوں پر

مسلمان پھول لے جاکر چڑھاتے تھے۔

محمد قلی قطب شاہ نے گولکنڈہ میں اس تقریب کو خاص اہتمام اور شان و شوکت سے جاری کیا۔ اس کی وجہ صرف یہ نہ تھی کہ وہ ہندوستانیت کو بہت پسند کرتا تھا بلکہ اسکی طبیعت عیش و عشرت کی طرف زیادہ مائل تھی اور اس عید میں اس کے فطرتی رجحانات اور دل کی امنگیں جس خوبی سے ظاہر ہوسکتی تھیں شاید ہی کسی اور تقریب میں ہوسکتیں۔ موسم کا اثر انسان کی طبیعت پر ضرور پڑتا ہے۔ اور واقعہ تو یہ ہے کہ انسان اپنے ماحول کا بندہ ہوتا ہے۔ پھر محمد قلی جیسا حساس انسان جو اپنے اطراف و اکناف کی چھوٹی سے چھوٹی چیز سے متاثر ہوتا تھا! فرق اتنا ہے کہ وہ ماحول کا بندہ بننے کی جگہ اس خوش اسلوبی سے اپنے ماحول کو کام میں لاتا تھا کہ صحیح معنوں میں اس کا آقا بن جاتا۔

اس کی رعایا میں ہندوؤں کی کثرت تھی اور اس کے محل میں بھی ہندو عورتوں اور ملازموں کی کمی نہ تھی۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ انہی کی خاطر بسنت نہیں مناتا تھا بلکہ خود اپنی خاطر اس تقریب میں بے تکلفی سے حصہ لیتا تھا۔ بسنت کی نظموں میں اس نے جس بے ساختگی اور رنگینی کے ساتھ خیالات کا اظہار کیا ہے وہ اپنی آپ نظیر ہے بسنت کی آمد آمد کے ساتھ وہ پھولوں نہیں سماتا تھا۔ چونکہ اس موسم میں شہوانی جذبات بھی برانگیختہ ہوجاتے ہیں اس لئے ان نظموں میں بعض جگہ اظہار خیالات کے لئے وہ بہت

عریاں پیرایہ بھی اختیار کر لیتا ہے۔ اس خصوص میں وہ عہد حاضر کے شبابی شاعروں سے بہت مشابہ ہے۔

ان نظموں سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی اس موسم میں پھول کھیلنے کے علاوہ اپنی محبوباؤں اور کنیزوں کے ساتھ جی کھول کر رنگ بھی کھیلتا تھا۔ محلوں اور باغوں میں پھولوں کے انبار جمع کر دیئے جاتے تھے اور حوضوں کو رنگوں سے بھر دیا جاتا۔ جن بے تکلف جلسوں میں راگ، رنگ، اور شراب و شاہد کے افراط کے ساتھ محمد قلی جیسا رنگیلا بادشاہ ہو اُن کی رنگینی کا کیا پوچھنا! لیکن ان رنگینیوں اور رنگ رلیوں کی کامیاب ترجمانی بڑے سے بڑے شاعر سے بھی ممکن نہ تھی۔ یہ تو محمد قلی ہی کا حصہ تھا۔ دنیا کا کوئی شاعر اپنے کلام میں اپنی زندگی کو اتنا عریاں نہیں پیش کر سکتا تھا جتنا محمد قلی نے کیا۔ اس کا کلام اس کے قلب کی گہرائیوں سے نکلتا تھا۔ اس کو مبالغہ، تصنع، یا آورد کی ضرورت ہی نہ تھی اور نہ وہ ریاکاری کے ذریعے سے خود کو پاکباز یا زاہدِ متواضع ثابت کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے ہر جگہ خود کو ایک رندِ شاہد باز ظاہر کیا ہے۔

قلعہ گولکنڈہ سے متصل نئے قلعہ میں جو پر فضا تالاب اور وسیع مرغزار ہے اس میں اب بھی بسنت کے زمانے میں ایک میلہ لگا رہتا ہے۔ اور تھوڑی تھوڑی دیر سے ہندو عورتیں بناؤ سنگار کر کے اور پھولوں کی ٹوکریاں لئے ہوئے گاتی اور اٹھلاتی چلی آتی ہیں۔ چونکہ یہ عہد قطب شاہیہ میں ایک سرسبز و شاداب باغ تھا اس لئے

یقین ہے کہ محمد قلی کی بسنت کی محفلیں یہاں بھی منائی جاتی ہوں گی اور آج بھی جب کہ محمد قلی کو اس دنیا سے گزرے تین سو اسی ۳۸۰ برس گزر گئے اس جگہ ہر سال بسنت میں میلہ لگا رہتا ہے۔ یہاں کی چہل پہل موسم کی تروتازگی، اور ماحول کی شگفتگی دیکھ کر خیال گزرتا ہے کہ کیا تعجب ہے جو محمد قلی جیسے بسنت کے شیدائی کی روح اب بھی اس پر کیف منظر کے دیکھنے کے لئے اس میلے میں شریک رہتی ہو۔

بسنت کی نظموں میں سب سے پہلے قصیدۂ بسنت قابل ذکر ہے۔ کیونکہ بادشاہ کو فخر ہے کہ اس نے اس میں بڑے اچھے شعر نکالے ہیں۔ چنانچہ آخر میں وہ کہتا ہے کہ

خدا نے تجھ کو فن شعر میں ایسی نزاکت بخشی ہے کہ اے معانی شبہ ہوتا ہے کہ یہ شعر تیرے ہیں یا خاقانی کے۔

اس قصیدے کا آغاز بسنت کی آمد آمد کے ذکر سے کیا ہے اور لکھتا ہے:۔

بسنت کا پھول یاقوتِ رمانی کی طرح کھلا ہے اس لئے اے سہیلیو!
سب مل کر بسنت کو اپنے یہاں مہمان رکھو۔
بسنت کی رُت نے اپنے ساتھ خوشیاں لاکر فراق کی آگ کو بجھا دیا ہے
اے نویلیو آج ایک نئی مجلس شاہانہ ترتیب دو۔
بسنت کی آمد آمد کی وجہ سے تمام درختوں کو جواہر کی طرح پھول لگے ہیں۔

تاکہ تم اپنے پیالہ پر پھولوں کو موتیوں کی طرح نچھاور کرو۔

اے ساقی! بسنت کے پھولوں پر کی شبنم کو شراب کی طرح صراحی میں بھر لاتا کہ اس شراب کے پینے سے ایسی منتی ہو کہ ہمارا رنگ نورانی ہو جائے۔

صراحی سے شراب انڈیلتے وقت غلغل کی ایسی آواز نکلتی ہے گویا بادل مست ہو کر گرج رہا ہے۔ اس غلغل کی آواز کو ابر نیساں کی آواز سمجھ کر پیالہ پیتے جاؤ۔

اے ساقی! شراب پلاتا جا تاکہ مجھ کو کشف ہونے لگے۔ کیونکہ شراب ہی کی وجہ سے مجھے پوشیدہ راز بھی نظر آنے لگتے ہیں۔

عنبر، عود، مشک، زعفران کا رت آیا ہے اسی وجہ سے ان سب کی خوشبو دنیا کو گلستان بنا دیتی ہے۔

اے سہیلیو! تم سب مل کر چاند اور سورج کے حوض خانوں کو بھی آب حیات سے بھر دو تاکہ ہم افشانی رنگ کھیلیں۔ بسنت کے پھولوں کی مالا پہن کر منہ جیں صحن میں نکلی آئی ہے جس کے پھولوں کے نقش و نگار کو دیکھ کر مانی بھی حیران ہے۔

سورج کی کرنوں کو پھولوں کی چھڑیاں بنا کر ہم ایک دوسرے کو مارتے ہیں۔ سہیلیوں کے ساتھ یہ کھیل خدا کرے کہ میں ہمیشہ کھیلتا رہوں"

اس نظم کو لکھتے وقت بادشاہ خوشی کے مارے اتنا آپے سے باہر ہو جاتا ہے کہ

اس کو اپنے دشمنوں کی شکست اور اپنی کامرانی یاد آجاتی ہے اور کہتا ہے کہ :۔

قطب شاہ پر مصطفیٰ اور مرتضیٰ کی نظر ہے اسی لئے اس کے دشمن کی پیشانی پر حرف پشیمانی لکھ دیا گیا ہے۔

ان کے دشمنوں پر ازل ہی سے لعنت بھیجنا واجب ہے خواہ وہ مرقندی ہوں یا بخارائی یا ملتانی۔

نظموں میں پہلی نہایت پر لطف ہے اس میں اس نے اپنے بسنت کھیلنے کا طریقہ اور اس کے رسوم سب صاف صاف بیان کر دیے ہیں۔ یہ نظم جذبات کے اظہار سے معمور ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب بادشاہ اور اس کی سہیلیاں بسنت کھیلتی ہوتیں تو مطربان خوش گلو اس نظم کو گاتی رہتی تھیں۔ وہ لکھتا ہے :۔

"اے پیارے! آؤ عشق کی بسنت کھیلیں کیونکہ تم چاند ہو اور میں تارا ہوں۔ میرا جسم خالص کندن کی طرح چمک رہا ہے اور میں سنگار کر کے اور ہر طرح کے چھند بند کے ساتھ تیار ہوں۔

ہم اور ہمارا ساجن اس طرح بسنت کا رنگ کھیلیں جیسے آسمان شفق کی وجہ سے رنگا رنگ ہو جاتا ہو۔

شفق کے رنگ کے پیچھے سے جس طرح تارے جھلکنے لگتے ہیں اسی طرح
ہمارا سورج کی کرنوں جیسے زر کے تاروں سے بنا ہوا لباس جھلکنے لگا۔
پیاری بسنت کو پیا کے قدموں سے مل کر لے آئی اور کچھ اس طرح
بسنت کھیلی کے رنگ رنگ کو سنگار حاصل ہو گیا۔
اپنے جوبن کے حوض خانوں میں عشق کا رنگ بھر کر جسم کے رویں رویں میں
بجلی کی رو دوڑا دیتی ہے۔
رنگ سے بھیگی ہوئی چولی میں سے سرپستاں رات کی نشانی بن کر
سیاہ نظر آتی ہے اور اس کو دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ سورج (جیسے پستان) کے
بیچ میں رات کو کیسی جگہ مل گئی۔
بسنتی رنگ کے جسموں اور کندنی گالوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ
کیسر کی آگ کی بہار پھل پھول رہی ہے۔
نبیؐ کے صدقے میں قطب شاہ نے ایسی دھوم دھام کی بسنت کھیلی
کہ تینوں عالم رنگیلے ہو رہے۔

بعد کی دو نظموں کے بعض مصرعے پڑھے نہیں گئے۔ ان نظموں میں محمد قلی نے

لکھا ہے کہ بسنت کی ہوا آئی اور سکیوں کے تن مشک وزعفران کی خوشبو سے معطر ہوگئے۔ چاروں طرف ہر ے رنگ کی ہوا چھا گئی۔ کوئلیں نغمے گانے لگیں مور کی اچھے رس والی آواز عالم کا دل لبھانے لگی۔ طرح طرح کے گلابی رنگ کے لباس رنگیلی چھبیلیوں کے قد پر زیب دینے لگے۔ اور مونیوں کی بارش عجیب منظر دکھانے لگی۔ پپیہا میٹھے میٹھے گیت گانے لگی۔ پھول جیسے ہونٹوں کے پیالوں سے شہد جیسا رس ملنے لگا۔ پیاری اور پیا ہاتھ میں ہاتھ ڈالے سرو کے بن میں گلاب کے پھولوں کی مالا پہن کر نکلے۔ کوئلوں کے گلے اچھے اچھے نغمے الاپنے لگے کہ تنن تن تنن تن تن تلالا۔ ایسے گوسائیں کی ہمیشہ سیوا کرنا چاہیئے جو نحوست کو دور کر کے نہال کر دیتا ہو۔ قطب شاہ کو بسنت کھیلتا اور عیش مناتا ہوا دیکھ کر کیا تعجب کہ دشمنوں کے سینوں میں دکھ کے بھالے سلتے ہوں۔

پانچویں اور چھٹی نظمیں مکمل ہیں اور ان میں بھی بسنت کی مصروفیتوں کو بڑی خوبی اور صفائی سے بیان کیا ہے۔ ساتویں نظم بڑی طویل بحر میں اور بہت پر زور لکھی ہے۔ اس کے چند اشعار کا خلاصہ یہ ہے:۔

بادشاہ کے مندر میں بسنت سعادت کی خبر لے کر آیا۔ بسنت کے آنے کی وجہ سے آنکھوں کی پتلیوں کا چمن پھولوں اور پھلوں سے معمور ہوگیا۔

بسنت کے پھول نے تمام پھولوں کو مہمان بن کر آنے کی دعوت دی
اور اس دعوت میں گلاب کو پیالہ بنا کر خدمت کرنے کی غرض سے لے آیا۔
بسنت کی روشنی سے تمام دنیا میں پھول کھل گئے اور آسمان پر لال
رنگ چھا گیا۔ سورج کی دھوپ میں بسنت ہی کا رنگ نور بن کر جھلکتا ہے
اور چاند کے حوض کو بسنت نے چندن بھر کے مہکا دیا ہے۔
بسنت کی وجہ سے ہر گھر میں موتیوں اور یاقوتوں کے انبار لگ گئے ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ بسنت نے ہر گدا کو خاقان کے ہم پلہ بنا دیا۔
اے معانی خدا کا شکر بجا لا کہ تیرے مندر میں رات اور دن خوشی
اور آنند کے ساتھ بسنت منایا جاتا ہے۔

ان سات نظموں اور قصیدے کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ نے ایک نظم بقرعید اور بسنت کے ایک ساتھ آنے پر بھی لکھی تھی یہ بڑی اچھی نظم ہے اور اس میں بادشاہ نے بقرعید اور بسنت دونوں کی مسرت کی ترجمانی کی ہے۔ دو موضوعوں پر ایک ساتھ خیال آرائی کرنے میں محمد قلی کو بڑا کمال حاصل تھا۔ اس کی اس قسم کی نظمیں اردو شاعری میں بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھی جائیں گی۔ اس کا نوروز اور روز عید کا قصیدہ اردو زبان میں اپنی آپ نظیر ہے۔ اسی طرح بقرعید اور بسنت کی نظمیں بھی نہایت ہی

پر لطف اور بلند پایہ ہے وہ لکھتا ہے :۔

"بسنت بکرید کے ساتھ مل کر عشرت کے پھولوں کی بہار لے آیا اور اور بسنت کا بکرید کے ساتھ آنا میری تمام رنگ بھری سہیلیوں کے دل کو بہت بھایا۔

اس کی خوشبو کی مہکاٹ سے اس جگ میں بہار آگئی۔ بسنت اور بکرید کی وجہ سے عیش کے پھول باغ عالم میں چھا گئے۔

تمام جنگل آسمان کی طرح سبز ہو گئے جن پر ستاروں کی مانند پھول کھلنے لگے بسنت نے بکرید کے ساتھ زہرا کو مجبور کر دیا کہ وہ منگل کے ساز پر گائے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کھلتی ہوئی کلیوں کے نازک ہونٹ کچھ بھید بیان کرنے کے لیے ہل رہے ہیں۔ کیونکہ بسنت بکرید کے ساتھ اس لیے آیا ہے کہ دونوں مل کر بادشاہ کی تعریف بیان کریں۔ (جو ایک ہی کے بس کی بات نہ تھی)

جب بادشاہ خوبصورت سکیوں کے چہروں پر رنگ ملتا یا ڈالتا ہے تو ان کی آنکھوں کی تلیں ایسی جھلکتی نظر آتی ہیں جیسے سورج نے رات میں ستاروں پر اپنی کرنیں ڈالی ہوں۔

ہماری بزم میں عشرت کے بادل اور آب حیات کی پھوار یا جھڑی برسنے لگتی ہے کیونکہ بسنت نے بکرید کے ساتھ آکر میرے دل کے چمن میں سکھ کی

کونپلیں اگائی ہیں۔

بسنت اور بکرید دونوں حضرت نبیؐ کی نظرِ کرم کی وجہ سے ایک جگہ مل کر آئے ہیں اور قطب زماں آنند اور سکھ پا رہا ہے۔

مرگ سال یا آمد برسات

مرگ سال یا آمد برسات کے موقع پر جو عید منائی جاتی تھی۔ اس کا تذکرہ بھی نوروز اور بسنت کے بعد ضروری ہے۔ یہ اصل میں عوام کی عید ہے۔ اور خورداد اور تیر کی چلچلاتی گرمیوں کے بعد جب موسم بدلتا ہے اور بارش شروع ہونے لگتی ہے تو زمین کے ذرہ ذرہ میں جان پڑ جاتی ہے۔ پھر انسانوں کا کیا پوچھنا! اور دکن میں تو موسم باراں ہی اصل میں موسم بہار ہے یہی وجہ ہے کہ محمد قلی نے بارش کے آغاز کو بڑی اہمیت دی اور جس روز مرگ لگتا یا برسات کا موسم شروع ہوتا وہ بڑی دھوم دھام سے مجلس آرائی کرتا۔ شراب کے دور چلتے۔ مطربانِ خوش نوا رقص و سرود کے کمال دکھاتے۔ باغوں میں جھولے ڈالے جاتے عشق و شیفتگی کے جذبات برانگیختہ ہونے لگتے۔ سہیلیاں مشک و زعفران و عنبر مل کر اپنے جسم کو معطر بنالیتیں اور بیر بہوٹی کے رنگ کے سرخ کپڑے زیب تن کرتیں۔ پھول اور پان کے طبق تقسیم کیئے جاتے۔ تمام محلات شاہی میں زمردی رنگ کی مسندیں بچھادی جاتیں اور ہر طرف خوشی و خرمی کا اظہار کیا جاتا۔

محمد قلی نے اپنے شاعرانہ کمال کا بہترین اظہار اس موضوع سے متعلقہ
وں میں بھی کیا ہے۔ اس نے موسم باراں کی آمد آمد پر پندرہ نفیس نظمیں لکھیں
گرمیوں کے بعد موسم کی تبدیلی کی وجہ سے کائنات جس طرح متاثر ہوتی ہے
، کے ایسے پاکیزہ مرقعے چھوڑ گیا ہے جو اردو شاعری کے شاہکار سمجھے جا سکتے
، ان نظموں میں منظر نگاری کے بہترین نمونے دستیاب ہوتے ہیں۔ اس کی
بں زیادہ تر گائی جاتی ہوں گی کیونکہ ان میں موسیقیت کا بہت خیال رکھا
ہے۔ اور قافیے اور ردیفیں ایسی استعمال کی ہیں جو لے کے ساتھ پڑھنے میں بڑا
پیدا کرتی ہیں۔

(۱) پہلی نظم میں وہ کہتا ہے:۔

بارش کا موسم آیا اور کلیوں کا راج شروع ہو گیا۔ کیونکہ اب ہری ہری
ڈالیوں کے سروں پر پھولوں کے تاج پہنائے جائیں گے۔

بیہہ کی بوندوں کا پیالہ ہاتھ میں لے لو کیونکہ ہر نہ جبین بڑھ چڑھ کر
سج دھج کر رہی ہے۔

جسم ٹھنڈ کی وجہ سے لرز رہے ہیں اور جوبن کپکپا رہے ہیں۔ پیا
کا چہرہ دیکھتے ہی چولی خود بخود پھٹی جا رہی ہے۔

نازنین کا چہرہ بجلی کی طرح چمکنے لگا جب وہ شرم کے مارے آنچل
ہٹا کر پھر چہرے پر ڈال لینے لگی۔

اس کے بالوں میں پھول ایسے نظر آنے لگے جیسے آسمان پر تارے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس عہد کی پدمنی ہے۔

چاروں طرف گرج کی آواز سنائی دیتی ہے اور مینہہ برستا ہے۔

عشق کے ترانوں سے موروں نے چمنوں کو معمور کر دیا۔

اے قطب شاہ حضرت مصطفیٰ کے صدقے سے برسات آئی ہے
اس دن عشق و عاشقی کے ساتھ حکومت کرو۔

آمد برسات کی بعض نظموں میں بادشاہ نے اپنی فتحمندی اور خوش طالعی پر بھی بڑی مسرت کا اظہار کیا ہے اور اپنی تعریف میں اتنا زیادہ لکھا ہے کہ خودستائی تک پہنچ گیا ہے۔ ساتھ ہی بعض دشمنوں کی بڑی مذمت کی ہے اور ان کی ذلت و رسوائی اور ناکامی کا تلخی کے ساتھ تذکرہ کیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے بارش سے قبل بعض اہم لڑائیوں میں فتح پائی تھی۔ چنانچہ مدعیان سلطنت عبدالقادر عرف شاہ صاحب اور خدابندہ (برادران محمد قلی) کی بغاوت کے تذکرے میں بارش سے متعلق انہی نظموں میں سے ایک کا ذکر

نازنین کا چہرہ بجلی کی طرح چمکنے لگا جب وہ شرم کے مارے آنچل
ہٹا کر پھر چہرے پر ڈال لینے لگی۔
اس کے بالوں میں پھول ایسے نظر آنے لگے جیسے آسمان پر تارے۔
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس عہد کی پدمنی ہے۔
چاروں طرف گرج کی آواز سنائی دیتی ہے اور مینہہ برستا ہے۔
عشق کے ترانوں سے موروں نے چمنوں کو معمور کر دیا۔
اے قطب شاہ حضرت مصطفیٰ کے صدقے سے برسات آئی ہے
اس دن عشق و عاشقی کے ساتھ حکومت کرو۔

آمد برسات کی بعض نظموں میں بادشاہ نے اپنی فتحمندی اور خوش طالعی پر بھی بڑی مسرت کا اظہار کیا ہے اور اپنی تعریف میں اتنا زیادہ لکھا ہے کہ خودستائی تک پہنچ گیا ہے۔ ساتھ ہی بعض دشمنوں کی بڑی مذمت کی ہے اور ان کی ذلت و رسوائی اور ناکامی کا تلخی کے ساتھ تذکرہ کیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے بارش سے قبل بعض اہم لڑائیوں میں فتح پائی تھی۔ چنانچہ مدعیان سلطنت عبداللہ قادر عرف شاہ صاحب اور خدابندہ (برادران محمد قلی) کی بغاوت کے تذکرے میں بارش سے متعلق انہی نظموں میں سے ایک کا ذکر

اس نے بڑی دھوم دھام سے جاری کئے تھے۔ اور سالگرہ کی تقریب منانے پر تو اس نے خاص طور پر توجہ کی تھی۔

اس باب میں پہلے انہی مذکورہ رسوم سے متعلق معلومات پیش کرنے کے بعد محمد قلی کی دوسری روزمرہ کی مصروفیتوں اور دلچسپیوں کے متعلق اجمال کے ساتھ لکھا جائیگا۔

سالگرہ

محمد قلی اپنی سالگرہ کی تقریب بھی عیدوں اور تہواروں کی طرح بڑی دھوم دھام اور تزک و احتشام کے ساتھ مناتا تھا۔ یہ اگرچہ اس کا خاندانی کاج نہ تھا لیکن ہر طبقہ اور ہر قوم کی رعایا کے لیے یہ ایک مشترکہ قومی تقریب بن گئی تھی۔ خود بادشاہ نے اس کو تمام اہل ملک کے لئے ایک سرکاری عید کے طور پر رائج کر دیا۔

یوں تو محمد قلی قطب شاہ ۱۴ رمضان کو جمعہ کے دن پہلے پہر میں پیدا ہوا تھا۔ لیکن اس کی سالگرہ کی تقریب ہر سال اسی تاریخ کو نہیں منائی جاتی تھی بلکہ رمضان کا چاند دیکھنے کے ساتھ ہی ماہرین نجوم کے مشورہ سے تاروں کو دیکھ کر مبارک ساعت اور اچھی گھڑی کا تعین کر کے بادشاہ کی سالگرہ منانے کا دن تاریخ اور وقت مقرر کیا جاتا تھا۔

دن اور وقت کا تعین ہوتے ہی تمام محلاتِ شاہی کو آراستہ کیا جاتا بڑے بڑے شامیانے یا منڈپ اور آسمان گیریاں تانی جاتیں جن کے اونچے اونچے

تھموں کے کلس چاند اور سورج کی طرح چمکتے رہتے تھے۔ خوشی کے دمامے بجنے لگتے۔ ٹمٹمیاں بجائی جاتیں اور تارامنڈل چھوڑے جاتے۔

جہاں سالگرہ کے پھول پہنائے جاتے تھے اس جگہ نیلگوں رنگ (جو قطب شاہیوں کا سرکاری رنگ تھا) کا چتر لگایا جاتا۔ اور جب بادشاہ مرصع لباس زیب تن کیئے اور سر پر شاہی تاج رکھے اس چتر کے نیچے مسند پر بیٹھتا تو سات سہیلیاں پھولوں کا منڈپ پکڑی کھڑی رہتیں۔ یہ منڈپ نیشکر یعنی گنے کی چھڑیوں پر باندھا جاتا تھا۔ اور گنے کی ان چھڑیوں کو یہ سات نازنینیں تھامی رہتی تھیں۔

بڑے بڑے طبقوں میں مشک و زعفران بھر کر لایا جاتا تھا جو بادشاہ کے ساتھ تمام حاضرین محفل کو بھی لگایا جاتا۔ اس دعوت میزبانی میں اتنے لوگ جمع ہوتے کہ تل دھرنے کو جگہ نہ رہتی۔ بادشاہ قبلہ رو بیٹھتا تھا۔ اور چودہ ائمہ معصومین کے نام لے کر سہرا باندھتے۔ حضرت علیؓ کا نام لے کر گلے میں ہار پہناتے اور مصری چبانے کے لئے پیش کیجاتی۔ اس کے بعد نظر اتاری جاتی اور زر و جواہرات نثار کئے جاتے۔

بادشاہ کے مصری چبانے کے ساتھ ہی تمام مخلوق میں مصری تقسیم کی جاتی تھی اس اثنا میں گانے اور ناچنے والیاں اپنے اپنے کمال دکھاتی رہتیں دعوت میزبانی کے آخر میں اتنے پھول پان تقسیم ہوتے کہ ان کا خرچ لکھنا مشکل تھا۔

جس روز بادشاہ کی سالگرہ منائی جاتی تمام ملک میں ہر مذہب و ملت کے لوگ سجدے کر کے یا ہاتھ اٹھا اٹھا کر بادشاہ کی درازئ عمر کے لئے دعا کرتے شاہی باورچی خانوں سے لال لال طبقوں میں الوان نعمت کی تقسیم عمل میں آتی۔

یہ تمام معلومات تاریخوں سے نہیں بلکہ خود محمد قلی قطب شاہ کے کلام سے حاصل ہوئی ہیں۔ اس نے اپنی سالگرہ سے متعلق ہر سال ایک نہ ایک نظم ضرور لکھی تھی جن میں سے دس کلیات میں شائع ہوی ہیں ان نظموں کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ ان میں اس نے خدائے تعالیٰ کی عنایتوں کا بڑی عاجزی سے اعتراف کیا ہے۔ اس کے احسان مندی کے جذبات جتنے ان نظموں میں نمایاں ہیں کہیں اور نہیں۔ وہ ہر سالگرہ کے وقت سرتاپا عجز و انکسار کا پتلا اور خدا کا سچا سپاس گزار بندہ بن جاتا تھا۔ وہ اپنی درازئ عمر اور ترقی اقبال کے لئے بڑے عجز و الحاح کے ساتھ دعائیں مانگتا ہے اور اس کو یقین تھا کہ وہ اپنی ہر سالگرہ محض نبیؐ اور اہل بیت نبیؐ کے مہر و کرم کی وجہ سے دیکھ سکتا ہے۔ اس لیے وہ ان سب کی مدح و منقبت میں رطب اللساں ہے۔ ان نظموں میں اس نے خودستائی بھی کی ہے لیکن اس میں بھی اس کو نبیؐ و آل نبیؐ ہی کی توصیف و مدحت مقصود تھی مثلاً تیسری نظم میں لکھتا ہے :۔

خدا کی رضا سے سالگرہ آئی ہے۔ اس لئے تو اس کا ہزار بار شکر ادا کر۔

میرا راج اماموں کی دعا کی وجہ سے قایم ہے اور اسی لیے خدا نے گویا آب حیات پلا دیا ہے۔

نبیؐ کی دعا میرے سر پر ایک منڈپ کی طرح ہے اور اس منڈپ کی طنابیں اماموں کی دعائیں ہیں۔

تیرے جسم کا ہر رواں ایک زبان ہے اور تو ان تمام زبانوں سے شکر ادا کر کہ تیری قسمت کے تارے کو شرف بخشا گیا۔

اے معانی تو محمد پر صلوٰۃ بھیج کیونکہ انہی کی وجہ سے تو بچپن سے دنیا میں سرخرو ہے۔

اس سلسلے کی پانچویں نظم بہت اچھی اور اعلیٰ پائے کی ہے اس میں محمد قلی قطب شاہ کہتا ہے:۔

حبیب حق کی عنایت سے میری سالگرہ کے دن آئے ہیں اور علی کی محبت کی وجہ سے میری محفل معمور ہے۔

محمد قلی کے سر پر پھولوں کا منڈپ اس طرح اٹھائے کھڑے ہیں گویا خدا نے آسمان کو تنا دیا ہے۔

میرے سر پر محمد کا نام لے کر سہرا باندھا گیا اور گلے میں علیؑ کے نام سے حمایل پہنائے گئے۔

سکیوں نے اس تقریب میں اپنے سینے کے صدر پر جو بنوں کو پھولوں کی گیندوں کی طرح ہزاروں چھند بند سے سجایا ہے۔

سہیل ساقی بن کر سنبلہ کی صراحی سے مشتری کے پیالے میں شراب پلانے کے لیے آیا ہے۔

فرشتے مجھے چکانے کے لیے آسمان کے طبق میں تاروں کے نقل بھر کر اپنے ساتھ لائے ہیں

سکیاں سرخ رخساروں کے طبق میں عشق و محبت کی نعمت رکھ کر اپنے پیارے بادشاہ کو بڑے انداز سے کھلا رہی ہیں۔

آسمان کے طبق میں سورج اور چاند کے کاسے رکھ کر ان کو زعفران اور مشک سے بھر دیا گیا ہے تاکہ میری محفل میں کام آئیں۔

آسمان نے بادلوں کے منڈل اور فرشتوں نے چاند اور سورج سے تالیاں بجا کر میری دلچسپی کے لئے سکیوں کو نچایا ہے۔

محمد قلی ہمیشہ محمد کا غلام ہے اور اس نے آج علیؑ کی مہربانی کی وجہ سے سکھ اور آنند حاصل کیا۔

نبی کے صدقے میں اے قطب شاہ علیؑ سے مدد مانگ تاکہ تو آج کے دن لاکھ برس تک سالگرہ مناتا رہے۔

اسی طرح جملہ نظموں میں خوشی کے اظہار کے ساتھ ساتھ خدا نبیؐ اور اہل بیت نبی کی منقبت بڑی پاکیزگی سے قلمبند کی گئی ہے۔ یوں تو سالگرہ کی اکثر نظمیں اس قابل ہیں کہ ان کو پڑھ کر بادشاہ کے خلوص اور تخیل کی صفائی سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں لیکن یہاں ایک اور نظم کا خلاصہ درج کر کے بحث کو ختم کیا جاتا ہے۔ ساتویں نظم میں لکھتا ہے :۔

فرشتے عرش کے اوپر بادشاہ کی سالگرہ مناتے ہیں اور ساتوں آسمان کے محلوں میں بادل فراش بن کر فرش بچھاتے ہیں۔

پنجتن، بارہ اماموں، اور چودہ معصوموں کے کرم کی وجہ سے بادشاہ کو لاکھ برس کی سالگرہ بڑی آرزو اور ارمان سے حاصل ہوئی ہے۔

تمام حوروں نے سجدہ کیا تاکہ بادشاہ ہمیشہ زندہ رہے اور فرشتے ہاتھ اٹھا کر اس دعا میں آمین کہہ رہے ہیں۔

آسمان پر خوبروؤں کے چہروں کے افشاں کی طرح تارے نہیں ہیں بلکہ بادشاہ کی سالگرہوں کی گرہیں ہیں جو دو عالم کے لئے باعث زینت بن گئی ہیں۔

بادشاہ کے گھر میں مہمانی (دعوت) ہوتی دیکھ کر سورج اور چاند بھی مہمان بن کر آئے ہیں بجلیاں خوشی سے ناچ رہی ہیں اور عشرت کے بادل چھا رہے ہیں۔

چاروں طرف سے بادل مل مل کر دوڑے آرہے ہیں گویا فرشتے اس تقریب میں آسمان کے سینے کو ملنے کے لیے مشک لے آئے ہیں۔

پنجتن پاک قطب شاہ کو اپنی عنایت سے حیات اور بخت و دولت دیکر خضر کی طرح جاوداں بنائیں۔

مہندی سالگرہ کے بیان کے ساتھ ہی مہندی کے رسم کی تفصیل بھی قابل ذکر ہے۔

اس موضوع پر ایک ہی نظم سے معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ جس میں وہ کہتا ہے کہ :۔

خوشیوں کے طبل بجائے جارہے ہیں اور قطب زماں کو طرح طرح سے آب حیات پلایا جارہا ہے۔

مجھے اس بارگاہ میں بٹھایا جارہا ہے جہاں کا رنگ بڑا سہانا ہے اور جہاں نبی کا نام

لے کر سورج جیسی شمعیں لگائی گئی ہیں۔

وہاں کی مسندیں زرنگار ہیں جس کے کندن میں تارے جڑے ہوئے ہیں۔ اور وہاں سونے سے بنائے ہوئے سرو کے درخت خاص آرائش و زیبائش کے ساتھ سجائے گئے ہیں۔

اس بارگاہ کے صحن میں زہرہ کی طرح زرق برق محافے روشن ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سورج کی کرنیں چمک دمک کے ساتھ سر اٹھائی کھڑی ہیں۔

ایک خوبصورت رنگیلی بڑی نزاکت و رنگینی کے ساتھ بہت سے رنگ لا کر مہندی بادشاہ کے پاؤں کو کئی ایک چاؤوں کے ساتھ لگاتی ہے۔

مہندی لگانے کے بعد تمام پیارے یکے بعد دیگرے بادشاہ پر سے بل بل جاتے ہیں (بلائیں لیتے ہیں) اور خوش بخت سندریاں رنگ اور رس کے ساتھ ناچتی ہیں۔

نبیؐ کے صدقے میں قطب شاہ کو یہ خوشیاں زیب دیتی ہیں کیونکہ وہ ان خوشیوں اور انندمیں تمام دنیا کو شریک کر کے اپنا فریفتہ بنا لیتا ہے۔

قطب شاہ

اس خلاصے کے بعد کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ مہندی کے رسم سے متعلق اور کچھ لکھا جائے یہ محمد قلی کے شاعرانہ کمال کا طفیل ہے کہ اس کی زندگی کے اکثر واقعات کے نہایت نفیس اور مکمل مرقعے ہمارے لیے محفوظ رہ گئے۔

جلوہ اس موضوع سے متعلق محمد قلی نے جو نظمیں لکھی ہیں وہ بڑی دلاویز ہیں۔ چھ نظمیں تو محض جلوہ پر ہیں اور ایک جلوہ کی گھڑیوں اور پہروں سے متعلق ہے جو تقسیم اوقات کے عنوان سے درج کلیات ہے۔

یہ تو یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ سب نظمیں محمد قلی نے اپنی شادیوں کی تقریب میں لکھی ہوں گی البتہ اتنا ضرور ہے کہ ان میں سے اکثر خود اس کی زندگی سے متعلق ہیں۔ محمد قلی نے دو تین شادیاں دھوم دھام سے شرعی طریقے پر کی تھیں جن کا ذکر "اہل اور اولاد" کے عنوان میں درج ہے۔ لیکن ان باضابطہ نکاحوں کے علاوہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کئی نازنینوں سے جملہ رسوم کے ساتھ شادیاں رچائیں اور جلوہ کی یہ نظمیں زیادہ تر انہی تقریبوں میں لکھی گئی ہونگی۔ اس کی بارہ پیاریوں کا تذکرہ گذر چکا ہے چنانچہ ان پیاریوں میں سے بعض کے نام بھی ان نظموں میں اس نے لکھ دیے ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ دوسری، چوتھی، پانچویں، اور چھٹی نظم علی الترتیب کنولی، پیاری، موہن اور نینھی کے جلوے کی تقریب میں لکھی گئی تھی۔

ان نظموں کے مطالعے سے اس عہد کی دلہنوں کے بناؤ سنگھار اور رسم جلوہ کے طریقے واضح ہوتے ہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ ایک طرف بڑے اہتمام سے جلوے کا تخت سجایا جاتا تھا اور چوکی کو چاروں طرف سے موتیوں سے آراستہ کرتے تھے۔ اور دوسری طرف مشاطائیں دلہن کے ہاتھوں اور پاؤں کو مہندی لگاتیں کندنی کلیوں کے ہار گوندھے جاتے۔ تمام عورتوں کو اس تقریب میں موتیوں کے کناروں کی ساڑیاں بندھوائی جاتیں۔

سات سہاگنیں مل کر دلہن کے بالوں میں تیل لگاتیں، کنگھی کرتیں، چوٹی گوندھتیں۔ مانگ میں موتی پروئے جاتے۔ مشاطہ ہاتھوں کا بناؤ سنگھار کرتی پیشانی پر چاند سا ٹیکہ لگایا جاتا۔ آنکھوں میں

کاجل اور سرمے کے خط کھینچے جاتے۔ ایسے مہین کپڑے کا زرین لباس پہنایا جاتا کہ دلہن کا تمام جسم اس میں سے جھلکنے لگتا اور اس کے جوبن ایسے نظر آتے جیسے کہ سونے کے طبق میں پھولوں کی گیندیں رکھدی گئی ہوں اور ان پر دو کالے کالے بھونرے بیٹھے ہوں۔ اس طرح آراستہ و پیراستہ کر کے سانوں سہیلیاں دلہن کو جلوے کے تخت پر لا کر بٹھاتیں اور اس کے سر پر سہرا اور گلے میں پھولوں کے ہار پہناتیں۔ اس وقت اگرچہ دلہن کے جسم اور سر پر جلوے کی چادر یا آنچل اوڑھایا جاتا تھا لیکن وہ بھی اتنے مہین کپڑے کا ہوتا کہ سہرا اور گلے کے ہاروں کے علاوہ جگہ جگہ سے اس کا جسم ایسا جھلکنے لگتا جیسے کہ بجلیاں ابر میں چمک رہی ہوں۔ پھول پہنانے کے بعد دلہا اور دلہن دونوں کو شربت پلایا جاتا اور دونوں کے ہاتھوں میں پان کے بیڑے دیئے جاتے تاکہ ایک دوسرے کو کھلائیں۔

اس تفصیل کے بعد نمونے کے طور پر جلوے کی صرف ایک نظم یہاں نقل کر دی جاتی ہے جو اس سلسلے کی پہلی نظم ہے۔

پریم پیاری کا جلوہ گاؤ سارے — اسے چند سورسوں پریاں سنگارے
(چاند سورج)

سہاگاں بھاگ پھل متک کھلے ہیں — سہیلیاں آرتی تارے نوارے

رچاؤ تخت جلوے کا خوشی سوں — کہ چوندھر چوک موتیاں سوں سنوارے

چڑاوو تیل اب سانوں سہاگان — مشاطہ ہو کے زہرہ ہت نگارے

پلا شربت دیو وہاتاں میں بیڑے — بندا وو سا ریاں مونیاں کنارے

محمد قطب شاہ ہور اس پری کوں — خدا یا رکھ جداں لگ ہیں ستارے

جلوہ کی نظموں کے سلسلے میں ایک اور طویل نظم کا تذکرہ ضروری ہے جو جلوے کی گھڑیوں اور پہروں کی مصروفیتوں پر قلمبند کی گئی ہے اس میں محمد قلی لکھتا ہے :۔

بازغین پہلی گھڑی میں ساعتی کی بارش کے موتی جیسے قطروں سے غسل کرتی ہے اور دوسری گھڑی میں عشق کی چادر اوڑھتی ہے ۔

تیسری گھڑی میں اپنے گلے میں پریم کی گلسر باندھتی ہے اور چوتھی گھڑی میں چوکی پر بیٹھ کر مجھ کو شراب حیدری پلاتی ہے ۔

پانچویں گھڑی میں پانچوں رنگوں کو آگ کی طرح نغموں سے روشن کرتی ہے اور اور چھٹی گھڑی میں اپنی چھاتی کی عنبری خوشبوئیں نگھاتی ہے ۔

ساتویں گھڑی میں ساتوں سکیاں مل کر مجھے چیرا باندھتی ہیں اور آٹھویں گھڑی میں بڑے چھندوں کے ساتھ ہوا کی چادر اوڑھتی ہے ۔

گھڑیوں کو گنا چھوڑ کر میں اب پہروں کو گنتا ہوں پہلے پہر میں کنولی کے بالوں میں کیوڑے کے پھولوں کی خوشبو مہکتی ہے ۔

دوسرے پہر میں سکی اپنے کان میں دوپہری پھول لگاتی ہے ۔ یہ شراب میرے کس کام کی مجھے تو شراب کوثر پلانا چاہیے ۔

تیسرا پہر عبادت اور اللہ و محمدؐ و علیؑ کے ذکر کے لیے ہے جب کہ غلام قنبر خوشیوں کے پیالوں کی طرح بجنے لگتا ہے ۔

چوتھے پہر میں بدھنی قطب زماں سے آکر ملتی ہے کیونکہ نبیؐ کے صدقہ میں قطب زماں اس عہد کا انوری ہے ۔

سنہ ۱۹۴۰ء

اس نظم کے ہم معنی اور ہم قافیہ ایک نظم جلوہ کی گھڑیوں پر رسالہ سب رس بابتہ جولائی میں شایع ہوئی ہے ۔ جس کو ایک صاحب جمال الدین حیدر نے اسی سال جگتیال (ضلع عادل آباد)

میں جلوہ کی رسم میں عورتوں کو گاتے ہوئے سنا تھا۔ اس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بھی محمد قلی ہی کی لکھی ہوئی ہوگی یا اس کے قریبی زمانے میں کسی نے اس کی نظموں کی تقلید میں یہ نظم لکھی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مرور ایام کی وجہ سے اس نظم میں چند الفاظ بدل گئے ہیں تاہم اس کا محمد قلی کی اس نظم سے مقابلہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ایک ہی شخص یا ایک ہی زمانے کی تحریریں ہیں۔ یہاں ہم ان دونوں نظموں کے چند شعر پہلو بہ پہلو پیش کرتے ہیں تاکہ محمد قلی کے کلام کی مقبولیت کا اندازہ ہو سکے

محمد قلی کی نظم	عہد حاضر میں مستعمل نظم
پہلی گھڑی سانتی کے مینہ موتیاں سیتی نہاتی پری	پہلی گھڑی سر نہا دھو کر پھول پہنی جوڑا ڈال کر
دوسری گھڑی میں عشق چادر اوڑے ہے اواستری	تن بسنے خوشبو لاؤ کر پھول پہنی چند امشتری
تسری گھڑی باندھے پرم کی گلسری اپ کنٹھ میں	دوسری گھڑی پاؤں پائجنا گھنگرو جو بجتے رم جھما
چوتھی گھڑی چوکاں رچے پیلاتی منج مد حیدری	گھنگرو کی صنعت کیا کہوں پاؤں پہنی چند امشتری
ساتویں گھڑی ساتوں سکیاں مل کر بندلو وچیر منج	تیسری گھڑی ڈنڈ کے کڑے مانگ کے موتی بول جڑے
آٹھویں گھڑی چندراں سیتی اوڑے پون کا چادری	چونسر ناراں یوں گھڑے اس مول اس کا بن دھری

کھیل کود اور دوسری مصروفیتیں

ساگر، ہندی، اور جلوہ وغیرہ کی رسموں اور مصروفیتوں کے بعد اب ہم محمد قلی قطب شاہ کی دوسری مصروفیتوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اس سلسلے میں سب سے پہلے ہم نٹوں اور بھانڈوں کی ایک محفل کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ

اس عہد میں ہر محفل اور ہر تقریب میں رقص و سرود ضروری تھا چنانچہ عیدوں اور تہواروں اور رسوم کی جملہ مخلوں میں محمد قلی نے ناچ اور گانے کا التزام سے تذکرہ کیا ہے لیکن رقاصاؤں کے علاوہ ایک اور طبقہ نٹوں یا نٹووں کا تھا جو اپنے اعضا کی حرکتوں اور پھرتیلی اداکاری کے ذریعے سے عجیب عجیب کرتب دکھاتے تھے۔ جن کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کے جسم میں ہڈی ہی نہیں ہے۔

ناٹک یا نٹوں کے کرتب محمد قلی کے عہد میں بڑے باکمال نٹ یا نٹوے موجود تھے۔ اور وہ ناٹک کی طرح ایک محفل ترتیب دیا کرتا تھا جس میں یہ باکمال اپنی اداکاری کے جوہر دکھاتے تھے۔ اس موضوع پر اس نے ایک اعلیٰ پائے کی نظم لکھی ہے جس کے حسب ذیل خلاصے سے اس محفل کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل ہو سکتی ہیں:۔

آج بادشاہ زرین پرتکلف لباس سے آراستہ ہوا ہے اور اس کے جسم اور چہرہ کا نور موتیوں کی طرح چاروں طرف جھلک رہا ہے۔

دنیا کے تمام باکمال (خوباں) شاہ کے دربار میں خدمت گزاری کے لئے موجود ہیں چاروں طرف یوسف جیسی صورت والے اور نازک اور کم عمر حسین انسان وہیں۔ ان خدمتگاروں کے ہاتھوں میں موتی جڑے ہوئے کہکشاں جیسے ڈنڈے (عصا) ہیں جن کے کلس سورج جیسے چمکدار اور جسم سونے کی طرح ہیں۔

زرتار کی ڈوریاں کرنوں کی طرح اور نٹوے درمیان میں تاروں کی طرح رقصاں ہیں یہ تارے (یعنی نٹ) ایسا چمکدار لباس پہنے ہوئے ہیں کہ ان کا نور سورج سے زیادہ چمک رہا ہے۔ ان کو جب دور سے فرشتے دیکھتے ہیں تو بیچارے حیران ہو جاتے ہیں۔

ان کے کانوں میں بجلیوں کے ٹکڑوں کی طرح آویزے چمکتے ہیں۔ اور یہ کئی طرح

کے چھند بند کر کے کولانٹ کھیلتے، کولاٹیاں یا قلابازیاں کھاتے ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ یہ مہہ پارے کیسے شوخ ہیں!

ان نٹوں نے اپنے چہروں کو اس طرح بنایا ہے کہ ان کی آنکھوں کے قریب سرخ یا خاکستری سا نظر آتا ہے جیسے بھوجنگ (اژدہا) زبانیں نکالے کھڑے ہوں۔ آنکھوں کے لال رنگ کے ڈورے جنگاریاں ہیں اور رخسار شعلے کی طرح دہکتے ہیں۔

ان کے ہاتھوں میں جگہ جگہ مہندی کے بوند ایسے نظر آتے ہیں جیسے ہرے ہرے پتوں میں لال پھول ہوں۔ اداکاری کے ساتھ ساتھ یہ ایسی اچھی گفتگو بھی کرتے ہیں کہ گویا موتی جھڑ رہے ہیں جن کے رشک سے سمندر کھارے ہو گئے ہیں۔

طرح طرح سے چہرے بنا کر یہ نٹوے ایسی قلابازیاں کھاتے ہیں کہ ان کی پتلی کمر دیکھ کر دنیا والے چیتے کی کمر بھول جاتے ہیں۔

یہ بھاری بھرکم ہاتھیوں کی طرح مستی اور تنومندی دکھاتے ہیں اور ان کے قد ایسے سیدھے ہیں جیسے تیر۔ جب یہ آہستہ چلتے ہیں تو پانی کی طرح اور تیزی میں آتے ہیں تو ہوا بن جاتے ہیں۔

نٹ ناٹک میں ایسا گاتے ہیں کہ سب خوش ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ طنبورے اور تال بجتے رہتے ہیں اور ڈھول کے دھماکوں کی آوازیں آتی ہیں۔

یہ ایسے خیچل، چتر، باکمال اور صاحب فن ہیں کہ لاکھوں تک ان کے درشن کرنے والے ہیں۔ انہی تماشوں نے قطب شاہ کو تمام عالم کے دل کا پیارا بنا دیا ہے۔

کھیل

ناٹک کے بعد قطب شاہ کے کلام سے میدانی اور خانگی کھیلوں کی نسبت بھی کچھ معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ ایک نظم اس نے چوگان کھیلنے کے متعلق لکھی ہے لیکن اصل میں چوگان بازی کا استعارہ قرار دے کر عشق بازی کی طرف توجہ کی ہے۔ تاہم

اس نظم سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ اچھے موسم میں چوگان ضرور کھیلا کرتا تھا وہ کہتا ہے ؎

ہر طرف رنگاں سیتی کھلیئے ہیں پھول　　کھیلو چوگان اب کہ ہے بستان خوش

یعنی ہر طرف رنگ برنگ کے پھول کھلے ہوئے ہیں اور بستاں اچھا نظر آ رہا ہے اس لئے چوگان کھیلو ۔ یہ نظم کلیات کے ص۱۵۸ پر شایع ہوئی اور قابل مطالعہ ہے ۔ اس میں گھوڑے کی سواری، گیند، میدان، اور زور کے چھند سے کھیل جیتنے کا تذکرہ کیا ہے ۔

پھوکڑی پھو اور ڈھان ڈھکنی

چوگان کے ساتھ ان دو کھیلوں کا تذکرہ بھی ایک نظم میں ملتا ہے ۔ جس کا مطلع ہے ۔

سکی تال دے منج لکتی کھڑی　　کہ ڈھان ڈھکنی کھیل کر ٹکنی کھڑی

پھر کہتا ہے کہ اس نے ابھی پھوکڑی پھو کھیلنا نہیں سیکھا اور ڈھان ڈھکنی کھیلنے آئی ہے ! اول الذکر کھیل اب تک دکن میں لڑکیوں کا مشہور و مقبول کھیل ہے ۔

حقہ

اسی نظم سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی حقہ بھی پیا کرتا تھا اس میں اس نے سکی کے حقہ بھر بھر کے دینے کی طرف اشارہ کیا ہے ۔

تدبر و سیاست

محمد قلی قطب شاہ ایک اقبالمند بادشاہ تھا، لیکن اس کی اقبال مندی کی تعمیر میں اسکے قلب و دماغ کی صلاحیتوں کا بڑا حصہ ہے۔ اس کی سلامتی طبع، اس کی صلح جوئی، اس کی بہادری، بروقت کام کرنا، باوجود عیش و عشرت کی فراوانی کے جملہ حالاتِ ملک اور ہر سازش اور خفیہ کارروائی سے واقف ہو جانا، اس کی دریادلی اور رعایا پروری — وہ خصوصیتیں ہیں جو ایک ہی شخص میں کم جمع ہو سکتی ہیں۔

اس کی معرکہ آرائیوں کے حالات معلوم کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ ایک اعلیٰ مدبر اور سیاست داں بھی تھا۔ لڑائیوں کے اسباب، ان کا آغاز، مقابلے کے لئے جلد از جلد تیاری، اور اثنائے جنگ میں بروقت فوجی کمکوں کا انتظام، سپہ سالار اور سرداروں کا انتخاب نیز لڑائیوں کے اختتام کے طریقے اور مفتوحین کے ساتھ برتاؤ۔ یہ سب ایسے امور ہیں جن پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی نے کبھی افراط و تفریط سے کام نہیں لیا۔ نہ وہ کبھی مغلوب الغضب ہوا، نہ اسے ملک گیری کی ہوس تھی، نہ اس نے لوٹ مار کی خاطر کہیں

چڑھائی کی یا مفتوحین کے قلعوں اور شہروں کو تباہ و برباد کر دینے کا حکم دیا۔ حالانکہ اس کا ایک میر جملہ ملک امین الملک بڑا سخت گیر اور خشمناک سپاہی تھا لیکن وہ خود ہمیشہ سلامت روی کو پسند کرتا تھا اور اکثر یہ تاکید کرتا تھا کہ دشمن یا باغیوں کو پہلے پوری طرح سے سمجھا منا کر لڑائی سے باز رکھنا چاہیئے۔ چنانچہ کندراج کے مقابلے میں فوجوں کو بھیجتے وقت اس نے اس کی بڑی سخت تاکید کی اور آخر میں اسی خیال سے کہ شاید اس کے سپہ سالار اسکی اس حکمت عملی کا خیال نہ کریں گے وہ خود لڑائی کے میدان میں نکلنا چاہتا ہے۔ اسیطرح اس کا ایک دوسرا امیر جملہ مرزا محمد امین اپنے پیشرو ملک امین الملک کے مقابلے میں ایک بہت ہی عشرت پسند اور امن دوست امیر تھا لیکن محمد قلی کو لڑائی کے معاملات میں ایسی سستی اور غفلت بھی پسند نہ تھی چنانچہ جب فتنہ انگیزی کی اطلاع ملتی ہے تو میرزا محمد امین کو تاکید کرتا ہے کہ باغیوں کی طرف سب سے پہلے متوجہ ہونا چاہیئے کیونکہ یہ دوسری تمام مہمات سے اہم ترین مہم ہے۔

محمد قلی قطب شاہ کے تدبر اور اعلیٰ فہم و فراست کا اندازہ کرنے کے لیے حسب ذیل موضوعوں پر نظر ڈالنا ضروری ہے۔ کیونکہ اس زمانے کے حالات اور سیاست کے مطابق محمد قلی نے ان امور کو اس خوبی سے سرانجام کیا کہ شائد ہی اس کی جگہ کوئی دوسرا بادشاہ کر سکتا۔

۱۔ دکن کے سیاسی توازن کا خیال۔ ۲۔ بیرونی تعلقات۔ ۳۔ ہندو رعایا کی سرپرستی

۴۔ ایرانیوں اور اجنبیوں کی نگہداشت۔

دراصل یہی وہ اہم کام ہیں جن کی طرف ہمیشہ خوش اسلوبی اور کمال ہنرمندی کیساتھ متوجہ رہنے کی وجہ سے محمد قلی نے ایک کامیاب بادشاہت کی اور اپنی سلطنت کو ایک عرصے تک امن و امان اور ترقی کی شاہراہ پر چلاتا رہا۔

(۱)

دکن کے سیاسی توازن کا خیال

اس بارے میں محمد قلی نے اپنے پیشرو ابراہیم قلی کی حکمت عملی کو نہ صرف جاری رکھا بلکہ اس سلسلے میں بعض ایسے کام کیے کہ وہ بہت مستحکم ہوگئی۔ تالیکوٹ کی لڑائی کے بعد سے دکن کی مسلمان سلطنتیں ایک دوسرے سے دست و گریبان ہوگئی تھیں۔ اور اس طرح فتح تالیکوٹ سے فائدہ اٹھانے کے مواقع ہاتھ سے نکلے جارہے تھے۔ یہ طوائف الملوکی جاری ہی تھی کہ بیجاپور کے علی عادل شاہ اور گولکنڈہ کے ابراہیم قلی قطب شاہ کا انتقال ہوجاتا ہے اور حسن اتفاق سے ان دونوں کے جانشین یعنی ابراہیم عادل شاہ ثانی اور محمد قلی قطب شاہ ملک گیری اور خونجوئی سے زیادہ امن و امان اور صلح پسندی کی طرف مائل تھے۔ اور دونوں میں تدبر و فراست کی کمی نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۰۰۰ھ کے بعد سے دکن کی تہذیب و شائستگی کے جو سرچشمے جاری ہوئے وہ عرصے تک قائم رہے۔

چاند بی بی ہمشیرہ محمد قلی کی شادی

پہلے پہل محمد قلی نے باپ کی حکمت عملی کے مطابق اور

اقتضائے وقت کے لحاظ سے نظام شاہیوں کی مدد کے لئے اپنی فوجیں روانہ کیں اور خود بھی میدان جنگ میں نکل آیا۔ لیکن جب عین میدان کارزار میں ابراہیم عادل شاہ کا مکتوب صلح وصول ہوا تو اس نے لڑائی سے ہاتھ دھو کر گولکنڈہ کا رخ کیا اور نظام شاہیوں کو بھی واپس چلے جانے کی ترغیب دی۔ اس طرح سے بیجاپور کے ساتھ گولکنڈہ کے تعلقات جو عرصے سے خراب تھے پھر اتنے خوشگوار ہو گئے کہ اس واقعہ کے تین چار سال بعد بیجاپور کی طرف سے ملک التجار خواجہ علی شیرازی گولکنڈہ آیا اور محمد قلی قطب شاہ کی بہن شہزادی چاند بی بی کو بیجاپور کے نوجوان حکمران ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عقد نکاح میں دینے کا پیام لے آیا۔ اس پیام مواصلت کی سب سے بڑی وجہ جیسا کہ تاریخوں میں لکھا ہے یہی تھی کہ بیجاپوری سلطنت قطب شاہیوں کی مخالفت سے محفوظ رہنا چاہتی تھی۔ چنانچہ اس گفت و شنید کی خبر معلوم کر کے نظام شاہی وکیل السلطنت صلابت خاں بہت چراغ پا ہوا اور اس نے کوشش بھی کی کہ پیام و سلام کا یہ سلسلہ منقطع ہو جائے لیکن اس کو ناکامی ہوئی۔

غرض ۹۹۸ھ میں خواجہ علی ملک التجار بیجاپور کے چند اعیان سلطنت کے ساتھ متعدد تحائف و ہدایا لے کر محمد قلی کے دربار میں حاضر ہوا۔ محمد قلی نے دکن کے سیاسی توازن کیلئے اس نئے رشتے کو مناسب خیال کیا اور سفیر کے ذریعہ تصفیہ کرایا کہ خود ابراہیم عادل شاہ گولکنڈہ کی سرحد پر قلعہ نلدرگ تک آکر دلہن کا استقبال کرے اور وہاں عقد نکاح کے مراسم

طے پائیں۔ چنانچہ اس تصفیہ کے مطابق جب ابراہیم عادل شاہ کے قلعہ نلدرگ کے پاس پہنچنے کی اطلاع ملی[1] تو محمد قلی قطب شاہ نے میر امیر زنبیل مصطفیٰ خاں استرابادی، ملک الملک، اعتبار خاں یزدی، ملک فخر الملک اور امین خاں دبیر کو ۹۹۶ھ میں شہزادی کی پالکی کیساتھ نلدرگ کی طرف روانہ کیا۔ جب ابراہیم عادل شاہ کو شہزادی کی آمد آمد کی اطلاع ملی تو اس نے منصبدار خاص کو استقبال کے لیے بھیجا اس کے بعد شریعت کے مطابق نکاح پڑھا گیا اور بادشاہ نے شاہ درگ پہنچ کر ایک ہفتے تک جشن شاہانہ منایا جس کے بعد قطب شاہی امرا کو تشریف فاخرہ کے ساتھ گولکنڈہ کو واپس کیا اور خاص کر مصطفیٰ خاں کو بارہ ہاتھی اور بارہ ہزار ہون اور دیگر تحف و ہدایا کے ساتھ رخصت کیا گیا۔ گولکنڈہ کی طرف سے بھی عادل شاہی امرا کے لئے خلعتیں روانہ کی گئی تھیں۔

عادل شاہی شہزادہ اسمٰعیل کی بغاوت

قطب شاہی شہزادی کے بیجاپور جانے کے بعد عادل شاہیوں اور قطب شاہیوں کے تعلقات بہت مستحکم ہو گئے۔ حالانکہ اس قسم کی سیاسی شادیاں دکن میں بھی ناکام ثابت ہوئی ہیں اور جہیز یا کسی اور مسئلہ سے متعلق ایسے جھگڑے کھڑے ہو گئے ہیں کہ اتحاد و یکجہتی کی جگہ الٹی لڑائیاں لڑائی پڑیں۔ لیکن محمد قلی نے اس رشتہ کو بڑی خوبی سے نباہا۔ چنانچہ اس شادی کے چند سال

[1] مورخ فرشتہ لکھتا ہے کہ ابراہیم عادل شاہ نلدرگ تک نہیں گیا بلکہ امرائے عادل شاہی گئے تھے۔

بعد ہی جب ابراہیم عادل شاہ کا چھوٹا بھائی اسمٰعیل تخت بیجاپور کا دعویدار ہوا اور بھائی کے خلاف ، رمضان ۱۰۰۲ھ میں علم بغاوت بلند کرکے بہت سے عادل شاہی امرا کو اپنے ساتھ ملالیا اور ساتھ ہی برہان نظام شاہ والی احمد نگر کو بھی مدد کے لیے طلب کیا تو یہ ابراہیم کے لیے بڑا نازک وقت تھا اس کے بڑے بڑے امرا و عمائدین مثلاً عین الملک ، الیاس خاں ، رومی خاں ، دیونانک ، اور پنڈت آپاجی وغیرہ کے علاوہ خاص خاص ملازمین بھی غداری پر تلے ہوئے تھے ۔ اور شمال سے شاہ احمد نگر ایک جرار فوج کے ساتھ بیجاپور کی طرف بڑھ رہا تھا ۔ ان پریشانیوں میں ابراہیم کو محمد قلی یاد آیا اور اس نے فوراً اپنے ایک امیر شاہ نوار خاں کو اس کی خدمت میں روانہ کرکے مدد طلب کی ۔ محمد قلی امداد روانہ کر ہی رہا تھا کہ ۶ ربیع الثانی ۱۰۰۳ھ کو شاہزادہ اسمٰعیل کو شکست ہوئی اور وہ قتل کر دیا گیا ۔ اس واقعہ کی اطلاع سن کر برہان نظام شاہ احمد نگر کی طرف واپس ہو گیا اور محمد قلی کو فوجی امداد روانہ کرنے کی ضرورت باقی نہ رہی ۔

علی بریدپر حملہ

اسی طرح محمد قلی نے ایک اور دفعہ ابراہیم عادل شاہ کی خاطر نظام شاہیوں کے خلاف اپنی فوجیں روانہ کیں ۔ برہان نظام شاہ شہزادہ اسمٰعیل کی شکست سے مایوس ہو کر واپس ہوا تھا کہ علی برید والی بیدر نے اس کو اپنی تائید میں بیجاپور پر حملہ کرنے کے لئے مدعو کیا ۔ علی برید نے ابراہیم کو اوسہ ، قندھار اور کلیانی

دینے کا وعدہ کرکے بیدر پر دوبارہ قبضہ حاصل کیا تھا اور اب اس ڈر سے کہ کہیں ابراہیم ان قلعوں کو طلب نہ کرے برہان کی مدد چاہی۔ چنانچہ پہلی جمادی الاول ۱۰۰۳ھ کو دس بارہ ہزار سواروں کی فوج روانہ کی۔ اب ابراہیم نے دکن کے سیاسی توازن کو برقرار رکھنے کے لئے محمد قلی سے مدد مانگی اور چونکہ وہ اسی حکمت عملی پر کاربند تھا اس لیے بیدر پر حملہ آور ہوا۔ لیکن بعد کو جب علی برید کے ایما سے وینکٹادری نے قطب شاہی سلطنت پر حملہ کیا تو محمد قلی کی فوجیں بیدر کا رخ چھوڑ کر کرناٹک کی طرف روانہ ہوگئیں۔

مغلوں کے مقابلے میں احمد نگر کی امداد

ان واقعات سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ محمد قلی نظام شاہیوں کا دشمن ہی بن گیا تھا۔ اب تک اس نے ان کے خلاف جو کچھ بھی کیا وہ محض سیاسی توازن کے برقرار رکھنے کے لئے تھا۔ لیکن جب اس کے بعد ہی احمد نگر پر مغلوں نے حملہ کیا تو وہ گزشتہ چند سال کے ناخوشگوار تعلقات کو بالکل بھول گیا اور اپنے ایک ترکمان بہادر مہدی قلی سلطان کے ساتھ چھ سات ہزار سوار اور ہزارہا پیادے نظام شاہیوں کی مدد کے لیے روانہ کیے حالانکہ یہ قطب شاہی سلطنت کے لیے خطرناک تھا کیونکہ وینکٹ پتی راے پینکنڈہ اس کی سرحد پر موقع کا منتظر بیٹھا تھا۔ چنانچہ اس وقت اس نے فوراً حملہ بھی کر دیا تھا۔ محمد قلی قطب شاہ کی اس کمک کی وجہ سے مغلوں کے مقابلے کیلئے ساٹھ ستر ہزار کی ایک ایسی بڑی فوج جمع ہوگئی جو جنگ تالیکوٹ کے بعد سے سرزمین دکن میں

کبھی جمع نہ ہوئی تھی۔ لیکن اس عظیم الشان فوج کے احمد نگر پہنچنے سے قبل ہی مغلوں نے چاند بی بی سے صلح کر لی کیونکہ وہ اتنی بڑی لڑائی کے لیے تیار نہ تھے۔ اس طرح ۱۰۰۱ھ میں محمد قلی کا سپہ سالار مہدی قلی سلطان اپنی فوجوں کے ساتھ حیدرآباد واپس آ گیا۔[1]

اس وقت اگر ملکہ چاند سلطانہ دکنی فوج کی آمد کا انتظار کرتی اور مغلوں سے صلح نہ کرلیتی تو شائد دکن کی تاریخ بدل جاتی کیونکہ برار کا علاقہ مغلوں کو تفویض کر کے صلح کر لینے میں سب سے بڑی خرابی یہ ہوی کہ مغلوں کے قدم دکن میں جم گئے اور وہ دکن کی ان تین باقی ماندہ سلطنتوں (نظام شاہی، عادل شاہی، اور قطب شاہی) کی سرحد پر بیٹھے ہوئے تاک میں لگے رہے کہ جہاں موقع ملے ان تینوں میں سے کسی پر حملہ کر دیں۔

مغلوں سے لڑائی چنانچہ اس صلح کے ایک سال کے اندر ہی مغلوں نے نقض عہد کیا اور اکبر اعظم کی فوجوں نے قصبہ پاتری پر قبضہ کر لیا جو علاقہ برار کے حدود میں نہ تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چاند سلطانہ نے ابراہیم عادل شاہ اور محمد قلی قطب شاہ کو صورت حال سے مطلع کر کے مدد طلب کی۔ دونوں نے فوراً فوجیں روانہ کیں۔ جو ۷ جمادی الثانی ۱۰۰۳ھ کو علی الصباح ناندیڑ کے قریب دریائے گوداوری کے کنارے مغلوں کے مقابلے میں صف آرا ہوئیں۔ عادل شاہی فوجیں وسط میں اور میمنہ پر نظام شاہی اور میسرہ پر قطب شاہی

---

[1] صاحب برہان مآثر نے اس قطب شاہی فوج کی تعداد بیس ہزار پیادہ اور دس ہزار سوار بتائی ہے۔ صفحہ ۶۱۴ و ۶۲۵۔

فوجیں جم گئیں۔

عصر کے قریب لڑائی شروع ہوئی اور سہیل خاں سپہ سالار بیجاپور کی بہادری کی وجہ سے مغلوں کو شکست ہوئی۔ ان کے چار ہزار آدمی مارے گئے اور سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ ان کی طرف کے دو بڑے سردار یعنی راجہ علی خاں والی برہان پور اور راجہ رام چند بھی میدان جنگ میں کام آئے۔ لیکن دوسرے روز مغلوں نے پھر اپنی منتشر فوجوں کو جمع کر کے قبل از طلوع آفتاب دکنی فوج پر حملہ کر دیا۔ اس وقت طرفین نے دل توڑ کر ایک ایک انچ زمین کے لئے جان دی۔ اسی مقابلے میں خود سہیل خاں سپہ سالار افواج دکن زخمی ہو کر گھوڑے سے گرا اور اس کی فوجیں میدان سے پسپا ہو کر شاہ درگ چلی آئیں۔ اور قطب شاہی فوج حیدرآباد واپس ہو گئی۔

امیر برید والی بیدر کی پناہ گزینی

اگرچہ والی بیدر سے سلطان محمد قلی کے تعلقات کچھ اچھے نہ تھے لیکن اس خاندان کے آخری حکمران امیر برید ثانی کو جب ۱۰۱۸ھ میں اپنے ایک باغی مرزا علی کی سازش سے اپنا پایہ تخت چھوڑنا پڑا تو وہ محمد قلی کے رحم و کرم کو پیش نظر رکھ کر سیدھا حیدرآباد چلا آیا۔ یہاں محمد قلی نے اس کے ساتھ بڑی ہمدردی کی اور اس کو اپنے دربار میں شریک کر لیا۔ اس کی آمد کے سال ڈیڑھ سال بعد ہی محمد قلی قطب شاہ کا انتقال ہو گیا ورنہ کیا تعجب کہ وہ امیر برید ثانی کو دوبارہ بیدر کا تخت و تاج حاصل کرنے میں مدد بھی دیتا تاکہ دکن کا سیاسی توازن برابر باقی رہے۔

(۲)

بیرونی تعلقات محمد قلی کا اعلیٰ تدبر و سیاست بیرونی ممالک سے اس کے خوشگوار تعلقات سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ مغل چونکہ دکن پر حملہ آور ہونے لگے تھے اور احمد نگر کی سلطنت ان کا نشانہ بن چکی تھی اس لئے محمد قلی قطب شاہ نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اس سلطنت کے ساتھ تعلقات پیدا کرنا دکنی سیاست کو کمزور کرنا ہے اس لئے ان کے برخلاف اس نے شاہ ایران اور دکن کے ہمسایہ سلاطین کے ساتھ رشتۂ مودت باندھنے کی کوشش کی یہ خیال پوری طرح صحیح نہیں ہے کہ وہ شاہ ایران کو اپنا ہم مذہب سمجھ کر اس کے ساتھ تعلق پیدا کرنا چاہتا تھا۔ اور مغلوں کا اس لئے مخالف تھا کہ وہ سنی تھے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ مغلوں کے ہوس ملک گیری کی اس نے پیش قیاسی کر لی تھی اور سمجھتا تھا کہ اگر احمد نگر ختم ہو گیا تو دکن کی آزادی باقی نہ رہے گی۔ اس لئے وہ ہمیشہ احمد نگر کی مدد کے لئے فوجیں بھیجتا رہا۔ اور ایران سے اس لئے تعلقات بڑھانے کی کوشش کی کہ شائد کسی روز اس کو یا اس کے جانشینوں کو مغلوں کے مقابلے میں شاہ ایران کی مدد کی ضرورت پڑے۔

اغزلو سلطان سفیر ایران اسی حکمت کے پیش نظر جب ۱۰۱۲ھ میں ابوالمظفر شاہ عباس صفوی نے اغزلو سلطان کو اپنا سفیر بنا کر محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں روانہ کیا اور یہ ایرانی ایلچی بندر گوا تک پہنچ گیا تو محمد قلی قطب شاہ نے امیر ضیاء الدین محمد نیشاپوری

کو تشریف شاہانہ کے علاوہ سفیر ایران کو اپنے ساتھ لانے کے اخراجات دے کر روانہ کیا۔ امیر ضیاء الدین کی شائستگی اور فہم و فراست کا محمد قلی بہت قدر دان تھا۔ چنانچہ یہ امیر گولکنڈہ پہنچ کر اغزلو سلطان سے بڑے تزک و احتشام سے ملا۔ اور مراسم تعظیم و لوازم تکریم بجا لاکر اپنے ساتھ گولکنڈہ لے آیا۔ راستے میں ہر منزل اور ہر مقام پر محمد قلی کے حسب ایما ضیافت کی گئی اور جب یہ سفیر قطب شاہی سرحد کے قریب پہنچا تو محمد قلی قطب شاہ نے اپنے خاص امراو خوانین کو تعظیم کے لیے روانہ کیا۔ غرض ایران کا یہ سفیر بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ جب دار السلطنت حیدرآباد کے قریب پہنچا تو محمد قلی قطب شاہ خود قلعہ محمد نگر تک آگے بڑھ کر کالاچبوترہ کے پاس اغزلو سلطان کو اپنے حضور میں باریاب کیا۔ اغزلو سلطان نے شاہ ایران کی طرف سے موافقت و مصادقت کا پیام پہنچانے کے بعد مکتوب شاہی اور بہت سے تحفے پیش کئے۔ ان تحفوں میں حسب ذیل زیادہ قابل ذکر تھے۔ اچھے چمکدار موتیوں کا ایک تاج، نفیس جواہر سے مرصع خنجر اور چالیس عربی گھوڑے جن کی لگام اور زین مرصع اور عباز رلبتی تھے۔

اغزلو سلطان کے ساتھ اس ایرانی سفارت میں اور سو اصحاب بھی شامل تھے۔ محمد قلی قطب شاہ نے ان سب کو خلعت ہائے فاخرہ سے سرفراز کیا اور ہر ایک کے شایان شان دلکشا مقامات سکونت کے لئے معین کیے۔ کالاڈیرہ میں ایرانی تحف و تحائف اور مکتوب شاہی ملاحظہ کرنے کے بعد بادشاہ نے دربار برخواست کیا اور حیدرآباد کی طرف روانہ ہوا یہاں

شاہ عباس کا ایرانی سفیر پانچ سال کے طویل عرصے تک مقیم رہا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ اس زمانے میں مغلوں نے احمد نگر پر یورش کی تھی اور واپسی کا راستہ صاف نہ تھا۔ اور دوسری وجہ یہ تھی کہ شاہ عباس نے اظہار مودت و یگانگت کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ کی دختر حیات بخشی بیگم کی شادی اپنے لڑکے کے ساتھ کر دینے کی بابت پیام بھی روانہ کیا تھا۔ اور شائد محمد قلی عرصے تک اسی پس و پیش میں رہا کہ کیا جواب دیا جائے۔ تاریخ فرشتہ اس کو ایک ہندو ستانی بادشاہ کے لئے بہت بڑا اعزاز قرار دیتا ہے اور اس نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ محمد قلی نے اس پیام کو قبول کر لیا تھا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو اس نے زیادہ تر حضرت میر مومن کے مشورے سے یہ رائے بدلدی اور اپنی اکلوتی لڑکی کی شادی فوراً اپنے نوجوان بھتیجے شہزادہ سلطان مرزا ابن مرزا محمد امین سے بڑی شان و شوکت اور خاص اہتمام کے ساتھ کر دی حضرت میر مومن اس جوان صالح کے بڑے مداح و قدردان تھے کچھ ان کی خاطر اور کچھ اس لیے کہ شہزادی حیات بخشی بیگم کی شادی کا سفیر ایران کی روانگی سے قبل ہو جانا ضروری تھا محمد قلی نے اس تقریب کو بہت عجلت کے ساتھ اور بڑے اہتمام سے انجام دیا چنانچہ اعزاز سلطان سفیر ایران نے بھی اس میں شرکت کی۔ اس طرح شاہ عباس صفوی کے پیام کا جواب دینے کی ضرورت ہی باقی نہ رہی۔ اور کوئی بدمزگی بھی پیدا نہ ہو سکی کیونکہ یہ بیان کیا گیا کہ یہ شہزادی بچپن ہی سے شہزادہ سلطان مرزا سے منسوب تھی اور اسی لیے

بادشاہ نے اس شہزادہ کی تربیت خاص اپنی نگرانی میں کی تھی، اور ظل اللہ کا لقب عنایت کرکے اپنا جانشین نامزد کیا تھا۔ اس تدبیر سے اگرچہ شاہ ایران کے پیام کا خود بخود جواب مل گیا لیکن بادشاہ کے حقیقی بھائی خدابندہ کی دل شکنی ہوئی جو بعد میں بغاوت کی شکل میں رونما ہوئی۔

غرض سفیر ایران اس شادی کے بعد ہی ۱۰۱۱ھ میں حیدرآباد سے ایران کی طرف روانہ ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ محض اس مقصد کے لئے حیدرآباد میں اتنے عرصے تک ٹھہرایا گیا تھا۔ لیکن جتنے دن وہ حیدرآباد میں رہا اس کی آؤ بھگت اور خاطر داری میں کسی طرح کی کمی نہ کی گئی۔ کیونکہ موقع بہ موقع انعامات کے علاوہ دو ہزار تومان سالانہ اس کو عطا کئے جاتے تھے۔ اس طرح جملہ دس ہزار تومان تو بطور منصب یا سالانہ تنخواہ کے عطا کئے گئے اور ہر دربار یا تقریب میں محمد قلی جیسے فیاض بادشاہ نے جس بیش بہا انعام واکرام سے سرفراز کیا ہوگا اس کا اندازہ لگانا ہی مشکل ہے۔

ایلچی کے واپس ہونے سے قبل محمد قلی نے ایک اور تدبیر یہ کی کہ اپنے معتمد خاص حاجی قنبر علی کو شاہانہ تحف وہدایا کے ساتھ شاہ ایران کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ اغز لو سلطان کی واپسی کی تعویق وغیرہ سے متعلق اگر شاہ عباس کے دل میں کوئی شبہات پیدا ہوئے ہوں تو ان کو رفع کرے۔ اس وقت جو تحفے روانہ کئے گئے ان میں جواہر آبدار اور ہندوستان کی نفیس ترین

اشیا شامل تھیں۔

جب اغزلو سلطان واپس ہونے لگا تو محمد قلی قطب شاہ نے اپنے دربار کے ایک بڑے امیر مہدی قلی سلطان کو اس کا رفیق سفر اور ایرانی دربار میں اپنا ایلچی بنا کر روانہ کیا۔ اس وقت شاہ عباس کے لئے کئی اعلیٰ اور نادر تحفے مثلاً گراں قیمت جواہر سے مرصع طرح طرح کے آلات اور پٹن کے بنائے ہوئے نفیس کپڑے (جو خاص شاہ ایران کے لیے پانچ سال سے بنائے جا رہے تھے) بھجوائے گئے۔ لیکن مہدی قلی سلطان کی ایران سے واپسی میں اتنی تعویق ہوئی کہ اس اثنا میں خود محمد قلی قطب شاہ کا انتقال ہو گیا۔ اور سلطان محمد قطب شاہ کی تخت نشینی کے بعد پھر شاہ ایران نے مرحوم بادشاہ کی تعزیت اور نئے بادشاہ کے جلوس کی مبارکباد دینے کے لئے اپنا سفیر روانہ کیا۔ اس طرح محمد قلی نے ایران کے ساتھ جو تعلقات مستحکم کئے تھے وہ باقی رہے اور اس کے جانشینوں نے اس کی حکمت عملی سے یک گونہ فائدہ اٹھایا۔

ایران کے اس ایلچی کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں دکن کی ہمسایہ سلطنتوں کے سفیر بھی کئی دفعہ حاضر ہوئے تھے اور ان سب کے ساتھ بادشاہ نے بڑے حسن سلوک اور فیاضی کے ساتھ برتاؤ کیا۔

میرک معین سبزواری سفیر احمد نگر

محمد قلی کے تخت نشین ہونے کے کچھ ہی عرصہ بعد احمد نگر کی طرف سے میرک معین سبزواری جیسے مشہور و معروف شاعر کو سفیر بنا کر گولکنڈہ روانہ کیا گیا تھا۔ اس وقت احمد نگر اور گولکنڈہ کی سلطنتیں ایک دوسرے کی حلیف تھیں اور دونوں کی فوجیں بیجاپور کے مقابلے میں میدان کارزار میں مصروف پیکار۔ میرک معین کی آمد کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ دکن کا سیاسی توازن برقرار رکھنے کے لئے احمد نگر کی امداد اور رفاقت کی جس حکمت عملی پر محمد قلی کا باپ ابراہیم قلی کاربند تھا اسکو جاری رکھنے کی اس نوجوان حکمران سے استدعا کیجائے۔

محمد قلی میں شروع ہی سے تدبر و فراست کی کمی نہ تھی۔ چنانچہ وہ تخت نشینی کے ساتھ ہی اپنے باپ کے مجرب اصول پر کاربند ہو گیا تھا۔ اس لیے اس نے اس سفیر کی بڑی آؤ بھگت کی۔ میرک معین اپنے اس سفر میں اتنا کامیاب رہا کہ بعد کو کئی دفعہ گولکنڈہ آیا۔ اور مہینوں قیام پذیر رہ کر محمد قلی قطب شاہ کے بذل و نوال سے شاد کام ہوا۔ چنانچہ جب اغزلو سلطان حاجب ایران کی آمد کی خبر مشہور ہوئی تو میرک معین بھی گولکنڈہ آیا۔ اور ماہ ربیع الاول ۱۰۱۶ھ میں محمد قلی قطب شاہ کی اکلوتی لڑکی حیات بخشی بیگم کی شادی کی تقریب میں شرکت کی۔ اس موقع پر متعدد شعرا نے مبارکباد کی نظمیں اور قصیدے سلطان محمد قلی کی بارگاہ میں پیش کئے تھے۔ اور میرک معین نے بھی ذیل کا قطعہ تاریخ لکھا تھا جو

تاریخوں میں محفوظ ہے ؎

دوشش سر کردہ خیالم رو بزمے چو بہشت ✲ اہل آں بزم چو حوران ہمہ نورانی چہر
بزم عیشی کہ ملائک بہ تماشا شدہ چشم ✲ سر بروں کردہ چو انجم ہمہ از جیب سپہر
گفتم ایں بزم کہ و عیش چہ تاریخش چیست ✲ کہ از افلاک برایام ہمی بارد مہر
عقل کو بود چو من مست مے حیرت گفت ✲ عید مولودی و بزم شہ و عقد مہ و مہر
چار متی یکن ایں قطعہ معین می شاید ✲ در چنیں نظم ترا بر گذرد قافیہ سحر

اس واقعہ کے دو تین سال بعد جب ۱۰۱۹ھ[1] میں خداداد محل کی تعمیر مکمل ہوئی اور بادشاہ نے اس میں جشن خسروانہ ترتیب دے کر ارکان مملکت، اعیانِ دربار، امرا، مقربین اور علما و شعرا کو طرح طرح کے انعام و اکرام سے سرفراز کیا تو اس مجلس عیش و طرب میں میر رک معین سبزواری بھی موجود تھا اس نے فی البدیہہ قطعۂ تاریخ لکھ کر پیش کیا اور بہت بڑا انعام حاصل کیا۔ قطعہ

این قصر کہ ہست رشک فرمائے بہشت ✲ ایام بآب زندگانیش سرشت[2]
تاریخ مرتب شدنش کلک قضا ✲ بر لوح بقا بنائے جاں بخش نوشت

---

[1] مولف تاریخ دکن حصہ دوم سلسلہ آصفیہ نے ۱۰۰۹ھ لکھا ہے جو غلط ہے۔ (صفحہ ۳۳۱)

[2] مولف تاریخ ظفر نے قافیہ سرشت لکھا ہے (صفحہ ۱۷) لیکن تاریخ قطب شاہی اور حدیقۃ السلاطین میں نوشت لکھا ہے جو ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔

خواجہ علی شیرازی سفیر بیجاپور

۹۹۵ھ میں ملک انجار خواجہ علی شیرازی بیجاپور سے محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں آیا تھا تاکہ اس کی ہمشیرہ چاند سلطانہ کو ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عقد نکاح میں لانے کے لیے درخواست کرے۔ یہ سفارت بھی کامیاب رہی۔ کیونکہ محمد قلی کے تدبر و سیاست کا اقتضا یہی تھا کہ دکنی سلطنتیں آپس میں متحد و متفق رہیں۔ اس سفارت اور شہزادی چاند سلطانہ کی شادی کا تذکرہ اوپر گذر چکا ہے (صفحہ ۲۴۴)

شہنواز خاں سفیر بیجاپور

اس سفیر کی آمد کا ذکر بھی گذشتہ صفحات میں قلمبند کیا جا چکا ہے۔ دیکھو صفحات (۲۴۵-۲۴۶)

محمد قلی قطب شاہ کے سفیر

دوسری سلطنتوں کے سفیروں کی آمد کے سلسلہ میں ضروری ہے کہ خود محمد قلی قطب شاہ نے اپنی طرف سے جو سفیران سلطنتوں کو روانہ کئے ان کا بھی کچھ ذکر کر دیا جائے۔ کیونکہ تالی ہمیشہ دو ہاتھوں سے بجتی ہے۔ اور اعلیٰ تدبر کا اقتضا یہ تھا کہ دکنی سیاست کے توازن کو برقرار رکھنے کیلئے خود محمد قلی بھی موقعہ بموقعہ اپنے سفیر دوسری سلطنتوں کے یہاں روانہ کرتا۔

مولنا حاجی محمد اصفہانی

ایک متبحر عالم و فاضل تھا جس کو محمد قلی نے احمد نگر کے دربار میں روانہ کیا تھا۔ چنانچہ جس وقت مغلوں نے نظام شاہی حکومت پر حملے شروع کئے تو یہ وہاں موجود تھا صاحب برہان مآثر جو احمد نگر میں اس سے مل چکا تھا۔ اس کا ذکر ان القاب کے ساتھ کرتا ہے:۔

افادت و افاضت انتباہ حقایق و معارف آگاہ مقرب درگاہ ربانی حاجی محمد اصفہانی (صفحہ ۵۹۰)

دوسری جگہ بھی اسی تعظیم و تکریم سے نام لکھا ہے:۔

زبدۂ اصحاب صدق و ایقان مولانا محمد (صفحہ ۶۱۷)

سنہ ۱۰۰۴ھ میں جب احمد نگر میں تخت سلطنت کے لیے کئی دعویدار کھڑے کر دیے گئے تھے اور میاں منجھو اور چاند بی بی کے آپس میں سخت اختلاف پیدا ہو گیا تو محمد قلی قطب شاہ کے اس حاجب نے چاند بی بی کا ساتھ دیا اور میاں منجھو کی مخالفت کی۔

اس طرح جب مغلوں نے سرنگ لگا کر قلعہ احمد نگر کی فصیل میں رخنہ ڈال دیا اور اس کے ذریعہ سے انکی فوجیں قلعہ میں داخل ہونے کی کوشش کرنے لگیں تو چاند سلطانہ بہ نفس نفیس اس خطرناک مقام پر کھڑی ہو گئی اور مردانہ وار مقابلہ کرنے لگی۔ جب اس نازک حالت کی خبر احمد نگر میں مشہور ہوئی تو حاجی محمد اصفہانی بھی اپنے ملازمین کو لے کر چاند بی بی کی مدد کے لئے اس رخنہ پر پہنچ گیا اور اگرچہ وہ ایک عالم و فاضل بزرگ تھا لیکن وقت پر جنگجو بہادروں کی طرح سرفروشی کے لیے تیار ہو گیا اس واقعہ کی نسبت برہان مآثر میں لکھا ہے کہ :—

"زبدۂ اصحاب صدق و ایقان مولنا حاجی محمد حاجب عالی حضرت سلطنت نصعت پناہ گردوں بارگاہ محمد قلی قطب شاہ ..... در منازل خویش ازیں واقعہ خبر یافتند بسرعت برق و باد بسوئے رخنہ شتافتند۔ و بضرب پیکان خارا گزار راہ آمد و شد بر جنود اعداء مسدود ساختند" (صفحہ ۶۱۷)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی سفارت کی خدمت کے لئے نہایت وفادار اور قابل اصحاب کا انتخاب کرتا تھا جو ہر موقعہ پر وہی کام کرتے جو محمد قلی کے حسب منشا ہوتا تھا۔

مہدی قلی سلطان یہ بہت بڑا سپہ سالار اور مدبر تھا چنانچہ مغلوں کے مقابلے میں جب محمد قلی نے اپنی

فوجیں روانہ کیں تو اسی کو سپہ سالار بنا کر بھیجا تھا۔ اس کی شجاعت و بہادری کی نسبت اس کے ایک ہمعصر علی بن عزیز اللہ طباطبا کی اتنی اچھی رائے تھی کہ وہ اس کو ان الفاظ سے یاد کرتا ہے :۔

"امارت و ایالت پناہ شجاعت و جلالت دستگاہ مہدی قلی سلطان طالش کہ در روم دلاوری و مردانگی نامخ داستان دستان بود" (برہان ماثر صفحہ ۶۱۴)

احمد نگر کے یہ الفاظ حقیقت پر مبنی ہوں گے جب ہی تو محمد قلی نے ایک زبردست دشمن کے مقابلہ میں اس کو دو دفعہ روانہ کیا تھا لیکن مہدی قلی صرف ایک بہادر ہی نہیں بلکہ اعلیٰ مدبر بھی تھا کیونکہ اس کو ۱۰۱۸ھ میں ایران کا سفیر بنا کر روانہ کیا گیا اور یہ ظاہر ہے کہ اس خدمت کے لئے اس سے بہتر امیر محمد قلی کے یہاں کوئی نہ ہوگا۔ ورنہ وہ اس کو روانہ نہ کرتا جب کہ اس کو معلوم تھا کہ احمد نگر پر ابھی مغلوں کے حملے کا اندیشہ موجود ہے۔

مہدی قلی سلطان کے ساتھ سلطان محمد قلی نے شاہ ایران کو جو بیش بہا تحفے روانہ کئے تھے ان کا تذکرہ ابھی ابھی گذر چکا ہے۔

جنوب کی ریاستیں محمد قلی قطب شاہ کے بیرونی تعلقات کے تذکرہ میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کر دینا بھی ضروری ہے کہ جہاں اس نے شمال کی طرف مغلوں کے تنگ و تاز پر نظر رکھی اپنی سلطنت کے جنوب کی طرف بیجانگر اور کرناٹک کے ہندو حکمرانوں کو بھی ابھرنے نہ دیا۔ چنانچہ وجیانگر کے جانشین پینکنڈہ کی حکومت سے اس کے عہد میں جو طویل معرکے ہوتے رہے وہ اسی حکمت عملی کا نتیجہ تھے۔ اس نے ہمیشہ پینکنڈہ کے حکمران وینکٹ پتی کے ساتھ صلح و آشتی کو لڑائی پر ترجیح دی لیکن جب دیکھا کہ وہ اس کے باغیوں مثلاً

ملی خاں لرستانی، علم خاں پٹھان، اور مکند راج دالی کشنا کھوٹ کو پناہ دیتا یا ان کی مدد کے لیے فوجیں بھیجتا ہے تو برابر اس سے مقابلہ کرتا اور اس کی سازشوں کو اپنے ملک سے باہر رکھنے کی کوشش کرتا ہے بعض وقت اس کو ایسے مواقع بھی دستیاب ہوئے کہ اس کی فوجیں دور تک پنکنڈہ اور وجیانگر کے علاقوں پر حملہ کرتی ہوئی گھس گئیں اور وہ چاہتا تو مزید حملوں کے ذریعہ سے اس سلطنت کو ختم کر سکتا لیکن اس نے وینکٹ پتی کی صلح کی درخواستوں کو قبول کر کے اپنی فوجوں کو واپس بلا لیا۔

اسی طرح بعض باجگزار راجاؤں کو بھی ان کی بغاوتوں اور نافرمانیوں کے باوجود اس نے برقرار رکھا ورنہ راجمندر دالی پتاپور اور بھائی بلند ردالی کشٹم کوٹ کو وہ پہلے ہی ختم کر کے ان کے علاقے اپنی سلطنت میں شامل کر لیتا۔ اسی طرح ردیوار قوم کی استدعا پر اس نے اپنی فوجوں کو ان کے بالکلیہ تباہ و برباد کرنے سے منع کر دیا۔ یہ اس کے اعلیٰ تدبر کا نتیجہ تھا کہ اس نے ان ہندو ریاستوں کو قایم رکھا اور اس طرح اپنی ہندو رعایا کو اپنی سلطنت سے بدظن اور شکستہ خاطر نہ ہونے دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آخر تک گولکنڈہ کی سلطنت کے استحکام و بقا کے لئے دکن کے ہندوؤں نے جان توڑ کوششیں کیں اور اس سلطنت کو اپنی سلطنت سمجھ کر مغلوں کے مقابلے میں اس کا ساتھ دیا۔

(۳)

ہندو رعایا کی سرپرستی اگرچہ محمد قلی قطب شاہ کے عہد میں اکثر ہندو راجاؤں سے معرکہ آرائیاں رہیں اور بعض ہندو امرا نے بغاوت بھی کی لیکن یہ اس کے اعلیٰ تدبیر کا نتیجہ تھا کہ اس کے عمائدین سلطنت اور مقربان و ملازمان خاص میں ہمیشہ بہت سے ہندو شامل رہے۔ اور ان میں سے بعض تو اپنی فہم و فراست اور بہادری کی وجہ سے ایسے بلند مرتبے پر پہنچ گئے تھے کہ بادشاہ کو ان پر بڑا اعتماد تھا اور ان کی رائے اور اشارے سے بڑے بڑے مسلمان امیر اور سپہ سالار بھی بدل دیے جاتے تھے۔

محمد قلی نے اپنی ہندو رعایا اور امیروں کے ساتھ ہر وقت فراخدلی اور لطف و کرم کا برتاؤ کیا بعض موقعوں پر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں امتیاز ہی نہ کرتا تھا۔ اور ہمیشہ دونوں کے ساتھ مساویانہ سلوک کرتا۔ یہ عجیب بات ہے کہ اکثر ہندو راجاؤں اور باغیوں کے مقابلے میں اس نے اپنے ہندو امیروں اور بہادروں ہی کو روانہ کیا جنھوں نے اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ بڑے سخت مقابلے کئے اور ان کی حکومتوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ یہ واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ ہر مذہب و ملت کی رعایا کے ساتھ یکساں شفقت سے پیش آنے اور ان پر اعتماد کرنے میں محمد قلی نے کس اعلیٰ تدبر سے کام لیا تھا۔ یہاں ہم نمونے کے طور پر اس کے دو مشہور و مقتدر ہندو امرا و عمائد کا تفصیلی اور بقیہ کا سرسری ذکر کرتے ہیں جس کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ محمد قلی کے حسن اخلاق اور مذہبی رواداری نے گولکنڈہ کے ہندوؤں میں بھی کیسے کیسے جاں نثار سورما اور اعلیٰ پایہ کے امیر پیدا کر دیے تھے۔

آسیراؤ

محمد قلی کے ان مقربین خاص میں تھا جنھوں نے آخر زمانے تک اس کے دست و بازو کا کام دیا اس پر بادشاہ کو اتنا اعتماد تھا کہ ۱۰۰۰ھ میں خود محمد قلی میدان جنگ میں نکلا تو یہ اس کے ساتھ تھا اور موسلمورگ نندیال، کلکور، کندی کوٹ، اور پنگنڈہ کی لڑائیوں میں برابر داد مردانگی دیتا رہا۔ آخر کار جب پنگنڈہ کا محاصرہ اٹھا کر محمد قلی دارالسلطنت کی طرف واپس ہونے لگا اور واپسی سے قبل اپنے مفتوحہ علاقوں کا انتظام کرنا شروع کیا تو قلعہ مسلمورگ پر آسیراؤ کو حاکم بنا کر اطراف و اکناف کا علاقہ اس کے تفویض کر گیا۔

آسیراؤ نے اس علاقہ میں ڈیڑھ دو سال تک قیام کر کے وہاں قطب شاہی حکومت کو اتنا مستحکم کر دیا کہ پھر موسلمورگ میں کوئی اندیشہ باقی نہ رہا۔ اس اثنا میں ۱۰۰۵ھ میں جب مکند راج والی کشٹم کوٹ نے بغاوت کی تو آسیراؤ کو بھی اپنی فوجوں کے ساتھ امین الملک میر جملہ کی مدد کرنے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ وہ اس کے ساتھ کشٹم کوٹ، سیکاکول، مدواڑہ، اور پتاپور پر حملہ آور ہوا۔ اور جب پتاپور کا راجہ رامچندر مطیع و منقاد ہو گیا اور اس کے بعض علاقے قطب شاہی سرحد میں شامل ہو گئے تو ان علاقوں کے انتظام کے لئے آسیراؤ اور ملک نائب کو وہیں چھوڑ کر ملک امین الملک کشٹم کوٹ کی طرف واپس ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کے علاوہ وزیر اعظم کو بھی اس پر پورا بھروسہ تھا۔

۱۰۰۹ھ میں جب کشٹم راج ولد راوت راؤ کے اکسانے سے مکند راج بنگالے کی طرف سے واپس ہو کر کشٹم کوٹ پر حملہ آور ہوا تو آسیراؤ کو زین العابدین پہ سالار کی مدد کے لئے روانہ کیا گیا۔

اوراس کی فوجیں کمند راج کو شکست دینے میں قطب شاہی لشکر کے پہلو بہ پہلو رہیں۔ اس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ آسیراؤ شاہی دربار میں منسلک اور زیادہ تر حیدرآباد ہی میں قیام پذیر رہا کیونکہ اس کے بعد تاریخوں میں آسیراؤ کا نام پھر اس وقت آتا ہے جب کہ محمد قلی کا عہد حکومت ختم ہو رہا تھا اس اثناء میں کئی میر جملہ اور سپہ سالار بدل چکے تھے۔ اور عرصے کے امن وامان کے بعد ۱۰۱۹ھ میں پرتاب شاہ والی وسترنے قطب شاہی حدود میں دست اندازی شروع کی تھی۔ اس وقت جب عمال شاہی نے پایۂ تخت کو اطلاع بھیجی تو مرزا محمد امین جملۃ الملک نے اس مہم کو سر کرنے کے لیے قدیم جانباز آسیراؤ ہی کا انتخاب کیا اور اس کو سپہ سالار بنا کر سید حیدر اور امجد الملک کو اس کے ماتحت روانہ کیا۔ اس وقت تک آسیراؤ بڑا مقتدر اور صاحب جاہ وجلال امیر بن گیا تھا۔ اور خود اس کی اپنی فوجیں نہایت کثیر التعداد تھیں۔ اس وقت اسکو تشریفات شاہانہ سے سرفراز کر کے روانہ کیا گیا تھا یہ آخری خلعت تھی جو آسیراؤ کو محمد قلی قطب شاہ کے دربار سے عطا ہوئی تھی کیونکہ اس کے میدان جنگ سے واپس آنے سے قبل ہی یہ فرخندل بادشاہ انتقال کر گیا۔

غرض آسیراؤ ۱۰۰۳ھ سے ۱۰۲۰ھ تک مسلسل، اسال محمد قلی کی فوجوں کا سردار رہا اور آخر کار ۱۰۱۹ھ میں تو سپہ سالار بھی بنایا گیا یہ بہت بڑا اعزاز تھا کہ مسلمان امراء عمائد مثلاً امجد الملک اور سید حیدر وغیرہ اس کے ماتحت میدان جنگ میں روانہ کئے گئے۔

دہرما راؤ یہ ابتداء میں ایک معمولی سردار تھا چنانچہ ۱۰۰۸ھ میں جب ردیوار قوم نے قطب شاہی حکومت

کے خلاف بغاوت کی اور راجمندری کا علاقہ خالی پاکر اپور، نرسول اور بھارجلی میں ہنگامہ آرا ہو گئے تو محمد قلی قطب شاہ نے مرتضیٰ نگر کے سپہ سالار عادل خاں اور سپہ نوبت چنگیز خاں کو حکم دیا کہ فوراً راجمندری اور کاموم کے علاقہ میں پہنچ کر مخالفین کو سزا دیں۔ اور بعد کو میر زین العابدین اور عبدالکریم حوالدار کو بھی انکی مدد کے لئے راجمندری سے روانہ کیا غالباً اسی فوج کے سرداروں میں دھرماراؤ بھی شامل تھا۔ اس وقت باغی دریا کے لیسے حصہ پر قابض تھے جہاں سے شاہی فوجوں کو عبور کرنا تھا لیکن مخالفوں کی شرارت کی وجہ سے اس جگہ عبور کرنا مشکل ہو گیا اور کئی روز اسی پریشانی میں گزر گئے تو سپہ سالار نے دھرماراؤ کو روانہ کیا تاکہ کوئی دوسرا عبور کرنے کے قابل مقام تلاش کر آئے۔ چنانچہ دھرماراؤ نے دس بارہ کوس تک ندی کے کنارے کنارے سفر کر کے ایک راستہ نکال ہی لیا جہاں سے چنگیز خاں اور دیگر سردار دریا کو عبور کر کے باغیوں کے سر پر جا پہنچے غرض ردیوا رقوم کو مطیع کرنے میں دھرماراؤ کی بہادری اور فراست کا بھی کچھ حصہ ضرور تھا۔

اس کے بعد سے زین العابدین کی نظر خاص دھرماراؤ پر پڑنے لگی جس کو اس نے اپنے ساتھ ہی میدان جنگ میں رکھا۔ اس اثنا میں ۱۰۹۸ھ میں جب راوت راؤ نے ملک امین الملک سے ناراض ہو کر حکومت کے خلاف بغاوت کی اور ہری چندر کو بھی اپنے ساتھ لیتا گیا تو ہری چندر نے وساد دیو کو اپنی مدد پر بلایا۔ وساد دیو بڑا مدبر اور اصطافتور دشمن تھا جس نے نہایت ہوشیاری اور فن حرب کی پوری مہارت کے ساتھ قطب شاہیوں کا مقابلہ کیا اور جگہ جگہ ان کو پریشان کیا۔ اس وقت زین العابدین نے دھرماراؤ سے کام لیا جس نے دوسرے سرداروں مثلاً عبدالکریم چنگیز خاں اور بھالے راؤ کے ساتھ قلعہ جلمور کا ایسا سخت محاصرہ کیا کہ وساد دیو کو قلعہ والوں کی مدد کیلئے

ایک زبردست فوج روانہ کرنی پڑی لیکن دہرماراؤ اور اس کے ساتھیوں نے ایسا مردانہ وار مقابلہ کیا کہ بہت سے دشمن یا تو قید ہو گئے یا فرار ہو گئے۔ ان مسلسل ناکامیوں کو دیکھ کر وساد دیو نے دہرماراؤ سے پناہ مانگی اور اس کے توسط سے پچاس ہزار ہون اور پچاس ہاتھی سپہ سالار کے یہاں روانہ کیے اور اتنا ہی خراج ہر سال ادا کرنے اور اطاعت گزار رہنے کا وعدہ کیا۔

اس صلح اور اطاعت گزاری میں معلوم ہوتا ہے کہ دہرماراؤ کا بڑا حصہ تھا۔ وہ بہادر ہونے کے علاوہ بڑا مدبر بھی تھا اور دشمن بھی اس کی رائے زنی پر بھروسہ کرتے تھے چنانچہ دہرماراؤ نے نہ صرف وساد دیو کو مطیع و منقاد بنا لیا بلکہ ہری چندر کے بھتیجے بول راتر کو جو باغی فساد تھا وساد دیو ہی کے ذریعے سے گرفتار کر لیا۔ اور اس کے بدلے میں وساد دیو کے اعزہ و اقربا کو آزاد کرا دیا۔ یہ ایک ایسی سیاسی چال تھی جس کی وجہ سے سلطنت میں بڑا امن و امان قائم ہو گیا۔

اس خدمت کی بنا پر محمد قلی نے دہرماراؤ کی جو قدر افزائی کی افسوس ہے کہ اس کا ذکر تاریخوں میں درج نہیں لیکن اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ روز بروز دہرماراؤ کی شخصیت اور اہمیت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا چنانچہ اس کے بعد ہی ۹۰۰ھ میں جب کشٹم راج ولد راوت راؤ نے بغاوت کی تو اس وقت بھی دہرماراؤ میدان جنگ میں اس کے مقابلے کے لئے موجود تھا۔ اور اب کے اس کی شخصیت اور اثر خود میر زین العابدین سپہ سالار سے زیادہ اہم ہو گئی تھی۔ چونکہ کشٹم کوٹ کے علاقہ پر قبضہ کر لینے کے بعد سے مسلسل لڑائیاں جاری تھیں اور سمت مرتضیٰ نگر کی قطب شاہی فوج کا امن چین غائب ہو گیا تھا اس لئے اس موقعہ پر دہرماراؤ کی یہ رائے تھی کہ قلعۂ مداوڑہ کے فتح کرنے کی زحمتیں اٹھانے کی بجائے بہتر یہ ہے کہ کشٹم کوٹ کے بعض علاقے وہاں کے سابق والی بھائی بلندر

کو عطا کر دیئے جائیں اور اس سے مطیع و فرماں بردار رہنے اور سال بسال خراج روانہ کرنے کا وعدہ لیا جائے۔

میر زین العابدین ایک جنگجو سپہ سالار تھا۔ وہ اس قسم کی مصلحت اندیشیوں کا قائل نہ تھا۔ اس کا خیال تھا کہ جب عرصہ سے ہم اس مہم میں سرگرم ہیں تو پورے ملک کو فتنہ و فساد سے پاک کرنے کے بعد ہی دم لینا چاہیئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ دھرمارائو نے اس کو بہت کچھ سمجھایا لیکن جب وہ اپنے خیال پر اڑا رہا تو سلطان محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں عریضہ روانہ کیا کہ عرصے سے شاہی لشکر باغیوں کا مقابلہ کر رہا ہے اور اب صورت حال اس امر کی متقاضی ہے کہ بھائی بلندر کو پہلے کی طرح ایک باجگذار راجہ بنا کر کچھ علاقے اس کے سپرد کر دیے جائیں۔

دھرمارائو بادشاہ کی طبیعت سے واقف تھا اور اسی لیے سپہ سالار سے مایوس ہو کر اس کے خلاف اس نے اپنی رائے راست بارگاہ عالی میں روانہ کی۔ محمد قلی نے اس خط سے اتنا اثر لیا کہ زین العابدین کو سپہ سالاری سے ہٹا کر واپس بلا لیا اور سید حسن ابن مصطفیٰ خاں کو روانہ کیا۔ یہ مقابلتہً کم عمر تھا اور چونکہ اس کو شاہی خاندان سے قرابت تھی اس لیے دھرمارائو نے اس حیثیت اور سپہ سالار کی تبدیلی سے فائدہ اٹھا کر بھائی بلندر کے بھتیجے ہری چند کو معافی مانگ لینے پر آمادہ کر لیا۔ چنانچہ ہری چند اس علاقے کے بہت سے بہادروں کے ساتھ دھرمارائو سے آملا۔ اور بھائی بلندر کے بالکلیہ استیصال میں اس کا مددگار ثابت ہوا۔ غرض دھرمارائو کی ہوشیاری سے کشٹم کوٹ کا علاقہ پھر باغیوں سے خالی ہو گیا۔

اس واقعہ کے بعد آٹھ نو سال تک قطب شاہی سلطنت میں کوئی لڑائی نہیں ہوئی اور دھرمارائو دربار شاہی میں باریاب رہا۔ آخر کار ۱۶۱۸ء میں جب وناد دیو نے کشٹم کوٹ کے علاقے میں داخل ہو کر تاخت و تاراج

شروع کیا تو محمد قلی قطب شاہ نے دہرماراؤ اور چنگیز خاں کو ایک عظیم لشکر کے ساتھ اس کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ اس زبردست فوج کے ڈر سے وسنادیو قلعوں میں محصور ہو گیا اور اس کے علاقوں کو شاہی فوجوں نے پامال کرنا شروع کیا۔ اس موقعہ پر بھی دہرماراؤ کی سیاسی جوڑ توڑ نے اپنا رنگ دکھایا یعنی جس طرح پہلے بھائی بندہ کے بھتیجے ہری چند کو اس نے مخالفین سے توڑ لیا اسی طرح وسنادیو کا بھتیجا کشنا راج بھی اس جنگ میں شاہی لشکر سے آملا۔ اس دفعہ بھی یقیناً دہرماراؤ کا ہاتھ ہوگا۔ وہ خفیہ مراسلت اور نامہ و پیام کے ذریعے سے لوگوں کا دل موہ لینے میں استاد تھا غرض جب کرشنا راج قطب شاہی لشکر کی طرف آیا تو دہرماراؤ اور سید حسن سپہ سالار دونوں نے بڑے اعزاز و اکرام سے اس کا استقبال کیا۔ اس قدر افزائی کا حال سن کر اور بہت سے ہندو بہادر بھی کرشنا راج اور دہرماراؤ سے آملے۔ اس واقعہ کا وسنادیو پر اتنا اثر پڑا کہ وہ بیمار ہو گیا اور آخر کار وفات پائی۔

اب دہرماراؤ کے تدبر و سیاست کے لئے ایک نئی جولانگاہ نکل آئی۔ اس نے ایک طرف تو وسنادیو کے اعیان سلطنت کو لکھ بھیجا کہ اب لڑنا بے سود ہے اس لیے اطاعت قبول کریں[1]۔ اور دوسری طرف کشنا راج کو وہاں کا راجہ بنانے کے امکانات پر غور کرنے لگا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود وسنادیو کے امرا

---

[1] دہرماراؤ کے خط کے الفاظ تاریخوں میں اس طرح مرقوم ہیں:۔۔۔

"خسرو زماں خان اعظم چنگیز خاں را با لشکر عظیم بعزم تسخیر آں بلاد روانہ فرمودہ دولت۔ باید کہ بدستور جمیع راجہائے ایں بلاد مطیع و منقاد گردیدہ مالگزار شوید۔ والا خان اعظم مملکت مورد وشی را از دست تصرف شما انتزاع خواہد کرد" تاریخ قطب شاہی ورق (۲۵۸) تاریخ حدیقۃ العالم صفحہ (۲۵۳)

نے کرشناراج کو جانشین بنانے کی استدعا کی۔ اور دہرماراؤ نے کرشناراج سے کہا کہ اگر تم کو دناوید یو کا جانشین بنائیں تو بادشاہ کی خدمت میں کیا نذر دو گے اور ہر سال کتنا باج روانہ کرو گے۔ کرشناراج کے لیے تو یہ ایک غیر متوقعہ خبر تھی اس نے جی کھول کر وعدے کر لئے اور ان کے ایفا کے لئے بڑی بڑی قسمیں کھائیں۔ غرض دہرماراؤ نے ہر طرح سے مطمئن ہو کر کرشناراج کو خود اپنے سامنے راجہ بنا کر وناوید یو کے پایہ تخت کیطرف روانہ کیا۔ تاریخ کے حسب ذیل جملہ سے کہ :۔

"بتشریفات شاہانہ و اسپ بازین زرد کلاہ و کمر از جامدار خانۂ بادشاہی ہمراہ خود داشت سرفرازش گردانیدہ باشوکت تمام بجانب متقر وناوید یو روانہ کرد"[1]

پتہ چلتا ہے کہ دہرماراؤ پہلے سے یہ سوچ کر نکلا تھا کہ کرشناراج کو وناوید یو سے توڑ لونگا اور اس کو راجہ بنا کر روانہ کرونگا۔ ورنہ ان تمام لوازمات کے جامدار خانۂ شاہی سے لے کر نکلنے کا کیا موقع تھا۔ اور نہ کسی دوسری لڑائی کے وقت فوج کے ساتھ ایسے لوازم کے روانہ کرنے کا تاریخوں میں ذکر ملتا ہے۔

غرض دہرماراؤ اپنے منصوبے میں کامیاب رہا اور کرشناراج سے ایکسو پچاس ہزار ہون اور ایکسو پچاس ہاتھی وصول کر کے محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں روانہ کیے۔ اس کے بعد اگرچہ بقیہ نصف رقم اور ہاتھیوں کے دینے میں کرشناراج نے کچھ عرصے تک عذر کیا لیکن آخر کار وہ پوری طرح مطیع و منقاد ہو گیا۔ اور پھر کبھی بغاوت نہ کی۔ اس طرح دہرماراؤ کے تدبر نے محمد قلی قطب شاہ کے تحت ایک نئے

---

[1] تاریخ قطب شاہی ورق (۲۵۸)

باجگزار راجہ کا اضافہ کیا۔

دوسرے ہندو امیر

آسیر اؤ اور دہرما راؤ کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ کے اور دس حسب ذیل ہندو امراد عمائد بھی قابل ذکر ہیں۔ ۱) جگپت راؤ ۲) سری راؤ ۳) ساباجی ۴) بھالے راؤ ۵) مکند راج ۶) تنکر راج ۷) ہری چندر ۸) رامچندر ۹) راوت راؤ ۱۰) کرشنا راج

جگپت راؤ

وہ قطب شاہی امیر ہے جس کو محمد قلی نے ۱۰۰۳ھ میں قلعۂ نندیال اور اس کے اطراف و اکناف کی حکومت سپرد کی۔ یہ قلعہ خود بادشاہ نے بڑے سخت مقابلے کے بعد فتح کیا تھا۔

سری راؤ

۱۰۰۹ھ میں قلعہ کشٹم کوٹ اور اس کے اطراف کے علاقوں کا حاکم بنایا گیا تھا۔ یہ قلعہ سالہا سال کی لڑائیوں اور تباہیوں کے بعد فتح ہوا تھا اور جب اس کی فتح کی اطلاع سید حسین سپہ سالار نے بادشاہ کے یہاں روانہ کی تو اس کی حکومت کے لئے اس نے فوراً اپنے اس امیر سری راؤ کو نامزد کیا۔

ساباجی

قطب شاہی لشکر میں سرنوبت کے عہدہ پر فایز تھا اور جب محمد قلی ۱۰۰۳ھ میں موسلور گ، نندیال، کندی کوٹ اور پینکنڈہ وغیرہ قلعوں پر معرکہ آرا ہوا تو یہ اس کے ساتھ تھا۔ اور جب بادشاہ پایۂ تخت واپس ہونے لگا تو اس کو دوسرے سرداروں کے ساتھ نئے مفتوحہ علاقے کی حفاظت کے لئے چھوڑ گیا تھا۔ اس کے بعد جب وینکٹ پتی نے قطب شاہی علاقے میں ریشہ دوانی شروع کی تو ساباجی کو بادشاہ نے حکم دیا کہ اعتبار خاں یزدی کے ساتھ بیجانگر کے علاقہ پر حملہ کرے۔ چنانچہ ساباجی کی فوجوں نے بیجانگر میں گھس کر قصبوں اور دیہاتوں کو تباہ و برباد کیا۔ اس اثنا میں جب راجہ اودگیر مقابلے کے لئے نکلا تو ساباجی کو دوسرے سرداروں

کے ساتھ روانہ کیا گیا جنھوں نے ایسا دل توڑ کر مقابلہ کیا کہ دشمن کے تین چار ہزار سپاہی مارے گئے۔ اس فتح کے بعد ساباجی قطب شاہی فوجوں کے ساتھ بیجانگر کی سرحد میں ایک مہینہ کا راستہ طے کر کے شہر کالیر پر حملہ آور ہوا اور اس دولتمند شہر کو لوٹ لیا۔

ان کامیابیوں کے کچھ عرصہ بعد جب ۱۰۹۸ھ میں ساباجی کے بعض ساتھی مثلاً بھالے راؤ خانخاناں اور علم خاں نے امین الملک کی سختی سے تنگ آکر قطب شاہی حکومت کے خلاف بغاوت کی تو غالباً یہ بھی ان میں شریک تھا۔ اور بعد کو معافی مانگ لی چنانچہ ۱۰۹۹ھ میں جب راجمندری میں زمیوار قوم کی بغاوت کے لئے مرتضیٰ نگر سے فوجیں روانہ کی گئیں تو ساباجی بھی ان کے ساتھ تھا اور اس نے سپہ سالار میر زین العابدین کی خواہش پر دھرماراؤ کے ساتھ دریائے کرشنا کو عبور کرنے کا ایک نیا راستہ ڈھونڈ نکالا اور قطب شاہی فوج کو تباہی سے بچا لیا۔

بھالے راؤ ساباجی کا دوست اور رفیق کار تھا اور اپنی جاگیر واقع مرتضیٰ نگر سے بادشاہ کے حکم پر پینکنڈہ پر حملہ کرنے کے لئے اعتبار خاں کے ساتھ روانہ ہوا تھا۔ اور جب یہ مہم فتح ہو گئی تو مرتضیٰ نگر ہی کے علاقے میں مقیم تھا کہ علم خاں وغیرہ کے ساتھ بغاوت میں شریک ہو کر بیجانگر کی طرف بھاگ گیا بعد کو شاید معذرت خواہ ہو کر پھر محمد قلی کی ملازمت اختیار کر لی تھی کیونکہ ۱۰۹۹ھ میں جب راوت راؤ اور دوسرے ہندو سرداروں نے بغاوت کی تو بھالے راؤ کو دھرماراؤ عبدالکریم اور چنگیز خاں کے ساتھ قلعہ جلور کے محاصرہ کے لئے روانہ کیا گیا تھا۔ جہاں اس نے دو مہینوں تک اہل قلعہ کا مقابلہ کیا۔

ساباجی اور بھالے راؤ کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی کے لطف و کرم کے بھروسے پر

ہندو امرا باغی ہو جانے پر بھی معافی مانگ لیتے اور دوبارہ شاہی نوازشات سے بہرہ ور ہوتے تھے۔

مکند راج

بھائی بلند روایتی کشٹم کوٹ کا بیٹا تھا اور اپنے باپ کے انتقال کے بعد جب بارہ سال کی عمر میں کشٹم کوٹ کا راجہ ہوا تو نذر پیش کرنے کے لیے محمد قلی کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ بھائی بلند تیس سال سے شاہی خراج پابندی سے ادا کرتا رہا تھا۔ اس لیے جب اس کا لڑکا مکند راج محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو بادشاہ اس کے ساتھ بہت لطف و کرم سے پیش آیا اور اس کی جو قدر افزائی کی اس کا حال خود تاریخ کے الفاظ میں یہ ہے :۔

"فرمان ہمایوں بنام امرا و راجہائے کشٹم کوٹ شرف نفاذ یافت کہ حکومت آں بلاد بہ مکند راج مرحمت فرمودیم باید کہ از اطاعت او تخلف نورزید ..... با تحف و ہدایای لائق او بدرگاہ والا آورد و بشرف آستان بوسی مشرف گشت۔ و تشریفات شاہانہ و اسپان بازین زر و کلاہ و کمر و آفتاب گیر سرفراز گردید۔ بشوکت تمام مراجعت نمود"

لیکن یہ صرف بارہ سال کا تھا اس لیے جب اپنی راجدھانی کو واپس ہوا تو بعض مفسدوں کے بہکانے سے اپنے ایک عزیز دیوراج کو قتل کر دیا جس کی وجہ سے محمد قلی بہت ناراض ہوا اسکے بعد مکند راج ویدیادر کے بہکانے سے خراج ادا کرنے میں بھی عذر کرنے لگا اور برلاس خاں کو جو کشٹم کوٹ میں قطب شاہی رزیڈنٹ تھا قید کر لیا۔ محمد قلی نے اس کی کم عمری کا لحاظ کر کے اس کو سمجھانے کے لیے کئی آدمی روانہ کئے اور بعد کو خود بھی جانا چاہتا تھا لیکن امین الملک نے منع کیا اور خود فوج لے کر چڑھ آیا۔

مکندراج نے امین الملک کی پند و نصیحت کی بھی کوئی پروا نہ کی اور آخر کار تمام عمر پریشان رہا۔ بادشاہ نے کشتم کوٹ کے علاقہ کو پوری طرح سے فتح کرکے اپنے ایک امیر ہری راؤ کے سپرد کر دیا۔

شنکر راج بھائی بلندر کا بھتیجا اور مکندراج کا عم زاد بھائی تھا۔ یہ اپنے چچا کے زمانے ہی سے محمد قلی قطب شاہ کے دربار کے عمائدین میں شامل تھا جب کم عمر مکندراج بغاوت پر تل گیا تو بادشاہ نے اس کے اس چچیرے بھائی کو علی خاں اور مجاہد خاں کے ساتھ ملک امین الملک کے ماتحت روانہ کیا۔ شنکر راج کو محض اس لئے روانہ کیا گیا تھا کہ مکندراج کم از کم اس کے اثر سے بغاوت سے باز آئے۔ لیکن جب شنکر راج نے دیکھا کہ وہ کسی طرح باز نہیں آتا تو اس کے خلاف صف آرا ہوا اور میدانِ کارزار میں اس جانبازی کے ساتھ مکندراج کی فوجوں میں گھس پڑا کہ آخر کار وہ شکست کھا کر بھاگ نکلیں لیکن افسوس ہے کہ خود شنکر راج اس لڑائی میں ۱۰۵۵ھ میں کام آیا۔

ہری چند یہ بھی بھائی بلندر کا بھتیجا اور غالباً شنکر راج کا حقیقی بھائی تھا۔ اور اسی کے ساتھ محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں منسلک تھا۔ اس نے بھی شنکر راج کے ساتھ مکندراج کے مقابلے میں کارنمایاں انجام دیئے تھے۔ اور اپنے بھائی کے مرنے کے بعد محمد قلی ہی کے دربار میں معزز و مفتخر تھا۔ لیکن ۱۰۵۵ھ میں جب راوت راؤ ملک امین الملک کے برتاؤ سے ناراض ہو کر قطب شاہی فوج سے نکل گیا اور حکومت کے خلاف بغاوت کی تو اس نے ہری چند کو بھی بغاوت پر آمادہ کیا۔ اور خفیہ طور پر لکھ بھیجا کہ اگر اس وقت تم میرا ساتھ دو تو میں تمھیں کشتم کوٹ کا راجہ بننے میں مدد دوں گا۔

حکومت کا اولچ بڑا برا ہوتا ہے۔ ہری چند محمد قلی جیسے مہربان بادشاہ کے خلاف راؤت راؤ کے ساتھ شریک ہوگیا۔ اور عرصہ تک شاہی فوج کا مقابلہ کرتا رہا۔ آخر کار ۱۰۰۹ھ میں جب دھرما راؤ کی شکایت پر سید حسن سپہ سالار مقرر ہو کر آیا اور زین العابدین واپس بلا لیا گیا تو اس تبدیلی سے فائدہ اٹھا کر غالباً دھرما راؤ کے اشارے سے ہری چند بہت سے بہادروں کے ساتھ قطب شاہی لشکر میں آملا۔ اور گزشتہ بغاوت کی تلافی کرنے کے لئے یہ رائے دی کہ بھائی بلند کا استیصال اس طرح ہو سکتا ہے کہ سرحد پر اور بعض راستوں پر جہاں سے وہ بھاگ سکتا ہے یا جہاں سے اس کو رسد مل سکتی ہے چند قلعوں کو مستحکم کیا جائے اور بڑی بڑی فوجیں متعین کی جائیں۔ ہری چند کی یہ رائے بڑی معقول تھی اور اس پر عمل کر کے سید حسن نے تین قلعے مصطفےٰ آباد، شاہ آباد اور محمد آباد بنائے اور ان میں زبردست فوجیں ملک نائب کی نگرانی میں متعین کیں۔ اس طرح سے باغیوں کی آمد و رفت اور رسد کی فراہمی مشکل ہوگئی۔ آخر کار قلعہ کشٹم کوٹ پر قطب شاہی فوج کا قبضہ ہوگیا اور ہری راؤ کو وہاں کی حکومت سپرد کر دی گئی۔ اس طرح کشٹم کوٹ کی بغاوت کے استیصال اور تین مشہور قطب شاہی قلعوں کی تعمیر میں ہری چند نے بہت بڑا حصہ لیا۔

رام چندر پتاپور کا راجہ تھا جو کشٹم کوٹ کی سرحد پر ایک چھوٹی سی ریاست تھی اس نے مکند راج کی مدد کے لئے ۱۰۰۸ھ میں قطب شاہی سلطنت سے لڑائی مول لی جس کی وجہ سے امین الملک اس کے ملک پر حملہ آور ہوا اور راستے کے پورے جنگل کو آگ لگا دی۔ امین الملک کی فوج کا

اتنا رعب پڑا کہ آخر کار رام چندر نے اطاعت قبول کر لی اور سال بسال خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا اس طرح سے اس کا ملک تباہی سے بچ گیا اور وہ قطب شاہی باجگزار راجاؤں میں شامل ہو کر امن و امان سے زندگی بسر کرنے لگا۔

راوت راؤ بڑا زبردست ہندو سردار تھا جو اپنی کثیر التعداد پیادہ فوج اور بہادری و جاہ و جلال کی وجہ سے ممتاز تھا۔ اور عرصہ تک محمد قلی قطب شاہ کی فوج کے ساتھ اخلاص اور دولت خواہی کی خدمات انجام دیتا رہا۔ آخر کار ۱۰۹۵ھ میں میر جملہ امین الملک کے بعض احکام سے ناراض ہو کر رات کے وقت فوج شاہی سے علیحدہ ہو گیا اور ہری چندر کو بھی بغاوت پر آمادہ کر لیا لیکن بہت جلد قطب شاہی فوج کا مقابلہ کرتے ہوئے مارا گیا۔

کرشنا راج وٹھل دیو کا بھتیجا تھا اور ۱۰۱۸ھ میں اپنے چچا سے کسی بات پر ناراض ہو کر دہرما راؤ کے اشارے سے میدان جنگ میں قطب شاہی فوج سے آملا اور اس کے بعد جب وٹھل دیو کا انتقال ہو گیا تو دہرما راؤ نے اس کو راجہ بنا کر روانہ کیا۔ اس کا حال دہرما راؤ کے تذکرہ میں گزر چکا ہے۔ یہ محمد قلی قطب شاہ کا ایک باجگزار راجہ تھا۔

مذکورۂ بالا خاص شخصیتوں کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں اور متعدد برہمن نانک دار ہی متقدم اور رویوار قوم کے ہندو سردار بھی موجود تھے جن پر اس کو کامل اعتماد تھا اور جو مسلمانوں کے دوش بدوش قطب شاہی سلطنت کے استحکام اور ترقی میں کوشاں رہتے تھے۔

(۴)

ایرانیوں اور اجنبیوں کی نگہداشت اور قدر افزائی

بعض مورخوں نے سلطان محمد قلی پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ مذہبی تعصب کی وجہ سے ملک کے سنی باشندوں کے مقابلے میں ہمیشہ ایرانیوں اور غیر ملکیوں کی سرپرستی کیا کرتا تھا[1]۔ لیکن یہ بات بالکلیہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اول تو اس کے امراء عمائدین میں امین الملک، فتح الملک، خدابندہ خاں، خیرات خاں، عبدالکریم، حسن علی، اور انور خاں وغیرہ جیسے بڑے بڑے دکنی اور سنی شامل تھے۔ اور دوسری بات یہ کہ ایرانی نو واردوں کی سرپرستی اور قدر افزائی مذہبی سے زیادہ سیاسی اسباب کا نتیجہ تھی سب سے پہلا اور سب سے اہم سبب تو یہ تھا کہ ہر شخصی حکومت میں بادشاہ اپنی حفاظت اور انتحکام کے لئے بالعموم نئے ملازموں کو مامور کرتا ہے، اور بعض وقت قدیم ملازموں کو ہٹانا بھی ضروری سمجھتا ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ ع

---

[1] مثلاً تاریخ دکن سلسلۂ آصفیہ حصہ دوم صفحہ ۲۹۴ پر لکھا ہے :۔
"محمد قلی بھی پکا شیعہ تھا اس لئے اس سلطنت میں تمام سرکار دربار میں شیعہ ہی شیعہ نظر آتے تھے۔ اور اس لیے وہ کسی سنی کو برگزا مورات سلطنت میں دخیل نہیں ہونے دیتے تھے۔ مگر چونکہ شیعہ آدمی اس کثرت سے نہیں مل سکتے تھے کہ جو تمام موارات سلطنت کا بندوبست کر سکیں اس لیے تمام مالگزاری کے اور نیز متفرق کام ہندوؤں کے ہاتھ میں رہتے تھے"۔
اسی قسم کا خیال تقریباً انہی الفاظ میں تاریخ دربار آصف گلزار دوم صفحہ ۱۹۱ پر بھی درج ہے۔

ہر کہ آمد عمارتے نو ساخت

نئے ملازموں اور مددگاروں میں بھی باہر سے آئے ہوئے یا غیر ملکی اشخاص کا تقرر اور بھی زیادہ قرین مصلحت سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ ملک اور اہل ملک کی دیرینہ خوبیوں یا خرابیوں سے ناواقف ہوتے ہیں اور جو کوئی ان کی سرپرستی کرتا ہے وہ اس کے دست گرفتہ ہونے کی وجہ سے اسی کی خدمت گزاری کو اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں۔ اور اپنے آقا کے کام میں خواہ وہ حق پر ہو یا ناحق اپنی جان تک دینے کے لئے تیار رہتے ہیں۔

ملک کے موروثی امرا اور قدیم معاشدار اور جاگیردار لوگ جہاں اکثر سلطنت کی قوت ثابت ہوتے ہیں بعض وقت کسی ملک یا بادشاہ کے لئے خطرناک بھی بن جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کی جڑیں ملک میں دور دور تک گڑی ہوتی ہیں اور ان کا اثر و اقتدار جس وقت چاہے بادشاہ کی ذات کے خلاف کام کر سکتا ہے۔ چنانچہ اکثر بادشاہوں کی جانشینی کے مسائل ایسے ہی امرا کی مصلحتوں اور دیگر اغراض کی وجہ سے الجھنوں میں پڑ جاتے ہیں۔ اور یہ لوگ جب کبھی اپنے بادشاہ سے کسی وجہ سے ناراض ہو جاتے ہیں تو اس کے بھائی یا قرابتدار کو تخت کا دعویدار بنا کر بادشاہ کے خلاف سازش کر بیٹھتے ہیں۔ چنانچہ خود محمد قلی کی زندگی میں ایسا واقعہ دو دفعہ پیش آچکا ہے کہ ملک کے قدیم امرا شاہ عبدالغفار اور شہزادہ خدابندہ کو اس کے مقابلہ میں کھڑا کر کے اس کی زندگی کے لئے خطرہ کا باعث بن گئے تھے۔

اسی وجہ سے ہر ملک کے خود مختار بادشاہ ہمیشہ اجنبیوں کو بڑے بڑے عہدوں پر سرفراز کر کے انہی سے اپنی حفاظت کا کام لیتے رہے ہیں۔ اور محمد قلی قطب شاہ بھی اسی حکمت عملی پر کاربند تھا۔ بادشاہوں اور وزیروں کی یہی سیاسی چال تھی جس کی بنا پر دکن میں ہمیشہ ملکی اور غیر ملکی جھگڑا پیدا ہوتا رہا۔ ہر بادشاہ یا مقتدر امیر نئے نئے اور زیادہ تر غیر ملکی لوگوں کو اپنا مشیر و مددگار بنانے کی کوشش کی اور اس طرح جو لوگ پہلے سے ملک میں موجود تھے وہ ہمیشہ ان نو واردوں سے رشک و حسد اور ان کے خلاف سازشیں کرتے رہے۔ اور اگرچہ بعض وقت وہ اپنی کوششوں میں کامیاب بھی رہے لیکن اکثر ناکام ہونا پڑا اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اور اُن کی اولاد ناقدری اور ذلت کی زندگی گذارتے گذارتے اپنی اکثر اعلیٰ صلاحیتوں کو بھی کھو بیٹھی۔

غرض محمد قلی قطب شاہ بھی ایک مطلق العنان بادشاہ تھا اور اگر اس نے اپنے پیشروؤں کی دیرینہ سنت پر شدت سے عمل کیا تو کوئی تعجب کا مقام نہ تھا۔ رہا شیعوں کی سرپرستی کرنا تو اس پر بھی وہ مجبور تھا کیونکہ اس زمانے میں جتنے لوگ دہلی، آگرہ، بیجاپور کا رخ نہ کر کے گولکنڈہ آتے تھے وہ زیادہ تر شیعہ ہی ہوتے تھے۔ اس لیے کہ محمد قلی کے مذہبی عقائد اور خاص کر حب اہلبیت نبی کا دور دور تک چرچا تھا۔ چنانچہ اس کی زندگی ہی میں، جب کہ وہ حیدرآباد کا شہر بنا اور بسا رہا تھا، احمد نگر میں ایک تاریخ برہان مآثر لکھی جا رہی تھی۔ اس کا مصنف جب محمد قلی کا نام لیتا ہے تو اس کی اسی خصوصیت پر زور دیتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے :۔

" عالی حضرت اعظم ہمایون سلیمان ظل سبحانی المؤید بتائید اللہ خادم اہل بیت رسول اللہ

محمد قلی قطب شاہ" صفحہ ۵۹۸

" عالی حضرت سلطنت و حشمت پناہ نصفت و معدلت دستگاہ خادم اہل بیت رسول اللہ

محمد قلی قطب شاہ" صفحہ ۶۲۵

حالانکہ اس کتاب میں دوسرے ہمعصر بادشاہوں خاص کر ابراہیم عادل شاہ ثانی کا نام بھی کئی جگہ بڑے ادب و احترام سے لکھا گیا ہے لیکن ابراہیم کو یا کسی اور بادشاہ کو کسی جگہ خادم اہلبیت رسول اللہ نہیں لکھا گیا۔

اس کے علاوہ محمد قلی کے سنی امراد عمایدین نے چونکہ دوتین وقت اس کے خلاف بغاوت میں حصہ لیا تھا اس لیے وہ حق بجانب تھا اگر اس کو سنیوں پر کوئی اعتماد باقی نہ رہا اور اس نے عمداً شیعوں اور ایرانیوں کی سرپرستی شروع کر دی تھی۔

ان حالات کے تحت حیدرآباد میں کثرت سے اہل ایران جمع ہو گئے۔ جو لوگ محمد قلی کے عہد سے پہلے ہی یہاں موجود تھے ان میں میر شاہ میر اصفہانی، امیر زنبیل استرابادی، ہمدی قلی سلطان، اور اعتبار خاں یزدی بہت بڑے امیر اور عمائدین سلطنت میں شمار کیے جاتے تھے۔ اس کے عہد میں جو ایرانی حیدرآباد آئے ان میں میر مومن استرابادی، میر ضیاء الدین محمد نیشاپوری علی بن عزیز اللہ طباطبا، اور مرزا محمد امین بہت مشہور ہوئے۔ خاص کر میر مومن اور مرزا محمد امین

نے تو وہ رتبہ حاصل کیا کہ شائد ہی کسی بادشاہ کے زمانے میں کسی نووارد کو حاصل ہوا ہو۔ چونکہ ان دونوں کو محمد قلی سے خاص تعلق رہا ہے اس لئے ان سے متعلق چند امور کا یہاں درج کرنا ضروری ہے

میر مومن

استرآباد کے مشاہیر سادات میں سید شرف الدین سماکی کے فرزند اور سید فخرالدین سماکی کے خواہرزادے اور شاگرد تھے۔ موخرالذکر میر غیاث الدین منصور کے اعظم تلامذہ میں شمار کیا جاتا تھا اور اسی کے ساتھ میر مومن شاہ طہماسپ کے دربار میں آئے اور شاہزادہ سلطان حیدر مرزا کی تعلیم اور اتالیقی کی خدمت پر مامور ہوئے تھے[1]۔ کچھ عرصہ بعد جب شاہزادہ کا انتقال ہوگیا اور میر صاحب کے مخالفین اور حاسدین نے ان کے خلاف دہریت اور الحاد کا الزام لگاکر ان کو خارج البلد کرنے کی کوشش کی تو وہ خود قزوین سے ۹۸۶ھ میں عراق و عرب کے سفر پر نکل کھڑے ہوئے اور حج و زیارت سے فارغ ہونے کے بعد محرم ۹۸۹ھ میں گولکنڈہ پہنچے۔

چونکہ بڑے عالم و فاضل اور مدبر و دانشمند اور خلیق و منکسر مزاج تھے اس لئے یہاں رفتہ رفتہ ان کی شہرت پھیلنے لگی۔ ان کو درس و تدریس کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ اکثر طلبہ اور علماء ان سے استفادہ کرتے تھے۔ آخرکار پانچ چھ سال کے عرصے میں اپنے علم و فضل اور زہد و تقویٰ

---

[1] حضرت میر مومن کے تفصیلی حالات زندگی پر راقم نے ایک علیحدہ مبسوط کتاب لکھ کر شائع کی ہے اس لیے یہاں صرف مختصر اور ضروری باتیں درج ہیں۔

کی وجہ سے محمد قلی قطب شاہ کو اپنا اتنا زیادہ معتقد بنا لیا کہ وہ ان کو اپنی سرکار و دربار میں دخیل کئے بغیر نہ رہا۔ چنانچہ پیشوائے سلطنت جیسی اہم خدمت ان کے سپرد کی یہ عہدہ نائب بادشاہ کی حیثیت رکھتا ہے اور سلطنت میں سب سے بڑا عہدہ سمجھا جاتا تھا۔

میر مومن کے پیشوائے سلطنت بننے کے بعد ہی تاریخ دکن میں دو اہم واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ یعنی شہر حیدرآباد کی بنا اور شہدائے کربلا کے نام کے علم مبارک کی استادگی۔ اور ان دونوں امور میں میر صاحب کی دلچسپی کو بھی دخل تھا۔ اس میں تو کوئی شبہ ہی نہیں کیا جا سکتا کہ محمد قلی نے اپنے عقائد میں جو پختگی پیدا کی اور خادم اہل بیت رسول اللہ کا لقب حاصل کیا اس کا سہرا میر مومن ہی کے سر ہے۔ حیدرآباد میں شیعہ عقائد کی عام طور پر ترویج اور عاشور خانوں اور علموں کا قیام اور دیگر مذہبی مراسم کا آغاز محمد قلی نے سنہ ۱۰۰۰ھ کے لگ بھگ کیا تھا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ امور میر صاحب کے عہد پیشوائی کے اولین ثمرات ہیں۔

اس پیشوائی کے قیام کے بعد دوسرا اہم واقعہ جو پہلے کے ساتھ ساتھ یعنی تقریباً ایک ہی زمانے میں وقوع پذیر ہوا شہر حیدرآباد کی بنا تھا۔ اس وقت محمد قلی نے ایک متمدن اور ترقی یافتہ شہر کا جو نقشہ ڈالا اس کے بنانے میں میر مومن پیشوائے سلطنت کی رائے بھی ضرور شامل ہوگی۔ چارمینار کی وجہ تعمیر میں تعزیہ کو دخل ہو یا نہ ہو اس کا روضۂ حضرت امام رضا کی طرح شہر کے درمیان میں بنایا جانا اور اس کے چاروں طرف بڑی بڑی سڑکوں کی تعمیر حضرت میر مومن ہی کا

مشورہ ہوسکتا ہے۔ اس سے زیادہ اہم واقعہ جس میں میر صاحب نے ذاتی دلچسپی لی یہ تھا کہ شہر کے بازاروں، محلوں، مسجدوں، عاشور خانوں اور حماموں کے ساتھ ساتھ اہل شہر کے لئے ایک پاک صاف قبرستان کی جگہ کا تعین بھی پہلے ہی سے کر لیا گیا۔

اس کام کے لئے میر صاحب نے جس مقام کا انتخاب کیا اس میں کونسی خوبیاں پیش نظر تھیں اس کا تفصیلی بیان ہم نے "سوانح میر مومن" میں درج کر دیا ہے اس لئے یہاں اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ انھوں نے اپنے صرفے سے اس قبرستان کو چمنستان کی طرح آراستہ کیا اور اس میں کربلائے معلیٰ سے خاک پاک منگوا کر بچھوائی۔

میر مومن صاحب اگرچہ بظاہر مولوی اور دیندار آدمی تھے لیکن محمد قلی قطب شاہ اور اس کے جانشین سلطان محمد کے عہد میں جملہ امور سلطنت انہی کی رائے اور مشورے سے انجام پاتے تھے۔ چنانچہ ۱۰۱۶ھ میں شہزادی حیات بخشی بیگم کی شادی اور ۱۰۱۸ھ میں مرزا محمد امین میر جملہ کا تقرر انہی کی رائے سے انجام پایا۔ اس زمانے میں بیرون ہند سے جتنے عالم اور قابل لوگ آتے وہ میر صاحب ہی کی سعی و سفارش سے دربار قطب شاہیہ میں باریابی پاتے تھے۔ چنانچہ علامہ محمد امین خانون انہی کا شاگرد اور فیضیافتہ تھا جو بعد کو سلطان محمد کے عہد میں ایران کی سفارت پر بھیجا گیا اور سلطان عبداللہ کے عہد میں پیشوائے سلطنت بنایا گیا۔

وہ ایک بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ چنانچہ جب ۱۰۱۱ھ میں سلطان محمد قطب شاہ پیدا ہوا تو

انھوں نے حسب ذیل قطعہ تاریخ لکھ کر محمد قلی کے حضور میں پیش کیا تھا ؎

باز عالم ابتدائے کامرانی کردہ است — صد بشیر کامرانی می برد ہر سو خبر

دودمانِ ترکماں را خوش چراغی بر فروخت — پرتو شہزادہ بر چرخ می تابد دگر

رونق عز و شرف سلطاں محمد زاں کہ ہست — ہر دو عالم یک صدف از بہر آں عالی گہر

خواستم تاریخ آں فرخندہ گوہر مقل گفت — اول کام است و فیروزی و اقبال فظفر

چوں دعا بہ زیں نمی دانم ازاں می گویمش — سرور عالم شوی در ظلِ اقبال پدر

معلوم ہوتا ہے کہ اس شہزادہ کی تعلیم و تربیت میں میر مومن نے خاص حصہ لیا تھا جب ہی تو وہ ایسا زاہد متقاض اور پاک باز بادشاہ ثابت ہوا۔ میر مومن اس کو بہت چاہتے تھے۔ چنانچہ شہزادی کے ساتھ اس کی شادی انہی کی ایما سے کی گئی اور محمد قلی قطب شاہ کی وفات کے بعد سلطان محمد کی تخت نشینی کے وقت بھی میر مومن ذاتی دلچسپی اور سعی سے کام لیا تھا۔ میر صاحب کی نقیر زندگی سے متعلق تفصیلی معلومات ان کے سوانح حیات میں درج ہیں یہاں تاریخ فرشتہ کا یہ خیال ظاہر کرنا ضروری ہے کہ وہ محمد قلی قطب شاہ کے تذکرے کے آخر میں اس کی تین خوش قسمتیوں کا ذکر کرتا ہے جن میں سب سے پہلی اور سب سے اہم خوش قسمتی فرشتہ کی نظر میں یہی تھی کہ میر مومن جیسا متقد علیہ اور مختار کل محمد قلی کو ملا تھا جس نے اپنی دانشمندی اور اعلیٰ کردار کی وجہ سے محمد قلی کے دور کو عظیم الشان بنا دیا۔

مرزا محمد امین اصفہانی شہرستانی الاصل تھا۔ اور بقول علی بن ملیفور "در فن انشا دلیاقت بمرتبہ مہارت داشت کہ ہیچ کس از ابنائے روزگار باو دے خیال مساوات بر لوح ضمیر نمی توانست نگاشت"[1] غرض وہ بڑا عالم و فاضل اور صاحب فہم و فراست تھا۔

جس وقت مرزا محمد امین حیدرآباد آیا ہے تو محمد قلی قطب شاہ کی عہد حکومت نہ ہتھی ترقیوں کے لحاظ سے معراج کمال پر پہنچ چکا تھا۔ اور اس کے میر جملہ ملک امین الملک الف خاں کو بھی انتقال کیے ہوئے دو تین سال گزر چکے تھے۔ یہ عہدہ خالی تھا اور سوریراؤ شائد منصرمانہ طور پر یہ خدمت انجام دیرہا تھا لیکن بقول تاریخ قطب شاہی جیسا کہ چاہئے مملکت کا انتظام نہیں ہو رہا تھا اور محمد قلی کسی قابل آدمی کی تلاش میں تھا۔

اس موقعہ پر جیسا کہ ہمیشہ ہوتا ہے جملہ اعیان دربار اپنے اپنے دوستوں اور محسنوں کے لیے کوشش کر رہے تھے۔ لیکن میر مومن پیشوائے سلطنت نے مرزا محمد امین کو اس خدمت کے لئے منتخب کیا اور محمد قلی نے یہ سفارش قبول کر کے ۱۰۱۱ھ میں مرزا کو اپنا جملۃ الملک اور وزیر مختار بنالیا۔ اور اس کے لئے ایک ایسا بیش بہا قلمدان وزارت روانہ کیا جو اعلیٰ درجے کے جواہر سے مرصع تھا۔ ایسا قلمدان اس وقت تک کسی بادشاہ نے اپنے وزیر کو عطا نہیں کیا تھا چنانچہ مرزا محمد امین کے بعد بھی یہ قلمدان عرصے تک کسی کو نہ ملا اور آخر کار جب ۱۰۳۸ھ میں سلطان عبداللہ قطب شاہ نے محمد قلی کو شریف الملک کا خطاب دیکر

---

[1] حدائق السلاطین ورق ۱۸۳ ا۔

سرخیل بنایا تو کمال مہربانی سے یہی فرمان اس کو عطا کیا تھا۔

مرزا محمد امین کی سالانہ تنخواہ دو لاکھ ہون (یعنی زمانۂ حال کے نو لاکھ روپے) مقرر کی گئی تھی۔

اور اس مقررہ رقم کے علاوہ موقع بموقع بقول تاریخ قطب شاہی :۔

"بانواع تشریفات شاہانہ و اسپان بازین زر و فیلان کوہ پیکر مغزز و ممتاز گردید"

جس عنایتوں سے مرزا محمد امین کو سرفراز کیا جاتا تھا۔ یہ اتنی بڑی رقمیں اور اعزاز تھا کہ آج ہندوستان کے وزیر اعظم کو بھی شاید نصیب ہو۔ اس سے محمد قلی کے جاہ و جلال اور شاہانہ فیاضی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

محمد امین نے خدمت پر فائز ہوتے ہی زور و شور کے ساتھ مہمات مملکت کو سرانجام کرنا شروع کیا۔ چنانچہ سب سے پہلے سوری راؤ برہمن جو عرصہ سے بادشاہ کا منہ چڑا تھا اس کی تحقیقات کی زد میں آیا اور کثیر رقم اس کے ذمے بقایا نکلی۔ اس طرح کئی ہندو عہدہ داروں کا زور کم ہو گیا اور بڑی بڑی رقمیں وصول ہوئیں۔ وہ بادشاہ کے مزاج میں بڑا دخیل ہو گیا تھا اس کا ثبوت اس واقعہ سے ملتا ہے کہ ۱۰۱۸ھ میں جب ایک رات چند غیر ملکی اوباشوں نے محل بنات گھاٹ میں جبراً داخل ہو کر جلسہ منایا اور دوسرے روز صبح بادشاہ کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے غصہ میں آکر ان کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ اس حکم کی خبر جب اہل حیدرآباد کو ہوئی تو ان کی سالہا سال کی امید بر آئی۔ کیونکہ وہ غیر ملکیوں کے اقتدار اور غرور سے تنگ آچکے تھے۔ اب انھوں نے کوتوالی کے ملازموں کے ساتھ مل کر خود بھی غیر ملکیوں کو لوٹنا اور تباہ کرنا شروع کیا یہاں تک کہ سو آدمی قتل کر دیے گئے

اور تمام شہر میں ایک ہنگامہ برپا ہوگیا اس وقت مرزا محمد امین جامدار خانۂ عامرہ میں مصروف کار تھا۔ جب اس کو اس بدامنی کی اطلاع ملی تو فوراً محمد قلی کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ بادشاہ آرام کر رہا تھا اور ملازمین درگاہ نے اس کو بیدار کرنے سے انکار کر دیا۔ مرزا محمد امین نے دیکھا کہ جتنی دیر ہوتی جائے گی اتنا ہی زیادہ کشت وخون ہوگا اس لئے آداب شاہی کے خلاف دروازہ کو زور سے کھٹکھٹایا جس کی آواز سے محمد قلی قطب شاہ بیدار ہوگیا اور وجہ دریافت کی۔ مرزا محمد امین نے بڑی عاجزی کے ساتھ حقیقت حال سے آگاہ کیا اور درخواست کی کہ بادشاہ خود اپنی خوابگاہ کی کھڑکیوں سے بازار کی طرف نظر ڈالے۔ جب محمد قلی نے اس فتنہ وفساد کو دیکھا تو آگ بگولہ ہوگیا۔ چنانچہ علی آقا کوتوال پر عتاب نازل ہوا اور مرزا محمد امین نے اہل شہر کو سخت سزا دلوائی۔ جن جن لوگوں نے غیر ملکیوں کو لوٹنے اور قتل کرنے میں حصہ لیا تھا ان کو ہاتھیوں کے پاؤں سے بندھوا دیا گیا اور بہت سے اہل شہر قتل بھی کرا دیے گئے۔

اس واقعہ کے چند ماہ بعد ۱۰۱۸ھ میں مرزا محمد امین نے محمد قلی قطب شاہ کو اپنے محل میں مدعو کیا۔ اور اس دھوم دھام کے ساتھ دعوت کی کہ تاریخیں اس کے بیان میں خاص طور پر رطب اللسان ہیں اس دعوت کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ مرزا محمد امین وہ تمام تزک واحتشام اور مال ودولت اپنے بادشاہ کو دکھانا چاہتا تھا جو شاہانہ عنایتوں کی وجہ سے اس کو سات سال کے عرصہ میں حاصل ہوئی تھی اس موقعہ پر اس نے اپنے تمام محل کو سات رنگ کے دیبا سے سجایا تھا۔ اور جملہ راستے

عنبر و گلاب و مشک سے خوشبودار بنائے گئے تھے۔

بادشاہ صبح کے وقت جب اس کے محل میں داخل ہوا تو مرزا محمد امین نے زربفت، اطلس مخمل اور مشجر کو پامال کرکے اپنی ڈیوڑھی کو رشک گلستانِ ارم بنا دیا۔ بادشاہ کی آمد سے قبل ہی حیدرآباد کے تمام امرا، اعیان دولت، سلاحدار، اور قدیم الخدمت ملازمین وزیر اعظم کے محل میں جمع ہو کر اپنی اپنی جگہ پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ بڑے بڑے انشا پرداز اور شاعروں نے اس مجلس میں بادشاہ کی مدح میں قصیدے اور مضامین نثر پڑھ کر سنائے جن میں وزیر کو اس اعزاز و افتخار پر مبارکباد دی گئی تھی۔ اس کے بعد ماہرین رقص و سرود نے اپنے اپنے کمال فن کے اظہار سے مجلس کو مسرور کیا پھر مرزا محمد امین نے اس سرفرازی کی نذر کے طور پر قسم قسم کی نادر و بیش بہا اشیا بادشاہ کی خدمت میں پیش کیں۔ مثلاً

(۱) تیس عربی نسل کے گھوڑے جن میں سے ہر ایک کی زین اور لگام مرصع تھی۔ (۲) بیس ہاتھی۔ (۳) ایک سونے کا کمر بند جس میں ۱۴ جواہر جڑے ہوئے تھے۔ (۴) صاف بلور کا ایک گول آئینہ جس کے اطراف جواہر اور آبدار موتی جڑے ہوئے تھے اور جس کا چوکھٹا سونے کا تھا اور اس میں بھی جواہر لگے ہوئے تھے۔ (۵) قرآن شریف اور دوسری کتابوں کی چودہ خوشخط و مطلا و مذہب جلدیں (۶) دو سو عجیب و غریب سنکری غوری (۷) دو سو باریک اور نفیس کشمیری شال (۸) زربفت، مخمل، کمخاب، مشجر، اور اطلس کے چودہ چودہ تھان

(۹) خوشقانی قالینوں کی تیس جوڑیاں (۱۰) تیس عدد نمدکرمانی خوش رنگ و خوش قماش کافی طویل و عریض (۱۱) چند سونے کی کشتیاں جن میں قسم قسم کے جواہر اور شماہائے عنبر تھے۔ (۱۲) ان کے علاوہ اور بہت سے بری اور بحری تحفے۔

اس عالیشان نذر کے بعد دسترخوان چنا گیا جس پر اتنی قسم کے کھانوں، شربتوں، اور میووں کے خوان جمائے گئے کہ مورخوں نے لکھا ہے کہ "بتخمینہ نہ گنجد و بشمار نیاید" یعنی کسی کے قیاس میں بھی نہیں آسکتے تھے۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد محمد امین نے جملہ ندیموں، نقیبوں، شاعروں، اور اہل نغمہ کو جو اس مجلس میں موجود تھے تشریفات فاخرہ سے سرفراز کرکے پچاس ہزار ہون انعام عطا کیا۔

اس دعوت کی تفصیل معلوم کرنے کے بعد عہد محمد قلی قطب شاہ کی فراغ بالی اور عیش و کامرانی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ بادشاہ نے اپنے میر جملہ کی پیش کی ہوئی نذر کو پسند کرکے قبول کیا۔ ان اشیا کی قیمت کا اندازہ ایک سو پچاس ہزار ہون بتایا جاتا ہے۔ نذر قبول کرکے جب بادشاہ واپس ہونے لگا تو ازراہ مرحمت اپنے کندھوں سے زرین چادر نکال کر مرزا محمد امین کو عنایت کی یہ انتہا درجے کی سرفرازی سمجھی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ زرنگار خلعت ہائے فاخرہ، پانچ ہاتھی اور پانچ عربی گھوڑے بھی جن کی زین اور لگام مرصع تھی، مرحمت کیے گئے اور آخر کار اظہار پسندیدگی کے طور پر مرزا محمد امین کے پیش کیے ہوئے گھوڑوں میں سے ایک پر سوار ہو کر

محمد قلی قطب شاہ دولت خانۂ عالی کو واپس ہوا۔

مرزا محمد امین نے مہمات سلطنت میں کیا حصہ لیا اور کون کون سے کام انجام دیئے ان کے ذکر سے تاریخوں کے اوراق خالی ہیں۔ البتہ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ جب ۱۰۱۹ھ میں پرتاب شاہ نے بغاوت کی اور بادشاہ نے اس کے فرو کرنے کے لئے مرزا کو متوجہ کیا تو اس نے آسیر اؤ کو سپہ سالار بنا کر حیدرآباد سے ایک فوج روانہ کی۔ اور اس کے بعد جب معلوم ہوا کہ یہ بغاوت فرو نہیں ہو رہی ہے تو محمد قلی قطب شاہ کے حکم سے خود مرزا محمد امین حیدرآباد سے باہر نکلا لیکن وہ بزم آرائی کا جتنا دلدادہ تھا میدان جنگ سے اتنا ہی گریزاں رہتا تھا۔ یہ پہلا اور آخری موقع تھا کہ وہ لڑائی کے لئے نکلا تھا لیکن اس وقت بھی اس نے جس حزم و احتیاط سے کام لیا اس سے ثابت ہو گیا کہ وہ اس میدان کا مرد ہی نہ تھا۔ چنانچہ جب وہ حیدرآباد سے نکلا تو پرتاب شاہ پر حملہ کرنے کی جگہ قطب شاہی حدود پر جا کر ٹھہر گیا۔ آخر کار جب مکت خاں، زبردست خاں، خیرات خاں، اعتبار خاں اور امجد الملک وغیرہ جیسے سپہ سالار اپنی فوجوں کے ساتھ اس کی مدد کے لئے پہنچ گئے اس وقت دستر کے علاقے میں داخل ہو کر چند مقامات پر قبضہ کر لیا لیکن پرتاب شاہ والیٔ دستر نے اتنا ستایا کہ مرزا محمد امین اپنی سرحد میں واپس چلا آیا اور بادشاہ کو اطلاع دی۔ محمد قلی ناامید ہونے والا شخص نہ تھا اس نے مالک پرست خاں کو ایک فوج کے ساتھ مرزا کی مدد کے لئے روانہ کیا لیکن اس اثنا میں جب خود محمد قلی کی طبیعت بے حد ناساز ہو گئی تو مرزا محمد امین

لڑائی کا خیال ترک کر کے حیدرآباد چلا آیا۔ اس کے بعد تو محمد قلی کا انتقال ہی ہو گیا۔ اور سلطان محمد تخت نشین ہوا۔ میر جملہ کی ناکام واپسی اس نوجوان بادشاہ کی ناخوشی کا باعث ہوئی۔ اور اس کے علاوہ نہ معلوم اور کیا اسباب ہوئے[1] کہ مرزا محمد امین نے خود کو محفوظ نہ پا کر سلطان محمد قطب شاہ کی خدمت میں رخصت کی درخواست پیش کی۔ وہ تو پہلے ہی سے ناراض تھا فوراً درخواست قبول کر لی لیکن اپنی نیک نفسی کی وجہ سے مرزا محمد امین کو اپنے پورے مال و متاع کے ساتھ حیدرآباد سے چلے جانے کی اجازت دے دی بلکہ دس ہزار ہون اور بھی اپنی طرف سے خرچ راہ کے لئے عطا کئے۔[2] برہان مآثر میں لکھا ہے کہ :۔

"فتور در مرتبۂ استقلال خود مشاہدہ نمود از روئے حزم و عاقبت اندیشی استعفائے خدمت کردہ استدعائے رخصت مراجعت بوطن مالوف نمود۔ اما از فرط ہمت بلند نظر بمال و منال او نگردند"[3]

---

[1] اس کا امکان ہے کہ مرزا محمد امین محمد قلی قطب شاہ کی جانشینی کے مسئلے میں میر مومن کا اہم خیال ہو۔ کیونکہ بادشاہ کی نازک حالت کی خبر سنتے ہی اس کا میدان جنگ چھوڑ کر حیدرآباد چلا آنا اور پھر سلطان محمد کی تخت نشینی میں میر مومن صاحب کا غیر معمولی دلچسپی اور مستعدی سے کام لینا ظاہر کرتا ہے کہ ان کو ضرور کوئی اندیشہ تھا۔ ورنہ ہر تاریخ میں اس واقعہ پر زور نہ دیا جاتا۔ اور ایک بات قابل ذکر ہے اور وہ یہ کہ اس تخت نشینی کے واقعات میں کہیں مرزا محمد امین کا نام نہیں آتا۔

[2] گلزار آصفی صفحہ ۳۰۔ [3] حدیقۃ السلاطین ورق ۱۸۴ الف

یہ عجیب بات ہے کہ بالکل اس طرح کا واقعہ سلطان محمد کے پیشرو محمد قلی قطب شاہ کی تخت نشینی کے وقت بھی پیش آیا تھا جب کہ ابراہیم قطب شاہ کا وزیر مختار میر شاہ میر اپنے وطن کو بھجوا دیا گیا تھا۔

محمد امین ربیع الاول ۱۰۲۱ھ[1] میں بہت بڑا خزانہ لے کر کلا اور سیدھا بیجاپور کا رخ کیا لیکن وہاں ابراہیم عادل شاہ حکمران تھا جس نے اپنی ایک حلیف سلطنت کے معزول میر جملہ کو اپنے یہاں معزز و ممتاز کرنا سیاسی مصلحت کے خلاف سمجھا۔ جس کی وجہ سے مرزا محمد امین کو مجبوراً ایران کا سفر کرنا پڑا۔ وہاں شاہ عباس کی خدمت میں اس نے اپنے حیدرآبادی خزانے میں سے ایک لاکھ روپے کے جواہرات بطور نذر پیش کئے لیکن وہاں بھی اس کی وہ قدر و منزلت نہ ہو سکی جو محمد قلی جیسا لکھ لٹ بادشاہ ہی کر سکتا تھا۔ آخر کار دوبارہ ہندوستان آیا اور ۱۰۳۲ھ میں جہانگیر بادشاہ کی خدمت میں باریاب ہو کر حیدرآباد سے کمائی ہوئی دولت میں سے پچاس ہزار روپے نذر دیے۔ جہانگیر اس کے ساتھ مہربانی سے پیش آیا۔ اور شاہ جہاں کے عہد میں وہ پنجہزاری امیر اور میر بخشی بنا دیا گیا۔ آخر کار ۱۰۴۶ھ میں فالج و لقوہ سے انتقال کیا۔

مرزا محمد امین کو شعر و سخن کا بھی بڑا اچھا ذوق تھا۔ اس کے متعدد شعر حدائق السلاطین میں بطور نمونہ نقل کیے گئے ہیں[2]۔ اس کی طبیعت میں شان و شوکت اور زرک و احتشام کی بڑی

---

[1] گلزار آصفی صفحہ ۳۰ [2] دیکھو ورق ۱۸۴ ب تا ۱۸۷ ا

صلاحیت تھی۔ حیدرآباد کے قیام کے زمانے میں اس نے ندی کے کنارے ایک عالی شان باغ بنایا تھا جو عرصے تک باقی رہا اور اس کے چلے جانے کے بعد شاہی تفریح گاہ اور سلطنت کے بہترین مہمان خانے کے طور پر کام آتا تھا۔ یہ باغ اب تک حیدرآباد میں موجود ہے اور اس میں اب زنانہ ہسپتال بازچہ خانہ بنا دیا گیا ہے۔ کتاب مآثر دکن میں اس کو سہو آ الک ابن الملک الف خاں کا بنایا ہوا قرار دیا گیا ہے[1] تاریخ محمد نقنۃ السلاطین میں اس باغ کی بڑی تعریف کی گئی ہے چنانچہ ایک جگہ لکھا ہے:

"باغ میرزا محمد امین میر جملہ ماضی کہ قطعہ ایست از بہشت بریں"[2]

ایک اور جگہ نظام الدین احمد اس باغ کو شہر حیدرآباد کے بہترین مقامات میں سے قرار دیتا ہے وہ کہتا ہے:۔

"باغ مرزا محمد امین میر جملہ ماضی را کہ بہترین مقامات و منازل دار السلطنت است..."[3]

یہ باغ سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد تک ایسا آراستہ و پیراستہ تھا کہ اس سے بہتر تفریح کا مقام شہر میں کوئی نہ تھا چنانچہ جب شاہ جہاں نے ۱۰۳۷ھ میں شیخ محی الدین پیرزادہ اجمین کو ایلچی بنا کر حیدرآباد روانہ کیا تو عبداللہ نے اس کو اسی باغ میں فروکش ہونے کا حکم دیا۔ اور اسی طرح اسکے ایک عرصہ بعد جب ۱۰۴۴ھ میں شاہ ایران کا سفیر امام قلی بیگ

---

[1] دیکھو صفحہ ۱۷

[2] دیکھو صفحہ ۶۲

[3] دیکھو صفحہ ۱۳۳

شاملو حیدرآباد آیا تو پھر عبداللہ قطب شاہ نے اسی باغ کو اپنے اس مہمان کی قیام گاہ بنانے کا حکم دیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ باغ اور اس کی عمارتیں ایسی اعلیٰ پایہ کی تھیں کہ جب کبھی کسی بڑی سلطنت کا ایلچی آتا تو اس کو وہیں ٹھہرایا جاتا۔ غرض محمد قلی قطب شاہ نے اپنے اس ایرانی وزیر اعظم کو جس کثیر مال و دولت سے سرفراز کیا تھا وہ بالکلیہ بیکار نہیں گئی۔ کیونکہ اس دولت میں سے کچھ نہ کچھ رقم تو اس میر جملہ نے حیدرآباد ہی میں امین باغ کی تزئین و آرائش میں صرف کی۔ اور اس طرح محمد قلی کے جانشین مدت دراز تک اس باغ سے مستفید ہوتے رہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اس باغ کی بہار اب تک باقی ہے جب کہ خود محمد قلی قطب شاہ کی نسل بھی دنیا سے نیست و نابود ہو چکی۔

بعض غیر ملکیوں پر تعجب ایرانیوں اور غیر ملکیوں کی سرپرستی کی ایسی اعلیٰ مثالیں دیکھ کر یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ محمد قلی قطب شاہ ان کے ساتھ اندھا دھند رعایت کیا کرتا تھا۔ اس نے جہاں ملکیوں اور سنیوں کے ساتھ ان کی بے وفائیوں کی وجہ سے خراب برتاؤ کیا، ایرانیوں اور غیر ملکیوں کو بھی اپنی سیاست کے تحت برابر سزا دی۔ وہ صحیح معنوں میں ایک اعلیٰ درجہ کا مدبر اور سیاست داں تھا اور جس کسی نے اس کی ذات کے خلاف سازش یا اس کی حکمتِ عملی اور اس کے قانون کی خلاف ورزی کی وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچا۔ سنیوں کی ناقدری یا سنی امراء و عمائد کو اس کے بھائیوں کے ساتھ مل کر بغاوت کرنے کی پاداش میں جو سزائیں دی گئیں ان کا

تذکرہ تو گزر چکا ہے۔ اس لئے یہاں صرف ایسے چند واقعات کی طرف اشارہ کر دیا جاتا ہے جن سے معلوم ہوگا کہ اس نے ایرانیوں اور غیر ملکیوں کے ساتھ ہر وقت مروت اور رعایت کا برتاؤ نہیں کیا۔

اس قسم کے ایک واقعہ کا ذکر ابھی مرزا محمد امین کے بیان میں گزر چکا ہے۔ یعنی جب چند غیر ملکی لوگ اس کے محل بنات گھاٹ میں اجازت کے بغیر داخل ہو کر بے ادبی کے مرتکب ہوئے تو اس نے ان کو سزا دینے کے احکام جاری کئے جن کی بنا پر تقریباً سو ایرانی اور غیر ملکی مار ڈالے گئے اور بہت سے لوگوں کا مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔

دوسرا واقعہ رستم خاں کو بے عزتی کے ساتھ قطب شاہی لشکر سے نکلوا دینے سے متعلق ہے۔ یہ شخص نیا نیا حیدرآباد آیا تھا اور ۱۰۰۳ھ میں جب وینکٹ پتی کے مقابلے کے لئے فوج روانہ کیجا رہی تھی تو اس نے محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں ایسی باتیں بنائیں کہ بادشاہ نے اس کو سپہ سالار بنا دیا لیکن جب لڑائی کے میدان میں وہ مخالفین سے ڈر کر بھاگ نکلا تو محمد قلی نے اس کے چہرے کو رنگ کر اور زنانہ لباس پہنا کر قطب شاہی سرحد سے باہر نکلوا دیا۔

علی بن عزیز اللہ طباطبا بھی ایک اور مشہور ادیب اور مورخ تھا اور نلدرگ کے محاصرے کے وقت ۹۸۸ھ میں ایران سے آکر محمد قلی قطب شاہ کا ملازم ہوا تھا۔ لیکن بعد کو

نہ معلوم کیا واقعہ پیش آیا کہ محمد قلی کی سرپرستی سے محروم ہوگیا اور نظام شاہیوں کی ملازمت اختیار کرلی۔

اس قسم کا سب سے اہم واقعہ امیر شاہ میر کی برطرفی سے متعلق ہے۔ یہ امیر سلطان محمد قطب شاہ کا وزیر مختار اور نہایت وفادار دوست تھا۔ اور محمد قلی قطب شاہ بھی اس کی بہت تعظیم کرتا تھا۔ چنانچہ اس کی تخت نشینی کے بعد جب امیر نلدرگ سے آیا ہے تو بادشاہ اس کے استقبال کے لیے نکلا اور احترام کے خیال سے گھوڑے پر سے اتر گیا۔ بعد کو اس کی لڑکی سے بڑی دھوم دھام سے شادی بھی کی۔ لیکن آخر میں امیر شاہ میر مورد عتاب ہوا اور اس کو سلطنت سے باہر بھجوا دیا گیا۔ اس کے اسباب وغیرہ آئندہ محمد قلی قطب شاہ کی شادی کے بیان میں درج ہیں۔ یہ شادی بھی محمد قلی کے اعلیٰ تدبر کا پہلا کارنامہ ہے کیونکہ امیر شاہ میر کی لڑکی اصل میں محمد قلی کے بڑے بھائی حسین قلی سے منسوب تھی اور جب بخت و اتفاق سے حسین قلی کی جگہ محمد قلی تخت نشین ہوگیا تو اس نے امیر شاہ میر کو اپنا طرفدار بنا لینے کے لیے خود ہی اس کی لڑکی سے شادی کرلی۔

دکن کی محبت

ایرانیوں اور غیر ملکیوں کے تعلقات کے تذکرے میں اس امر کا اظہار بھی ضروری ہے کہ سیاسی حالات اور مجبوریوں کو چھوڑ کر باقی تمام معاملات میں محمد قلی قطب شاہ ایک ٹھیٹ دکنی حکمران تھا۔ وہ اور اس کا باپ ابراہیم دونوں دکن میں

پیدا ہوئے تھے اور محمد قلی نے تو پوری طرح دکنی لباس اور وضع قطع اختیار کرلی تھی۔ اگر اس کے والد، چچا اور دادا کی تصویروں سے اس کی تصویر کا مقابلہ کریں تو معلوم ہوگا کہ اس کا حلیہ اور لباس اس کے پیشروؤں سے کتنا مختلف تھا۔ وہ پہلا قطب شاہی حکمران تھا جس نے ڈاڑھی منڈوائی تھی۔ وہ اہل دکن کی طرح کاندھے پر چادر اوڑھتا تھا اور ایرانی وضع کے کوٹوں، نیچوں اور شملوں کا استعمال چھوڑ کر اپنے ملک کی آب وہوا کے مطابق ہلکے پھلکے اور مہین کپڑوں کے لباس کی ترویج کی طرف مائل تھا۔

وہ دکن کو اپنا ملک اور وطن سمجھ کر اپنے کلام میں جگہ جگہ اس کا ذکر کرتا ہے۔ اگر ماہ نامے کی روایت صحیح ہے تو اس کی ماں بھاگ رتی ایک تلنگن ہی تھی۔ اور ایسی صورت میں تو دکن اور تلنگانہ سے اس کو جتنی بھی محبت ہوتی کم تھی۔ اگرچہ اس کا تلنگی کلام اب دستیاب نہ ہوا لیکن اس کے اردو اشعار میں چند تلنگی لفظ مثلاً دُرَرا (آقا) ایم رے ایم (کیا ہے کیا) موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ تلنگی بول چال سے واقف تھا۔ اس نے متعدد اشعار میں دکن کا ذکر کیا ہے جن میں سے چند یہ ہیں ؎

کالیاں گوریاں سکیاں کوں جگ میں تھیاں سو لیا　　کھونلی سکی کوں دیکھت میں سُد بھولیا دکھن میں

بھوتیک میا یتے اپن دیتا قطب کوں سب دکن　　سیسوں نبی کانت چرن جب لگ ہے تن بیا جیا

سو بارہ اماماں مدد ہے قطب کوں　　اسی تھے یو سارا دکن ہے متابع

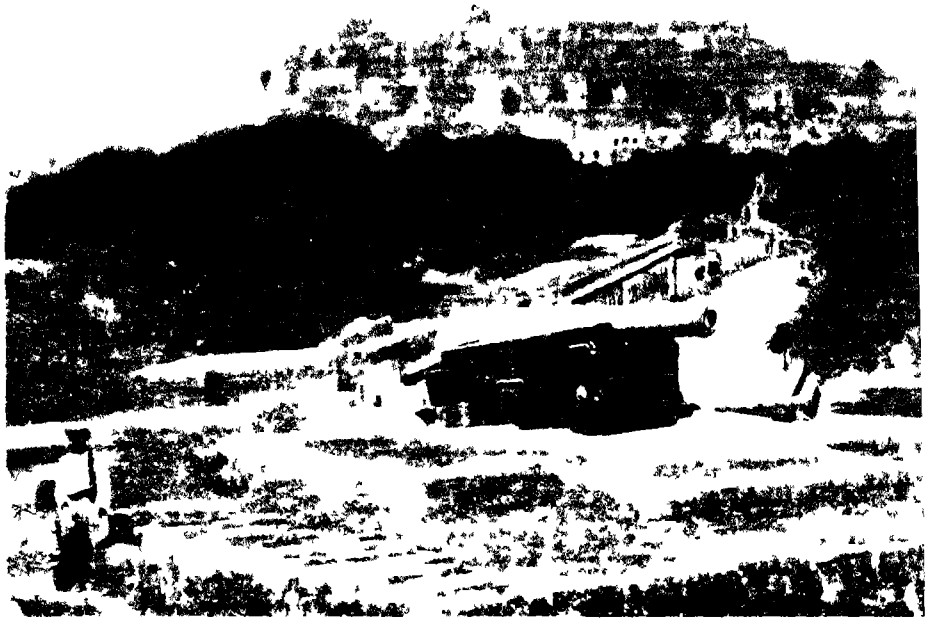
نبی صدقے ترکماں کوں میا تھے دیتے دکن کی شاہی پنجتن خاص

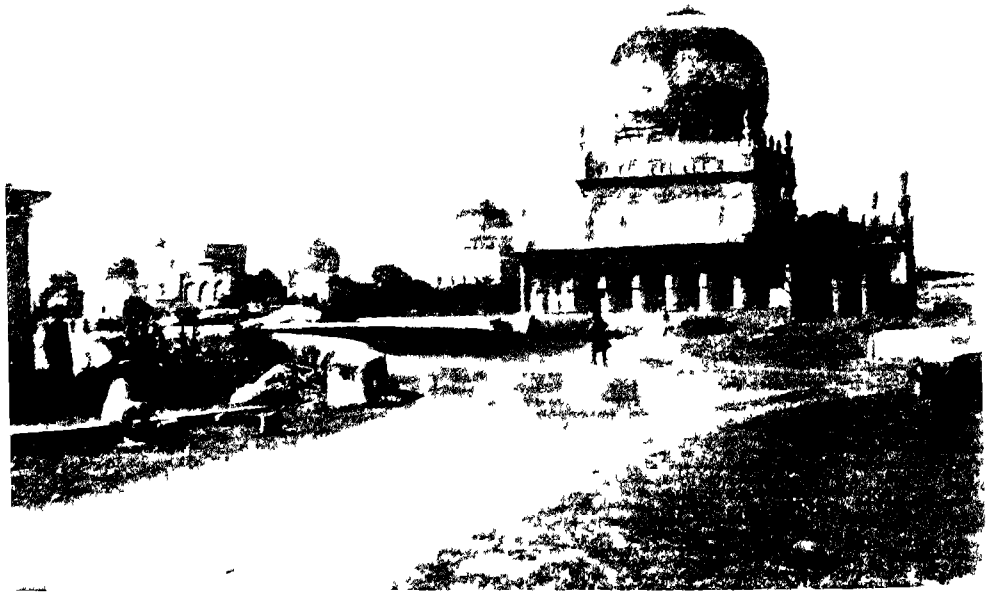
اسی طرح کلیاتِ محمد قلی کی تین نظمیں فتنہ دکھن (صفحہ ۳۲۱)۔ ایک تلنگن سے (صفحہ ۳۲۲) اور دکن کی تپلی (صفحہ ۳۲۳) ظاہر کرتی ہیں کہ اس کو اپنے وطن سے کتنی محبت تھی۔

اسی طرح حیدرآباد کی آبادی اور تہواروں کے ذکر میں یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ کس طرح وہ اپنے ملک کو آباد اور خوشحال دیکھنا چاہتا تھا۔ اور اہل ملک کی ترقی اور فارغ البالی کے لیے وہ کیا کیا جتن کرتا تھا اس کا ایک شعر ہے ؎

مرا شہر لوگاں سوں معمور کر رکھیا جوں توں دریا میں مین یا میع

یعنی اے خدا تو میرے شہر کو لوگوں سے اسی طرح معمور کر دے جس طرح تو نے دریا میں مچھلیاں بھر دی ہیں۔





تاہل، اولاد اور وفات

محمد قلی قطب شاہ کی سیاست اور تدبر کے بیان میں اس امر کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے کہ اس نے میر شاہ میر کی دختر سے جو شادی کی وہ اصل میں سیاسی اسباب کی بنا پر تھی۔ اس کی وضاحت کے لئے ضروری ہے کہ پہلے شاہ میر کی اہمیت کا اندازہ لگا لیا جائے۔ اور چونکہ وہ محمد قلی قطب شاہ کا پہلا وزیر مختار یا میر جملہ بھی تھا اس لئے اس کی نسبت محمد قلی کی تاریخ میں تفصیل سے کچھ لکھنا مناسب نہ ہوگا۔

میر شاہ میر طباطبا محمد قلی کا خسر اور پہلا میر جملہ

اس کا اصل نام میر شاہ تقی تھا[1]۔ اور اس کی نسبت اس کے ایک ہمعصر علی ابن عزیز اللہ نے (جو احمد نگر کا مشہور مورخ تھا) لکھا ہے:۔

"از شاہیر فضلائے زماں و معارف ظرفائے دوراں بود"[2]

ایک اور جگہ لکھا ہے:۔

"از جملۂ ندما و فضلاء دوراں بہ بلاغت بیان و طلاقت لسان لقب از تمام داشت"[3]

---

[1] حدیقۃ السلاطین جلد اول صفحہ ۱۰۶ پر لکھا ہے:۔ "زبدۂ آل طٰہٰ و یٰسین میر شاہ تقی معروف بہ میر شاہ میر"

[2] برہان مآثر صفحہ ۴۵۱ [3] برہان مآثر صفحہ ۴۰۶۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ عالم و فاضل ہونے کے علاوہ اچھا مقرر، ندیم اور ظریف بھی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سلطان ابراہیم نے اس کو اپنا میر جملہ بنا کر اکثر مہمات سلطنت میں اس سے کام لیا تھا۔ علم و فضل اور آداب مجلس کے علاوہ وہ بہادری اور سپہ سالاری میں بھی ممتاز تھا۔ اور ساتھ ہی وفادار ایسا تھا کہ نازک سے نازک موقعوں پر بھی ابراہیم قطب شاہ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ چنانچہ برہان ماثر میں اس کی وفاداری اور رفاقت کا ایک دلچسپ واقعہ درج ہے جس کو مورخ نے شاہ میری کی زبان سے سنا تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ ایک وقت جب ابراہیم کی فوج نظام شاہیوں سے شکست کھا کر بھاگ نکلی اور قطب شاہی خیمہ و خرگاہ پر احمد نگر والوں کا قبضہ ہو گیا تو ابراہیم قطب شاہ کو بھی مجبوراً راہِ فرار اختیار کرنی پڑی۔ اس وقت شاہ میر کے سوا اور کوئی اس کے ساتھ نہ تھا[1] اور بادشاہ اپنے ملازموں اور دوستوں کی بیوفائی پر بہت تاسف کر رہا تھا۔ اثنائے گفتگو میں اس نے شاہ میر سے کہا :۔

"ایں گروہ کہ با ما عہد و میثاق را بنقض پیمان و نفاق مبدل ساختند آیا شامت خلف ایمان بر روزگارشاں عائد نخواہد شد؟"

شاہ میر نے دلیری سے جواب دیا :۔

"حالا توجہ آں بما عائد شدہ۔ زود تر خود را ازیں ورطہ بکنار باید کشید۔ مبادا کہ بوخامت آں گرفتار شویم۔" (برہان ماثر صفحہ ۴۵۲)

---

[1] چنانچہ شاہ میر کہتا ہے کہ "در روز فرار قطب شاہ از سپاہ ظفر پناہ از جملہ مقربان درگاہ جز من دیگرے با قطب شاہ ہم عنان و ہمراہ نبود" برہان ماثر صفحہ ۴۵۲۔

شاہ میر کی سفارتیں اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد جب نظام شاہ اودگیر میں قیام پذیر ہوا تو ابراہیم قطب شاہ نے میر شاہ میر ہی کو سفیر بنا کر اس کے یہاں روانہ کیا تاکہ آیندہ دونوں سلطنتوں میں صلح و اتفاق قایم ہو جائے۔ جب نظام شاہ کو شاہ میر کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ اپنے سرداروں مثلاً چنگیز خاں، خان زماں، جمشید خاں، خداوند خاں اور بحری خاں وغیرہ کو ساتھ لے کر اپنے لشکر سے باہر آیا اور اس قطب شاہی سفیر سے ملاقات کی۔ آخر کار میر شاہ میر اپنے مقاصد میں کامیاب ہو کر گولکنڈہ واپس ہوا۔[1]

ایک اور دفعہ بھی شاہ میر کو نظام شاہ کی بارگاہ میں سفارت کی خدمت انجام دینی پڑی۔ چنانچہ برہان مآثر میں لکھا ہے کہ جب نظام شاہ بالاپور پہنچا تو ابراہیم قطب شاہ نے شاہ میر کو شاہانہ تحفوں کے ساتھ اس کے یہاں روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ اگر قطب شاہ کی تائید میں نظام شاہ قلعہ بیجاپور پر حملہ کرے گا تو ہر منزل میں پانچ ہزار ہون بطور سفر خرچ کے ادا کئے جائیں گے اور اسی طرح بیجانگر کی طرف سے ساتھ لاکھ ہون نعل بہا کے طور پر دلوائے جائیں گے۔[2]

شاہ میر کی فتوحات یہ تو سفارت کی خدمات کا ذکر تھا۔ شاہ میر کی بہادری اور سپہ سالاری کے سلسلے میں صرف اس واقعہ کا ذکر کافی ہے کہ جب ابراہیم قطب شاہ قلعہ کونڈبیر فتح کرنے کے لئے شاہ میر کو روانہ کیا تو اس نے حیدری اور حسینی توپوں سے اس قلعہ پر اتنا سخت حملہ کیا کہ فصیل ٹوٹ گئی

---

[1] برہان مآثر صفحہ ۴۷۶۔ [2] برہان مآثر صفحہ ۴۸۲۔

اور اسکے بعد ماہ صفر ۹۸۳ھ میں یہ قلعہ قطب شاہیوں کے قبضہ میں آگیا۔ شاہ میر متم راج داماد رام راج کو قید کر کے اپنے ساتھ سلطان ابراہیم قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں لے آیا اور عواطف خسروی سے سرفراز ہوا۔

اس کامیابی کے بعد سلطان ابراہیم نے شاہ میر کو ندرگ کے محاصرہ کے لئے بھیجا۔ اس وقت اس کے ساتھ دس ہزار جرار سواروں کی فوج روانہ کی گئی تھی[1]۔ اور اس فوج نے شاہ میر کی سرداری میں بڑی دلیری سے دشمن کا مقابلہ کیا۔ چنانچہ نظام شاہی مورخ لکھتا ہے :۔

"دلیران لشکر قطب شاہی در آں روز داد مردی و دلاوری دادہ داستان ستم داستاں را فروخ ساختند۔ و چند مرتبہ بگلہ ہائے مردانہ تیر تفرقہ در صفوف سپاہ کینہ خواہ عادل شاہ انداختند"[2]

اسی طرح بیجاپوری فوجیں شکست پر شکست کھانے لگیں تو اب انھوں نے اس امر کی کوشش کی کہ نظام شاہیوں اور قطب شاہیوں میں پھوٹ ڈالدی جائے۔ چنانچہ سید مرتضیٰ امیر الامرائے نظام شاہی کو انھوں نے ہموار کر کے قطب شاہی فوج کو دھوکے سے تباہ کرنے کا معاہدہ کر لیا۔ لیکن شاہ میر بھی غافل نہیں تھا۔ اس کو اس خفیہ معاہدے کی اطلاع مل گئی۔ اس نے بھی جوابی کارروائی کی اور فوراً امرائے بیجاپور سے مراسلت شروع کر دی اور بہت جلد سید مرتضیٰ کی طرف سے ان کے دل میں شبہات پیدا کر دیئے۔ اس کے بعد وہ سیدھا سید مرتضیٰ کے خیمہ میں پہنچا اور خلوت میں لیجا کر اس معاندانہ معاہدہ کا حال دریافت کیا۔ سید مرتضیٰ کو مجبوراً سب باتیں کہنی پڑیں۔

---

[1] برہان مآثر صفحہ ۵۱۴ھ

[2] برہان مآثر صفحہ ۵۱۹ھ

اس وقت شاہ میر ہی کی فراست و تدبر تھا جس نے سید مرتضیٰ کو بیجاپوریوں سے دوبارہ تڑوالیا۔ چنانچہ مورخ لکھتا ہے کہ :۔

"چوں سید شاہ میر حسین تقریر و لطفِ کلام مشہور و معروف خاص و عام بود سوئے تدبیر دشمناں را بعبارات دلپذیر خاطرنشان سید مرتضیٰ نمودہ وخامت و ندامت عاقبت آں را بدلائل و براہین مبین و مبرہن ساخت تا سید مرتضیٰ از معاہدۂ اعدا پشیمان گشتہ بہ تجدید عہد و پیمان شاہ میر و قطب شاہ پرداخت"[1]

غرض اُدھر میدان جنگ میں شاہ میر ابراہیم قطب شاہ کی حکمت عملی پر کاربند ہو کر نظام شاہیوں کو اپنے موافق رکھنے کی ترکیبیں کر رہا تھا کہ اِدھر گولکنڈہ میں خود ابراہیم قطب شاہ نے میدان ہستی کو خیرباد کہا۔ اور اس کا دوسرا لڑکا محمد قلی تخت نشین کر دیا گیا۔ اگر ابراہیم کے انتقال کے وقت شاہ میر گولکنڈہ میں موجود رہتا تو کیا تعجب کہ ابراہیم کا بڑا فرزند حسین قلی قطب شاہی تخت و تاج کا مالک ہوتا کیونکہ شاہ میر نے اس کو ولی عہد سلطنت سمجھ کر اپنی لڑکی اس سے منسوب کر دی تھی۔

شاہ میر کی گولکنڈہ کو واپسی اور محمد قلی سے ملاقات

بہرحال وقت ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ محمد قلی قطب شاہ نے تخت نشین ہوتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ اپنے باپ کے پرانے رفیقِ کار، وزیر مطلق اور سپہ سالار میر شاہ میر کے یہاں ابراہیم قلی کے انتقال اور اپنی تخت نشینی کی اطلاع

---

[1] برہان ماثر صفحہ ۵۲۵۔

روانہ کی۔ یہ دونوں خبریں اس بوڑھے مدبر اور میر جملہ کے لئے غیر متوقع تھیں۔ وہ بہت پریشان ہوا۔ چنانچہ علی بن عزیز اللہ طباطبا (جو اس کا دوست تھا اور اس واقعہ کے چند روز بعد ہی اسی میدان جنگ میں شاہ میر سے اس کی دوستی ہوئی تھی) لکھتا ہے کہ:۔

"ایں خبر در مقام ناندگام نزدیک قلعہ ندرگ بہ شاہ میر رسیدہ موجب از دیاد مواد خوف و ہراسش گردید" (ج۔م صفحہ ۵۲۸)

لیکن شاہ میر بڑا عقلمند اور فریس تھا اس نے سید مرتضیٰ اور دیگر امرائے نظام شاہی سے موافقت و وفاق کا عہد و پیمان لے کر سیدھا گولکنڈہ کا رخ کیا۔ اور اپنی روانگی سے قبل نظام شاہیوں کی طرف سے میر کمک معین بنبرداری اور خواجہ محمد سمنانی کو مراسم تعزیت اور مبارکباد جلوس ادا کرنے کے لیے روانہ کر دیا۔ اس سفارت سے شاہ میر کا ایک مقصد یہ بھی ہوگا کہ یہ لوگ نئے بادشاہ کو میدان جنگ میں شاہ میر کی اعلیٰ خدمات سے آگاہ کریں۔ بہرحال ان کے پہنچ جانے کے بعد خود شاہ میر بھی گولکنڈہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ حوالی گولکنڈہ میں پہنچا تو محمد قلی قطب شاہ نے تمام خیل و سپاہ کے ساتھ باہر نکل کر اس کا استقبال کیا اور قریب پہنچنے کے بعد گھوڑے سے اتر کر پیادہ چلتا ہوا شاہ میر سے بغل گیر ہوا۔ اس کے بعد جب قلعہ گولکنڈہ میں داخل ہوئے تو خلعت خاص عنایت کر کے جملہ امور سلطنت کا اس کو مختار یعنی میر جملہ بنا دیا[1] اور ہر معاملے میں اس کی رائے و مشورہ پر عمل کرنے لگا۔

---

[1] برہان مآثر صفحات ۲۲۸ و ۲۲۹ ۔ تاریخ قطب شاہی ورق ۲۲۷ ب۔

یہ سب اصل میں محمد قلی کی شاہانہ تدبیر و فراست تھی۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ شاہ میر فطرتاً حسین قلی کا طرفدار ہے۔ اور اگر اس وقت وہ ناراض ہو جائے تو اس کی بادشاہت میں خلل ڈال سکتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ جب شاہ میر نے رائے دی کہ محمد قلی کو بہ نفس نفیس میدان جنگ میں نکلنا چاہئے تو وہ بخوشی گولکنڈہ سے نکل کھڑا ہوا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو گی کہ میدان جنگ میں گولکنڈہ کی بہت بڑی فوج مصروف پیکار تھی اور محمد قلی اپنی اس اہم فوج کی باگ خود اپنے ہی ہاتھ میں لے لینا چاہتا تھا۔ کیونکہ اس کے باپ کی بھیجی ہوئی یہی فوج اس کی مخالفت اور حسین قلی کی موافقت کے لیے بھی آمادہ کر لی جا سکتی تھی۔

محمد قلی کے محاصرہ نلدرگ اور پھر گولکنڈہ کو واپسی کے حالات پہلے بیان کیے جا چکے ہیں اس سفر میں شاہ میر نے محمد قلی کو اپنا دوست بنانے میں بڑی کامیابی حاصل کی۔ اگرچہ اس کے مخالفین اور خاص کر امرائے بیجاپور نے بہت کوشش کی کہ محمد قلی قطب شاہ اس سے بدظن ہو جائے اور نلدرگ کے محاصرے میں جو ناکامی اور ندامت ہوئی تھی اس کا باعث شاہ میر ہی کو قرار دیا جائے۔

شاہ میر کی دختر سے شادی

گولکنڈہ واپس ہونے کے بعد محمد قلی قطب شاہ نے شاہ میر کے ساتھ اپنے تعلقات اور زیادہ استوار کرنے کے لئے اس کی لڑکی سے جو اصل میں اس کے بڑے بھائی حسین قلی سے منسوب تھی ۹۱ء میں بڑی دھوم دھام سے

شادی رچائی۔ نظام شاہی مورخ لکھتا ہے :۔

"قطب شاہ چوں بتقرر سریر سلطنت خود رسیدہ برمسند کامرانی تکیہ فرمودہ مخدرہ حجلۂ عصمت سید شاہ میر را کہ نامزد برادر بزرگش بود خطبہ نمودہ طوے بادشاہانہ ترتیب داد۔ والنواب مسرت وحضور برروے آشنا و بیگانہ کشاد" ب۔ ہر۔ صفحہ ۵۳۵

تاریخ قطب شاہی اور بعد کی تاریخوں میں اس شادی کے تفصیلی واقعات درج ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مہینے تک اس کے جشن منائے گئے۔ اور دعوتیں ہوتی رہیں منجموں نے نیک ساعت دیکھ کر عقد نکاح کی تاریخ اور وقت مقرر کیا۔ جس کی بنا پر اصحاب علم و فضل جمع ہوئے اور مجلس نکاح منعقد ہوئی جشن کے اختتام پر بادشاہ نے شادی کی مسرت میں بڑی دریادلی کے ساتھ اعیان وارکان اور جملہ خدم وحشم کو انعام واکرام سے سرفراز کیا اور مقربان خاص کو شاہانہ خلعتیں اور مناصب ارجمند دیکر ان کے اعزاز میں اضافہ کیا۔

شاہ میر پر عتاب لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس شادی کے بعد بھی محمد قلی کو شاہ میر کے حرکات وسکنات پر اطمینان نہ ہوا۔ وہ اتنا ہوشیار اور فریس اور بااقتدار تھا کہ محمد قلی اس سے ہمیشہ چوکنا رہتا۔ یوں بھی امیر شاہ میر کے بہت سے مخالف اور حاسد تھے جو برابر اس کی ٹوہ میں لگے ہوئے تھے۔ اور بادشاہ کو اس سے بدظن کراتے رہتے تھے۔ آخر کار وہ اپنے مقصد میں اتنے کامیاب ہوگئے کہ بقول صاحب برہان مآثر شاہ میر کی طرف سے ایک جعلی خط امرائے عادل شاہی کے نام

لکھ کر محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں پیش کیا مورخ لکھتا ہے۔

" دریں اثنا جمعے از حساد کہ با میر شاہ میر در مقام عناد بودند فرصت یافتہ در تہیج مادۂ فتنہ و فساد سعی نمودند و مکتوب مزور از زبان شاہ میر با امراء پیاہ عادل شاہ محتوی بر ترغیب و تحریص بمحاربہ و اظہار اتفاق غریباں با ایشاں دریں منازعہ ساختہ بنظر قطب شاہ در آوردند نیز تدبیر ارباب فساد و عناد بہدف مراد رسیدہ و بدیں آں کتابت موجب تغیر مزاج قطب شاہ بر شاہ میر کہ رکن اعظم آں دولت بود گردید۔ و بر سبیل استعجال بگرفتن آں سید علیم المثال مثال داد۔ شیوۂ تانی و تامل دراں قضیہ عملی در نیاورد" (ج۔ ہ صفحہ ۵۲۶)

افسوس ہے کہ قطب شاہی تاریخ میں اس جعلی خط کے واقعہ کی طرف کوئی اشارہ بھی نہیں کیا گیا۔ چونکہ برہان مآثر کا مصنف میر شاہ میر کا بہت دوست تھا اس لیے اس کے بیان پر پوری طرح بھروسہ کرنا مشکل ہے جب کہ اس امر کا امکان موجود ہے کہ شاہ میر نے محمد قلی کی کسی بات سے ناراض ہو کر اس کے خلاف امرائے عادل شاہی سے ساز باز کرنی چاہی ہو۔ چونکہ وہ اس سے قبل دوسرے حالات میں اسی قسم کی سیاسی چالیں چل چکا تھا اس لیے ممکن ہے کہ اب بھی کوئی ایسی ہی ترکیب کی ہو۔ ورنہ محمد قلی قطب شاہ اپنے خسر اور مقتدر میر جملہ کو محض شک و شبہ پر گرفتار کر کے قید نہ کر دیتا۔ اور اگر شاہ میر واقعی بے قصور تھا تو

اس کی گرفتاری کا سبب خود محمد قلی قطب شاہ کی سیاست و تدبر ہوگا یعنی شاید وہ اپنے حریف سلطنت حسین قلی کے قدیم طرفدار کے کھٹکے سے ہمیشہ کے لئے آزاد ہونا چاہتا تھا۔ بہرحال اس اہم واقعہ کا ذمہ دار بادشاہ اور وزیر دونوں میں سے کوئی ایک ضرور تھا محض حاسدوں کی سازش کی وجہ سے محمد قلی ایسا قدم نہ اٹھاتا۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ برہان مآثر کے بیان کے مطابق شاہ میر کی گرفتاری کی خبر سن کر قطب شاہی فوج بددل ہوگئی اور عادل شاہیوں کے مقابلے میں امیر زنبیل کو تنہا چھوڑ کر راہ فرار اختیار کی۔ علی بن عزیز اللہ کے بیان سے تو یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ شاہ میر کے زوال میں دکن کے دیرینہ ملکی اور غیر ملکی جھگڑے کو بھی دخل تھا۔ چونکہ شاہ میر زیادہ تر اجنبیوں اور غریبوں (غیر ملکیوں) کی قدر و منزلت کرتا تھا اس لئے اہل ملک کا اس کے خلاف ہوجانا ضروری تھا۔ اور جب ان کی سیاست کی وجہ سے شاہ میر شکست کھا گیا تو قطب شاہی فوج میں جتنے غیر ملکی لوگ تھے وہ سب برخواستہ خاطر ہوگئے کیونکہ شاہ میر کی حکمت عملی کی وجہ سے قطب شاہی فوجیں ایسے ہی لوگوں سے معمور تھیں چنانچہ مورخ کہتا ہے:۔

"چوں خبر گرفتن شاہ میر صافی ضمیر در لشکر منتشر شد تزلزل در اساس صبر و تحمل غریباں کہ روے رزمۂ سپاہ قطب شاہ بودند راہ یافتہ پائے ثبات و قرار شاں از جائے برفت

..... چوں اکثر دلیران سپاہ قطب شاہ غریب بودند و از گرفتن میر شاہ میر

پریشان خاطر..... در دفع اعدا سعی نمودند" (ج-م-۵۳۶)

عجیب بات یہ ہے کہ قطب شاہی تاریخیں میر شاہ میر کے انجام سے متعلق خاموش ہیں البتہ تاریخ فرشتہ سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی نے چند ماہ بعد شاہ میر کو معاف کر دیا لیکن ایسے شخص کا گولکنڈہ میں رہنا خطرہ سے خالی نہ تھا۔ اس لئے نوجوان بادشاہ نے حکم دیا کہ ضروری مال و اسباب کے ساتھ کشتی میں سوار کر کے شاہ میر کو اصفہان روانہ کر دیا جائے جو اس کا وطن تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ شاہ میر سفر کی صعوبت برداشت نہ کر سکا اور کشتی ہی میں بیمار ہو کر انتقال کر گیا۔ فرشتہ کے الفاظ ہیں :۔

" بعد از چند ماہ از سر گناہ او گذشتہ حکم فرمود کے او را در کشتی سوار کردہ با موال و اسباب ضروری باصفہان کہ وطن مالوفش بود روانہ سازند و شاہ مرزا در کشتی بیمار شد و پیش از آنکہ بمنزل مراد رسد فوت شد" فرشتہ مطبع نول کشور ۱۸۸۰ء جلد دوم صفحہ ۱۷۲۔

میر شاہ میر کی دختر کا جس سے محمد قلی قطب شاہ نے اس تزک و احتشام کے ساتھ شادی کی تھی اور جو اصل میں اس کی ملکہ تھی کوئی حال معلوم نہ ہو سکا۔ تاریخیں اس بارے میں اتنی ساکت ہیں کہ محمد قلی کی حیات میں اس ملکہ کا عدم وجود برابر معلوم ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ لڑکی بھی شاہ میر کے ساتھ ایران روانہ کر دی گئی ہو۔ کیونکہ محمد قلی تو عام روایت کے مطابق ایام شہزادگی ہی سے بھاگ متی پر فریفتہ تھا۔ اور اس کے والد ابراہیم قلی قطب شاہ نے

بڑی کوشش کی تھی کہ اس کا دل اس باکمال رقاصہ کی طرف سے پلٹ جائے اور ان حسین دوشیزاؤں میں سے کسی پر مائل ہو جائے جو نوجوان شہزادہ کا دل بہلانے کی خاطر اس کے محل میں مختلف ممالک سے بلوا کر جمع کر دی گئیں تھیں۔ لیکن محمد قلی تو بقول وجہی اس خیال پر اڑا ہوا تھا کہ ؎

یک ٹھائیں سہیلی مرنا دل دیجے پر نا دہرنا　　اُس پیو کوں اپنا کرنا اس پانی جیو کوں کھوئے

(یعنی اے سہیلی ایک ہی پر مرنا چاہیئے اور دوسرے کو دل نہ دینا۔ کسی طرح اسی محبوب کو اپنا بنا لینا چاہیئے خواہ اس میں اپنے پانی جی کو کھو دینا ہی کیوں نہ پڑے)

یہ شعر اس غزل کا ہے جو شاعر نے اپنی مشہور مثنوی قطب مشتری میں محمد قلی کی زبان سے بھاگ متی کے فراق میں کہلوائی تھی۔

بھاگ متی یا حیدر محل

غرض بھاگ متی کی موجودگی میں شاہ میر کی دختر کا عروج ناممکن تھا اس لئے یا تو وہ باپ کے ساتھ ایران بھجوا دی گئی تھی یا اگر گولکنڈہ ہی میں رہی تو معلوم ہوتا ہے کہ اس نے بہت گمنام زندگی بسر کی۔ کیونکہ اس کی شادی کے پانچ سات سال بعد جب محمد قلی قطب شاہ نے شہر حیدرآباد بسایا تو اس کا نام اپنی اسی قدیم محبوبہ کے نام پر بھاگ نگر رکھا۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس رقاصہ کے ساتھ اس کی محبت چند روزہ نہ تھی۔ بلکہ جب تک وہ زندہ رہی محمد قلی قطب شاہ اس کا

دیوانہ رہا چنانچہ شہر بھاگ نگر کی تعمیر کے چند سال بعد جب اس کو حیدر محل کا خطاب دیا گیا۔ تو اس کی مناسبت سے بھاگ نگر کا نام پہلے حیدر نگر اور پھر شہر حیدر یا حیدر آباد سے بدل دیا گیا۔ محمد قلی قطب شاہ نے اپنے دیوان میں یہ سب نام استعمال کئے ہیں مثلاً

زن قطبا کے ہیں زمول نہیں کس شہر میں مول اس — لے کر آؤں جو بکھرا ہوئے اس کا شہر حیدر میں

بریاں نظراں تھے اس اپند اتارو — کہ حیدر نگراں انداں بھرایا

دوسرے شعر میں صاف ظاہر کر دیا ہے کہ حیدر نگر اس کی خاطر امن و اطمینان سے معمور کر دیا گیا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس محبوب کو نظر لگے اس لئے نظر بد سے بچانے اس پر سے پند اتارو

اسی طرح ایک اور شعر میں کہتا ہے کہ قطب شاہ نے تیری محبت میں جو شہر آباد کیا ہے اسی میں وہ قیام پذیر بھی ہے کیونکہ اس کی نظر میں اس شہر سے بہتر اور پر لطف شہر کوئی اور نہیں ؎

نبی صدقے تجھ نیہہ شہر میں ہے قطب — نہیں کوئی شہر اس شہر تجھے الذ

محمد قلی قطب شاہ کی تخت نشینی کے بعد بھی بھاگ متی عرصے تک اپنے قدیم مکان ہی میں قیام پذیر رہی جو ایک چھوٹے سے گاؤں چچلم میں واقع تھا۔ یہ گاؤں اس جگہ آباد تھا جہاں اب چار منار، مکہ مسجد، مغلپورہ اور مہاراجہ کشن پرشاد کی ڈیوڑھی واقع ہے اسی گاؤں سے ایک ہزار سواروں کے جلوس کے ساتھ وہ محمد قلی کے دربار میں شریک ہونے کے لئے گولکنڈہ جایا کرتی تھی۔ چنانچہ اس کے تزک و احتشام کا ذکر بعض تاریخوں میں نظر سے گزرتا ہے اور بہت سی روایتیں زبانی

سننے میں آتی ہیں لیکن افسوس ہے کہ قطب شاہی تاریخیں اس بارے میں بالکل خاموش ہیں۔ البتہ جیسا کہ ہم نے پہلے بھی بیان کیا ہے، محمد قلی قطب شاہ نے اپنے کلام میں اس محبوبہ کی طرف بعض جگہ اشارہ کیا ہے۔

بھاگ متی سے ملنے کے لئے خود محمد قلی بھی اس کے مکان کو جایا کرتا تھا اور اس آمد و رفت کے سلسلے میں بھی موضع چچلم کے اطراف و اکناف کا پُرفضا میدان اس کو اتنا بھایا کہ یہاں ایک عالیشان شہر کی تعمیر کا خیال اس کے دل میں پیدا ہوا، اور جب شہر اور محلاتِ شاہی بن گئے تو اس وقت غالباً بھاگ متی بھی "دولت خانۂ عالی" میں منتقل ہو گئی جس کے ایک آدھ سال بعد ہی اس کے بطن سے شہزادی حیات بخشی بیگم پیدا ہوئی۔ اس وقت یا اس سے قبل ہی شاید جلوہ کے وقت بھاگ متی کو حیدر محل کا خطاب دیا گیا ہوگا۔

ان دو شادیوں کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ نے کئی اور حسینوں کے ساتھ شادیاں کیں اور ہر وقت دھوم دھام سے جلوۂ نہندی اور دیگر رسوم منا کر لطف اندوز ہوا۔ ان سب کا تذکرہ محمد قلی کی معشوقاؤں اور اس کے رسم و رواج کے بیانات میں کر دیا گیا ہے۔

اولاد محمد قلی قطب شاہ کو عرصے تک کوئی اولاد نہ ہوئی۔ کسی تاریخ میں اس کی اولاد کی پیدائش یا موت کا تذکرہ نہیں ہے۔ حالانکہ دوسرے بادشاہوں مثلاً ابراہیم قلی قطب شاہ محمد قطب شاہ اور عبداللہ قطب شاہ کے ذکر میں مورخوں نے شہزادوں اور شہزادیوں کی ولادت کا تذکرہ

اور قطعاتِ تاریخی وغیرہ دیکھے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی کو پہلے تو اولاد ہوئی ہی نہیں اور اگر ہوئی بھی تو جلد انتقال کر گئی جس کی وجہ سے خوشی کے جشن منانے اور شاعروں کو مبارکباد پیش کرنے کا موقع نہ ملا۔ اس لئے خود محمد قلی قطب شاہ نے ایک موقعہ پر دعا کی تھی کہ ؎

بارو دے میرے جھاڑ کوں یارب　　پھول پھل ہوئے تا سبھی گلزار

یہ شعر اس کے دیوان میں موجود ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اے خدا میرے درختِ زندگی کو بامثمر بنا تاکہ اس کی وجہ سے ملک بارونق ہو جائے۔

عجیب بات یہ ہے کہ حیدرآباد کی تعمیر کے بعد اس کی اکلوتی شہزادی حیات بخشی بیگم پیدا ہوئی تھی لیکن مورخوں نے اس واقعہ کا بھی کوئی ذکر نہیں کیا۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہوگی کہ وہ لڑکی تھی اور دوسرے یہ کہ وہ بھاگ متی کے بطن سے پیدا ہوئی تھی جو اس وقت شاہی رقاصہ تھی اور ابھی حیدر محل کے خطاب سے سرفراز نہ ہوئی ہوگی۔

لیکن مورخوں کے اس سکوت کے باوجود خود محمد قلی قطب شاہ اپنے کلام میں اس امر کا ثبوت چھوڑ گیا ہے کہ اس کے یہاں کسی وقت ایک سے زیادہ بچے موجود تھے چنانچہ وہ کہتا ہے ؎

راکھو تمھارے چھاتوں دایم خوشیاں سوں قطب کوں
قطب ہور فرزند قطب کے بندے تمھارے ہیں علیؑ

(یعنی اے علی! قطب شاہ اور اس کے فرزند تمھارے بندے ہیں اس لئے ان کو اپنے سایہ میں خوش و خرم رکھئے۔)

ممکن ہے کہ محمد قلی نے اس شعر میں اپنی دختر حیات بخشی بیگم کے علاوہ اپنے برادر زادہ شہزادہ مرزا محمد سلطان فرزند مرزا محمد امین کو بھی اپنا ہی لڑکا سمجھ کر صیغۂ جمع (یعنی قطب کے فرزند) استعمال کیا ہو۔ یا اس کا بھی امکان ہے کہ جس وقت محمد قلی نے یہ شعر لکھا حیات بخشی بیگم کے علاوہ اور بھی اس کے بچے زندہ ہوں۔

شہزادہ مرزا محمد امین حیدرآباد کی تعمیر کے بعد بروز چہارشنبہ ۲۳ رجب ۱۰۱۱ھ میں پیدا ہوا تھا اور حیات بخشی بیگم اس سے تخمیناً ایک آدھ سال ہی کی چھوٹی ہوگی۔ کیونکہ جب ۱۰۱۲ھ میں ایران کا سفیر حیدرآباد آیا تو اس وقت اس کی عمر دس سال سے کم نہ تھی جب ہی تو شاہ ایران نے اپنے فرزند کے ساتھ شادی کے لئے پیام بھیجا تھا۔ لیکن اس لڑکی کی قسمت میں تو حیدرآباد کی ملکہ بننا اور تین بادشاہوں (یعنی باپ محمد قلی، شوہر سلطان محمد اور فرزند سلطان عبداللہ) کے زمانے میں حیدرآباد کی سیاست میں دخیل ہونا لکھا تھا۔

حیات بخشی بیگم کی شادی

غرض حیات بخشی بیگم کی شادی ہوئی تو اس کی عمر پندرہ سال سے زیادہ کی نہ تھی۔ کیونکہ وہ ۱۰۱۱ھ کے بعد پیدا ہوئی تھی اور ۱۰۱۶ھ میں شاہزادہ مرزا محمد سلطان کے ساتھ بیاہ دی گئی۔ اس بیاہ کے کچھ سیاسی اسباب بھی تھے جن کا تذکرہ محمد قلی قطب شاہ کے تدبر و سیاست اور سفیر ایران کی آمد کے سلسلے میں کر دیا گیا ہے۔

محمد قلی کی زندگی میں خود اس کی شادی کے علاوہ اتنی بڑی تقریب اور کوئی نہیں منائی گئی۔ اس لئے اس وقت اس نے دل کھول کر اپنی شاہانہ فیاضیوں اور شان و شکوہ کا مظاہرہ کیا۔ اس موقع پر وہ جو بھی اہتمام کرتا کم تھا۔ کیونکہ پہلے تو یہ اس کی اکلوتی اولاد کی شادی تھی اور دوسرے اس کے چہیتے بھتیجے کے ساتھ ہو رہی تھی۔ تیسرے یہ کہ اس زمانے میں شاہ ایران کا ایلچی بھی حیدرآباد میں موجود اور اس تقریب میں مدعو تھا جس کو قطب شاہی شان دکھانا ضروری تھا۔[1] اور چوتھے یہ کہ شادی کے ساتھ ہی مرزا محمد سلطان کو ولیعہد سلطنت بنانا مقصود تھا۔

یہ تقریب ماہ ربیع الاول میں منائی گئی جس کے لئے پہلے ہی سے حکم دے دیا گیا تھا کہ[2] تمام شہر حیدرآباد کی آئین بندی کی جائے اور محلات شاہی کو آراستہ و پیراستہ کر کے محفل نشاط و شادی کے قابل بنایا جائے۔ غرض پوری تیاریاں ہو جانے کے بعد ایک مہینے تک شاہانہ جشن منائے گئے اور محمد قلی قطب شاہ نے اپنے بے انتہا انعام و اکرام سے خاص و عام دونوں کو شاد کام کیا۔ بخششوں اور نوازشوں کا اندازہ صرف اس ایک واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ اس جشن میں امراء و اکابر اور شرفاء سلطنت کو تیس ہزار[3] خلعت تقسیم کئے گئے تھے۔

---

[1] بعض تاریخوں میں تو لکھا ہے کہ نظام شاہ، عادل شاہ اور عماد شاہ بھی اس تقریب میں شریک تھے محبوب الزمن جلد دوم صفحہ ۴۰۷۔ [2] تاریخ قطب شاہی ورق ۲۶۴ ب۔

[3] بعض تاریخوں میں چالیس ہزار خلعتوں کی تعداد بتائی گئی ہے۔ دربار آصف۔ گلزار دوم صفحہ ۱۹۵۔

جب شادی کی تیاریاں مکمل ہوگئیں تو نجومیوں نے دن تاریخ اور نیک ساعت کا تعین کیا۔ اور علمائے عقد نکاح پڑھایا۔ دلہا اور دلہن پر سے زر و جواہر نثار کئے گئے۔ اس موقع پر شعرا نے مبارک باد کے قصیدے اور تاریخی قطعے بھی پیش کئے تھے جن میں میر مومن معین سبزواری کا قطعہ بہت مشہور ہوا جو گزشتہ صفحات میں محمد قلی کے تدبر و سیاست اور میر مومن معین کی سفارت کے بیان میں درج کیا جا چکا ہے۔ مبارکبادیوں کے علاوہ امراء نے شہزادے کی خدمت میں ولیعہدی کی نذریں بھی پیش کیں۔

شادی کے بعد بیٹی اور داماد کے رہنے کے لئے محمد قلی قطب شاہ نے ایک عظیم الشان محل[1] کو پہلے ہی سے آراستہ و پیراستہ کرا لیا تھا۔ چنانچہ جلوہ کے بعد اس شاہی برات کو اسی محل میں بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ اتارا گیا۔ افسوس ہے کہ مورخ نے اس محل کا نام نہیں لکھا۔ لیکن ہمارے خیال میں یہ محل دولت خانۂ عالی کی جانب جنوب اسی جگہ بنایا گیا تھا جہاں اب "مٹھا مٹی کا شیر" اور قدیم قطب شاہی مسجد واقع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مسجد حیات بخشی بیگم کے محل میں واقع تھی اور جہاں اب ایام عاشورہ میں مٹی کا شیر اور تعزیہ بٹھایا جاتا ہے اسی جگہ اس محل کا عاشور خانہ تھا۔

حیات بخشی بیگم اپنے شوہر کی وفات ۱۰۳۵ھ تک اسی محل میں قیام پذیر رہی۔ اس اثناء میں جب سلطان محمد نے موجودہ سرور نگر کی جانب مشرق ایک عظیم الشان قلعہ سلطان نگر بنانا شروع کیا تو اس نگر نے بھی اپنے لئے اس قلعہ سے آگے ایک محل، مسجد اور شہر حیات نگر یا حیات آباد

---

[1] حدیقۃ العالم صفحہ ۲۴۷

بنایا تھا جو اب تک موجود ہے۔ اسکے فرزند سلطان عبداللہ کے عہد میں حیات بخشی بیگم کا زیادہ تر قیام اسی حیات آباد میں رہتا تھا۔ چنانچہ وہیں اس نے عبداللہ قطب شاہ کی موتراشی کی تقریب بڑی شان و شوکت سے انجام دی تھی۔

عبداللہ قطب شاہ کے آخر عہد میں جب اورنگ زیب نے حیدرآباد پر حملہ کیا تو حیات بخشی بیگم قلعہ گولکنڈہ کے شاہی محلات میں سے اس خاص محل میں قیام پذیر رہی جو اس احاطہ "محلستان" کے بالکل اندرونی حصہ میں واقع ہے اور جس کی چھتیں فتح گولکنڈہ کے بعد خزانوں کی تلاش میں اڑادی گئی تھیں۔ لیکن اس کی دیواروں کے اعلیٰ نقش و نگار اور خوبصورت طاقچے اب بھی باقی ہیں۔

اورنگ زیب سے صلح کرانے میں حیات بخشی بیگم کا بہت بڑا حصہ ہے چنانچہ وہ خود اس سے ملنے کے لئے مغلیہ لشکر میں گئی اور شرائط صلح کے طے کرنے میں مردانہ وار گفتگو کی۔ آخر کار ۱۰۷۲ھ میں ۲۸ شعبان شنبہ کے روز محمد قلی قطب شاہ کی اس واحد یادگار نے تقریباً پچھتر سال کی عمر میں انتقال کیا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اسی کے ساتھ اس کے والد سلطان محمد قلی کی عظیم الشان سلطنت کا وقار اور شان و شوکت بھی دفن ہوگئی۔ محمد قلی کا اکلوتا نواسہ سلطان عبداللہ بھی اپنی ماں حیات بخشی بیگم کے انتقال کے صرف پانچ سال بعد ہی ۱۰۸۳ھ میں اس دنیا سے بغیر اولاد نرینہ چھوڑے کوچ کر گیا۔

حیات بخشی بیگم کے بطن سے غالباً وہی بچے پیدا ہوئے ایک عبداللہ قطب شاہ جو محمد قلی قطب شاہ کی وفات کے تین برس بعد دوشنبہ ۲۰ شوال ۱۰۲۰ھ میں عالم وجود میں آیا اور دوسری خدیجہ سلطان شہر بانو بیگم جو اپنے بھائی کے دو تین سال بعد پیدا ہوئی اور جسکی شادی ۱۰۲۲ھ میں سلطان محمد عادل شاہ والی بیجاپور سے ہوئی خدیجہ سلطان نے بھی اپنی ماں کی طرح طویل عمر پائی۔ یہ بیجاپور میں اپنے فرزند علی عادل شاہ ثانی کے دور میں حاجی بڑے صاحب کے نام سے مشہور و معروف تھی۔

محمد قلی قطب شاہ کی علالت

محمد قلی قطب شاہ کی اولاد کے مختصر سے تذکرے کے ساتھ خود محمد قلی قطب شاہ کا بیان بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اس عظیم الشان فرمانروا کو اپنے آباؤ اجداد کے مقابلے میں بہت کم عمر ملی تھی۔ اگرچہ دوسری تمام باتوں میں قدرت نے اس کے ساتھ بڑی فیاضی سے کام لیا۔ قلب و دماغ کی جتنی اعلیٰ قوتیں اس کو عطا کی گئی تھیں اس کے کسی پیشرو کو نصیب نہ ہوئیں، مال و دولت، عیش و عشرت، عروج و اقبال، فتح و کامرانی اور امن و اطمینان جتنا اس کو حاصل ہوا کسی قطب شاہی حکمران کو نہ ملا۔ لیکن ایک ہی شخص کو دنیا کے تمام کمالات اور قدرت کے جملہ عطیے نہیں بخش دیے جا سکتے۔ یہ قانون فطرت کے خلاف ہے۔ اور محمد قلی کی ذات اس سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کی عیش و عشرت کی زندگی نے اس کی صحت پر برا اثر ڈالا اور اس کی رندی و بے باکی نے اس کو اپنی صحت کی طرف سے

ہمیشہ لاپروا رکھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کثرت عشرت و شراب نوشی کی وجہ سے کمزور ہو گیا۔ اور کمزوری بیماریوں کی میزبانی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے آباؤ اجداد کے مقابلے میں لاغر اور نحیف نظر آتا ہے۔ اگرچہ تاریخیں اس کی بیماریوں کے تذکرے سے خالی ہیں لیکن اس نے اپنے کلام میں کئی جگہ اپنی علالت کا ذکر کیا ہے اور شفائے کلی نصیب ہونے کیلئے دعائیں کی ہیں۔

کبھی وہ کہتا ہے کہ "اے خدا اپنے نبی کے صدقے میں قطب شاہ پر لطف و کرم کر کے اس کے دکھ درد کو دور کر اور آرام اور شفا بخش"

ایک وقت وہ یہ کہہ کر اپنے دل کو تسلی دے لیتا ہے کہ اے قطب شاہ تجھے کسی اور ذریعہ سے تو شفا ہوتی نظر نہیں آتی اس لئے تو نبی کے لنگر میں لنگر دار بن جا کیونکہ شاید اسی کے طفیل میں تجھ کو ایسی شفا حاصل ہو جائے جو دوسرے علاجوں کے ذریعے سے حاصل کی ہوئی ہزاروں اور لاکھوں شفاؤں کے برابر ہو۔

ایک اور موقع پر وہ حضرت علی کی مدح میں کہتا ہے کہ اے امیر المومنین تمہارے اوصاف بیچارے شاعروں کی شاعری کے ذریعے سے کیا ظاہر ہو سکتے ہیں۔ اور میں تو شاعر سے زیادہ تمہارا بندا ہوں تم اپنے کرم سے میرا علاج کرو۔

محمد قلی کے دیوان میں جو غزل سب سے پہلے درج ہے اس میں بھی اس نے اپنی اسی صحت سے محرومی کا بڑی حسرت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ یہ غزل حمد باری تعالیٰ میں لکھی گئی ہے اور اس کے ایک شعر سے

معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اپنی صحت سے ایک گونہ مایوسی ہو چکی تھی اور ہر طرح کی کامگاریوں اور خوشیوں کے باوجود علالت کی وجہ سے وہ اپنی قسمت کو حقیر سمجھنے لگا تھا۔ چنانچہ وہ کہتا ہے ؎

اپنی بخت حقیر سے تجھے کدھیں دل میں نہ کر غم　　تجھے دارو ئے صحت سوں شفا جام دیوے گا

یعنی اے محمد قلی تو اپنی اس بدقسمتی کی وجہ سے اپنے دل کو غمزدہ نہ ہونے دے کیونکہ خدا میں بڑی قدرت ہے وہ ضرور دارو ئے صحت بھر کر تجھ کو شفا کا پیالہ پلائے گا۔

اس کے دوسرے شعر یہ ہیں ؎

صدقے نبی کے قطب کوں اپ لطف سیا تھے　　دکھ درد بھی دور کر ہور سکھ شفا بخش

نبی لنگر میں لنگر دار ہو کر رہ معانی　　کہ لنگر داری میں تج کوں ہزاراں لک شفا ہے

شاعراں بیچارے تیرا وصف کہنے کاں سکیں　　میں بندا عاجز ہوں تم دارو کر و درماں ستی

بیماری کے اسی احساس کی بنا پر وہ بار بار اپنی درازی عمر کی دعا کیا کرتا تھا اس کا کلیات اس قسم کی دعاؤں سے بھرا پڑا ہے۔ اس نے اپنی متعدد نظموں کے آخری شعر صحت و عمر ہی کی دعا کے لئے وقف کر دیے ہیں۔ یہاں نمونے کے طور پر صرف چند شعر درج کئے جاتے ہیں ؎

سدا توں راج کر قطبا انند کا ساج کر قطبا　　نبی کا کاج کر قطبا کہ تج بخشا نہارے ہیں

نبی کی دعا تھے قیامت تلک تم　　گناہ و نبی کے سو مولود لاکھاں

صدقے نبی کے قطبا جم جم خوشی انند سوں　　لک سال اچھ کہ اس تھے ہے عیش شمع روشن سے

صدقے نبی کے سورجِ چند رتا اچھے گگن — پت میت سوں قطب کرو سو لاکھ سال عید
نبی صدقے قطب لک برس جی توں — کہ تج تھے پاوے نت جیو دان بکرید
سدا جگ میں جیو شہ کر سکل حوراں کیاں سجدہ — ملک آمین کہہ کہہ سب دعا سوں ہت اچائیں
قطب شہ کوں میا کر کر دیا سوق نجستن دایم — حیات ہور بخت و دولت سوں خضر نمنے جلائیں
اباد ان کر ملک میرا سو توں — بسا سو توں دے میرا من یا سمیع
محمد قطب شہ ہور اس پری کوں — خدایا رکھ جداں لک ہیں ستارے
صدقے نبی اعلیٰ محل میں قطب شہ جم جم اچھو — جب لک اچھے اسمان پر، چند سورز ہرہ مشتری

ان متفرق اشعار کے علاوہ ایک مکمل نظم درازی عمر کے لئے دعا کے طور پر لکھی گئی ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے ؎

سبحان کے ہو مان سوں جیو تمیں راجے سدا — جم جم جیو وپت مت سوں آنند خوشیاں کا سدا

وفات آخر وہ روز آ ہی گیا جس کو دور سے دور تر رکھنے کے لئے محمد قلی قطب شاہ دعائیں مانگا کرتا تھا۔ کثرتِ شراب نوشی کی وجہ سے اس کے جسم کو گھن سا لگ گیا تھا۔ آخر کار ماہ رمضان ۱۰۲۰ھ میں وہ بیمار پڑا۔ اور ڈھائی مہینہ[1] تک بخار کا سلسلہ جاری رہا۔ روز بروز اس میں شدت ہوتی گئی[2]۔ بادشاہ کی علالت اور نزاکت مزاج کا حال سن کر اس کے میر جملہ

---

[1] محبوب الزمن جلد دوم صفحہ ۴۹۔

[2] "از سموم حرارت تن بر بستر ناتوانی نہاد" تاریخ نظمہ صفحہ ۲۱

مرزا محمد امین نے میدان جنگ کا خیال ترک کر کے حیدرآباد کا رخ کیا۔ لیکن محمد قلی تو دنیا ہی کو ترک کر رہا تھا۔ آخری دو روز میں اس کے مرض نے ایسی شدت اختیار کر لی کہ حد درجہ ضعف ہو گیا[1] اور پھر وہ سنبھل نہ سکا۔ غرض ہفتہ کی صبح میں بتاریخ ۱۷ ذیقعدہ ۱۰۲۰ھ اس کی آنکھیں ہمیشہ کے لئے بند ہو گئیں اور وہ صرف ۴۴ سال کی عمر میں دنیا اور اس کی عشرتوں اور کامرانیوں کو اپنا سوگوار چھوڑ گیا۔ تمام ملک اس جواں مرگ بادشاہ کا ماتم کرنے لگا کہ ؎

دریغ آں شہنشاہ ہندوستاں — جم تاج بخش و ممالک ستاں

دریغ آں کہ دیگر نہ بیند سپہر — نظیرش در آئینۂ ماہ و مہر (حدیقۃ العالم ص ۲۶۰)

قطعات تاریخی ماثر دکن میں اس کی وفات کی حسب ذیل تاریخ لکھی ہے۔

محمد رفت چوں از دار فانی — وصال آں شہ دیں سال فیاض

ز قطب فضل و فضل عالم جستم — دگر بارہ ز عالی جاہ فیاض[2]

۱۰۲۰

قدیم تاریخوں میں یہ قطعہ تاریخ درج ہے اور اس میں محمد قلی کے تخلص معانی کی بھی رعایت رکھی گئی ہے ؎

ماہِ تمام ملک بزیر نقاب شد — آب حیات خلق دریغا سراب شد

سروے ز بوستانِ معانی فرو شکست — برجے ز آسمانِ مکارم خراب شد[3]

---

[1] در عرصہ دو روز مرض آنچناں قوی گشت کہ مزاج مبارک بضعف کلی گرائید" حدیقۃ العالم صفحہ ۲۶۰

[2] ماثر دکن صفحہ ۹۱ [3] تاریخ فرشتہ صفحہ ۲۱ و مجوب الزمن جلد دوم صفحہ ۴۲۹ ۔

علی ابن طیفور نے محمد قلی کی تاریخ وفات اس طرح نکالی تھی ؎

سال تاریخ فوت او جستم گفت رضواں کہ بادشاہ بہشت[1]

عمر انتقال کے وقت محمد قلی قطب شاہ کی عمر صرف بیالیس[42] سال دو مہینے کی تھی۔ لیکن تعجب کا مقام ہے کہ اکثر تاریخوں میں اس کی عمر انچاس سال بتائی گئی ہے[2]۔ وہ ۱۴ رمضان ۹۷۳ھ کو پیدا ہوا اور شنبہ ۱۲ ذیقعدہ ۱۰۲۰ھ کو وفات پائی۔ اس طرح ۱۴ رمضان ۱۰۲۰ھ کو قمری مہینوں کے حساب سے اس نے بیالیس[42] سال ختم کئے تھے اور اڑتالیسویں میں قدم رکھا تھا کہ بیمار پڑ گیا۔ شمسی مہینوں یعنی عیسوی یا فصلی سال کے لحاظ سے تو محمد قلی کی عمر وفات کے وقت اور بھی کم قرار پاتی ہے۔ اسی طرح زمانہ حکومت بھی اکثر تاریخوں میں غلط ہے یعنی تینتیس[33] سال آٹھ ماہ اور اس کی قبر کے کتبے پر اکتیس[31] سال لکھا گیا ہے۔ حالانکہ محمد قلی نے صرف بتیس[32] سال چھ[6] مہینے اور ۲۶ دن حکومت کی[3]۔

---

[1] حدائق السلاطین ورق ۱۱۴ ب

[2] تاریخ قطب شاہی (۲) حدیقۃ العالم صفحہ ۲۶۰۔ (۳) تاریخ ظفر صفحہ ۲۱۔ (۴) گلزار آصفی ۲۹ (۵) تاریخ دکن حصہ دوم سلسلہ آصفیہ صفحہ ۳۲۲۔ (۶) مآثر دکن صفحہ ۹۱۔

[3] کہا جاتا ہے کہ محمد قلی کو شاہی سراپا اور تاج پہنا کر دفن کیا گیا تھا جس کی بنا پر دفینوں اور خزانوں کے بعض شائقین نے تہہ خانے میں اس کی قبر کھولنے کی کوششیں کی تھیں لیکن تعویذ کے نیچے ایسے بڑے بڑے پتھر بٹھائے گئے ہیں جن کا اپنی جگہ سے حرکت کرنا مشکل ہے۔

محمد قلی کا گنبد

محمد قلی نے شہر حیدرآباد کی سبز فلک عمارتوں کے علاوہ اپنے لئے ایک عالیشان گنبد بھی اپنے آباو اجداد کے گنبدوں کے قریب بنوالیا تھا۔ یہ ایک واقعہ ہے کہ جس طرح وہ اپنے خاندان میں سب سے بڑھ کر عظیم المرتبت حکمران تھا اسی طرح اس کا گنبد بھی مقابر سلاطین قطب شاہیہ میں سب سے زیادہ عظیم الشان ہے۔ یہ گنبد جس چبوترے پر واقع ہے وہ زمین سے ۱۳ فٹ ۶ انچ بلند ہے۔ اور اس کا ہر ضلع ۲۰۰ فٹ طویل ہے۔ اس چبوترے کے اوپر اور ایک چبوترہ ہے جس کا ہر ضلع ۱۲۶ فٹ ۳ انچ طویل ہے۔ اس اوپر کے چبوترے کے درمیان مقبرہ بنایا گیا ہے جس کے بیرونی حصے کا ہر ضلع ۱۷ فٹ ۳ انچ طویل ہے۔ اس کے ستونوں کی بلندی ۲۲ فٹ ہے۔ ماثر دکن میں صفحہ ۹۱ پر اس کی پوری تفصیل درج ہے۔ گنبد میں داخل ہونے کے لئے جنوب و مشرق دونوں طرف دو دروازے ہیں۔ بادشاہ کی اصلی قبر نیچے تہہ خانے میں ہے جہاں تک پہنچنے کے لئے اوپر اور نیچے دونوں طرف سے راستے ہیں۔ دوسرے قطب شاہی بادشاہوں کے تہہ خانے بند ہیں۔ گنبد میں اوپر جو تعویز سنگ سیاہ کا مصفی بنا ہوا ہے اس پر کلمہ، آیت الکرسی، اور درود شریف کے علاوہ حسب ذیل عبارت کندہ ہے:۔

"اعلیحضرت جنت مکانی عرش آشیانی محمد قلی قطب شاہ بن ابراہیم قطب شاہ

انار اللہ برھانھما۔

گنبد سلطان محمد تغلق شاہ

بتاریخ روز شنبہ ہفتدہم ماہ ذالقعدۃ الحرام سنہ ۱۰۲۰ھ عشرین والف ہجری نبوی
حق واصل شد۔

سن شریفش چہل و نہ سال و مدت سلطنتش سی و یک سال رحمۃ اللہ تعالیٰ
رحمۃ کاملۃ"

یہ کتبہ محمد قلی کے جانشین سلطان محمد قطب شاہ نے لگوایا ہے۔ لیکن حیرت ہے کہ اس میں محمد قلی قطب شاہ کی عمر اور مدتِ سلطنت دونوں تاریخی نقطۂ نظر سے غلط ہیں کیونکہ ابراہیم قطب شاہ نے ۲۱ ربیع الثانی ۹۸۸ھ میں انتقال کیا اور محمد قلی تخت نشین ہوا۔ اس طرح ۱۷ ذیقعدہ سنہ ۱۰۲۰ھ تک بتیس ۳۲ سال چھ ۶ مہینے چھبیس ۲۶ دن ہوتے ہیں۔

محمد قلی کا گنبد اس قدر بلند ہے کہ دور دور سے نظر آتا ہے۔ اس کا چبوترہ نہایت وسیع اور پر فضا ہے۔ اور دوسرے گنبدوں کی طرح چاروں طرف سے مقبروں اور درختوں سے گھرا ہوا نہیں ہے۔ بلکہ مشرق کی طرف تو اس سے ملحق کئی فرلانگ تک مسطح میدان واقع ہے جس کی وجہ سے یہ چبوترہ ایک عام تفریح گاہ بن گیا ہے۔ اور کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ سیر و تفریح کرنے والوں کی ٹولیاں وہاں نہ جمع ہوتی ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ محمد قلی کے گنبد پر مقبروں جیسی اُداسی یا بھیانک پن نظر ہی نہیں آتا۔

کہا جاتا ہے کہ جب اورنگ زیب نے قلعہ گولکنڈہ پر حملہ کیا تو اس گنبد پر بھی توپیں

چڑھادی تھیں کیونکہ کافی بلند اور وسیع ہونے کی وجہ سے یہ ایک اچھے مورچہ کا کام دے سکتا تھا اس گنبد کی توپوں کے گولے جب قلعہ میں پہنچنے لگے تو اہل قلعہ نے بھی ان کا جواب دیا مگر جب محمد قلی کے آخری نام لیوا ابوالحسن تانا شاہ کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے گنبد کو نشانہ بنانے سے منع کر دیا اور کہا کہ ہم جن کی سلطنت کو بچانے کی کوشش کر رہے ہیں ان کے گنبد کو کیونکر مسمار کر سکتے ہیں۔ یہ روایت صحیح ہو یا نہ ہو اتنا ضرور ہے کہ گنبد محمد قلی کے اس پہلو پر جو قلعہ گولکنڈہ کے مقابل ہے شکست و ریخت کے چند نشانات اب تک پائے جاتے ہیں۔

جب تک قطب شاہی سلطنت باقی رہی محمد قلی کا عرس دھوم دھام سے ہوتا رہا۔ اسکی قبر کے اطراف روزانہ متعدد حفاظ تلاوت قرآن مجید میں مصروف رہتے تھے۔ قبر پر اطلسی چادر اور پھول چڑھائے جاتے تھے۔ زربفت کا شاہی شامیانہ طلائی ڈنڈوں پر تانا جاتا تھا۔ روشنی کا ایک عالیشان جھاڑ درمیان میں اور اس کے اطراف کئی چراغ دن رات روشن رہتے۔ بادشاہ کی کتابیں رحلوں پر رکھی رہتیں جن میں سے اکثر قرآن اور تفسیر اور دیگر مذہبی موضوعوں سے متعلق تھیں۔ گنبد میں چاروں طرف قیمتی قالینوں کا فرش ہوتا۔ اور اوپر کلس پر زرین ہلال لگا ہوا تھا جو بادشاہ کے گنبد کی علامت تھی۔[1]

---

[1] گولکنڈہ کے شاہی مقبروں کے تفصیلی حالات مشہور فرانسیسی سیاح موسیو تھیونو نے اپنے سفرنامے میں لکھے ہیں۔ یہ سیاح محمد قلی کی وفات کے پچپن سال بعد حیدرآباد آیا تھا۔ اس سفرنامہ کا ترجمہ سلسلہ آصفیہ کی جلد دوم کے طور پر شمس العلما سید علی بلگرامی کی نگرانی میں کیا گیا اور ۱۸۹۷ء میں شائع ہوا تھا۔

اگرچہ یہ رونق اور اہتمام اب باقی نہیں رہا لیکن گولکنڈہ کے اطراف واکناف کے گاؤں کے اکثر لوگ زیادہ تر عورتیں ہر سال خاص خاص دنوں میں محمد قلی قطب شاہ کے مقبرے کی زیارت کو جوق در جوق آتے ہیں۔ اور ملیدہ اور جلیبیاں اپنے ساتھ لاکر یہاں فاتحہ دلواتے اور تقسیم کرتے ہیں۔ اس طرح تلنگانہ کے اس مشہور ہیرو، بھاگ متی کے سچے عاشق، اور دکن کے بین قومی تمدن کے بانی کی یاد اب تک تلنگانہ کے غریبوں کے دل میں باقی ہے۔

محمد قلی کی نیکیاں دنیا کا یہ عجیب دستور ہے کہ کسی کی وفات کے تذکرے کے ساتھ ہی اس کی خوبیاں یاد آجاتی ہیں۔ محمد قلی قطب شاہ کے بیان کے خاتمے پر بھی تمام مورخوں نے اس کی نیکیوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اور چونکہ ان میں سے بعض کا ذکر ہمارے گزشتہ عنوانات کے تحت نہ آسکا تھا اس لیے ہم بھی یہاں قدیم مورخوں کی تقلید پر مجبور ہیں۔

محمد قلی کی سب سے اہم نیکی اس کی فیاضی اور داد و دہش تھی۔ اس نے اپنی زندگی میں سب سے زیادہ رقم عمارتوں کی تعمیر میں صرف کی۔ چنانچہ ناظر الملک میر ابو طالب جو اس کے دربار کا خاص انجنیر تھا محمد قلی قطب شاہ کی عمارتوں کے اخراجات ستر لاکھ ہون بتاتا ہے جو عہد حاضر کے تقریباً پانچ کروڑ روپیوں کے برابر ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ بادشاہ کی ان تعمیری دلچسپیوں کی وجہ سے رعایا کا وہ طبقہ کتنا خوش حال نہ ہوگیا ہوگا جو مزدور پیشہ تھا۔

ہر سال محرم میں محمد قلی قطب شاہ لنگر ائمہ اثنا عشر کے سلسلے میں ساٹھ ہزار ہون خرچ کرتا تھا۔

یہ کثیر رقم مجاوروں اور خادموں کے وظائف اور ایام عاشورہ کے پکوان میں صرف ہوتی تھی۔ ہزارہا غریب اور مفلس لوگ محرم میں خوشحال ہو جاتے اور سال بھر کی مصیبتوں اور تکلیفوں کو بھول جاتے تھے۔ اس طرح اس نے اپنے دور حکومت میں صرف محرم کے لنگر میں ایک کروڑ چونتیس لاکھ چالیس ہزار روپے صرف کئے۔ مذکورہ رقم کے علاوہ ایام عاشورہ کے ختم پر مستحقوں اور مسکینوں میں زر عاشوری کے نام سے ہر سال بارہ ہزار ہون تقسیم کر دیے جاتے تھے۔ گویا محمد قلی نے زر عاشوری کے طور پر چھبیس لاکھ اٹھائیس ہزار روپے غریبوں اور مستحقوں کو عنایت کیے۔

تعمیر و محرم کے اخراجات کے علاوہ ہر سال ایک لاکھ ہون عید میلاد النبی کے جشن میں بارہ روز کے اندر صرف ہوتے تھے۔ اس عید کے اہتمام اور شان و شوکت کا بیان گزر چکا ہے۔ محمد قلی نے اپنے عہد حکومت میں عید میلاد النبی کے انعامات، طعام اور خوشبو وغیرہ کے سلسلے میں مبلغ دو کروڑ چوبیس لاکھ روپے خرچ کئے۔ اور اس کے علاوہ اتنی ہی رقم خیرات اور صدقے کے طور پر مسکینوں اور مستحقوں کو عنایت کی جاتی تھی۔

اس طرح گیارہ کروڑ روپے کا حساب تو تاریخوں میں صاف طور پر درج ہے۔ اس رقم کے علاوہ محمد قلی نے موقع بموقع جو انعامات عطا کئے یا خیرات دی اس کا کوئی اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا یہ معلوم ہے کہ وہ مقامات مقدسہ (مثلاً مکہ، مدینہ، نجف، کربلا، مشہد اور دیگر شہروں) کے غربا اور مجاوروں کے لئے التزام کے ساتھ ہر سال کپڑے اور نقد روپیہ روانہ کیا کرتا تھا۔

خود شہر حیدرآباد میں کوئی حاجتمند ایسا نہ تھا جو محمد قلی کی بارگاہ میں پہنچتا بے نیل و مرام واپس ہوتا۔ رعایا میں جس کسی کے یہاں شادی اور ختنہ کی تقریب ئی جاتی اگر وہ بادشاہ کو اس کی اطلاع کراتا تو فوراً انعام و اکرام سے سرفراز ہوتا۔ ن مملکت سے جو لوگ حیدرآباد آتے ان کو وطن واپس جانے کے لئے کافی دیجائیں اور حسب حیثیت خلعت سے سرفراز کیا جاتا۔

محمد قلی کے عہد میں محصول اجناس کے طور پر دو لاکھ ہون یعنی چھ لاکھ روپے انہ وصول ہوا کرتا تھا اور برہمن اس رقم کی وصولی میں رعایا کے ساتھ بڑی سختی پیش آتے تھے اس لئے تخت نشینی کے بعد چند ہی سال کے اندر محمد قلی نے محول معاف کر دیا اور رعایا برہمنوں کے ظلم و ستم سے محفوظ ہو گئی۔ اس طرح لی کی دریا دلی اور رعایا پروری نے حکومت کو تقریباً چار کروڑ روپے کی آمدنی سے محروم کر دیا۔

ایک اور خصوصیت یہ بیان کی جاتی ہے کہ محمد قلی نے اپنی تمام زندگی سی کے قتل کا حکم نہیں دیا۔ اور اگر کبھی کوئی ایسا مقدمہ پیش بھی ہوا تو اس کو القضا کے سپرد کر دیا تاکہ احکام شرع کے موافق وہاں سے تصفیہ یا جائے۔

محمد قلی کے دسترخوان کی بھی بڑی شہرت تھی اور کہا جاتا ہے کہ ہر وقت ایک ہزار آدمی اس کے دسترخوان پر موجود ہوتے اور کسی کو روک ٹوک نہ تھی۔ چنانچہ اکثر مسافر اور سیاح اس شاہی دسترخوان سے فیض یاب ہوتے تھے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ محمد قلی قطب شاہ نے اپنے قلب و دماغ کی غیر معمولی خوبیوں کی وجہ سے تاریخ عالم میں اپنے لئے ایک خاص جگہ پیدا کر لی ہے۔

کلیاتِ اُردو

محمد قلی قطب شاہ اپنے بعد جو عظیم الشان یادگاریں چھوڑ گیا ان میں سب سے زیادہ اہم اور پائیدار اس کا اردو کلام ہے۔ اس کی بنائی ہوئی پتھر چونے اور اینٹ کی اکثر عمارتیں صفحۂ ہستی سے نابود ہو گئیں۔ صرف حیدرآباد کا چارمینار، جلو خانۂ عالی کی چار کمانیں، بادشاہی عاشور خانہ، دارالشفا اور محمد قلی کا گنبد دستبردِ ایام سے بچ گئے۔ لیکن نہ معلوم ان کی عمر بھی اب کتنی رہ گئی ہے۔ اس کا صرف ایک ہی کارنامہ ایسا ہے جو رہتی دنیا تک یادگار رہے گا اور ہر جگہ کے اہل علم اس سے مستفید ہو سکیں گے اور وہ اس کا کلیات ہے۔

یہ گنجینۂ ادب بھی عرصہ تک علم و فضل کے خاص خاص خزانوں ہی میں محفوظ رہا لیکن یہ ایسی چیز نہ تھی کہ ہمیشہ چھپی رہتی۔ اردو ادب کی متوالی آنکھیں ہر وقت اس کی تلاش میں رہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ جس کو یہ متاع بیش بہا ہاتھ لگی اس نے اس کو ایسا عزیز رکھا کہ دوسروں کی پرچھائیاں بھی پڑنے نہ دیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ کلیات عوام کی نظروں سے اتنا اوجھل ہو گیا کہ ہر شخص اس کے متعلق عجیب عجیب قیاس آرائی کرنے لگا۔ کسی نے اس کو

برج بھاشا زبان کا کلام قرار دیا اور کوئی اس کو محمد قلی کے سوا کسی اور شاعر معانی کا کلام سمجھتا رہا حالانکہ وہ ٹھیٹ اردو کلام ہے اور خود محمد قلی قطب شاہ کا نتیجہ قلم۔ کیونکہ قطب کے علاوہ محمد قلی کے کنی اور تخلص بھی تھے جن میں معانی سب سے زیادہ اس نے استعمال کیا ہے۔

محمد قلی کا اردو کلام اس کی زندگی میں اور اس کے بعد بھی ہمیشہ مقبول رہا۔ لوگوں کو اس کی نظمیں زبانی یاد تھیں اور اب بھی دیہاتی عورتیں مختلف تقریبوں میں اس کے اشعار گاتی ہیں اس کے علاوہ اس کے کلیات کی کئی نقلیں بھی کی گئی تھیں جو بعد کو ہندوستان کے

کلیات کے نسخے مختلف حصوں میں منتشر ہوگئیں چنانچہ اس وقت تک کلیاتِ محمد قلی کے آٹھ نسخوں کا پتہ چل سکا ہے۔

۱۔ نسخہ کتب خانہ شاہانِ اودھ لکھنو

۲۔ " " ٹیپو سلطان میسور

۳۔ " " ایشیاٹک سوسائٹی بنگال

۴۔ " " آصفیہ حیدرآباد

۵۔ " " نواب سالار جنگ بہادر حیدرآباد

۶۔ " " " " "

۷۔ ایک قدیم نسخے کے مختلف اوراق " "

۸ ۔ نسخۂ کتب خانۂ آقا حیدر حسن صاحب

ان میں سے موخرالذکر چار نسخے مصنف کے زیر استعمال رہے ہیں۔ ان آٹھوں نسخوں کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ نسخہ کتب خانہ شاہانِ اودھ

اس کتب خانہ کی فہرست اسپرنگر نے مرتب کی تھی جو ۱۸۵۴ء میں شایع ہوئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہان اودھ کو جو نسخہ دستیاب ہوا تھا وہ جملہ تیراسو آٹھ صفحات پر مشتمل تھا۔ ان میں فی صفحہ ۱۴ سطریں تھیں۔ اور جس کی ترتیب حسب ذیل تھی۔

۱۔ مثنویاں ۳۳۶ صفحات۔ فی صفحہ ۱۴ سطریں۔ جملہ چار ہزار چھ سو چوالیس بیتیں۔

آغاز صفت کوں کہوں اس کبریا کے سبحان کا کہ ناطق اپنے جن ہے قرآن کا
خود جو

۲۔ قصیدے۔ ترجیع بند اور مرثیے ۔ ۔ ۔ اصفحات

آغاز ع جو بسم اللہ کر مطلع کہیا ہے ذات اس یکتا

۳۔ غزلیں ۸۶۰ صفحات

۴۔ رباعیاں ۱۲ صفحات

آغاز ع دلا سنگ خدا کن کہ خدا کام دوے گا۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلیات نامکمل تھا۔ کیونکہ

۲۔ اس میں زیادہ سے زیادہ ۱۲۳۱۸ شعر ہوں گے بشرطیکہ فی سطر ایک شعر درج ہو۔
حالانکہ سلطان محمد قلی قطب شاہ مرتب کلیاتِ محمد قلی نے پچاس ہزار شعر جمع کئے تھے۔

ب۔ کتب خانۂ آصفیہ میں جو دیوان موجود تھا وہ اٹھارہ سو صفحات پر مشتمل تھا۔

۲۔ نسخہ کتب خانہ ٹیپو سلطان

اس کتب خانہ کی فہرست اسٹوارٹ نے مرتب کی تھی۔ یہ نسخہ زوال ٹیپو سلطان کے بعد ایسٹ انڈیا آفس کو منتقل کر دیا گیا۔ اس کے متعلق گارساں دتاسی نے اپنی "تاریخ زبان و ادب ہندوستانی و ہندوی" جلد اول صفحہ ۳۹۸ مطبوعہ ۱۸۷۰ء میں لکھا ہے کہ یہ ایک ضخیم خوبصورت جلد ہے جو سلطان محمد قطب شاہ کے لیے ۱۰۲۴ھ میں لکھی گئی ہے اس کی ترتیب حسب ذیل ہے

۳۳۶ صفحات مثنویوں کے (۱۴ ابیات فی صفحہ)

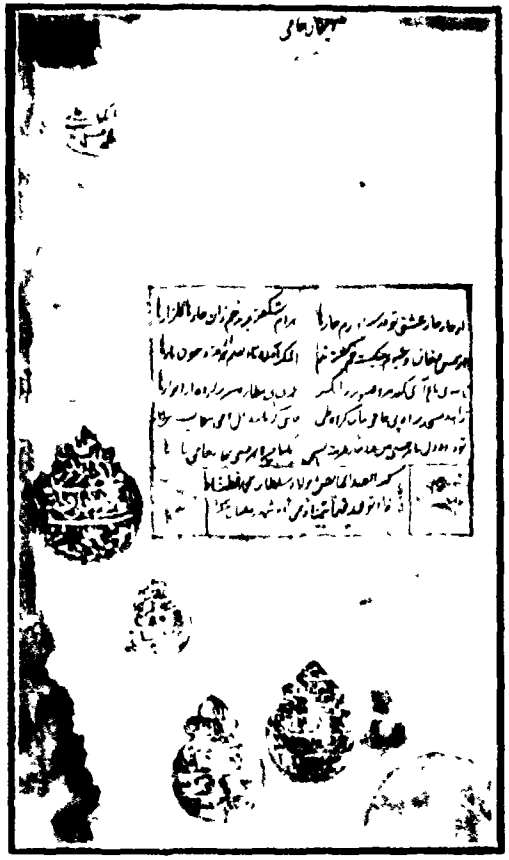
۱۰۰ صفحات قصیدوں، ترجیع بندوں، اور مرثیوں کے

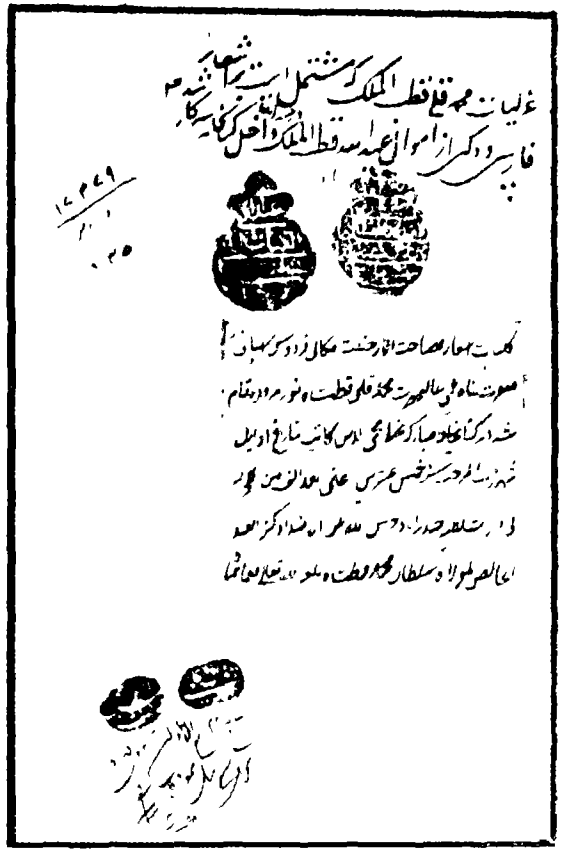
۸۶۰ صفحات غزلوں کے

۱۲ صفحات رباعیوں کے

معلوم ہوتا ہے کہ ٹیپو سلطان کا نسخہ اور شاہان اودھ کا نسخہ دونوں بالکل ایک دوسرے کی نقل تھے۔ اور یہ ممکن ہے کہ خود سلطان محمد نے ۱۰۲۲ھ تک جو کچھ کلام جمع کیا تھا اس کے کئی نسخے نقل کرائے تھے تاکہ اپنے چچا کا کلام تلف نہ ہونے پائے۔ لیکن ان نسخوں کی ترتیب کے بعد







عکس تحریر سلطان محمد نصب شده بدیوان محمد قلی وغیره

وہ خاموش نہ رہا بلکہ اور کلام جمع کرتا رہا یہاں تک کہ ۱۰۲۵ھ میں ایک مکمل کلیات جمع کر کے اپنے خطبہ کے ساتھ مرتب کر لیا جس کا ذکر آگے آئے گا۔

۳۔ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کا نسخہ

اس نسخے کا ذکر اسپرنگر کے کٹلاگ مذکورۂ بالا میں ملتا ہے جس میں اس نے لکھا ہے کہ ایشیاٹک سوسائٹی میں اس کلیات کا نمبر ۲۱ ہے اور یہ نہایت عالیشان نسخہ ہے جو مصنف کے جانشین کے لئے ۱۰۳۲ھ میں لکھا گیا تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی تفصیل نہیں لکھی۔

ممکن ہے کہ یہ نسخہ بھی متذکرۂ بالا تین نسخوں کے مطابق ہو افسوس ہے کہ اس کے متعلق اور کوئی علم نہ ہو سکا۔

۴۔ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد

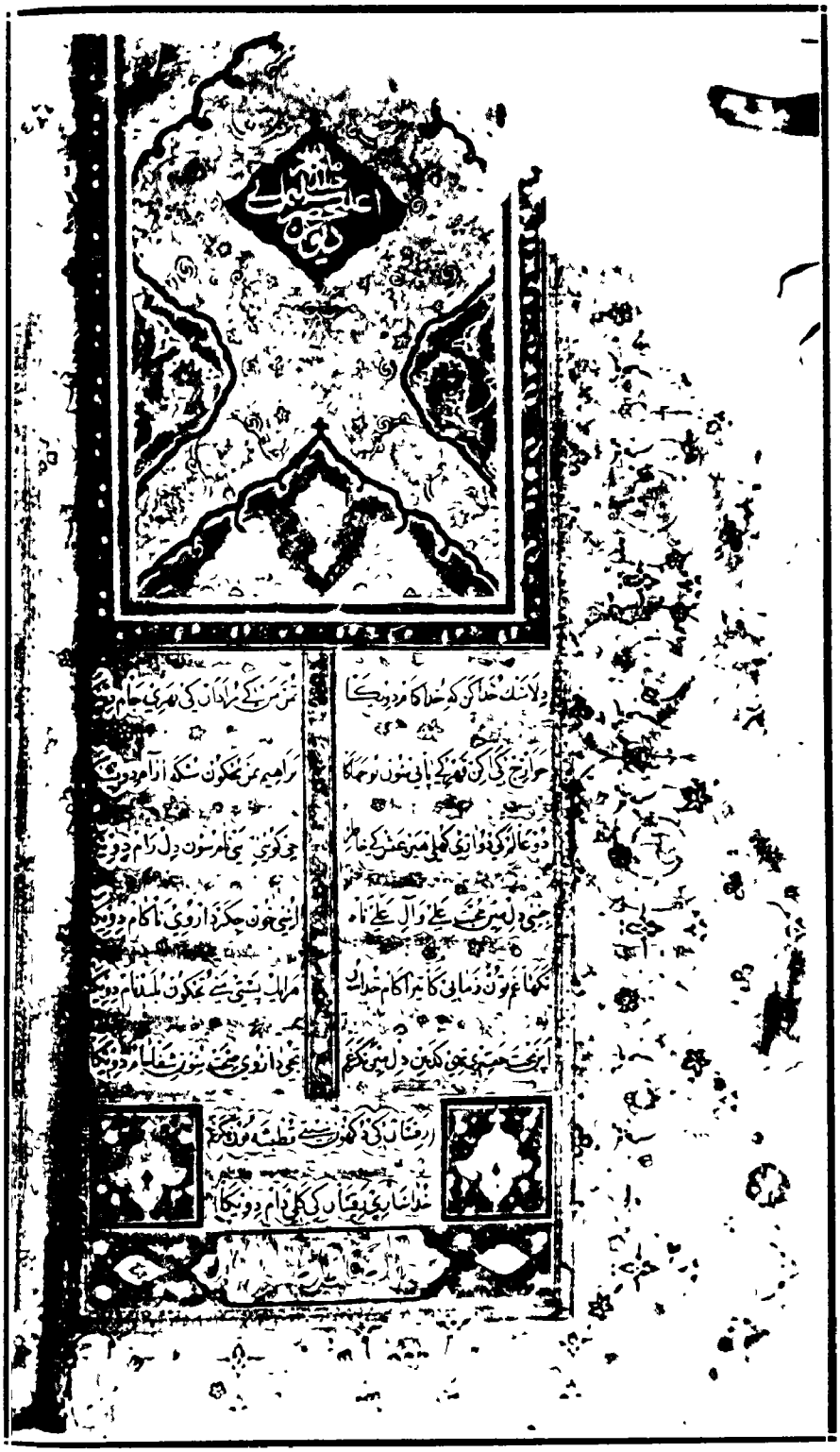
اس نسخہ پر مولوی عبدالحق صاحب نے ایک تفصیلی مضمون رسالہ اردو بابت ۱۹۳۲ء میں لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اٹھارہ سو صفحوں پر مشتمل تھا اور اس پر خود سلطان محمد قطب شاہ کے دستخط تھے۔ یہی نسخہ اس وقت مکمل ترین سمجھا جا سکتا ہے۔ افسوس ہے کہ یہ اب کتب خانہ آصفیہ میں موجود نہیں ہے۔ اس کے متعلق مولوی عبدالحق صاحب کی تحریر سے حسب ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:۔

"یہ کلیات ایک نہایت قابل قدر اور نادر نسخہ ہے۔ بڑی تقطیع اور اعلیٰ درجہ کے قدیم کاغذ پر

بخط نسخ بہت خوشخط لکھا ہوا ہے۔ کتاب بہت ضخیم ہے۔ تقریباً اٹھارہ سو صفحے ہوں گے۔ اسے محمد قلی قطب شاہ کے جانشین اور بھتیجے محمد قطب شاہ نے بڑے اہتمام اور خلوص سے ترتیب دیا ہے۔ یہ نسخہ شاہی کتب خانہ کا ہے اور سرورق پر خود محمد قطب شاہ کے قلم کی لکھی ہوئی تحریر ہے..... ورق کے سرے پر جو عبارت لکھی ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ نسخہ خاص کتب خانۂ شاہی کا ہے ان دو عبارتوں کے درمیان محمد قطب شاہ کی مہر ہے۔ مہر کی تحریر پڑھنا ذرا مشکل ہے..... کتابت کا سنہ خود قطب شاہ نے اپنی تحریر میں ۱۰۲۵ھ بتایا ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب اورنگ زیب نے حیدرآباد فتح کیا تو شاہی کتب خانے سے بعض کتابیں دوسرے مال غنیمت کے ساتھ دلی چلی گئیں اور وہاں کے شاہی کتب خانہ میں داخل ہوگئیں۔ اور جب دلی پر آفت آئی اور وہاں کا کتب خانہ برباد و غارت ہوا تو یہ کتاب پھرتے پھراتے کلکتہ پہنچی اور کلکتہ سے آخر پھر اپنے اصل مقام یعنی حیدرآباد پہنچ گئی.....

کلیات کے شروع میں سلطان محمد قلی قطب شاہ کے بھتیجے اور جانشین سلطان محمد قطب شاہ نے ایک منظوم دیباچہ لکھا ہے۔ اس دیباچے میں اول اس نے یہ بتایا ہے کہ ان نظموں کو کس ترتیب سے درج کیا گیا ہے یعنی اول مثنویاں پھر قصیدے اسکے بعد ترجیع بند، ترجیع بند کے بعد فارسی مرثیے، اس کے بعد دکنی مرثیے، دکنی مرثیوں کے بعد فارسی غزلیں، فارسی غزلوں کے بعد دکنی غزلیں، اور سب سے آخر میں رباعیات"

رسالۂ اردو بابتہ ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۲ء



لوح کلیات محمد قلی قطب شاہ

۵۔ کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر

اس کتب خانے میں جو نسخے ہیں ان میں پہلا نہایت قدیم اور شاہی مصور و مطلا نسخہ ہے اور خود سلطان محمد قلی قطب شاہ کی زندگی میں غالباً اسی کے حکم سے لکھا یا گیا تھا۔ اس کے سر لوح پر لکھا ہے :۔

دیوان اعلیحضرت سلیمانی خلد اللہ ملکہ

اس کے علاوہ جگہ جگہ لکھا ہے :۔

ولہٗ ایضاً مدظلہ العالی

اس لحاظ سے یہ نسخہ دوسرے تمام نسخوں سے زیادہ قدیم معتبر اور اہم ہے۔ لیکن یہ بھی مکمل نہیں ہے۔ چند ردیفیں اس میں شامل نہیں ہیں اور جلد بندی کے وقت اس کے صفحوں کو آگے پیچھے کر کے بغیر کسی ترتیب کے جلد بنا دی گئی ہے۔ چونکہ صفحوں پر نمبروں کا اندراج نہ تھا اس لئے بے ترتیبی پیدا ہو گئی زیادہ افسوس اس امر کا ہے کہ سلسلہ کے بعض صفحات کا پتہ نہیں چلتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ درمیان سے تقریباً ہر ردیف کے چند ورق جلد بندی کے وقت چھوٹ گئے۔

اس دیوان میں سلطان محمد قلی نے اکثر جگہ معانی اور صرف چند جگہ قطب یا قطب شہ وغیرہ تخلص استعمال کیا ہے۔ چونکہ معانی تخلص سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ شائد دوسرا شاعر ہو اس لئے یہاں یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ معانی اور قطب ایک ہی شاعر کا تخلص تھا۔

سلطان محمد قلی قطب شاہ کا ابتدائی تخلص معانی تھا۔ بعد کو اس نے قطب یا قطب شہ تخلص کو ترجیح دی۔ اس لئے اس زیر نظر دیوان کی ترتیب کے بعد جو دیوان مرتب ہوئے ان میں ہر جگہ معانی کو نکال کر قطب شہ لکھ دیا گیا ہے۔ اس تبدیلی اور اس کی نوعیت کی بحث اس کتب خانہ کے دوسرے دیوان کے سلسلے میں پیش نظر ہوگی۔

معانی ایک بادشاہ ہی کا تخلص تھا اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اکثر جگہ اس تخلص کے ساتھ بادشاہت اور لوازم شاہی کا ذکر کرتا ہے مثلاً ذیل کے شعر ملاحظہ ہوں:۔

۱۔ جم عیش سوں کر راج سکل جگ میں معانی — کیتا ہے ترے دشمناں کا کام خدا تلخ

۲۔ پیوستہ باد با تو معانی عروس عیش — قلقل کی صوت بجتی ہے مجلس شہانہ کر

۳۔ اے معانی تیرے رازاں تھے ہوئے آگاہ سب — تاج تو رکھ سر پر او ہے اماں کا نشاں

۴۔ ہزار شکر الٰہی کا کرتا ہوں ہر دم — دمامے فتح کے بجتے معانی شاہ نشاں

۵۔ کہیا تمھاری سیوا معانی کی دولت ہے — کہئے کہ تم بھی سیوا برابر شہا کرو

۶۔ فلک قلاب سوں باندھیا ہے بیڑی — معانی تو دسے شاہ یگانہ

معانی نے بعض جگہ اپنے نام محمد قلی کی طرف بھی اپنے مقطوں میں اشارہ کر دیا ہے مثلاً ذیل کے مقطعے ملاحظہ ہوں۔ (واضح ہو کہ محمد قلی کے لفظی معنی غلام محمد کے ہوتے ہیں)

۱۔ تم معانی کے گناہاں کا رقم کرتے ہیں کی — میں محمد نانوں تھے دونوں جہاں میں جگیا
کیوں

۲۔ معانی تج کوں محمد غلامی ہے شاہی — توں غم نہ کر کہ مناجات میں نجات صریح
۳۔ معانی شکر خدا کر نہ کر توں غم ہرگز — نبیؐ کے نانو تھے آتا تجھے خوشی کا سراغ
۴۔ یے سرفرازی بس ہے دو جگ منے معانی — منج سیس پر لکھا ہے اسم محمد اللہ
۵۔ تج تخلص ہے معانی معنی کے گنج سوں بھریا — تو محمد میم تھے پایا دو عالم کا سریر

معانی نے اپنے قصیدوں میں جہاں کافی وضاحت کی گنجایش ہوتی ہے، اپنی بادشاہت اپنے نام اور اپنے تخلص کو مختلف شعروں میں واضح کر دیا ہے۔ مثلاً عید قرباں کے قصیدے کے حسب ذیل تین شعر قابل ذکر ہیں:۔

تج محمد نانوں تھے سہتا ہے تاج احمدی — دو بزرگی دیکھ پک پڑتا ہے خاقاں عید کا
بخت و دولت تخت چو پھر چوک جوڑے ہے سدا — اس خوشی سے رات دن گرچے سوالیواں عید کا
اس قصیدے پر معانی عید جم قربان ہے — نیں کیا ہے آج لگ یوں کوئی درافشاں عید کا

اسی طرح ایک اور قصیدے کے حسب ذیل شعر بھی قابل مطالعہ ہیں جن میں پہلے قطب شہ کا تخلص استعمال کرتا ہے اور آخر یعنی مقطع میں معانی کا:۔

نظر ہے مصطفیٰ ہور مرتضیٰ کا قطب شہ اوپر — کہ دشمن کی پشانی پر لکھے حرف پشیمانی
انوں کے دشمناں اوپر ازل سے لعن واجب ہے — اگر ہوئے سمرقندی، بخارانی و ملتانی
نزاکت شعر کے فن میں خدا بخشیا ہے توں تج کوں — معانی شعر تیرا ہے کہ یا ہے شعر خاقانی

اب چند ایسے شعر پیش کئے جاتے ہیں جن میں محمد قلی نے اپنے نام یا لفظ قطب کے ساتھ لفظ معانی کی قریب ترین شکلیں استعمال کی ہیں مثلاً :۔

اب پوچھے گا قطبِ معنی حال کیوں — قبلہ کوں اس کام میں میخانہ کیتا

ہر مکس میں مست ہر یک دعا ہے — قطبِ معنا مست از روزِ الست

مج محمد نانوں ہے معنی سو بولیا راستی — آو خوش یا ناؤ خوش ہے نام میرا قطب

آخر میں ہم ایسے مقطعے پیش کر دیتے ہیں جن میں معانی اور قطب دونوں تخلص ساتھ ساتھ استعمال کئے گئے ہیں مثلاً :۔

اے قطبِ معانی کہ ترا قطب خطاب ہے — کر شکر خدا پر کہ قرار ہے سو ستارا

فلک سارے سکل تارے اپن رغبت سوں داس ہیں — سدا قطب سعادت کا معانی نج دیا ہے اب

سب دہر نہ کہہ تو قطب معانی کہ عاشق ہوں — اے حال نیرا طور سوں فریاد کرتا ہے

اماماں کی دعا ورد ہے دعا کا کوٹ چوگرد ہے — معانی قطب تجہ بر دہے علیؑ کا حب حصاری ہے

قطب زماں معانی بس کر بڈی کی کہانی — شیطان کی ہے نانی آپس کوں آپ جانی

معانی قطب شہ کس دہر نہ کہہ رمز نہاں پیو کا — کہ ہے جو سرِ مجلس کا سو پچلا حور دستاب

اس تمام بحث کے بعد اب کسی شبہ کی گنجایش باقی نہیں رہتی کہ معانی محمد قلی قطب شاہ ہی کا تخلص تھا اور یہ دیوان محمد قلی کا ابتدائی دیوان ہے۔

اس دیوان میں زیادہ تر غزلیں اور مختصر قصیدے درج ہیں جو غزلوں کی شکل میں ردیف وار درج ہیں۔ مثنویاں، ترجیع بند مرثیے اس میں شامل نہیں۔ یہ اصل میں دیوان ہے۔ کلیات نہیں ہے۔ اور بہت ممکن ہے کہ کلیات بادشاہ کی زندگی میں مرتب ہی نہ ہوا ہو۔ چونکہ یہ سلطان محمد قلی قطب شاہ کا قدیم ترین دیوان ہے اور خود مصنف کی زندگی میں لکھا گیا ہے اس لئے ہم نے اس کو کلیات کے مقدمے میں یا خود کلیات میں نسخۂ قدیم یا حرف ق سے ظاہر کیا ہے اس میں ۲۴۹ غزلیں، قصیدے اور قطعے درج ہیں اور جملہ تعداد اشعار ۱۹۱۸ ہے۔ یہ دیوان مطلا و مذہب اور مصور ہونے کی وجہ سے بھی خاص اہمیت رکھتا ہے۔

اس دیوان کی تاریخی اہمیت کے پیش نظر ہم اس کی ردیف وار تفصیل اصل ترتیب کے ساتھ معہ قافیہ و ردیف یہاں درج کرتے ہیں۔ (نوٹ صرف پہلے شعر یا مطلع کے قافیے اور ردیفیں درج ہیں)

(۳۶ غزلیں وغیرہ ۳۳۶ اشعار)	پایا - بجایا	آسے نا - باسے نا
شاب تاب تھا - آفتاب تھا	آیا - پایا	پائیا - چھائیں
کام دیوے گا - جام دیوے گا	کنعاں غم نہ کھا - گلستاں غم نہ کھا	پیارا - اودھارا
پیارا - ہمارا	جاہی کرن سکتا - شاہی کرن سکتا	ٹھارا - ستارا

لگیا ۔ گیا	چال کیوں؟ ۔ مے خانہ کیتا (ناقص الاول)	جواب ۔ حجاب
دیایا ۔ پایا	جام لیا ۔ مدام لیا	بن میں عجب ۔ گلشن میں عجب
موتین پیا ۔ روتین پیا	صبا ۔ بلا	آب ۔ شراب
دوا ۔ شفا	کرتوں؟ ۔ سہایا (ناقص الاول)	مستجاب ۔ ثواب
وفا ۔ جفا	یار جانی کا ۔ راز نہانی کا	نقاب ۔ باب
کنارا ۔ ہمارا	ستاب تھا ۔ آفتاب تھا	شراب ۔ کباب
خدا دیتا ۔ نوا دیتا	جگت سارا ۔ شرفدارا	شراب آلوداب ۔ شباب آلوداب
پیالا ۔ دالا	یکیارا ۔ تھارا	ت
سیوا ۔ نیوا	عالم کا ۔ آدم کا	(۱۶ غزلیں وغیرہ ۱۳۵ اشعار)
سلطاں عید کا ۔ ساماں عید کا	افسانہ کیتا ۔ دیوانہ کیتا	دولت ۔ بولت
عید کا ۔ امید کا	ب	کام دیت ۔ جام دیت
آیا ۔ سنایا	(۱۰ غزلیں وغیرہ ۔ ۸۰ اشعار)	کجن مست پری مست ۔ گلگن مست پری مست
جاں عید کا ۔ گلستاں عید کا	کیا ہے اب ۔ ساقیا ہے اب	مست ۔ پرست
بن عید کا ۔ دھن عید کا	آئے طالب ۔ دلائے طالب	لیا یا لبنت ۔ آیا لبنت
خوشی کا ۔ عیسی کا	زور و ستاب ۔ ہور و ستاب	بہشت کنشت

پرست ۔ دست
مست ۔ بدست
ہات ۔ بھلات
صحبت ۔ قدرت
شکایت ۔ حکایت
رات ۔ بات
کھلیابنت ۔ چھڑکیابنت
بات ۔ کھلات

ث

(۸ غزلیں وغیرہ ۔ ۵۶ اشعار)
تنخانہ ہے باعث ۔ میخانہ ہے باعث
کیاحوادث ۔ ہیاحوادث
اچھووارث ۔ سنووارث
حارث ۔ وارث
مےغیاث ۔ لےغیاث

مدام بحث ۔ کلام بحث
کھولوحدیث ۔ بولوحدیث
کام عبث ۔ دام عبث

ج

(۹ غزلیں وغیرہ ۔ ۶۷ اشعار)
نابوج ۔ نابوج
آج ۔ حاج
آج ۔ تاج
جاناں کا اجتباج ۔ رضواں کا قتباج
آج ۔ کاج
خیال تج ۔ خال تج
بالاں کج ۔ ہلالاں کج
دکھورنج ۔ نکورنج
رنج ۔ گنج

چ

(۲۱ غزلیں ۔ ۱۵ شعر)
کچ ۔ رچ
ناچ ۔ پاچ

ح

(۸ غزلیں وغیرہ ۵۵ اشعار)
مباح ۔ نجاح
سواصبح ۔ دعاصبح
صبیح ۔ قبیح
بات صریح ۔ مات صریح
صبوح ۔ نصوح
دعائے فتح ۔ برائے فتح
سمن مجروح ۔ تن مجروح
جیاروح ۔ دواروح

خ

(۵ غزلیں وغیرہ ۳۶ اشعار)

روے فرخ ۔ موے فرخ
شاخ ۔ شنگلاخ
ڈلنا گستاخ ۔ ہمنا گستاخ
دہن تلخ ۔ سخن تلخ
نوا تلخ ۔ حیا تلخ

د

(۱۱ غزلیں ۔ ۹۱ اشعار)

اند ۔ بلند
کلہ قند ۔ بند بند
ہلال عید ۔ وصال عید
آیا جیوں نواچند ۔ لگایا جیوں نواچند
سنا یا عید کرید ۔ آیا عید کرید
فریاد ۔ آزاد
بنیاد ۔ فریاد
فریاد ۔ داد

فریاد ۔ افتاد
پدید ۔ عید
ورد ۔ بیورد

ر

(۲۳ غزلیں وغیرہ ۔ ۴۰ اشعار)

منور کر ۔ در کر
ضمیر ۔ کبیر
یار ۔ دار
یار ۔ دلدار
پرور ۔ سرور
پرکار ۔ یکبار
منور ۔ بھر
امیر ۔ کبیر
نظر ۔ خبر
اپ کر ۔ زر کر

سنگاراں کر ۔ دھاراں کر
پیکر ۔ گھر
بار ۔ زار
باہر ۔ ڈاکر
غدیر ۔ صغیر
نوبہار ۔ اختیار
نظر ۔ قمر
خانہ کر ۔ بہانہ کر
پیک آیا بہار ۔ جیک آیا بہار
ڈر ۔ گھر
نور ۔ سنپور
آرام پر ۔ جام پر
پور کر ۔ دور کر

ز

(۴ غزلیں وغیرہ ۔ ۲۷ اشعار)

جانی ہنوز ۔ پہچانی ہنوز
خیز ۔ گلریز
درباز ۔ نماز
جاوداں ہم عید و ہم نوروز ۔ عیاں ہم عید و ہم نوروز

س

(۲ غزلیں ۔ ۱۶ اشعار)
پاس ۔ الیاس
کہنا ہوس ۔ سننا ہوس

ش

(۱ غزل ۔ ۱۹ اشعار)
سرکش ۔ ترکش

ص

(۱ غزل ۔ ۷ شعر)
خاص ۔ اخلاص

غ

(۱ غزل ۔ ۹ شعر)
داغ ۔ باغ

م

(۶ غزلیں وغیرہ ۔ ۵۱ شعر)
بھگا دو تم ۔ بگا دو تم
نام ۔ کام
کام ۔ جام
کرم ۔ علم
نام ۔ صیام
دام ۔ نام

ن

(۲۷ غزلیں وغیرہ ۔ ۲۱۴ شعر)
دورتوں ۔ فغفورتوں
آب سوں ۔ شتاب سوں
بتاں ۔ دستاں
غمخورکوں ۔ انورکوں
جاں سو کرتے ہیں ۔ فرماں سو کرتے ہیں
ہندوستاں کوں ۔ ناداں کوں
شکرستاں سوں ۔ راساں کوں
روں روں ۔ گردوں
بے دیں ۔ آپیں
ارغواں ۔ جواں
چمن ۔ یَوَن
رتن ۔ جتن
کماں ۔ دستاں
نہالاں سوں ۔ جاناں سوں
نین ۔ سمن
خار اچھیں ۔ سرشار اچھیں
نوراں تیں ۔ حوراں تیں

لیا یا لبنت بکریدیں ۔ بھایا لبنت بکریدیں
خوشیاں ستیں ۔ نوراں ستیں
جھومان سوں ۔ پرمان سوں
خوشیاں سبھی اس عید میں
ٹھاٹیاں سبھی اس عید میں
پلاتی منج کوں ۔ سہاتی منج کوں
ناداں سوں ۔ نانتاں سوں
گاویں ۔ بجاویں
عشرت کیتے ہیں ۔ صحبت کیتے ہیں
ادھار سوں ۔ نادار سوں
اپنے میں ۔ جینے میں

و

(۹ غزلیں وغیرہ ۔ ۶۰ اشعار)
پیری عجائب سوں ۔ تیری عجائب سوں
نوجواں کرو ۔ جاں کرو

محبوب دکھو ۔ خوب دکھو
لبو ۔ مو
کو ۔ تو
بناؤ ۔ پلاؤ
خوشیاں کرو ۔ مہماں کرو
کہاؤ ۔ بجاؤ
گاؤ ۔ بجاؤ

ہ

(۱۰ غزلیں وغیرہ ۔ ۷۷ اشعار)
چروہ ۔ ہروہ
ناہ ۔ گاہ
الٰہ ۔ پناہ
آگاہ ۔ گمراہ
دلخواہ ۔ سحرگاہ
آشیانہ ۔ خانہ

نگاہ ۔ درگاہ
آیا برس گانٹھ ۔ لیایا برس گانٹھ
آیا برس گانٹھ ۔ پایا برس گانٹھ
آیا برس گانٹھ ۔ سہایا برس گانٹھ

ی

(۶۰ غزلیں وغیرہ ۔ ۴۴۳ اشعار)
نکلے ۔ سکلے
بہاری ہے ۔ ساری ہے
کنعاں تھے ۔ بستاں تھے
رمانی ۔ مہمانی
میزبانی ۔ شہانی
ہلکتی کھڑی ۔ ہلکتی کھڑی
بھرانی ۔ پھرانی
آئی ۔ پلائی
کھلائی ۔ جھلائی

ملے ۔ کھلے	بھایادسے ۔ سہایادسے	جام لی ئے ۔ مدام لی ئے
لے ۔ رے	کنکھری ۔ گلسری	ناشاد کرتہ ہے ۔ بیداد کرتہ ہے
گاتی ہے ۔ سہاتی ہے	ساری ۔ سنگاری	سنگاون جونا اچھے ۔ انگاون جونا اچھے
کھڑی ۔ زرزری	باندے ۔ باندے	یار خوش ندیسے ۔ جھار خوش ندیسے
آنیا سر نمے ۔ جھکائیا سر نمے	مومناں کا عجبدے ۔ دوستاں کا عجبدے	نیکادے ۔ نیکادے
نین پتلی ۔ یون پتلی	آوے ۔ دکھاوے	گلالی ۔ لالی
گری تھے ۔ کری تھے	لیایا ہے ۔ آیا ہے	جھلتے ۔ کھلتے
پری ۔ استری	ہمارے ۔ تمارے	دوری ہے ۔ صبوری ہے
بھیری ۔ گوری	تمارے ۔ واری	علم پکڑے ۔ حشم پکڑے
قطب شہ سوں مل رہی ہے اے کوئی	آتی اہے رے ۔ بھاتی آہے رہے	تیری ۔ دیری
بھید ہے ۔ خورشید ہے	دکھاتی ۔ جگاتی	بدمنے ۔ پدمنے
پلاتی ہے ۔ دکھاتی ہے	بناتی اہے ۔ لکھاتی اہے	نگاری لگی دے ۔ نگاری لگی دے
ساجے ۔ باجے	بھاوے ۔ جاوے	خاقانی مجھے ۔ سلطانی مجھے
کھول ساجے ۔ مدن کے باجے	ثنوانی ۔ نہانی	مدعا ہے ۔ روا ہے
دپائے ۔ پلائے	بہانے جائے ۔ جانے جائے	قمر ہے ۔ ثمر ہے

کھلاتے ۔ پلاتے	دور کرساقی ۔ پرنور کرساقی	سات ہے ۔ دھات ہے
نور تھے ۔ پور تھے	دھن کے ۔ من کے	بہانے جائے ۔ جانے جائے

اس تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس قدیم ترین دیوان میں حروف ذ ۔ ض ۔ ظ ظ ۔ ع ۔ ف ۔ ق ۔ ک ۔ گ اور ل کی ردیفوں میں غزلیں موجود نہیں ہیں ۔ یہ نہیں معلوم ہوسکتا کہ ان ردیفوں میں بادشاہ نے اس وقت تک غزلیں لکھی ہی نہ تھیں یا یہ غزلیں درج تھیں اور بعد کو جلد سازی کے وقت تلف ہوگئیں ۔

کتب خانہ نواب سالارجنگ بہادر کا دوسرا نسخہ

نواب سالارجنگ بہادر کے کتب خانہ کا دوسرا نسخہ بھی شاہی ہے اور بادشاہ کی وفات کے بعد مرتب ہوا ہے اور بہت ممکن ہے کہ سلطان محمد قطب شاہ نے ۱۰۲۲ھ میں جو نسخے مرتب کرائے (اور جو ٹیپو سلطان کے اور دیگر کتب خانوں میں موجود تھے) ان کے ساتھ کا ہو ۔ یہ ناقص الاول ہے اس لئے مثنویاں طویل قصیدے اور ترجیع بند اس میں شامل نہیں ہیں البتہ رباعیات مکمل حالت میں موجود ہیں ۔ ہمارے مرتب کردہ کلیات میں جن جن نظموں کے آخر میں ج لکھا ہے وہ اسی دیوان سے ماخوذ ہیں اور جو غزلیں قدیم دیوان میں نہ مل سکیں وہ اسی سے حاصل ہوئی ہیں ۔ چونکہ اس میں قدیم دیوان کے مرتب ہونے کے بعد کا کلام بھی درج ہے اور مصنف کے جانشین نے اس کو مرتب کیا ہے اس لئے

ہم نے اس کو مقدمہ میں یا کلیات میں نسخۂ جدید یا حرف ج سے یاد کیا ہے۔

نسخۂ قدیم اور نسخۂ جدید کا نمایاں فرق یہ ہے کہ پہلے میں شاعر کا تخلص اکثر معانی درج ہے اور دوسرے میں اکثر قطب شاہ۔ اس وجہ سے ابتدا میں یہ خیال ہوا کہ شاید پہلا سلطان محمد قلی کا کلام ہے اور دوسرا سلطان محمد قطب شاہ کا لیکن بعد میں تحقیق سے پتہ چلا کہ دونوں کلام ایک ہی مصنف کے ہیں۔ کیونکہ نہ صرف متعدد نظمیں اور غزلیں دونوں میں مشترک ملیں بلکہ جن مقطعوں میں پہلے دیوان میں معانی درج ہے انہی میں دوسرے دیوان میں قطب شاہ لکھا گیا ہے مثلاً صرف چند مقطعوں کے مصرعے نمونے کے طور پر لکھے جاتے ہیں۔

قدیم دیوان	جدید دیوان
معانی سب تہاں میں ہے شہنشاہی خدا کا	قطب شہ سب تہاں میں ہے شہنشاہی خدا کا
معانی شعر ترا تو لکھے ہیں دست بدست	قطب شہ شعر ترا تو لکھے ہیں دست بدست
پیا کا حسن معانی ہے جگ میں جیوں اوتار	پیا کا حسن قطب شہ ہے جگ میں جیوں اوتار
اے معانی توں چھپا کر کاہے پیتا ہے شراب	اے قطب شہ توں چھپا کر کاہے پیتا ہے شراب
معانی ترا زرگری کوئی نہ بوجھیں	قطب شہ ترا زرگری کوئی نہ بوجھیں
شکر ایزد کر معانی رات دن آنند سوں	شکر ایزد کر قطب شہ رات دن آنند سوں
معانی ریا ترک کر عیش سوں اچہ	قطب شہ ریا ترک کر خوش اچھیں جم

معلوم ہوتا ہے کہ خود سلطان محمد قلی نے آخر کو معانی کی جگہ قطب شہ تخلص کو ترجیح دی تھی اس لئے پہلا دیوان مرتب ہونے کے بعد جو کچھ لکھا وہ اسی تخلص سے لکھا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی وفات کے بعد سلطان محمد نے اس کا کلام مرتب کرتے وقت ہر جگہ سے معانی نکال کر قطب شہ ڈالدیا ہو۔

یہاں یہ امر بھی واضح ہو جانا چاہیئے کہ سلطان محمد قلی بعض وقت دونوں تخلص استعمال کرتا تھا جس کی مثالیں گزشتہ نسخے کے تذکرے میں لکھی جا چکی ہیں ایسے اشعار جن میں دونوں تخلص استعمال کیے گئے ہیں اس نسخہ میں بعینہ موجود ہیں۔

معانی تخلص کے علاوہ سلطان محمد قلی ایک اور تخلص ترکمان بھی لکھا کرتا تھا اور سلطان محمد قطب شاہ نے ترتیب کلیات کے وقت جہاں لفظ معانی کو قطب شاہ سے بدل دیا ترکمان کے تخلص کو بھی متروک کرنے کی کوشش کی ہے چنانچہ قدیم دیوان میں ایک شعر ہے۔

جانتے دارو سکیماں درد کا　　نیہ دوا ہو سے ترکماں اکے دست

یہ شعر اس دیوان میں بھی موجود ہے لیکن اس میں لفظ ترکماں موجود نہیں ہے بلکہ مصرعہ ثانی کو یوں بدل دیا گیا ہے ع　　نیہ دوا ہو سے نہ ہر گزان کے دست

دیوان کے ان دونوں نسخوں کے مشترک کلام میں اگرچہ زیادہ اختلاف نہیں ہے تاہم بعض جگہ کافی فرق پیدا ہو گیا ہے۔ ذیل میں ایک غزل درج کی جاتی ہے جس کے اختلاف بطور نمونہ کام دیسکتے ہیں

ہم نے کلیات کی ترتیب کے وقت ان اختلافات کو احتیاط کے ساتھ حاشیوں پر یا الفاظ کے نیچے ہی ظاہر کر دیا ہے۔ اس لئے یہاں صرف یہ ایک غزل کافی ہے :۔

قدیم دیوان	جدید دیوان
تج شہر کا سو کیا ہے پری بول منج کوں نام	بعینہٖ
احرام اس کا باندھوں گا ہور پکڑوں گا صیام	
جن نام دینتھ نا بو مجھے دوگن دگیان کا	جن نام دینتھ نا بو مجھے ووکاں وکیان کا
کن نا بو مجھے سو عقل انوں کا سبھی ہے خام	جے نا بو مجھے سو عقل انوں کا سبھی ہے خام
ایسا پلا شراب کہ سب دل تھے جائے دھوئے	بعینہٖ
دو نقش کار قوم کریں میرے دل مدام	وہ نقش کا نگار کریں میرے دل مدام
انگارہ خاک یا دکیا تج تو جیو دیا	بعینہٖ
جب تھے دیکھیا ہوں تو تھے کیا ہوں تجھے سلام	جیو دیکھے اس پہ بھیجیا ہوں توں آپنا سلام

(اس کے بعد دو شعر بعینہٖ دونوں نسخوں میں درج ہیں)

دوڑایا ہے عقل جنا اتنا دوڑیا	دوڑایا ہے عقل جنا اتنا دوڑیا
دوڑائے نا تو بھی دیوے دشنام میرا کام	بعینہٖ
اے پند گو معانی کو کیا پند کہتے ہیں	اے پند گو قطب شہ کوں کیا پند کہتے ہیں
اس کام باج آپ پہ کیا ہے سبھی حرام	بعینہٖ

اس سلسلے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ تبدیلی خود سلطان محمد قلی نے بعد کو اپنے کلام میں پیدا کی یا اس کے بعد اس کے جانشین اور مرتب دیوان سلطان محمد قطب شاہ نے اپنے چچا کے کلام پر نظر ثانی کی۔ چند مثالیں ایسی ہیں جن سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ شائد سلطان محمد نے بعض لفظ بدل دئے ہوں۔ چونکہ وہ چچا کے مقابلے میں زیادہ پابند مذہب اور متقی تھا اور عیش و عشرت

کی طرف مائل نہ تھا اس لئے ممکن ہے ذیل کے مصرعہ میں عیش کو خوشی سے بدل دیا ہے۔

ع معافی دیا نزک کر عیش سوں اچہ کا نسخہ جدید ع قطب شہ ریا ترک کر خوش اچھیں جم

بعض اشعار میں تبدیلی کی وجہ سے شعر میں کسی نہ کسی طرح کی خوبی پیدا ہو گئی ہے اس قسم کی چند مثالیں درج ذیل ہیں :۔

قدیم دیوان	جدید دیوان
(۱) عاشقاں کے شعر تھے جگ مگ اٹھے	عاشقاں کے شعر جگ میں جگ جگے
میری آہ کا اگ جیوں ہے آفتاب	ان اساساں روشنی ہے آفتاب
(یعنی عاشقوں کے شعر سے چمک اٹھے	(یعنی عاشقوں کے شعر دنیا میں ہمیشہ
کیونکہ میری آہ کی آگ آفتاب کی طرح ہے)	رہتے ہیں اور ان کی آہوں سے آفتاب کو روشنی ملتی ہے)
(۲) نظر نج پہ ہے کیا تماشہ کا حاجت	نظر نج پہ ہے کیا تماشہ کا حاجت
نہیں بنر خط آگے چنپا کا حاجت	نہیں بنر خط آگے خضر کا حاجت
(۳) طبیباں کریں منج کوں بالی سوں دارو	طبیباں کریں تس کوں بالی سوں دارو
کہ بالی ہیں موہن ہے بالا کا حاجت	کہ اس بالی کوں نہیں ہے بالا کا حاجت
(۴) ہمن مدعا مدعی نہ بوجھے کچ	ہمن مدعا مدعی نہ بوجھے کچ
نکو بحث کرنیں ہے اعدا کا حاجت	نکو بحث کرنیں ہے غوغا کا حاجت

یہ کہا جا چکا ہے کہ ابتدا میں خیال تھا کہ یہ دیوان محمد قطب شاہ کا ہوگا نہ کہ محمد قلی کا اور اسی خیال سے نمائش یوم ولی میں اس کو سلطان محمد کے دیوان کے نام سے پیش کیا گیا اور مطبوعہ فہرست مخطوطات نمائش ولی میں بھی وہ اسی نام سے درج ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔

مندرجہ بالا دلائل کے علاوہ ایک اور دلیل بھی ہے جس کی وجہ سے یہ دیوان محمد قلی ہی کا ثابت ہوتا ہے۔

قلی کے معنی غلام کے ہیں۔ اور محمد قلی سے مراد غلام محمد۔ چنانچہ سلطان محمد قلی نے اپنی اس غلامی پر ہر جگہ فخر کیا ہے۔ اور اپنے اشعار میں صاف صاف محمد قلی لکھنے کی جگہ "غلامِ محمد" یا محمد کا غلام لکھا ہے۔ اگر یہ دیوان سلطان محمد قطب شاہ کا ہوتا تو وہ اس لفظ غلام پر اتنا زور نہ دیتا کیونکہ اس کا نام محمد سلطان مرزا تھا اور لقب سلطان محمد قطب شاہ۔ اس طرح سے اس کے نام یا لقب کو قلی یا غلام کے لفظ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور وہ خاندان قطب شاہیہ کا پہلا بادشاہ ہے جس نے اپنے نام کے آگے قلی کا استعمال نہیں کیا حالانکہ اس کے جملہ پیش روؤں نے اس کا التزام کیا تھا۔ مثلاً محمد قلی، ابراہیم قلی، سبحان قلی، جمشید قلی اور سلطان قلی، سلطان محمد قطب شاہ نے اپنے لقب کے ساتھ لفظ قلی اس لئے استعمال نہیں کیا ہوگا کہ

۱۔ اس کے باپ کا نام محمد امین (ابن ابراہیم قلی قطب شاہ) تھا نہ کہ امین قلی

۲۔ وہ تخت نشینی کے بعد بھی اپنے پیش روؤں کی طرح اپنے نام محمد یا سلطان کے آگے قلی کا لفظ نہیں بڑھا سکتا تھا کیونکہ خود اس کے پیش رو کا نام محمد قلی تھا اور سلطان قلی بانی سلطنت کا نام تھا۔ اور ممکن ہے کہ التباس سے بچنے اور اپنی انفرادیت قایم رکھنے کے لئے اس نے ان دونوں سے علٰحدہ لقب اختیار کیا ہو۔ یا چونکہ اس کی والدہ سیدہ تھیں اس لئے خود کو اپنے پیش روؤں سے ممیز کرنے اور اپنے سے ایک نیا سلسلہ شروع کرنے کی خاطر اس نے خود کو بغیر لفظ قلی کے

التزام کے مشہور کیا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ اس کے بعد کے دونوں بادشاہوں (عبداللہ قطب شاہ اور ابوالحسن قطب شاہ) نے بھی قلی کا لفظ استعمال نہیں کیا۔

غرض یہ دیوان محمد قلی ہی کا ہے کیونکہ اس میں جگہ جگہ لفظ قلی کی مناسبت سے محمد کی غلامی پر زور دیا گیا ہے نیز ایک شعر میں شاعر نے اپنا پورا نام بھی لکھدیا ہے یعنے ؎

سدا ہے داس محمد قلی محمد کا　　علی کی مہر ستی سکھ انند پائے آج

۷۔ سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ میں ایک قدیم نسخے کے مختلف اوراق

کلیات محمد قلی پر کام کرنے کے اثنا میں نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانے میں کلیات محمد قلی کے چند اوراق داخل ہوئے جو پہلے دو دیوانوں سے بالکل مختلف تقطیع کے کسی قدیم مطلا و مذہب نسخے کے منتشر اوراق معلوم ہوتے ہیں۔ ان سے چند نئی غزلیں اور مرثیے دستیاب ہوئے اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی کے دیوان کی کئی نقلیں کی گئیں تھیں جو اب تک موجود ہیں۔

۸۔ کتب خانہ آغا حیدر حسن صاحب۔

یہ نسخہ حال کا نقل کیا ہوا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر ہی کے پہلے دیوان کی نقل ہے۔ میں آقا صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اپنا نسخہ عرصے تک میرے استعمال کے لئے وقف کر دیا تھا۔

کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ

پہلا حصّہ

نظمیں

نظموں کی تفصیلی فہرست

(۲۲۰ نظمیں اور ۱۶۳۹ اشعار)

(۱) حمد (۵ نظمیں - ۱۳۵ اشعار)

	دیوان	تعداد اشعار	صفحہ مطبوعہ
۱ - چند سورتیرے نور تھے نس دن کوں نورانی کیا	ج	۵	۳
۲ - بندا ہوں گنہ گار خدا میرا گنہ بخش	ج	۷	۴
۳ - کیا موجود اپنے جود تھے منج جان غمخور کوں	ق	۹	۴
۴ - تہیں جگ کا سامیا یا حفیظ	ج	۷	۵
۵ - مناجات میرا تو سن یا سمیع	ج	۷	۶

(۲) نعت (۵ نظمیں - ۴۳ اشعار)

۶ - تج مکھ اجت کے جوت تھے عالم دپنھارا ہوا	ج	۹	۹
۷ - اسم محمد تھے اہے جگ میں سو خاقانی مجھے	ق	۷	۱۰
۸ - چاند سورج روشنی پایا تمارے نور تھے	ق	۱۳	۱۱

نوٹ - ج سے مراد دیوان جدید اور ق سے مراد دیوان قدیم ہے -

۹۔ دیا بندہ کوں حق نبی کا خطاب ج ۔ ۷ ۔ ۱۳
۱۰۔ خدا منج مہر سوں آپی نبی صدقے کیا رافع ج ۔ ۷ ۔ ۱۳

(۳) منقبت (۶ نظمیں ۔ ۴۰ اشعار)

۱۱۔ کہتے ولیاں شاہ جس سوشہ ہمارے ہیں علی ج ۔ ۷ ۔ ۱۷
۱۲۔ آدھار دے آدھار اب تج بن نہیں کوئی یا علی ج ۔ ۷ ۔ ۱۸
۱۳۔ دو جگ کوں جیو دینے سکے حضرت علی سلطاں توں ج ۔ ۵ ۔ ۱۹
۱۴۔ جیو میلنے سرو قد کھینچا نمارا یا امیر ق ۔ ۷ ۔ ۲۰
۱۵۔ دنیا و دین کا حق سنگار یا علی توں ج ۔ ۷ ۔ ۲۲
۱۶۔ ہے امیراں کا شہنشہ دو جہاں میں یا الٰہ ق ۔ ۷ ۔ ۲۳

(۴) مدح حضرت بی بی فاطمہؓ (۲ نظمیں ۔ ۱۴ اشعار)

۱۷۔ ازل تھے بی بی فاطمہ بھاگ ساجے ج ۔ ۷ ۔ ۲۷
۱۸۔ گر و گھر بند سب گھر گھر کرتے اندمیر بانی ج ۔ ۷ ۔ ۲۸

(۵) شاعر کا مذہب (۲ نظمیں ۔ ۱۰ اشعار)

۱۹۔ دو جگ منے منج کوں اہے کرتار معاذ ج ۔ ۵ ۔ ۳۱
۲۰۔ محمد دین قایم ہے ہندو بھاراں بھگا دو تم ج ۔ ۵ ۔ ۳۲

(۶) عید میلادنبی (۶ نظمیں ۴۵ اشعار)

۲۱۔ فرشتے سرگِ ساتوں کوں تیاریاں سوں نوازے ہیں۔ ج - ۷ - ۳۵

۲۲۔ درود ملک اس نبی پر جو نزدیک رب پیارے ہیں۔ ج - ۹ - ۳۶

۲۳۔ خلایق اس دنا خاطر کیا پیدا جگت سارا۔ ق - ۷ - ۳۰

۲۴۔ حضرت نبی مولود بھی سر تھے نوی لیا یا اند۔ ج - ۷ - ۳۸

۲۵۔ نبی مولود خوشیاں تھے ہوئی دل کی بہار خوش۔ ج - ۱۰ - ۳۹

۲۶۔ گنائے نبی کے جو مولود انداں۔ ج - ۱۴ - ۴۱

(۷) عید بعثت نبی (۵ نظمیں - ۳۷ اشعار)

۲۷۔ خوشیاں کرو موالیاں مبعث رسول آیا۔ ج - ۷ - ۴۵

۲۸۔ آیا ہے وقت سر تھے مبعوث مصطفیٰ کا۔ ج - ۷ - ۴۵

۲۹۔ مصطفےٰ مبعث خوشیاں کے عید کا ہے دیس آج۔ ج - ۹ - ۴۶

۳۰۔ نبی مبعوث بھی آکر کیا ہے سب جہاں روشن۔ ج - ۷ - ۴۸

۳۱۔ کہے خوش خبر خوشی سوں اخی کھول ادھر خوشی کے۔ ج - ۷ - ۴۹

(۸) شب معراج (ایک نظم - ۵ شعر)

۳۱۔ شاہ مرداں و محمد ہیں ہمارے سر تاج۔ ج - ۱۵ - ۵۲

(۹) عید سوری (۵ نظمیں - ۳۵ اشعار)

۳۳۔ سب ہی عیداں میں اگر عید سوا ہے عید سوری ہے۔ ج - ۷ - ۵۵

۳۴۔ عید سوری کے دن سنگار کیاں سکیاں بھی۔ ج - ۵ - ۵۶

۳۵۔ نبی کی عید سوری آمند مج سوراں کے۔ ج - ۹ - ۵۷

۳۶۔ عید سوری انند لیایا ہے۔ ج - ۷ - ۵۹

۳۷۔ خوشیاں سوں آج جاں تاں سب جہاں معمور دستا ہے۔ ج - ۷ - ۵۹

(۱۰) عید مولود علی (۹ نظمیں - ۶۶ اشعار)

۳۸۔ مومناں خوشیاں کرو ہے آج دن مولود کا۔ ج - ۷ - ۶۳

۳۹۔ حضرت علی مولود تھے سب مومناں کا عید ہے۔ ج - ۶ - ۶۵

۴۰۔ موالیاں شیعیاں خوش ہو یہ دن سرجن ہے حیدر کا۔ ج - ۶ - ۶۵

۴۱۔ ..... سیتی اماماں مولود آیا۔ ج - ۷ - ۶۶

۴۲۔ دمیا صبح صادق تمن روے فرخ۔ ق - ۹ - ۶۷

۴۳۔ مولود علی آوے فلک پر تھے ملک سوں۔ ج - ۷ - ۶۸

۴۴۔ مرتضیٰ مولود آیا ہے بہت نوراں سیتی ق - ۹ - ۶۸

۴۵۔ عرش حق کا لگیا جھلکن ادک مولود حیدر تھے۔ ج - ۷ - ۶۹

۴۶۔ مولود خوشیاں آئیاں مولود کی خوشیاں کرو۔ ق ۔ ۷ ۔ ۱ ۷

(۱۱) عید غدیر (۸ نظمیں ۔ ۶۲ شعر)

۴۷۔ موالیان سب کرو خوشیاں کہ آیا دن خلافت کا۔ ج ۔ ۷ ۔ ۵ ۷

۴۸۔ شیعیاں کا عید پھر کر آئیا خمّ غدیر۔ ق ۔ ۷ ۔ ۶ ۷

۴۹۔ عید آئیا انند سوں یاراں مبارکی کا۔ ج ۔ ۷ ۔ ۷ ۷

۵۰۔ سب کر دل کر مبارکبادئی عید غدیر۔ ق ۔ ۱۳ ۔ ۷ ۷

۵۱۔ خلافت دے نبی کہے یوں کہ منج بعد از سو حید ۔ ہے۔ ج ۔ ۷ ۔ ۸۰

۵۲۔ خمّ غدیر دن تھے دو جگ ہوا نورانی۔ ج ۔ ۷ ۔ ۸۱

۵۳۔ سب جگ کرے انند کہ عید غدیر ہے۔ ج ۔ ۷ ۔ ۸۲

۵۴۔ خوشیاں سوں آج کے دن مل ملک چوندہر تھے سارے بھی۔ ج ۔ ۔ ۔ ۸۳

(۱۲) شب برات (۱۰ نظمیں ۔ ۷۷ اشعار)

۵۵۔ خدا کے کرم سیتے شبرات آیا۔ ج ۔ ۷ ۔ ۸۷

۵۶۔ جو شبرات ات جھلک سوں جگ میں آیا۔ ج ۔ ۷ ۔ ۸۷

۵۷۔ سلکھن رات شبرات آبراتیاں لیائی ساریاں کی۔ ج ۔ ۹ ۔ ۸۸

۵۸۔ سہاگن رات شبرات آسجن گھر آئے بھی سرتے۔ ج ۔ ۷ ۔ ۹۰

۵۹۔ مبارک کا خبر شبرات لے کر آئیا سر تھے۔ ق۔ ۷۔ ۹۱

۶۰۔ کہہ طور نور اجالا شبرات اب دیکھے۔ ق۔ ۷۔ ۹۳

۶۱۔ شب برات خوشی شادی سوں کیا روشن۔ ق۔ ۶۔ ۹۳

۶۲۔ شب رات آگیا ہے سب جگ کے تائیں روشن۔ ج۔ ۷۔ ۹۴

۶۳۔ مکھ جوت سوں چند رکھیاں شبرات کوں جھمکانے ہیں۔ ج۔ ۷۔ ۹۵

۶۴۔ عشق شبرات سر تھے دھن کری رے۔ ج۔ ۱۳۔ ۹۷

(۱۳) ہلال عید و عید رمضاں (۱۱ نظمیں۔ ۸۹ اشعار)

۶۵۔ جگ کہتے آج کھن پر دیکھے ہلال ساقی۔ ج۔ ۱۱۔ ۱۰۱

۶۶۔ چند اعین عیدی بشارت دکھایا۔ ج۔ ۶۔ ۱۰۲

۶۷۔ آیا ہے عید کا چند پھر چرخ بام ساقی۔ ج۔ ۹۔ ۱۰۲

۶۸۔ نھنا بالا نوانا ز کر آیا جیوں نو اچند۔ ق۔ ۷۔ ۱۰۳

۶۹۔ نس عید جلوہ گر ہو گئے دن صیام ساقی۔ ج۔ ۵۔ ۱۰۴

۷۰۔ ابرو کا اتم ریکھ سو عیدی کا ثمر ہے۔ ق ح۔ ۱۰۔ ۱۰۵

۷۱۔ انبر سمدور میں بنسی نو اچند کا ٹایا عید۔ ج۔ ۸۔ ۱۰۶

۷۲۔ خورشید مکھ اُپر و سے ابرو ہلال عید۔ ج۔ ۱۱۔ ۱۰۷

۷۳۔ ساقی ہو عید آیا دیکھ خیال موہنیاں کے۔ ج ۔ ۸ ۔ ۱۰۹

۷۴۔ عید سیوی لیا بنیا خوشیاں آنند۔ ج ۔ ۔ ۔ ۱۱۰

۷۵۔ روزیاں کا عید آیا ہے بھوچاؤ ہور بھومان سوں ق ۔ ۷ ۔ ۱۱۱

(۱۴) بقر عید (۹ نظمیں ۔ ۶۰ شعر)

۷۶۔ خبر بکرید خوشیاں ستیں میرے تائیں لیایا ہے۔ ق ۔ ۷ ۔ ۱۱۵

۷۷۔ خوشی خبراں سنایا عید بکرید۔ ق ۔ ۷ ۔ ۱۱۶

۷۸۔ ہویدا بھی ہوا جوں جان بکرید۔ ج ۔ ۷ ۔ ۱۱۷

۷۹۔ آئم بکرید آیا جگ ہوا خوش اپنے من میانے۔ ج ۔ ۹ ۔ ۱۱۸

۸۰۔ شہا بکرید ہے سالم دُریجن تج پہ قرباں ہے۔ ج ۔ ۱۱ ۔ ۱۱۹

۸۱۔ دن آج کی بکرید کا سب جگ میں رجحان ہے۔ ج ۔ ۶ ۔ ۱۲۱

۸۲۔ سنگار کر اضحیٰ چلے سو نور انواراں بھرے۔ ج ۔ ۷ ۔ ۱۲۳

۸۳۔ بکرید عید آیا صلوات بر محمدؐ۔ ج ۔ ۷ ۔ ۱۲۴

۸۴۔ عشرت کے پھولاں کا یوں لیایا بسنت بکرید سوں۔ ق ۔ ۷ ۔ ۱۲۵

(۱۵) نوروز (۳ نظمیں ۔ ۲۱ شعر)

۸۵۔ نورانی نوروز نوراں سوں آیا۔ ج ۔ ۷ ۔ ۱۲۹

۸۶ ۔ نوانوروز نورنگ جوں کلیاں کلیاں کھلایا ہے۔ ج ۔ ۷ ۔ ۱۲۹
۸۷ ۔ سیر تھے نوروز بشارت لے خوشیاں سویوں گھر آوے۔ ج ۔ ۷ ۔ ۱۳۱

(۱۶) بسنت (۷ نظمیں ۔ ۵۲ شعار)

۸۸ ۔ بسنت کھیلیں عشق کی آپیارا۔ ج ۔ ۹ ۔ ۱۳۵
۸۹ ۔ پیارے بسنت کا ہوا آئیا۔ ج ۔ ۴ ۔ ۱۳۶
۹۰ ۔ کہ کویل پرم ناد اپنا سنایا۔ ج ۔ ۷ ۔ ۱۳۶
۹۱ ۔ بسنت آیا سکی جوں لال گالا۔ ج ۔ ۷ ۔ ۱۳۶
۹۲ ۔ پیاری کے مکھ میانے کھیلیا بسنت۔ ج ۔ ۷ ۔ ۱۲۷
۹۳ ۔ او منگاں سوں بسنت آیا نورانی۔ ج ۔ ۷ ۔ ۱۳۸
۹۴ ۔ شاہ کے مندر سعادت کا خبر لیایا بسنت۔ ق ۔ ج ۔ ۱۱ ۔ ۱۳۹

(۱۷) دوسری عیدیں (۴ نظمیں ۔ ۲۸ شعار)

۹۵ ۔ پوریوں کی عید ۔ ورشنی ہو آئی ہے پوریاں کی عید۔ ج ۔ ۷ ۔ ۱۴۳
۹۶ ۔ اتبار عید ۔ قربان ہونے شہ اُپر آئی اہے اتبار عید۔ ج ۔ ۷ ۔ ۱۴۴
۹۷ ۔ سکھ بلاس کی عید ۔ سدا ہوے شہ بزم میں نیہ انند۔ ج ۔ ۷ ۔ ۱۴۵
۹۸ ۔ عید ۔ عیداں کیاں ہیں خوشیاں سب ہی اس عید میں۔ ق ۔ ۷ ۔ ۱۴۶

(۱۸) سالگرہ (۱۰ نظمیں - ۸۶ اشعار)

۹۹۔ خدا کی نظر تھے برس گانٹھ آیا۔ ج - ۷ - ۱۴۹

۱۰۰۔ نبی کی دعا تھے برس گانٹھ آیا۔ ق - ۷ - ۱۵۰

۱۰۱۔ خدا کی رضا سوں برس گانٹھ آیا۔ ق - ۷ - ۱۵۰

۱۰۲۔ نبی نانوں تھے پھر برس گانٹھ آیا۔ ق+ج - ۱۲ - ۱۵۱

۱۰۳۔ حبیب حق تھے برس گانٹھ دیس آئے آج۔ ج - ۱۴ - ۱۵۳

۱۰۴۔ گھڑی امرت منے ساعت سنھکن دیکھ اختر سوں۔ ج - ۷ - ۱۵۴

۱۰۵۔ ملایک عرش پر شہ کیاں برس کا نھاں گناتے ہیں۔ ج - ۷ - ۱۵۵

۱۰۶۔ خدا ہور مصطفیٰ کی دشٹ سوں آیا برس گانٹھ۔ ق - ۷ - ۱۵۷

۱۰۷۔ خدا کی رضا ستی آیا برس گانٹھ۔ ق - ۶ - ۱۵۷

۱۰۸۔ نبی کی غلامی تھے آیا برس گانٹھ۔ ق - ۶ - ۱۵۸

(۱۹) جلوہ اور دیگر رسوم (۸ نظمیں - ۵۲ اشعار)

۱۰۹۔ پرم پیاری کا جلوہ گاؤسارے۔ ق - ۶ - ۱۶۱

۱۱۰ بنے ہور نبی کوں پلاوو سدا۔ ج - ۷ - ۱۶۱

۱۱۱ میں تیرے کاج جلوے راگ پایا۔ ج - ۵ - ۱۶۲

۱۱۲۔ پیاری کا جلوہ ہمن من میں گاٹے۔ ج - ۷ - ۱۶۳
۱۱۳۔ نین بچھالنی سب کر موہن من دیجھاوے۔ (مصرعہ ثانی) ج - ۶ - ۱۶۳
۱۱۴۔ بھاگنی بھاماں د جلوہ گاؤتم۔ ج - ۷ - ۱۶۴
۱۱۵۔ مہندی۔ امرت گھڑی گھڑی میں خوشیاں طبل بجاج - ۷ - ۱۶۶
۱۱۶۔ کنٹھ مال۔ نبر بھیت شوخی سوں آکر کھڑی جب۔ ج - - - ۱۶۸

(۲۰) لوازمات شاہی (۶ نظمیں - ۵۲ اشعار)

۱۱۷۔ کسوت زرین۔ کسوت مکلل زرزری شاج بنگاڑیں۔ ج - ۱۱ - ۱۷۱
۱۱۸۔ شاہی ہاتھی۔ حد د بست بہنا ہو رجھرتا۔ ج - ۷ - ۱۷۳
۱۱۹۔ تقسیم اوقات۔ پہلی گھڑی سانتی کے مہ موتیاں ستی نہاپری۔ ق+ج-۹-۱۷۴
۱۲۰۔ راگ۔ مکٹ راکاں پیاری آپ راگے راگ گاتی ہے۔ ج - ۷ - ۱۷۶
۱۲۱۔ راج ترانہ۔ سجان کے بھومان سوں جیو تمیں راجے۔ ج - ۷ - ۱۷۸
۱۲۲۔ ترانہ عیش۔ دکھ درد گیا عیش کے دن آئے کرو کام۔ ق+ج - ۱۱ - ۱۸۰

(۲۲) کھیل (۳ نظمیں - ۱۸ اشعار)

۱۲۳۔ چوگان۔ سائیں کھیلے نیہہ سوں چوگان خوش۔ ج - ۷ - ۱۸۵
۱۲۴۔ پھوکڑی پھو۔ سکی تال دے منج ٹٹکتی کھڑی۔ ق - ۷ - ۱۸۶

۱۲۵۔ کھڈی۔ اپن دل کے انداں کی کریں جگ سروداں کھڈی۔ ج۔ ۴۔ ۱۸۷

(۲۲) برسات اور سرما (۱۶ نظمیں۔ ۱۱۴ اشعار)

۱۲۶۔ روت آیا کلیاں کا ہوا راج۔ ج۔ ۷۔ ۱۹۱

۱۲۷۔ مرگ سلطانی ستارا جگ میں آیا پھر کہ آج۔ ق۔ ج۔ ۹۔ ۱۹۱

۱۲۸۔ پلا ساقی مے ہور خوشی سیتی ناچ۔ ق۔ ۷۔ ۱۹۲

۱۲۹۔ سہیلی نبی نیلی رُت میں شوانی۔ ق۔ ۷۔ ۱۹۳

۱۳۰۔ انداں سیتے بھی آیا مرگ سال۔ ج۔ ۷۔ ۱۹۴

۱۳۱۔ مرگ سال آئیا پھرتے مرگ سنگاراں کر۔ ق۔ ۷۔ ۱۹۵

۱۳۲۔ سہیلیاں مرگ سال آیا ہواسوں۔ ج۔ ۷۔ ۱۹۶

۱۳۳۔ مرگ آئیا مرگنیاں اب مرگ کو مناؤ۔ ق۔ ۷۔ ۱۹۷

۱۳۴۔ گر جتا دیکھ مرگ چوندہر تھے فوجاں کر طیاں بالیاں۔ ج۔ ۷۔ ۱۹۸

۱۳۵۔ گر جاہے میگھ سر تھے تازہ ہوا ہے بستاں۔ ق۔ ۹۔ ۱۹۹

۱۳۶۔ گر جیا مرگ خوشیاں سوں سنگار و آؤ سکیاں۔ ج۔ ۷۔ ۲۰۱

۱۳۷۔ مرگ مہینے کوں ملالے ملکاں مل گگناں میں۔ ج۔ ۱۱۔ ۲۰۲

۱۳۸۔ سالاں بسال مرگاں آنند سوں کجاؤ۔ ق۔ ۵۔ ۲۰۴

۱۳۹۔ مرگ رحمت کا گرج انبر پہ عنبر رنگ ابھالا کے (ناتمام الآخر)۔ ج ۔ ۳ ۔ ۲۰۵
۱۴۰۔ مولود نبی اور بارش ۔ نبی مولود میں آیا مرگ سال۔ ج ۔ ۷ ۔ ۲۰۷
۱۴۱۔ ٹھنڈ کالا ۔ ہوا آئی ہے لے کے بھی ٹھنڈ کالا۔ ج ۔ ۷ ۔ ۲۰۸

(۲۳) محلات شاہی (۶ نظمیں ۵۸ اشعار)

۱۴۲۔ خداداد محل ۔ خداداد محل کوں محمد سنوارے ۔ ج ۔ ۱۴ ۔ ۲۱۱
۱۴۳۔ سجن محل ۔ ساجنی سجن محل میں ساج کر چھنداں سوں آئی۔ ق ۔ ۷ ۔ ۲۱۳
۱۴۴۔ اعلیٰ محل ۔ اعلا محل اعلا سے اعلا خوشیاں ہتہ گھڑی۔ ق ۔ ۷ ۔ ۲۱۵
۱۴۵۔ حیدر محل ۔ حیدر محل میں دایم حیدر کا جلوہ گاؤ۔ ق ۔ ۷ ۔ ۲۱۷
۱۴۶۔ محل کوہ طور ۔ کہہ طور پر سدا ہے سبحان کا اجالا۔ ج ۔ ۱۴ ۔ ۲۱۹
۱۴۷۔ قطب مندر ۔ سلکھن سعد ساعت سوں سرج چند اختراں خوشیاں۔ ج ۔ ۹ ۔ ۲۲۱

(۲۴) بارہ پیاریاں (۳۸ نظمیں ۔ ۲۶۱ اشعار)

۱۴۸۔ ننھی ننھی سہ تھے آپ کو سنواری عجائب ۔ ج ۔ ۵ ۔ ۲۲۵
۱۴۹۔ ۵ نظمیں ۔ پریم موتی چوایا ہوں سکیاں گند و خوشیاں سیتیں۔ ق ۔ ۶ ۔ ۲۲۵
۱۵۰۔ ہنستی ہے کھلتی ڈلتی پیالا پلاتی منج کوں۔ ق ۔ ۷ ۔ ۲۲۷
۱۵۱۔ نازک ننھی بالی محبت میں سونا جانے ہنوز۔ ق ۔ ۵ ۔ ۲۲۸

ر

۱۵۲۔ دوڑ کر لاج سوں انچل وونھنی لٹکی چمن۔	ق ۔ ۱۱	۲۲۹
۱۵۳۔ سانولی میری سانولی من کی پیاری دیسے۔	ج ۔ ۷	۲۳۲
۱۵۴۔ ۳ نظمیں پیا سانولا من ہمارا بھلایا۔	ج ۔ ۷	۲۳۳
۱۵۵۔ ننھی سانولی پر کیا ہوں نظر۔	ق ۔ ۷	۲۳۳
۱۵۶۔ کنولی لے کھڑی کنولی پیاری اپنے بت میانے پیالا۔	ق ۔ ۷	۲۳۵
۱۵۷۔ ۴ نظمیں تجھ قد دیکھ سروں ہا کے کیئے ہیں بن میں۔	ج ۔ ۶	۲۳۶
۱۵۸۔ تازگی تھے تازہ چنچل آئی میرے برمنے۔	ق ۔ ۵	۲۳۸
۱۵۹۔ پیاری سکیاں جا منالیا و پیاری کوں آج۔	ج ۔ ۷	۲۳۹
۱۶۰۔ ۵ نظمیں پیاری نکر توں سجن سوں منم۔	ج ۔ ۷	۲۴۰
۱۶۱۔ خوشی دولت گھڑی باجے پلاؤ ہلجو نادان سوں۔	ق ۔ ۷	۲۴۰
۱۶۲۔ پیاری توں بول مارے تج بول نیں پتیارا۔	ج ۔ ۷	۲۴۲
۱۶۳۔ پیاری تیرے بچھڑے تھے رین منج نیند آوے نا۔	ج ۔ ۷	۲۴۳
۱۶۴۔ گوری سہاتا ہے مکھ حسن گوری کا شاب	ج ۔ ۷	۲۴۵
۱۶۵۔ ۳ نظمیں عشق کی پتلی ہے گوری رنگیلی۔	ج ۔ ۵	۲۴۶
۱۶۶۔ عشق کی پتلی تو میرے دل کھڑی۔	ق ۔ ۷	۲۴۶

۱۶۷۔ چھبیلی۔ چھبیلی سوں لگیا ہے من ہمارا۔ ج۔ ۷۔ ۲۴۷

۱۶۸۔ لالا | ہلیا من تو بالا سکی من مو لالا۔ ج۔ ۷۔ ۲۴۸

۱۶۹۔ ۴ نظمیں | عشق میں مست متوالی ہوں لالا۔ ج۔ ۷۔ ۲۴۸

۱۷۰۔ پیالا لیو میرے اچھے لالا۔ ج۔ ۷۔ ۲۴۹

۱۷۱۔ تمیں میرے مندر سو آج آؤ لالا۔ ج۔ ۷۔ ۲۵۰

۱۷۲۔ لالن | چترماتی کے ہت تھے لیو پیالا۔ ج۔ ۴۔ ۲۵۱

۱۷۳۔ ۳ نظمیں | نین پھاندے میں دل رہیلا ہے ہمارا ج۔ ۷۔ ۲۵۱

۱۷۴۔ میرا لالن ہے لیلیٰ میں ہوں مجنوں۔ ج۔ ۷۔ ۲۵۲

۱۷۵۔ موہن | اہو مائی مدن موہن پیارا۔ ج۔ ۶۔ ۲۵۴

۱۷۶۔ ۳ نظمیں | پرت تازی لگی ہے منج سکی موہن پیاری سوں۔ ج۔ ۷۔ ۲۵۵

۱۷۷۔ ہمن بائیں ہیں حلقہ کان میں ہادے سو اس دھن کے۔ ق۔ ۹۔ ۲۵۶

۱۷۸۔ حیدر محل | حیدر محل میاتے نا بات گھول ساجے۔ ق۔ ۷۔ ۲۵۷

۱۷۹۔ ۳ نظمیں | بھواں ابرو میں مادے برد باندے۔ ق۔ ۷۔ ۲۵۸

۱۸۰۔ حیدر محل میاتے جلوے عشق کے گاویں ق۔ ۴۔ ۲۵۸

۱۸۱ محبوب۔ دل چمن میں اوپری نازسوں دستی محبوب۔ ج۔ ۵۔ ۲۶۰

۱۸۲- (دو نظمیں) جگت حسن میں ہے ترا حسن محبوب - ج - ۵ - ۲۶۰
۱۸۳- مشتری - نین پتلی ہم سوں کرے ایک بات - ق - ۷ - ۲۶۲
۱۸۴- (۲ نظمیں) دعا معشوق کا کر کام تج بامدعا ہے - ق - ۷ - ۲۶۳

(۲۵) دوسری پیاریاں (۱۰ نظمیں - ۴۷ اشعار)

۱۸۵- بلقیس زمانی - عشق بادشاہی سو ہے تج آج - ج - ۹ - ۲۶۷
۱۸۶- حاتم - ناری سُہے تجہ اتا لے چالا - ج - ۷ - ۲۶۸
۱۸۷- بہمنی ہندو - اس بہمنی ہندو کا کس دھر کروں شکایت - ق مج - ۱۱ - ۲۶۹
۱۸۸- ہندو چھوری - رنگیلی سائیں تھے توں رنگ بھری ہے - ج - ۷ - ۲۷۱
۱۸۹- پدمنی - تج ناک موتی مکھ اُپر دیتا ہے آب سوں - ق - ۷ - ۲۷۲
۱۹۰- سندر - سندر مکھ تج لعل لب ہیں دن جوں تیرتا رہیں - ج - ۷ - ۲۷۵
۱۹۱- سجن - سجن باہاں پکڑ دیو ادھارا - ج - ۷ - ۲۷۶
۱۹۲- رنگیلی - مری مٹھ بولنی میٹھائی سوں پیالا پلاتی ہے - ق - ۷ - ۲۷۷
۱۹۳- نور کی مورت - کجل آنکھ میں سو ماہی کے مراتب سوں پہلے علم - ق - ۷ - ۲۷۹
۱۹۴- کسبن - لاج کے خوے بُندا اُپر رات کا کہنے جواب - ج - ۵ - ۲۸۱

(۲۶) ناز (۹ نظمیں ۶۶ اشعار)

۱۹۵۔ نازنین۔ دھن دیدپر ناوید رکھ سورج نہیں رتنا کھڑا۔ ج۔ ۷۔ ۲۸۵

۱۹۶۔ اسرارشباب۔ سورج تارے دپائی ہے سندر چندر شالی میں۔ ج۔ ۷۔ ۲۸۶

۱۹۷۔ اندازشباب۔ یون سیتی ہت راکھی ہے اپ کمر۔ ق۔ ۹۔ ۲۸۸

۱۹۸۔ چنچل نین۔ دونین تج ابرو تلیں ہیں نار میرے خواب میں۔ ج۔ ۵۔ ۲۸۹

۱۹۹۔ ماہ ابرو۔ تج ابرواں کے چند تھے دستا نجل چند عید کا۔ ق۔ ۹۔ ۲۹۰

۲۰۰۔ کعبۂ رُخ۔ سکی کا مکھ مکہ ہو رکیس کسوت جوں بنائے ہیں۔ ق+ج۔ ۶۔ ۲۹۲

۲۰۱۔ سروخوش قد۔ سرو خوش قد دیکھیا سب سرو کے بن میں عجب۔ ج۔ ۹۔ ۲۹۳

۲۰۲۔ چاندنی اور سجن۔ سجن مکھ کا اجالا چند تھے آلا۔ ج۔ ۷۔ ۲۹۵

۲۰۳۔ چاندنی اور پیا۔ چلے چندنی میں جب لٹک پیو ہمارا۔ ج۔ ۷۔ ۲۹۶

(۲۷) نیاز (۶ نظمیں ۴۰ اشعار)

۲۰۴۔ علم عاشقی۔ جس پیو کوں ڈھونڈتی تھی تا بجہاں جہاں میں۔ ج۔ ۷۔ ۲۹۹

۲۰۵۔ رسم عاشقی۔ نین بنجارہ پتلیاں کوں اچھوتا کرتا ہوں بیوا۔ ق۔ ۷۔ ۳۰۰

۲۰۶۔ کتاب عشق۔ کجل آنکھ کے رنگ میں بھید ہے۔ ق۔ ۷۔ ۳۰۲
۲۰۷۔ نقشہ وصال۔ لے نار میرے نین کوں دے آپنا دیدار عیش۔ ج۔ ۱۳۔ ۳۰۳
۲۰۸۔ عیش وصال۔ سدا منج عید سوری ہے کہ میں دھن وصل پایا نوں۔ ج۔ ۷۔ ۳۰۵
۲۰۹۔ بعد وصال۔ رین سب شہ سوں ہل جاگی سو چھپ نکا ہے پیاری کا۔ ج۔ ۷۔ ۳۰۷

(۲۸) افسانۂ محبت (۱۰ نظمیں ۵۱ اشعار)

۲۱۰۔ پریم کی کہانی۔ سنو لوگ میری پریم کی کہانی۔ ج۔ ۷۔ ۳۱۱
۲۱۱۔ پریم کے چھند بند۔ پرت جل میں جیسے رہے ہور نہ جانے۔ ج۔ ۷۔ ۳۱۲
۲۱۲۔ رقیب۔ اے دوتی نراسی توں ہے سر بسر غلیظ۔ ج۔ ۷۔ ۳۱۳
۲۱۳۔ رشک رقابت۔ دیکھو سہیلیاں یہ دوتی جا پیا کوں کج نائی ہے۔ ج۔ ۸۔ ۳۱۴
۲۱۴۔ بڈھی کی کہانی۔ پریاں کے باغ میانے دیکھیا مندر گلال۔ ق۔ ۹۔ ۳۱۵
۲۱۵۔ عشق و عقل۔ پرم اپنا چتر جگ پر سو چھایا۔ ج۔ ۷۔ ۳۱۷
۲۱۶۔ دنیائے فانی۔ سنو عاقلاں سب کہ دنیا ہے فانی۔ ج۔ ۶۔ ۳۱۸

(۲۹) متفرق۔ (۴ نظمیں۔ ۲۳ اشعار)

۲۱۷۔ فتنہ دکھن۔ ہلجائے جیواں کوں سکی آپ چوٹی کیرے تاب میں۔ ج۔ ۵۔ ۳۲۲

۲۱۸۔ ایک تلنگن سے۔ پیاری جو دتی میں پنت تج پیم۔ ج۔ ۵ - ۳۲۲
۲۱۹۔ دکن کی پتلی۔ سدا منج مست کرتی ہے نیر ساتیں نین پتلی۔ ق۔ ۷ - ۳۲۳
۲۲۰۔ موہن اور حیدر نگر۔ سو حضرت کے گوشاں پہ اپ سر رکھایا۔ ج۔ ۶ - ۳۲۴



چندر سور تیرے نور تھے، نس دن کوں نورانی کیا
چاند سورج سے رات
تیری صفت کِن کر سکے، توں آپی میرا ہے جیا
کون تو آپ ہی روح
تج نام منج آرام ہے، منج جیو سو تج نام ہے
تیرا (تجھ) میرا (مجھ) میرا روح تیرا
سب جگ کوں تجھ سوں کام ہے، تج نام جپ مالا ہوا
دنیا سے تیرا
تج یاد میں جگ موہیا، ہے جگ اُپر تیرا میا
تیری دنیا فریفتہ ہے محبت
جو جگ منگے سو توں دیا، توں ہی جگت کا ہے دیا
دنیا مانگے تو
جیتا ہوں تیری آس تھے، آیا ہے رحم آکاس تھے
سے سے
جے کچھ منگوں تج پاس تھے، سو ہے سو منج کوں توں دیا
جو کچھ مانگوں تجھ سے مجھے تو
بہو تک میا سیتے اپن، دیتا قطب کوں سب دکھن
بہت ہی محبت سے خود ہی
یسوں نبی کا نت چرن، جب لگ ہے تن میانے جیا
سر پر ہمیشہ قدم تک جسم میں روح (ج)

(۲)

بندا ہوں گنہ گار خدا میرا گنہ بخش
تج لطف کیرا فیض خدا منج کوں سدا بخش

تج لطف تھے موجود ہوا جیو سبھی میں
آپ رحم کے نوراں سوں مرے دل کوں جلا بخش

دھریا ہے دو جگ پرتوں میا عام و لیکن
اپ مہر کے آدھار سوں منج فیض خدا بخش

منج جیو کے پھل بن کوں کرا پ شوق سوں تازہ
منج نین کے درپن کوں اپس مکھ تھے صفا بخش

یک جیب سوں کرتا ہوں تجے شکر ہزاراں
بھی شکر کرن منج کوں تو توفیق نوا بخش

منج بخت کے تارے کوں سدا رکھ توں جھلکتا
منج عیش کے سورج کوں سو دن دن توں ضیا بخش

صد قطب نبی کے قطب کوں اپ لطف میا تھے
دکھ درد سبھی دور کر ہور سکھ شفا بخش

(۳)

کیا موجود اپنے جود تھے منج جان غمخور کوں
دیا ہے جوت اپنے نور تھے موطبع انور کوں

نہ دکھلاؤں کسی جوہر فروشاں کوں مرا جوہر
دیا حق روشنی سب جوہراں میں میرے جوہر کوں

خضر ہور چشمۂ حیواں ہیں ہور نہہ سامیں کا
اور ہم اور عشق

سو مکھ تھے روشنی پایا خبر کر شاہ خاور کوں
رخ سے

اچھوں..... اچھوں میں پاٹ تیرا لطف منج بس ہے
رہوں مجھے

لکھیا تج ناؤں منج تر پر ہزاراں شکر داور کوں
لکھا تیرا نام میرے

کیا تج نہہ کا بار امنجے چو مدھر سو سب حیراں
تیرے عشق کی ہوا مجھے چاروں طرف

ہمن دل

طرہ اس پھول کا گند کر رکھیں اب زیب افسر کوں
گوندھ

کھلیا ہے سب پھلاں میں آج سر تھے ایک پھل تازا
کھلا پھولوں پھر سے پھول

سدا رکھ آپ..... یارب تو اس سر و صنوبر کوں

گیا سب پھول کا نوبت سو اب اس پھول نوبت ہے

ہوے ہیں حال کے پیکے سو دھن تج حسن کے زر کوں
جیسے حسین تیرے سونے

صرافاں بیٹھے ہیں صرافی سو اب نہہ کی دوکاں
عشق

سو کپڑے کاڑ کر دیکھو کہ پکڑیا ہے تمن در کوں
نکال پکڑا تمہارے (ق)

معانی کے سو میلے کپڑے نا دیکھو کہ عاشق ہے

(۴)

تہیں جگ کا سامیا یا حفیظ
تو ہی دنیا

تہیں جگ کوں سرجایا یا حفیظ
تو ہی نے دنیا کو پیدا کیا

جو کوئی ہیں درماندے اُن کوں سدا
کو

تہیں کرنے ہارا دیا یا حفیظ
تو ہی والا کرم

ترے دوست کے باٹ کی گرد تھے
راہ سے

دے منج نین کوں توتیا یا حفیظ
میری آنکھ کو سرمہ

جد ہاں لگ اہے جیو منج تن منے — جلا منج کوں باحیا یا حفیظ
جب تک ہے روح میرے جسم میں — مجھے
بہو تیک دَرد مند ہوں منج کھلا — ترے لطف کا مومیا یا حفیظ
بہت ہی — مجھے
جکیچ حال تھا سو کھیا ہوں تجے — کھیا مان میرا کھیا یا حفیظ
جو کچھ — تجھے — کہا — کہا
بحق علیؑ قطب بندے پہ جم — لیا دھر میا ہر میا یا حفیظ
ہمیشہ — لا — محبت — (ج)

(۵)

مناجات میرا تو سُن یا سمیع — منجے خوش توں رکھ رات دن یا سمیع
مجھے — تو
بھلا کر بھلا منج سوں جو ہوے گا — برا کر برا منج سوں جن یا سمیع
مجھ سے
مرے دوستاں کوں توں نت دے جنت — مرے دشمناں کوں اگن یا سمیع
تو ہمیشہ — کو آگ
آبادان کر ملک میرا سو توں — بسا سو توں دے میرا سن یا سمیع

سکل تخت پر میرا یوں تخت کر — انگوٹی پہ جوں ہے نگین یا سمیع
سب کے — اسطرح — انگوٹھی — جسطرح
مرا شہر لوگاں سوں معمور کر — رکھیا جوں توں دریا میں من یا سمیع
لوگوں سے — رکھا جسطرح تو نے
مرادات کا جم ترنگ سار قطب — اوسے سار ہت دے عنین یا سمیع
مرادوں ہمیشہ گھوڑا کی طرح — ہاتھ — باگ (ج)

نَعتُ

تج مکھ اَجت کے جوب تجے عالم دیپھارا ہوا
تیرے تج جوت روشنی سے روشن
تج دین تھے اسلام لے مومن جگت سارا ہوا
تیرے سے عالم

یک لک اسّی پیغمباراں اُپجے جگت میانے ولے
ایک لاکھ پیدا ہوئے دنیا میں لیکن
تج پر نبوت ہے ختم سب تھی توں ہی پیارا ہوا
تجھ سے

انبر ترنگ زیں چند نوا چابک سرنگ تس بیجلی
آسمان گھوڑا چاند نبا ایکی بجلی
سورج کرن پرچم دسے غاشا بدل کارا ہوا
نظر آئے بادل

توں ڈر کھلا ہے نرملا پاکھر ستارے جھمکنے
محو رہی فراک جوں توں سوں پھراں ہارا ہوا

دھرتی سرنگیں فرش کی چوندھر سمد جو حوض ہے
زمین چاروں طرف سمندر مثل
چھپر پلنگ سات آسماں پنکھا سو تج بارا ہوا
تیرا ہوا

جنت کتے ترجگ جس سو یک چمن تج باغ کا
کہتے ہیں عالم تیرے
کرسی عرش تج گھر انگن ہور لامکاں ٹھارا ہوا
تیرا صحن اور مقام

بہو نیک نبی کے چاؤ سوں کیتی کندوری بھاؤ سوں
بہت ہی سے کرتی سے
سو تس کندوری لون تیں سمد و رب کھارا ہوا
اس نمک تیں سمندر

باتاں گہرسیاں نرملیاں وار یا جو تیرے نانوں پر
سی پاک وصاف نچھاور کیا نام
سو جائے کر آسمان پر ہر یک بچن تارا ہوا
جاکر

صد قے نبی جم راج کر قطب زماں آنند سوں
ہمیشہ امن چین سے
قدرت تھے کہکشاں آئے کر دندیاں کے سو آرا ہوا
کیفر سے کہکشاں اکر دشمنوں کیلئے

(ج)

(۲)

اسم محمدؐ سے ہے اے، جگ میں سو خافانی مجھے (دنیا)
بندہ نبی کا جسم رہے، سہتی ہے سلطانی مجھے (ہمیشہ ہے زیب دیتی)
شاہاں غروری ٹھاؤں تھے، کرتے ہیں اپنی دھاؤں تھے (جگہ سے)
مستی مری تج ناؤں تھے، کہتی ہیں دیوانی مجھے (تیرے نام سے کرتی)
سب جگ بھلے ہیں گیان ہیں، میں نا بھلوں لاہان ہیں (عالم بھول گئے عقل)
لکھے ازل بھومان میں، ہے رازِ پنہانی مجھے

اس ناؤں کی بڑپن جھلک، جُج سر بلندی تا فلک (نام)
آ کہیں سدا سارے ملک، تو یوسفِ ثانی مجھے (مجھے)
کیا ڈر مجھے فرعون کا، ہور سامری افسون کا (اسلئے تب)
موسیٰ عصا زیتون کا، ہے تیغِ ربانی مجھے (اور)

بارا جو ہے شیطان میں، سنچرنے قطبا کان میں
امید کے گلدان میں، بارا ہے رحمانی مجھے

شاہاں منے بھومان تھے، کرتا بڑائی جان تھے
میں بہت سے
انپڑیا علی کے دان تھے، تشریف شاہانی مجھے
حاصل ہوا عنایت سے خلعت (ق)

(۳)

چاند سورج روشنی پایا تمارے نور تھے
تمارے سے
آب کوثر کوں شرف تھڈی کے پانی پور تھے
آب ذقن سے

دل پرم جیپنے تھے دیتا گل صبا بو وصال
محبت کی باد سے
کیا رضا ہے منج کوں آون یا نہ آؤں دو رتھے
مجھ کو

تیغ نین کی شتاب تھے کہہ طور جل سرمہ ہوا
تیری آنکھ سے کوہ
کیوں کمر باندھے بچارا دل تمارے گھور تھے
گھوڑا

مکھ تجلی دیکھیا بیداری یا سپنے منے
رخ کی دیکھا سوتے میں
نیر نہہ کا منج پلا تیرے ادھر سمدور تھے
آب عشق مجھے ہونٹ کے سمندر سے

کن طرے کا باس اب باد صبا بہت بھیج منج
کان کے خوشبو کے ہاتھ سے تیرے پاس
اس دماغ باورے کوں باس دے مسرور تھے
دیوانے

جم مراداں جام ساقی بھرا چھونت بزم ہیں
ہمیشہ ہمیشہ
نامراداں کوں مراد جام دے اس حور تھے
سے

دل دریا میں غم کی موجاں آوتی ہیں فوج فوج — عشق کے تخنے اوپر کیا ڈہی طوفاں زور تھے

کب کھلے گا مدعا کا پھول دل گلزار میں — ناز جیتے سوں مرد لکوں ڈگاتی دور تھے

عاشقاں تج باٹ میں بسمل ہوے ہیں بیشمار — عاشق بیچارہ کوں رکھ پیار کے دستور تھے

اے صبا توں قول لیا تب ہوویگا دلکوں قرار — حق پرستی منج رقیباں نا بوجھیں اب زور تھے

دور ہوں فرسنگ در فرسنگ تیرے وصل تھے — میرے دل کا خیال تیرے شیوے بن تا دور تھے

توں سلیماں ثانی منج برج فیروزی و فتح — مشتری پایا شرف تیری نظر منظور تھے

اے معانی رات دن نام محمد وِرد کر — تج دعا با مدعا ہے رتبۂ منصور تھے

(ق)

(۴)

دیا بندہ کوں حق نبی کا خطاب — حکم دے، دیا نور جوں ماہتاب

نبی نا نوے کر کسی سے نہ ڈر — توں رسڑی من دے دندیاں کوں سوتاب

حقیقی پیاسوں مجازی سینتیں — جو نسبت کرے گا تو پاوے عطاب

نہ بھاوے منجے پیون ہور کچ — میں تیری ہوں چیری منجے آپ راب
پسند آئے مجھے پیالے بغیر اور کچھ — غلام مجھ سے خود کام لے

نہیں پیم میں کوئی شہنشہ مثال — صحی مانے یہ بات کوں شیخ و شاب
محبت اس صحیح

پھرے پیم میداں میں وو شہسوار — ہیلیاں سبھی چو میں اُس کا رکاب
محبت کے وو

نبی صدقے ہے ترکماں و اس امام — ہوا وجگت تب سوال و جواب
غلام عالم

(ج)

(۵)

خدا منج مہر سوں آپی نبی صدقے کیا رافع
مجھے سے خود ہی کے

منجے تخت سلیماں جوں وہی آپی دیا رافع
مجھے کی طرح خود ہی

یقیں کر دل میں مانیا ہوں خدا جکوں اپنے دیتا
مانا خود

وو ہرگز زیر ہوسے نا کیا جس کوں خدا رافع
سکے نہ

جو کوئی دل میں محبت وو صر کر رہیا ہے ایماں کا
وو

سو اُس کا ہت پکڑ کر آپ کرتے مصطفا رافع
ہاتھ خود

جو کوئی اُن کی محبت سوں غلام اُن کے کوایا ہے
کہلایا
مدد اُس مصطفےٰ ہے ہور رہے گا وو صدا رافع
مددگار (سب ؟) "

نبیؐ کا یک محبت تھا سو بس کر باٹ پڑتا تھا
بزاں کر آپی کینے ہیں (سب ؟) اس کوں رہنما رافع
بعد ازاں خود ہی کرتے

کینک لوگاں سو ہنستے تھے انو کی یک محبت پر
کتنے ایک ان
کینک دل کوں حضوراں کے سو تشہ دولت ہوا رافع
کتنے ایک

محب اُن کے جو کوئی ہیں اُن کوں کچ ڈر نئیں ہے اے قطبا
کچھ نہیں
اوسے ہم دین و دنیا میں کیا ہے مرتضیٰ رافع

(ج)

مَنْقَبَتْ

کہتے ولیاں میں شاہ جس سوشہ ہمارے ہیں علیؑ
ولیوں جسکو
پیارے نبیؐ کے جیو کے سوا او پیارے ہیں علیؑ
دل وہ
سورج ولایت گھن کے ہور صاحب سود نیا دین کے
آسمان اور
جگ کے سنگار ہور عرش کے اپ گوشوارے ہیں علیؑ ۸۰
آرایش اور خود
شیر خدا تم ہیں ککر برحقؐ تمنا مان کر
کہکر سمجھ کر تمکو
سارے مُلک تمنا اُپر جیواں سوں وارے ہیں علیؑ
تم پر دل سے
کرلے تمن مولود کی مہمانی سب رضوانیاں
تمہارے
سب لامکاں کیرے مکاں سر تھے سنوارے ہیں علیؑ
کے رے پھر سے
جب تھے ہوا جگ میں تمارا نور پرکٹ پورُخت
سے دنیا تمہارا ظاہر چاروں طرف
تب تھے سپت گھن جوت پاکر جھلکن ہارے ہیں علیؑ
سے سات آسمان روشنی جھلکنے والے

دیپے من اُن کا جوں گگن دیپے سورج جگتاب سوں
چمکے دل جیسے آسمان چمکے سے
جے کوئی تمارا روپ جو من میں چتارے ہیں علیؑ
جو تمارا دل منقش کرلے
راکھو تماری جیوا نوتل دایم خوشیاں سوں قطب کوں
رکھو تمارے کے تلے سے
قطب ہور فرزند قطب کے بندے تمارے ہیں علیؑ
اور تمارے (ج)

(۲)

آدھار دے آدھار اب، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ
سہارا تجھ
منجکوں سنبھالنہار اب، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ
مجکوں سنبھالنے والا تیرے بغیر
سب جگ گدا سلطان توں، نوانیراں کا بھان توں
عالم آسماں سورج تو
میرا سو پشتیوان توں، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ
پشتیبان تو تیرے بغیر
سورج ہے درپن ترا، انبر صمن انگن ترا
سورج آئینہ آسمان
گھر لامکاں مسکن ترا، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ
تیرے بغیر

رس دن جیوں تج دھیاکر، شاہاں میں منج سلطان کر
رات زندہ رہوں تیرا مجھے
مشکل مرا آسان کر، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ
تیرے بغیر
کھانشز ان دل رگ منے، جلتے خوارج اگ منے
(کی) میں
منج کوں سو دو نو جگ منے، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ ۹۰
میرے لئے عالم میں
اپ پیار تھے اب جم مجے، غم تھے سو کر بے غم مجے
اپنے سے بھیشا مجھے سے مجھے
توں ہیں مدد ہر دم مجے، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ
تو ہی مجھے
بندا قطب شہ داس ہیں، بخشش منگوں تج پاس ہیں
غلام تیرے
پکڑیا ہوں تیری آس ہیں، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ
پکڑا تیرے بغیر

(۳)

دو جگ کوں جیو دینے سکے حضرت علیؑ سلطان توں
عالم کو زندگی دے سکتا ہے
یک ہات برسے ذوالفقار، یک ہات برسے دان توں
ہاتھ کرم

کہکشاں ڈنڈا سورج علم، آسمان اُس کی چھانو سم
کے برابر
چودہ بھون تج حکم تل جم کرر کا پردھان توں
تیرے
جیو بات سمجن ہارنوں، اوتار تورتوں .....
دل کی سمجھنے والا
یک ٹھار نہ ہر ٹھارنوں، ترلوک کا ایمان توں
جگہ جگہ تینوں عالم
توں سائیں گنونتا مرا، برلیا سبھی چینتا مرا
خواہش لا
سُن سیو کا کنتھا مرا، سُبحان تھے سُبحان توں
کہانی
حضرت نبی دشٹی کرے، دل قطب نت تج سوں دھرے
نظر ہمیشہ تجھ پر رکھتا ہے
نس دن ترا سیوا کرے، حق گیان کا سوکھان توں
رات کی عقل کان (ج)

(۴)

جیو میانے سر و قد کھینچا تمارا یا امیر
دل میں تمہارا
ہات میرے سیس پر رکھ کر کرو سب میں گنبھیر
ہاتھ سر گہرا

تم ہمن میں قول کیاں باتاں ہویاں تھیاں راست سب
ہم کی ہوی تھیں

رات کیاں باتاں صبا میں ہیں تمیں روشن ضمیر
کی صبح نہیں تم

بیکس و ناکس ہوں میں، کس سے کروں پیریت کی بات
محبت

میرے روں روں خط کوں پڑتا ہے تمارا دل دبیر
پڑتا تمارا

میں چراکا نیں بندا، بندہ ہوں تیرے نیہہ کا
نہیں عشق

طالباں میں تم کرو منجکوں حکومت کا وزیر
مجھے

چوکہ کیا دیکھے کہ بائے لعل ادھر پر دانت دنگ
ڈالے ہونٹ

نکلے ہیں یک کھان تھے یاقوت و نیلم بے نظیر
کان سے

تج دیا کرتا رجگ میں گوہراں کا کھان سب
تجھے خالق

تو ہوئے ہیں سب شہاں روئے زمیں کے تو اسیر
تیرے

تج تخلص ہے معانی معنی کے گنج سوں بھریا
سے بھرا ہوا

تو محمد میم تھے پایا دو عالم کا سریر
ملے کے سے

(ق)

(۵)

بنیاد دین کا حق سنگار یا علیؑ توں
آرائش تو
سب اولیا کے من کا ادرار یا علیؑ توں
تو
سورج توں نو انبر کا دیوا سو دین گھر کا
تو آسمانوں چراغ (کے)
پیارا سو پیغمبر کا سچ یار یا علیؑ توں
سچا
سب جگ میں نانو تیرا ہے سب پہ چھا نو تیرا
ہر نام
ہر تھا نو تھا نو تیرا اوتار یا علیؑ توں

غلماں بشر ہمارے قربان نج پہ سارے
تجھ
سب مدعا ہمارے بر آر یا علیؑ توں
لا
آدھار سا تو کھن کا جیون توں تر بھون کا
سہارا آسمان زندگی تو تینوں عالم
جم پیار ذوالمنن کا لینہار یا علیؑ توں
ہمیشہ لینے والا

برحق ولی توں رب کا صاحب سچا ہے سب کا
تو
معراج کی سو شب کا جھلکا یا علیؑ توں ۱۱۰

قطبا گن یا ہے مولود آج تیرا
گوایا
عشرت انند دے اُن ت آیا یا علیؑ توں
ہمیشہ اوپر (ج)

(۶)

ہے امیراں کا شہنشہ دو جہاں میں یا الٰہ
ہور قبلہ میں نہ جانوں منج کوں ہے تیرا پناہ
دوسرا
میرے دل میں بات نہیں کچ بات تج بن اے پیا
مجھے
نہیں کچھ
تیرے بغیر
منج اوپر سٹ مہر سوں اپ روشنی کا تک نگاہ
مجھ پر ڈال سے اپنی ذرا
میں غلام حیدرِ کرّار کر سب جانتے
بادشاہاں کر غروری سو دیکھیں گے ہوں گے کاہ
غرور سے

دشمن ار منج پر کرے گا دشمنی کی جب نظر
(اگر) مجھ
مرتضیٰ کے کھرگ تھے گھر بار اُس ہوگا تباہ
تلوار سے (کا)
دھو گناہاں اپنے مصحف کے تلاوت سیتی تو
سے
نج خلاصی تیں کرے حضرت دعائے صبحگاہ
تیرا کے لئے (کی)
چڑ ترنگ مغروری کا جو لان دے میدان میں
چڑھ کر گھوڑا
دیکھو ٹک چو پھر کہ بیٹھے ہیں تمہارے دادخواہ
ذرا چاروں طرف
گر کریں گے عدل یک ساعت تمیں بر حکم شرع
تم
بے حساب ارزانی ہووے گا تمن کوں بخت و جاہ
تم
سب معانی کے گناہاں بخش اپنے لطف سوں
سے
تیرے در بن مدعا کا در نہیں اے بادشاہ
کے بغیر (ق)

مدح حضرت بی بی فاطمہؑ

(۱)

ازل تھے بی بی فاطمہ بھاگ ساجے
سے (کے)

سہاگاں کا گل سر ازل تھے بندے ہیں
گلسر سے باندھے

بی بی فاطمہ تائیں اسمان منجے
کے لئے

اُچائے عرش چوکی بی بی کے تائیں
اُٹھائے لئے

بی بی ناؤں پر سب ہی قربان ہیں
کے نام

بی بی فاطمہ عرش کے تاج ہیں

۱۲۰ کہ جلوے دمامے عرش میانے باجے
میں بجے

کہ داؤنی کا پھندنا اوباہاں پہ ساجے
ان بازوؤں پر

کہ ناداں گگن کے تو لکھ سال گاجے
آواز لاکھ

کہ حضرت بی بی ہیں بیبیاں سیں تاجے
بیبیوں کے سرتاج

جگت کے شہاں ہیں توں کر راج راجے
عالم بادشاہوں اے راجہ

اُنن نور تھے حور جنت کی لاجے
اُن کے سے شرمائے

قطب شہ نبی داس نن پن تھے ہے
کا غلام بچپن سے

نواونانوں کے دھاک تھے دندے بجاجے
اس نام رعب سے دشمن بھاگے

(۲)

گرد گھر بند سب گھرے گھر کرنے اندیشہ بانی — فاطمہ بی بی دیئے تشریف مج جم جم شہانی
خلعت مجھے

بخت اُنوں کے ہیں بڑے الحمدللہ شکر کر — چاک ناہوئے تیوں اسپند کرے ہندستانی
ان نہ اس نے

قدرتی پھولاں کا سہرا باندھے ہیں تج سین اوپر — دیکھ مالیاں ہات جوڑے نیں ہیں اچھل ستانی
باندھے تیرے سر پر دیکھکر ہاتھ کہ نہیں یہ پھول

چاند سورج کے حمائل قرص ہتے ہیں نورانی — مادے منڈپ جوت تاریاں سوں ہے اجالا آسمانی
تاروں سے سجا

عاشقاں مل عاشقی سوں سب تو عمر دے دکھاوں — سافیاں پھراؤ تم مجلس منے مے ارغوانی
سے نئے میں

پانزاں نوناؤ کے عمر دے دکھاویں گھنگروں میں — تال دھاری گاونا مندے دھکاری شادمانی
طوائف

بادشاہاں کرتے ہیں اپ مال پر جگ میں بڑائی
اپنے پر

منج محمد نانوں تھے ہے تاج و دولت خسروانی
مجھے کے نام سے

شاعر کا مذہب

دو جگ منے منج کوں اہے کرتار معاذ
میں مجھے ہے خالق

بندا ہوں اُسی کا وہی ہر ٹھار معاذ
جگہ

امت ہوں محمدؐ کا کروں شکر خدا

تو ہے منجے جسم احمد مختار معاذ
اسلئے مجھے ہمیشہ

پایا ہوں ملک کوٹ اُنن پیار تھے میں
قلعہ ان کے سے

منج کوں ہے سدا حیدرؑ کرار معاذ
میرے لیے

پنجتنؑ کا منجے داس کیا پیار تھے حق
مجھے غلام سے

پنجتنؑ ہیں ازل تھے منجے ہر بار معاذ
سے میرے لئے

اللہ محمدؐ علیؑ ہور بارہ امام
اور

یوسب اہیں قطبا کے سو آپار معاذ
یہ ہیں اوپر

(۲)

محمدؐ دین قایم ہے ہندو بھاراں بھگاؤ تم
سیاہی کفر کی بھانو اُجالا جگ مگاؤ تم

اجالے دین میں فوجاں جو آویں واٹ کر غم کی
حلاکر کے
توحیدؐ کی کٹاریاں سوں ہیا ان کا چراؤ تم

پیئے جے ساقی کوثر کے ہت تھے جام کوثر کا
سے دل چیر دو
جو ہاتھ سے
سدا حضرت کیسر ابر مال شاہاں میں گواؤ تم

کھلے ہیں بخت دروازے نبیؐ کے داس پن تھے منج
غلامی سے میرے لئے
محباں دوستاں سارے طبل نصرت بجاؤ تم

محمدؐ کی غلامی مج اہے سب دیس ارزانی
مجھے ہے
گھرے گھر بانڑاں نٹوے انداں سوں نچاؤ تم
دن
طوائف خوشی سے





فرشتے سُرگ سا تو کوں ستاریاں سوں سنوارے ہیں
بہشت ساتوں ستاروں سے سنوارے
شہِ دُنیا و دیں کے تئیں عرش کرسی سنگارے ہیں
لے
مگر مولود ہے شہ کا عرش اوپر طبل کا جے
شاید
مُرادا ں پاؤلنے سارے جگت ہاتاں پسارے ہیں
پانے کے لئے ہاتھ پھیلائے
خوشیاں تھے جگ سماتے نیں سو اپنے پیرہن میانے
سے نہیں میں
تُرہ جگ آپنا تن من شہنشہ پر نسارے ہیں
تین نثار کئے
محمد قطب شہ غازی کرے مولود بھو چھند سوں
بہت سے
تو اُس کی عمر و دولت تیں دعا صف صف ہو ٹھارے ہیں
کے لئے
ملک ہور جن نسب کرتے دعا شہ کا صدق سیتے
اور سے
دنیا ہور دین میں ایسا سوشہ نیں کر پکارے ہیں
اور نہیں ہے

صدق ..... کاری آپ اُچایا نا نو دو جگ میں
بلند کیا نام
طبق نوراں کے لے حوراں سو شہ پر تھے نثارے ہیں

نبیؐ صدقے گنایا ہے ترکماں آج میزوانی
علیؑ صدقے سے دو جگ میں بلند اس کے تارے ہیں ۱۵۰
کرایا میزبانی

(ج)

(۲)

دُرود لک اُس نبیؐ پر جو بَرَنجن رب کے پیارے ہیں
درود لاکھ
جو فیروزی پہاڑیاں نو جَنن کے تیں سنگارے ہیں
(نی سمان) جن کی خاطر

اُن دن مولود آئے خوش خبر قدسی یو پائے خوش
اُن کے
پھرا مولود گنائے خوش جنت آ نو سنوارے ہیں
گوئے آٹھوں
فلک سرمائی مخمل کے ملک درزیاں سو تاواں لے

شفق کی گوٹ لالے منڈپ نوری ..... ہیں

چندر غواص ہو آیا، گگن سمندر بھتر دھایا
چاند آسمان سمندر میں
نبیؐ پروار نے لیایا، ڈھلک موتیاں سو تارے ہیں
لایا
سُرج افشان گر ہو کر، نبیؐ مندر ہر دواراں پر
سورج کے مکان کے دروازوں
زرافشانی کیا یکسر، سو جگ میں جھلکارے ہیں

جنت حوراں ہویاں یک مل، نبی مندر ہیر جو ندھر مل
ہوئیں کے یہاں چاروں طرف سے جمع ہو کر
سگندبالاں سوں اپنے کھل کہ جھاڑ انگن نگارے ہیں
خوشبودار بالوں سے کھول کر جھاڑ کر صحن کوں سنوارے ہیں
ہرے جھاڑاں جو ہارے ہو پتاں پاچے طبق لے بھر

سو بھر شبنم جواہر سو نبیؐ کے دار ٹھارے ہیں
دروازہ پر رکھے
جگت سب جگمگایا بھی، خوشیاں کا غل مچایا بھی
عالم پھر اٹھایا پھر
اُجالا دین پایا بھی، تو پھانکے کفر اندھارے ہیں
سدا توں راج کر قطبا، انند کا ساج کر قطبا
نبیؐ کا کلج کر قطبا کہ تج بخشا نہارے ہیں
تقریب بخشنے والے

(۳)

خلایق اس دنا خاطر کیا پیدا جگت سارا
دن کی عالم
یقیں مانو سکل دن میں یہی دن ہی شرف دارا
سب شرف رکھنے والا

اسی مولود کی خاطر سکل کافر فنا کیتا
سب کرتا
ازل دن تھے نبیؐ کا نور کیتا عرش پر ٹھارا
سے مقام

تولد کی خبر سن کر طبل باجے عرش اوپر
لباس کو پہنائے
حلے نوری ہشتیاں تیں پنائے خوبچو سارا
چاروں طرف

صفت دنکی امت ہم تم زباں آکہن سکے تا جگ
ان کی کہہ سکے زعالم
فلک بھیں کے دو پارے ہوئیں تو بھی ہی جو کہ دشوارا
زبین ہوں

دیا میزاں دو عالم کا اپن ہت میں جگت سامیں
اپنے ہاتھ
کیا راز نہاں ظاہر ہوا حسل معمارا

گنہگاراں چھڑاون ہار کا مولود اس دن ہے
فقیر و شاہ سب ملکر کرو دکھ عرض یکبارا

محمد قطب تج متک لکھے ہیں داس پیغمبر
تیری پیشانی پر غلام
تو شاہاں کے تاریاں میں تمن نور ہے سج سارا
تمہارا سورج کے مانند

(ق)

(۴)

حضرت نبیؐ مولود بھی سر تھے نوی لیایا انند
پھر از سر نو نئی لایا
تو اس مبارک دیس تھے ترلوک سب پایا انند
دن سے عالم عیش

گھر گھر بدھاوا کاج ہی بھو ساج سوں دن آج کے
بہت سجاوٹ سے
سب جگ اُپر بادل ہو کر چوندہ سیر تھے چھایا انند
عالم پر چارو طرف سے عیش

خوش ہو خوشی منتی اہے ہور عیش متوالا ہوا — عشرت لگیا ات ناچنے آلاب جب گایا انند
اور سے لگا
جیسے انند منگتے اتھے اُس تھے آلے لاک لاک — کرتار اپنے پیار تھے ہماں کوں دکھلایا انند
لاکھ لاکھ مانگتے تھے سے خالق سے ہم کو خوشی
جھاڑاں چمن کے آج مت جھولیاں سوں جھلتے ہور — لالے کے پیالے بھر مگر مد باو پیلایا انند
مست شراب ہوا پلایا
مقصود کے غنچے مرے مولود تھے پھل پھل ہوئے — امید کی برسانت کا جھڑ پر سو جھولایا انند
سے پھول پھول
قسمت کرنہارا اپن جس دیس تھے قسمت کیا — اُس دیس تھے اے قطب شہ تقسیم تج آیا انند
بنانے والا خود ہی دن سے دن سے حصہ میں تیرے (ج)

(۵)

نبی مولود خوشیاں تھے ہوی دل کی بہاراں خوش
سے
عشق خوشیاں و شادی تھے ہوے ہیں روزگاراں خوش
کی سے
مبارک منج اچھوا اے عید ہور مولودِ پیغمبر
مجھے ہو یہ اور
ملے ہیں قطب سوں بارہ اماماں ہور نگاراں خوش
سے اور
کریں عیداں خوشیاں عشرت ولے اس عید سم ناویں
کے مقابل نہ آویں
علی مستی کے جولاں تھے ہوئے ہیں شہسواراں خوش
سے

عشق کی سرفرازی اُس کے گیسو میں تجے پنچا ہے
تو اُس کے ہاتھ تھے اُچے محبت کے نگاراں خوش
تجے ..... چاند کہوں یا کیا کہوں تج کوں
ہمن دل تخت پر بیٹھا ہے نت نت روزگاراں خوش
جو کوئی تج یاد عشقاں سوں رکھے سر سجدہ یک چت سوں
اُسے دوتوں جگت میانے سراہے افتخاراں خوش
عشق کی آرسی اوپر غباراں کد تکو یا رب
اوسی کی آرزو تجے دام میں ہیں گلعذاراں خوش
عشق مولود میں پیالے یو د شرطاں سوں بھر بھر کر
پلا منج یاد کی مستی نہیں ہے منج خماراں خوش
ملے ہیں خوب عیدٔ ہو رخوب یار ہو رخوب پیرت منج
ہمن میانے انن میانے پرت کی ہے لہاراں خوش

خدا کا چھانوں ہے منج پر تو منج ہے فریزدانی
سایہ مجھ
نبی صدقے قطب انگے رکھیں سر کامگاراں خوش
لے آکے (ج)

(۶)

گنائے نبی کے جو مولود انیداں
کوائے خوشی سے
ہمایوں محمد قطب شہ ترکماں

سنوارے جگت سب جنت جوں چرت سوں
جنت کی طرح سے
نگارے سو بازار قصراں محلاں

سنگار آویں حوراں نمن ہر طرف تھے
(سرکے) حوروں کی طرح سے
مرصع میں ڈب سر تھے پگ نوری ناراں
ڈوب سر سے پا تک

منڈپ تل ہوا کے سوہاوے تھے آویں
شامیانہ کے نیچے سے
پرم مدبی لک چھند سوں شاہ پریاں
نخت کی شراب لاکھ سے

سودھن جو ناں رست کنچن کراں جوں
نازنین کے (گڑہ) کیطرح
سوچک ویسی کج دیکھ ہووین جگ کے حیراں
ذرا پستاں دیکھکر

سو ہنس کو یلاں جیو کریں تحفہ اپنے
دل
سو ہنس مکھ ہنسلیاں کے دیکھ چھند بنداں
عشوہ و ناز

تخت پر جوشہ بیس رائے جگت سب ۱۹۰
بیٹھکر دیکھت چتر سر ائی شہ کا جوں آسماں
دیکھکر مثل

دھریں سب ذکی وقت میں شہ کوں سر نہیں
زمین پر ہرے لال بر داں کے ہر یک ملوکاں

جب آشہ ملوکاں سوں مجلس بھراویں
بادشاہوں سے
کھڑے ہوئیں دو رست جوڑ ہت ہندو راجاں
دونوں طرف ہاتھ

بدخشی لعل حوض خانے میں بھرشہ
اجت جوت جوں جام و شیشے بھی رخشاں

عجب نہیں جو مے نانوسن کر دھلے کھم
کا نام
لے پیالے او پی پیالے مے پیتے مستاں

دیکھن شہ بزم کی تماشا رواں ہو
دیکھنے کیلئے
ملک لک لک افلاک تھے آویں شاداں
بہت لاکھ لاکھ

دیکھت شہ کی عشرت دعا کر کویں تب
دیکھکر کہوں
گمورات دن قطب شہ نت انداں
بسر کرد ہمیشہ جیں سے

نبی کے دیا تھے قیامت تلگ تم
کرم سے
گنا و نبی کے سو مولود لاکھاں
گواہ لاکھوں

ج


عید نبی ﷺ

(۱)

خوشیاں کرو موالیاں مبعث رسول آیا
بہودھا آنند سوراں عیشاں سنگات لیایا

اول برات روزی روزید (ہے) فیروزی
اس بعد عید قربان جس تھی دو جگ اگھایا

شاہاں میں رتبہ عالی قطبِ تہے موالی ... مبعث رسول اعالی چھند بندسوں گنایا

اس شاہ کی سو دراں دنیا و دیں کوں رُجھا
خوانِ خلیلی احساں اپ عہد میں دکھایا

اللہ رضا سوں جگ میں سوہیں لوانداں
غم کا نشاں کہیں نی جیتا ڈھونڈیا نہ پایا

مبعوثؐ کی خوشیاں تھے حوراں کئے جو خوشیاں
جنت کی خوشبویاں تھے دو جگ مگ مگایا

صدقے نبیؐ تر کماں جم راج کرتوں عیشاں
شاہ علیؑ نبیؐ تھے منگن تج شہی دلایا

(۲)

آیا ہے وقت سر تھے مبعوثِ مصطفےٰؐ کا
پایا ہے نور ادک بھی عالم سکل خدا کا

چھایا ہے حقکی رحمت کے چھانوں دو جہاں میں
بھایا ہے دو جہاں کوں سن چھانو حق عطا کا

لیائے ہی وحی جبرئیل حق کے حبیب کوں تب — اقرا کہ توں ہے خاتم سالم سو انبیا کا
کے پاس جلد

پیغمبری تخت پر بیسے ہیں جب پیمبر — تب پگ لگے نو انبر اس شمس و الضحیٰ کا
بیٹھے آسمان

عالم ہوا ہے خرم فردوس باغ کی سم — من جیو سدا ہے بے غم اب شاہ ہور گدا کا
قدم دل روح اور

انبر ہوا منور درپن نمن ہوا دھر — ہوے سور چند کے سر برتارا ہر اک سما کا
برابر آسمان آئینہ کے مانند زمانہ سورج چاند

قطبا بندا ہے تیرا دو جگ میں یا محمد — دایم نظر رکھ اس پر اپنا ادک دیا کا
بندہ زیادہ کرم

(۳)

مصطفےٰ مبعث خوشیاں کے عید کا ہے دیس آج — صدقے حضرتؐ شیعہ کرتے ہیں گھرے گھر عیش کا
دن کے

حق رضا سیتی خبر لے آئیا ہے جبرئیل — سب نبیاں کے میانے دیئیے ہیں تمن تئیں آج راج
کی سے آیا درمیان تمہیں

عرش پایا ہے تمن پنج گوھراں تھے روشنی — نیں فرشتیاں کوں رضا صلوات بھیجیں تمنے باج
تمہارے سے کو اجازت کہ تمہارے علاوہ

پیارسوں حضرتؐ کہے "بیٹھو اخی" کر۔ جبرئیل
سے کہہ کر
تب کہے "خدمت تمن کرنے تھے پاؤں گا رواج"
تمہاری سے
مسجداں کوں باندکر بت خانہ کے سب بت تڑا
کو بناکر توڑکر
مصطفےٰ ہور مرتضےٰ کے بانگ تھے پایا دیں رواج
اور اذاں سے
جبرئیل لے آئے سو اپ دوستاں کو کہے خبر
اپنے کہے
جے قبولے نور پائے، نا قبولاں مکھ سو واج
جو
دن ازل تھے مرتضےٰ کو کیتے ہیں نائب تمن
روزِ ازل سے کرتے تمہارے
ذوالفقار اب کافراں کو مار کر لیو خراج
سے
نا سکے جبرئیل کچ کہنے تمارے وصف کوں
نہ تمہارے کو
بندہ خدمت میں چو کیا کر سب بندیاں ہیں پکڑیا لاج
چوک کیا (بھول گیا) بندوں میں شرمندہ ہوا
دو جہاں میں حق حبیب اپنا من میں مانیا
ہم کو مانا ۲۲۰
قطب شہ مکین کو دیوہت پکڑ شاہاں میں تاج
ہاتھ پکڑکر

(۴)

نبی مبعوث بھی آکر کیا ہے سب جہاں روشن
ہوا اس دن کے نوراں تھے مکاں ہور لامکاں روشن
عجب دن ہور گھڑی ہے اے نہیں ہی کوئی دن اس سم
کہ اس دن ننھے گگن پر سورمکھ ہے ہر زماں روشن
ہوا ہے آشکارا دین و ایماں آج کے دن تھے
کیا ہے فیض اس دن کا سکل امت کا جاں روشن
نبیؐ کے نور تھے روشن ہوئے ہیں عرش ہور کرسی
اُنن نوراں تھے ہیں چند، سور، تارے آسماں روشن
ہمارے ہیں نبیؐ سرتاج سارے انبیا کے تو
نین اس نور تھے کیتے ہیں سب پیغمبراں روشن

نبی مبعث جو کوئی کیتا ہے یک چت ہو ریک دل سوں
(کرتا رہتا) یکسوئی اور سے
سو اُس کے دل اوپر ہوتا ہے طٰہٰ کا بیاں روشن

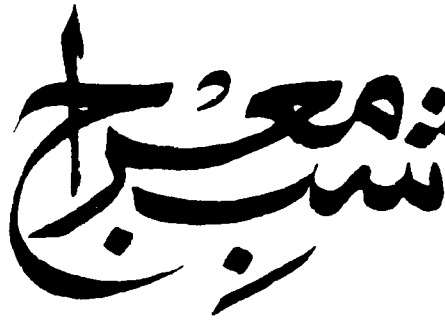
نبی صدقے کہیا ہے قطب مبعث کا غزل رنگیں
کہا
کہ اُس کی تازگی ہور روشنی تھے ہے جہاں روشن
اور سے (ج)

(۵)

کہے خوش خبر خوشی سوں اچی کھول اَدھر خوشی کے
سے ہونٹ
کہ ہے مبعث آج دن کرنے کے دو اچھر خوشی کے
حرف
سبھیں انبیاں میں تم سراہے تاج سروری کر
سب ہی تمہاری تعریف کے پہنا کر
خوشی سات آملایک تانے سر چھتر خوشی کے
کے ساتھ
جو خبر خوشی کی پرگٹ ہوئی جب تھے دو جگت تو
پر سے
ملک، اچھریاں، بشر، دل بسے، دل نگر خوشی کے ۲۳۰
ظاہر
پریاں

کریں شوق انند دو جگ خوشی عیش عشرتاں سوں
(عیش عالم)
نبیؐ کے محبت نگر میں بند کر سو گھر خوشی کے
(بناکر)
بلی جاؤں کر دیکھا میں عنبریں بلا دھوویں کے

چھند بندسوں بھید اچنبے کر سائت انبر خوشی کے
(آسمان)
جب یہ خوشی کنایا حضرت رسولؐ کی میں
(کرایا)
پھر تیاں سو واں سکیاں جو لبے لک قمر خوشی کے
(پھرتی ہیں)
بھو شوق سیتی آکرشٹ دشٹ تن یک اوپر
(بہت سے ڈال نظر)
روشن کئے خوشی سوں قطبا نصر خوشی کے
(ج)


شب معراج

شاہ مرداں و محمدؐ ہیں ہمارے سرتاج
خدا باتاں حبیب اپنے سوں کیا شب معراج

چاند ہور سور اُنن نور تھے پیدا ہوئے
اور سورج اُنکے سے
دین ہور دنیا انن اسلام تھے پایا رواج
اور انکے سے
قدرت حق دیکھو اُن میں وسبھی نیچھونگت
(۹)
خدا اُن دونوں کوں دیتا ہے دو عالم کا راج

یک کرامت اِنو کا نیں کسی پیغمبر میں
ان نہیں
سب نبیاں میانے ہمارے ہی نبیؐ سہتے سراج
نبیوں میں زیب دیتے
سدا بارہ اماماں میرے نگہ دار اہیں
ہیں
ہوا ہوں اُن کی غلامی تھے قطب راج دھراج
سے غلام شاہ (ج)

عیدِ سوری

سب ہی عیداں میں اُتم عید سواے عید سوری ہے
بڑ کر
نبی صحت جو پاے عید میں او عید پوری ہے ۲۴۰
وو
ملایک دور فرماتے حوراں غلماں منگل گاتے
خوشی کیتے ہیں سا تو آسماں جب تے جو نوری ہے
کرتے ساتوں سے
اے دن کا بھید اُن بوجھے گا جس کا دل ہے روشن
اس وہ سمجھے ہے
کہ اس دن کی خوشی ہور عیش میں لذت حضوری ہے
اور
نبی ہور مرتضیٰ کے نور تھے پایا چند اجھمکن
اور سے روشنی
تو اُس کوں سب تاریاں میں کلا چودہ سنپوری ہے
بہوت آنند ہور عشرت خوشیاں تر لوک دو جگ کیاں
بہت چین اور مخلوق عالم کی
ابیں اس عید کے جوتی منے جھلکا رطوری ہے
جھلک میں

سہیلیاں سب اپس سنگار کر ہو رہا رہتیاں یوں
خود یا آپس میں اور زیب دیتی اسطح
بہوت سرخاں ملے یک ٹھار اُن کا رنگ نوری ہے

محمد مصطفےٰ صدقے محمد قطب شہ ساجن
بہت

کہ گھر میں نت محمد کی سو جنتیاں کا سروری ہے

(ح)

(۴)

عید سوری سرس بوروں سنگار آیاں سکیاں بھی
بھر
سنتوس ادک اس عید نتھے پھر پایاں سکیاں بھی
سے پھر
جوبن پوریاں سینے کے طبق سنے میں بھر
کی سونے
موتیاں جالیاں سر پوشاں سوں ڈھانپ لیایاں سکیاں بھی
موتیوں کی جالی کے سرپوش ڈھانپ کر لائی ہیں پھر
رت جوانی میں آپی کہ مدن پیالے مستاں ہو
موسم
چک پھندسوں جگ جیوکوں اُلجھایاں سکیاں بھی
عالم کے دل کو پھر

موتیاں نور تن ہار سوں پھل ماک کلی کھسال

اپ روپ چندر سورنتھے جھلکایاں سکیاں بھی ۲۵۰

اپنے چاند سورج سے

صدقے نبی کے قطب کے چھنداں کے بچن سن پھر

لک دھات سوں ہر تل نپ سو پھل آیاں سکیاں بھی

لاکھ طرح سے لمحہ پھر

(۳)

نبی کی عیدسوری آمندر مج سورسوراں کے

مکان میرے آفتاب آفتاباں

دیکھلائے عیش کے کھن پرسماں سورج نتھے نوراں کے

آسمان سے

بھریں چھندوں سوں نس دن نیلویں ہیرے کنکالاں میں

عشق دل سے رات

سمو کر سور نہہ چند نہ حمالے من سروراں کے

عشق چاند

سو طاسک سور کا لیکر چلیاں چندر مکھیاں لٹکت

سورج چلی مہ آفاق ناز سے

زمیں پر دیکھ حیراں ہو مکن جیو ملکے حوراں کے

محمد مصطفےٰ بیٹے شفا پا پنجتن سو خوش
صفا کے تخت پر لیا یا ایں خلعت حضوراں کے
لایا
سلاماں سات لکھ لیا یا خضر پینے محمد تیں
لایا کیلئے
دنیا ہیں رو سلامت کر ذکر لایا شکوراں کے
رہو
محمد کی جینتا نیکی کئے خوشیاں محمد جب
قلی قطب شاہ
فلک سن دھرت پر تارے آتارے کاتے سوراں کے
زین
طنبور کے مشتری جوزا کے دنڈے سنبلاں کوں لا
تو زہرہ چنگ لے ناچیں سو جھن جھن پر طنبوراں کے
تلا
تلک ہور مطبنی پوریاں تلیا چند سور کے چھند سوں
انندوں آشفق شعلے تلے دے کھن تنوراں کے
آسان
محمد صدقے قطبا کی غزل سوری کی پوری سن
سکیاں متاں ہویاں یوں جوں شراباں پی غیوراں کے

(۴)

عیدسوری انند لیایا ہے — جگت اب نورسوں نہایا ہے
نیہہ پون ستی عیش کی کلیاں لایا — دل کے چمناں منے کھلایا ہے
ہوائے عشق سے
مدیرت کا سکیاں رنگیلیاں کوں — عیدساقی میں ہوکر پلایا ہے
شراب عشق
شہ کی مجلس میں مطبخی ہو فلک — رنگ رنگ ستی خواں چایا ہے
سے
نیر پیولے پیالے بھر بھر کر — شیعیاں کوں خضر پلایا ہے
پانی پینے کے لئے
زہرہ اس عید کی امنگاں سوں — شہ کے گن آسماں پہ گایا ہے
حق نبی صدقے قطب شہ کوں سدا — عید تھے عیش اوک دلایا ہے
سے زیادہ

(۵)

خوشیاں سوں آج جاں تاں سب جہاں معمور تا ہے
سے جہاں تہاں
نبی کی عیدسوری کی کلا میں نور دستا ہے
نظر آتا

گھر گھر آج دن کا جاں پہ کا جاں ہوتے ہیں خوش

کہ یو دن سب دناں میانے اد کہ منصور دستا ہے
ہیں زیادہ نظر آتا ہے

ہزاراں شکر ہے جو آج دن پنجتن کے صدقے تھے

ہر یک مومن کے من کے میانے ہر دستا سور دستا ہے
۲۷۰ دل ہیں سوج

انبر سفرے میں قدسی جوڑ چندر سور کیاں پوریاں
آسمان

رچے نعمت تھے قدرت کے سو چوندھر نور دستا ہے
چاروں طرف

شرق تھے غرب تک جو راں ملک رضوان نوری سب

صفاں کرمل کے بیٹھے سو اجالا دور دستا ہے

جدھر دیکھے تدھر ساتو انبر، ہور ساتو دھرتی
ساتوں آسمان اور ساتوں اقلیمیں

سبھی کا آج دل بھر پور جوں سمدور دستا ہے
سمندر

نبی صدقے قطب جم کاج کرتا ہے کہ پنجتن کے

سکل شاہاں کا سو سرتاج ہو مشہور دستا ہے
سب


عید مولود علی
علیہ الصلوٰۃ والسلام

مومناں خوشیاں کرو ہے آج دن مولود کا
مرتضیٰ یارہ اماماں عید ہے معبود کا

مصطفےٰ ہور مرتضیٰ اس دن میں کیتے ہیں ظہور
اور کرتے
جن کرے یہ عید ہے وو طالعِ مسعود کا
جو

جب وو ابر رحمت اس جگ پر ہوا ہے فیض بار
وہ عالم
شیعیاں کے تئیں اتھا وہ دن مگر بہبود کا
تھے تھا

جب نبوت کا علم پیدا ہوا تب بت جھڑے
پیدا ہوا
طاقِ کسریٰ تب نشاں لیتا عدم مفقود کا

فارس کے آگن بجھا جب میگ رحمت برسیا
آگ میگھ برسا
سرگ بن کیتا جگت کے تیں اگن نمرود کا
جنت کا بن کرتا عالم کو آگ

چار دہ معصوم کے ہیں دس جنتے تھے نبیؐ ۲۸۰
غلام
پیشوا حضرت نبیؐ کا تھا سو تن داؤد کا

جب نبیؐ صدقے ہوا ہے دس قنبر کا قطب
غلام
دو جگت میں ہیں ترکماں عاقبت محمود کا
نو عالم (ج)

(۲)

حضرت علیؑ مولود تھے سب مومناں کا عید ہے
یاراں خوشیاں گھر گھر کرو اے دوستاں کا عید ہے

حضرت علی مولود کن عِلماں منگیں بھیکاں سبھی
عالماں مانگے
سب علم ہیں فضل اس نو فاضلاں کا عید ہے

سارے نبیاں مولود پر ہے عزت اس مولود کوں
شیعہ منگیں اس فیض کوں تو شیعیاں کا عید ہے

حضرت تولد تھے شرف پایا ہے کعبہ جگ منے
سے میں
سجدا کرو دل سیں سوں اے طاہراں کا عید ہے
اور سے یہ

منکر جو کوئی ہوتا ہے اس عید کے مولود تھے
سے
جنت میں نہیں ہے ٹھاوں اس آطالباں کا عید ہے
نہیں جگہ یہ

نوروز ہور سورج شرف پاویں حمل کے برج میں
اور
گاین ہیں زہرہ مشتری کی صالحاں کا عید ہے

صدقے مولود کے نین میں جس دیا ہے منج خدا
حضرت محباں میں سدا قطب زماں کا عید ہے
کے

(۳)

موالیاں شیعیاں خوش ہو یہ دن سبر جن ہے حیدر کا
پیدائش
کہ وہ حیدرؑ کیا جس کوں خدا وارث پیمبر کا

علیؑ مولود دن جھلکا رجگ میں جب ہوا پرگٹ
کے کا ظاہر
۲۹۰ تو اس جھلکا رتھے چھپیا جھلک خورشید خاور کا
سے چھپ گیا

علیؑ جس دن تھے سرجے ہیں سو اس دن تھے طراوپات
سے پیدا ہونے ہے
ہوا گلشن ادک تازہ سراسر چرخ اخضر کا
زیادہ

چھڑاو نہار دو جگ کے اہیں سچ مرتضیٰ میرے
چھڑانے والے ہیں
انن کا ورد جس دل میں سو کیا ڈر اس کوں محشر کا
ان

علیؑ جس رات گئے معراج ملکر مصطفےٰ سیتے
کے ساتھ
تو اُن پگ تل کیا روح الامیں فرش آپ شہپر کا
ان کے زیر قدم
اپنے

نبی ہور آل کے صدقے علیؓ کا داس ہے قطبا
اور غلام
تو جگ میں پائیا رتنا سو جم خاقاں سکندر کا
پایا موتی (ج)

(۴)

ـــــــ سینتی اماں مولود آیا دو جگ کے من کوں اے مولود بھایا
سے دل کو
بدھاوے پر بدھاوے لاے خوشیاں سرج چند شمع سوں مجلس سہایا
سورج چاند کی شمع سے کو زیب دیا
سنوارے پھل نہالاں رنگ رنگاں مگر و کینٹھ بن پھل بار آیا
پھول رنگا رنگ جنت پھول
صدر مندر سنگارے جڑت سیتے سو نرمل گوہراں سوں جگمگایا
جڑاو سے صاف
سہیلیاں سب سنگاریاں سات ہو نو سجن کے من کو وہ سنگار بھایا
اور
سبھا آئین بندی سوں سنوریا ۳۰۰ ـــــ (کرم خوردہ) ـــــ
سنوارا
نبی کا داس ہے یک چت سوں قطبا

(ج)

(۵)

دمیا صبح صادق تمن روئے فرخ
چمکا تمہارا
خوشی کے درود ان بھیجو سوئے فرخ

تولد ہوئے آج کے دن امام
دیے جیوں نو اچند ابروئے فرخ
چمکے مثل نئے چاند کے

ہیں اپ دین چھوڑ پکڑیا اس دین کا مارگ
اپنا چھوڑ کر پکڑا راستہ
پیاتے اجھوں ہو کوں ہندوئے فرخ
اب تک بجھ

کھولے عنبریں بال جب کرنے کنگھی
کہ صلوات بھیجو او گیسوئے فرخ
اس

ہوا سحر باطل سبھی ساحراں کا
فسوں پڑتے ہیں من جادوئے فرخ
پڑھتے آنکھیں

نہ آوے اتر ہم کوں تج مے نمی ساقی
چڑی مست ہم سر میں او بوئے فرخ
تیری سے چڑھی ہمارے وہ

ہمن میل باندھے تمن میل بیتی
اسی تھے ہمن میل ہے سوئے فرخ
ہم تمہارے اسی لیے ہمارا میلان

نہیں لیتے ہیں مشک تاتار کوئی
کہ آتا ہے باس اس موئے فرخ

رقیباں بڑائی تمن تم اچھونت
تمہاری تمھیں تک ہے ہمیشہ ۳۱۰
دیا حق معانی کے تئیں خوئے فرخ

(ق)

(۶)

مولود علیؑ آوے فلک پر تھے ملک سوں — تو آکہ نورانی کرے جگ اپنے جھلک سوں
سے — آکے — عالم کو

پیالا ہے چند پھولاں تارے ہیں ازل کے — پھرتے ہیں ملک بات لے طبقاں کے فلک سوں
چاند — ہاتھ میں

لے نانوں علیؑ کا کرے مولود قطب شہ — خشاں واناں کرے یک لک دو لک سوں
نام — خوشی — عیش — لاکھ دو لاکھ

جم جے توں قطب شہ کی تجے شاہ مدد ہے — لک ملک سکے لینے اشارت کے ملک سوں
تت — تجھے — لاکھ

نج دھاک کا پرواہے یو دشمن کے انکھیاں کے — جو بھیری کوں جم رکھے شکاری فلک سوں
تیرے رعب — دشمن — رکھے

مشرق تھے جو مغرب لگوں سلطانی ہے شہ کی — کہتا ہے سگن سانچ جو سن جوسے پلک سوں
تک — سچے

قطبا کی جو بخشش کا کریں سم کتے سن کر — کاں ہو سکے سم دھنگری خاراو ملک سوں
برابر گنتے — کہاں — مقابل — (ج)

(۷)

مرتضیٰ مولود آیا ہے بہت نوراں سنتی — جبرئیل نے وار نے طبقاں لیا حوراں سنتی
کے ساتھ — نثار کرنے — لانے کے ساتھ

کعبہ میں ہوئے تولد مرتضیٰ شیرِ خدا — کوئی نبی نا پایا اے حرمت اتنے چاواں سنتی
یہ — اتنے

مصطفےٰ آئے علیؑ کوں دیکھنے کہے فاطمہ ۳۲۰ پنجہ گستاخی سوں ستنے ہیں بہت ناداں ستی
سے ڈالے

تب کہے حضرت نکر سیں منج سوا ایسے کام کد نہ کرسکیں مجھ سے کبھی گر کریں گے تو کریں گے کفر کے شاہاں ستی

دین قوت پائیا ان کے تولد تھے گٹ سے منج کوں کیا ڈر ہے کہو کفار کے کاماں ستی
مجھے

ان کے نوراں تھے ہی میرے من میانے روشنی سے آنکھ میں بندوں رہا شہ کے بندیاں میں بیاں ہوں بندہ موفرماں ستی

کافراں کا سب غروری بھاگنا اس عہد میں میربانی مل کناؤ دوستاں خوشیاں ستی
کرو

شاعراں بیچارے تیرا وصف کہنے کاں سکیں کہاں میں بندا عاجز ہوں تم دارو کردگاراں ستی

قطب شہ ہے تج غلاماں میں غلام کمتریں تیرے دیو میراہت پکڑا جلو اسکل شاہاں ستی
ہاتھ سب (ق)

(۸)

عرش حق کا لگیا جھلکن ادک مولود حیدرؓ تھے
لگا جھلکنے زیادہ

گگن ہور دھرت پائے ہیں جھلک ات سور چندر تھے
آسماں اور زمین زیادہ سورج چاند سے

جگت جنت تھے خوش آیا ہے نعمت آج قدرت سوں
دنیا سے

لگیا ہے نور کا برسن برسنے سانوں انبر تھے
لگا بارش آسماں سے

ملک سات و فلک تھے آج آئے طواف کرنے نبیؐ کے لئے

جو حق کا نور اتر آیا ہے کعبے میں عرش پر تھے سے

تجلی مومناں کے سو دلاں اس دن تھے یوں پائے سے

کہ پاوے صبح صادق روشنی جوں سورا نور تھے

جس طرح سورج سے

سکل نبیاں سوں باطن تھے علیؑ بن مصطفےٰ سوں حق سب سے

کیا ظاہر جو دو جگ تائیں نپٹ ان دو نور رہبر تھے

کے لیے

علیؑ بن کن نبیؐ کا جانشیں ہے جو علےؑ کوں حق

نبیؐ کا جانشیں کر پیار سوں بھیجا اپنے پاس گھر تھے سے

ہزاراں رحمت تج پر جو حیدر کا دھرایا دامن تجھ

قطب شہ دو نو جگ میں سروری ہے تج و سرور تھے

تجھے اس

(ج)

(۹)

مولود خوشیاں آئیاں، مولود کی خوشیاں کرو
آئی ہیں

خوشیاں کے ناداں باجتے اس کوں منجے مہماں کرو
آواز بجتے میرے پاس

چوندہیر گرجے سب خوشیاں ہور باس ہے ملہار کا
چاروں طرف

رنگاں میں رنگ باکر کیتے زنگاں ستنی ناداں کرو
اور

جھلکے گلالی گال ہیں او مہ نویلا چھند کا
وہ

منج دل کے تئیں اس دل اپر سب مل کے اب قرباں کرو
میرے

اس نور کے اوتار کوں ہیں رات دن سیوا کروں

نبیؐ و علیؓ دولت ستنی دم دم سمجی ایماں کرو
سے

نانگی نمازاں ناداب سب نار کو بسرائیا

او ناد بھریا کن منے دشمن اپر بھاراں کرو
وہ آواز کان میں

اب تال منڈل عیش سوں مولود کا گرجا تم سے

سا تو سُراں کے نادسوں داؤد کا الحاں کرو
ساتوں

صدقے نبیؐ کے قطب شہ جم جم کرو مولود تم

حیدرؓ کی برکت تمھے سدا سب جگ پر فرماں کرو ۳۴۰
سے

(ق)

(✤)



موالیاں سب کرو خوشیاں کہ آیا دن خلافت کا

خلافت دے رسولؐ آپی بیاں کیتے شرافت کا
آپ ہی کرتے

سنوارے سب ملایک اونٹ زیناں سوں منبر انبر
کی سیڑھی سے اسمان

دیئے ہیں داد پیغمبرؐ منبر پر چڑھ فصاحت کا
چڑھکر

کہے من کنت مولا مرتضیٰؑ کوں شاہ دو جگ کے

بیاں کیتے فصاحت سات رتبا سب بلاغت کا
کرتے کے ساتھ رتبہ

کنائے ہیں ملک منگل عرش پر کاجتے منڈل
کرائے یا گوائے

غدیر خمؔ ہے یہ دن، مگر شاہِ ولایت کا

جہاں لگ ہے جگت سب عید کرتے اس شہ دیں کا
تک

کیا افضل سو شہ تب سب میں دے فیض عنایت کا

نبیؐ کوں حق کہیا یا دِ علیؑ نادِ علےؑ سوں کر
کہا سے
علیؑ مظہر اِ مولک ہے تن میری سو قدرت کا
بے بہا
نبیؐ صدقے علیؑ کا منقبت قطبِ زماں کہیا
کہا
کہ ہے دنیا و دیں میں اے نشاں منجکوں سعادت کا
میرے لئے (ج)

(۲)

عیداں کا عید پھر کر آیا یا خُمِّ غدیر — دو جہاں سب روشنی پایا ہوا اس عید کبیر
آیا
ایہ قرآن نازل جیوں ہوا حضرتؐ کے تئیں — مرتضیٰ ہیں پس دو جگ میں جیوں محمدؐ بے نظیر
جس طرح
انبیا ہور اولیا میں حق کیا تمنا بڑا — سچ تمیں داماد پیغمبر ہیں غلام الخبیر
اور تم کو مثل
مصطفےؐ کے امر پر سر بھیں جھرن آیا چندا — مرتضےٰ فرماں سو پھر کر آیا یا مہر منیر
تم ہی
دین و دنیا دو نی ہیں حضرتؐ تے قایم تا ابد — دو جہاں کی حکمتاں میں ہے تمی روشن ضمیر
زمین پر دھرے چاند آیا
کلِ عالم سب تمن خدمت کو باندھے ہیں کمر — منج بندے بیچارہ کوں باندھو کمر ہو دستگیر
سے تم ہی ہمارے مجھ

ازازل تھے ہے غلام مصطفےٰ قطب زماں — منج غلام کمتریں کوں دست پکڑ دیا امیر

(ق)

(۳)

عید آئیا انند سوں یاراں مبارکی کا — خوشیاں سوں دوستاں کوں غم سب خوارجی کا

پھل بھاگ سب پھلے ہیں دندے سوکھ جلے ہیں — کلیاں انند کھلے ہیں رت یوں سکی کا

تنادیاں سکل کلاؤ خوشبوی کدم کلاؤ — چودہر عود جلاؤ دھد کار برمکی کا

پیالا ادھر چکانا ساجن وقت پلانا — لالن کوں سیج لیانا ہی وقت خوشدلی کا

ٹیلا سو تج پشانی ات بھاگ کی نشانی — کن موتی ہے نورانی زہرا و شتری کا

بالی تو چھند بھری ہے یا حور یا پری ہے — بھو روپ سندری ہے دھرتی ہے تن نکا

صدقے نبی ولا وے تل تل قطب رجھاوے — ات چھند بندی سہاوے سار یا میں اس پری کا

(ج)

(۴)

سب کرو مل کر مبارکباد ئی عید غدیر

اس خوشی انگے سبھی خوشیاں دسیں دایم صغیر

مُومناں کوں شادی ہور خوشیاں کا آتا ہے خبر
توخوشی کے بحر کوں پھر آئیا..... کبیر

میزبانی عید کا جگ میں گناوو عیش سوں
مطرباں لاکر گواؤ راگ ہور لاؤ عبیرؔ

بھائی پن کے صیغے پڑتے مومناں اس عید میں
تو لکھے سُنّے کے پانی سوں عطار دخوش دبیر

ساری عیداں کا خوشی سنپور ہے اس عید تھے
تو اسی عیداں میں دستا ہے بڑائی بے نظیر

مومناں اس عید تھے پائے ہیں جنت کا پون
جن شرف اس عید کا پایا سواو ہے جگ میں بیر

باجتے اس عید کے طبلاں سیر گ سا تو منے
چاند سورج تو ہوئے ہیں دو جگت میانے منیر

تس دنا بن کوئی دن ناہیں دعا منگنے کتیں
ان دنوں کے بغیر کے لئے
مرتضیٰ تیں مصطفےٰ ہیں عید میں دیتے سریر
کو

مدح کیتے مرتضیٰ کے تائیں پیغمبر اپیں
کرتے لئے خود
تو ہوا حضرت کی برکت دین و ایماں جگ منیں ہیر

رکھ منجے حضرت کے صدقے یا الٰہی امن میں
مجھے
ہور رکھوا ایماں درست دو جگ میں ہو منج نصیر
اور

مدح کیتا کون کہ آپ کی مدح کوں پایاں نہیں
کہوں کتا
گرد اُنو کی نعل کا سُرما کریں شاہ و وزیر
اُن

کر دعا تو بھیج صلواتاں محمد پر سدا
تو
اس صلوات تھے ہوگا تجھے فتح کبیر
سے

ہے محمد قطب شہ بارہ اماماں کا غلام
(ق) میں جو عاجز داس تیرا یا علی منج دستگیر

(۵)

خلافت دے نبیؐ کہے یوں کہ منج بعد از سو حیدرؑ ہے
میرے
سکل مومن مسلماناں کوں دو جگ میں سور ہیر ہے
سب
خلافت حق تھے آیا آج مہراں سوں علیؑ کے تئیں
سے لئے
سو سات اسمان عرش کرسی کہ نو کھن کا جو منبر ہے
آسمان
علیؑ سے کفر بھنجن تھے تو تھا بنیاد دین کا پایا
سے اسلئے تھا
علےؑ سو دین رکھنہارا محمدؐ دین کا گھر ہے
ولیاں سب ایک چت ہو کر رہے سب معتقد ہو کر
دل
کہے سب سیس کے اوپر ولایت کا سو چھپر ہے
سر
ہوا پرگٹ جدہاں سیتھے دنیا ہور دین قدرت سوں
ظاہر جب سے اور سے
سکل اپچت میں توں فاضل نہ کوئی تیرے برابر ہے
سب

عطارد مدح لکھیا ہے سو کہکشاں کلک سوں تیری
سے لکھا

سو آسماں کے ورق اوپر بدل رکھاں سو مسطر ہے ۳۸۰
بادل کی لکیروں سے

نبی صدقے قطب شہ نے علی کا پکڑیا ہے دامن

کہ او منج کوں چھڑاوناہار ہو سب ٹھار رہبر ہے (ج)
" مجھے اور جگہ

(۶)

خمِ غدیر دن تھے دو جگ ہوا نورانی
سے

عالم سکل ہوا ہے جوں بہشت جاودانی
سب

سب دیس تھے بڑا ہے یو دیس کا مراتب
سے

پنچا ہے آج کے دن تھے عیش کا مرانی

حق تھے نبی علی کوں اپ جانشیں کئے آج
دن سے دن

تب مومناں خوشیاں سوں کھوت کئے شہانی
نکلا سے

بیٹھے علی تخت پر دن آج حق حکم تھے
اپنا سے

پلئے ہیں شیعیاں سب اس دن تھوں زندگانی

ایتا بڑا مراتب تب عرش کوں دیا حق
سے کے

راکھیا علی کے پگ تل جب عرش اپ پیشانی

جو کوئی کریگا اس دن دل جاں سو عیش عشرت
آتا

دو جگ میں عیش انند ہے کرنے کا اس نشانی
قدم کے نیچے اپنی

حق کی نظر تھے قطبا تیرا بڑا ہے رتبا
صدقے نبیؐ علیؑ ہے تج باعث ہور بانی
(ج)
تیرا

(۷)

سب جگ کرے آنند کہ عیدِ غدیر ہے — عیداں منے یو عید بڑا ات گھنیر ہے
روشن ہوا ہے دین دنیا آج کی دینا — دو جگ اُپرا میں میر سو حضرت امیرؑ ہے
تج سیو..... سماں سدا دھیان یوں پھرے — تج دھاک تھے زمین سو یک ٹھار تھیر ہے
سلطان دین ہور دنیا کا علیؑ سچا — نر لوک لوگ اُس کے سو گھر کا فقیر ہے
تُلوا ہوا ہے سور بدل کا پکڑ سیر — کہکش نیر لے ہات چند حوب اہیر ہے
سب شیعیاں کوں آج خوشیاں پر خوشیاں ایں — سب خاجیاں کوں آج دلاں میانے تیر ہے

صدقے نبیؐ کے دو نو جہاں میانے یا علیؑ
قطبا بندے کیمنے کا توں دستگیر ہے
(ج)
تو

(۸)

خوشیاں سوں آج کے دن مل ملک چوندہر تھے سارے بھی
سے چاروں طرف سے پھر
کرن عیدِ غدیر رات چیا و محلاں مل سنگارے بھی
کرنے پھر
مقرب فرشتے چار و ربی کن تھے علیؑ کے تئیں
کے پاس سے
لے آئے : بد بے سیتی ولایت کے پھرارے بھی
سے
کرن رشت علیؑ شاہِ ولایت کا سو ہر ٹھارا
جگہ
کھڑے قطار کر رضواں استت کر نہارے بھی
جنت کے حور ہور غلمان کر سب کسوتاں نوری
اور
علیؑ کے چرن دیکھے کر علیؑ کے دار ٹھارے بھی
دروازہ پر ہرے
پیت گھن پھر نہارے سو دھرے چوندہ ہیر تھے منہیں
قدم
سات آسمان پھرنیوالے چاروں طرف سے سر زمین پر ۴۰۰
ہوئے مل سب علیؑ پر تھے فدا چند سو رتارے بھی
سے چاند سورج پھر

علیؑ شیرِ خدا کا چھانو اچھو کر جم اُپر سر پر
رہے ہمیشہ
ملک پیغمبراں پیراں دعا کر ہت پیارے بھی
ہاتھ پھر
نبیؐ صدقے قطب عید غدیر آنند سوں کرتا دیکھ
سب پھر
سکل ہاتف سو رحمت تجھ کو قطبا کر پکارے بھی

(ج)

شبِ برات

(۱)

خدا کے کرم سیتے شبرات آیا — خوشیاں کا اُجالا جگت میں دکھایا
سے شب برات — دنیا

برتاں لیکر آیا ساریاں میں خوش ہو — خوشیاں عشرتاں سوں کہ جگ جگ جگایا
لے کر سب — کے ساتھ دنیا جگ جگ کرنا

اماں میا ہے محمد قطب پر — نبی ہور علی کے دیا سوں سہایا
محبت — اور کرم سے پھلا پھولا

خوشیاں عشرتاں ذوق دایم سوں نت — شہا کے مندر ٹمٹمایاں بجایا
بارگاہ میں

خدا قطب شہ کوں شہنشاہ کرکر — سو سارے جگت میں دُرای پھیرایا
دُہائی دھنڈورا

محمد قطب شہ کے سارے دشمناں کوں — سو نابود کرکر جگت تھے گنوایا
دشمنوں کو — سے گم کیا

نبی صدقے امرت سر قطب شہ کوں — سو ساقی کوثر پیالے پلایا
آب حیات کی شراب

(ج)

(۲)

جو شبرات جھلک سوں جگ میں آیا — تو سب جگ اس جھلک تھے جگ جگایا
سے — سے

شرف شبرات تھے سب رات پائے — شرف سب رات تے شبرات پایا
سے — سے

گگن درین نمن جھگن لگیا ات — رین روشن سرج بن دن گنوایا
آسمان آئینہ کے مانند روشن ہوگیا — رات — سورج بغیر
اجت اس رین کے ات لاج بیتے — کدھیں آپ مکھ رین میں نیں دکھایا
رات سے — کبھی اپنا رخ رات نہیں
رین ظلمات میں جوں خضر کا نیر — ہے مہتاباں کی تاباں کا سمایا
رات کی مثل پانی
سرج چند تارھل بازیاں تھے رہی دھرت — انیر گلشن تھے روشن جھلک پایا
سورج چاند پھولبازی سے زمین — آسمان سے

تجلی یوں دیا حق قطب شہ کوں
(ج)
کہ نس کوں دن تھے روشن کر دپایا
رات سے زیادہ کرکے چمکایا

(۳)

لکھن رات شب برات آبراتیاں لیائی ساریاں کی
مبارک — لائی سب
لکھیا خوش عیش انند عشرت سو روزے کھانہاریاں کی
کھانے والوں

محمد فتح کیتے ہیں احد جھگڑا علی سوں مل
کرتے کا — کو ساتھ لے کر
تو تن کے کھرگ اچالیاں تھے گئی بھگ فوج اندھاریاں کی
اُن تلوار کے سے بھاگ

دہن پستے، نین شکر ادھر بند گھر یکے نازک
آنکھ ہونٹ (گیڑی کے؟)

کہ جوں خشخش نمن باریک ہے خوے مکھ پہ ناریاں کی
مثل کے مانند پسینہ کے بوند چہرہ پر عورتوں

کجل نیناں سہیلیاں کے سو پرمل سیام باداماں
کاجل

تھوڑی ہے سیب، دسناں جوں کچارو لیاں ہیں چاریاں کی
۴۲۰ دانت جس طرح

برن اسمانی پانیاں تس منے والاں ہوایاں کے
جسم اس میں

ٹھسی کندن کی یوں دستی کہ جوں جھیلی ہے ناریاں کی
نظر آتی خوشہ

سورج مشعل، چندر جوتاں، ستارے جونکہ گلریزاں
مثل

دیپائی تنکوں مکھ پیشانی خوباں آکنواریاں کی
چمکائی چہرہ کا عرق

یو حاجب ہور کھڑی بازی نلی پھل جگ میں پرگٹ سو
یہ اور ظاہر

جو ابرو ہور جوبن مکٹ تھے پنجے گلعذاریاں کی
سے

نچھل پیالے جو ہیریاں کے کمل ہاتھاں میں لے سکیاں اور
ہیروں کنول ہاتھوں

کرن بھنجن اودھر مے سوں خماراں سب خماریاں کی
توڑنے ہونٹ کی سے

جو سر تھے پگ لگوں موتیاں ہیں وپ ہور جو ہیرماناریاں
سے پاؤں تک حکمتی اور
سبھیں تو ہے نبی صدقے قطب صاحب جہاریاں کی
(ج)

(۴)

سُہاگن رات شبرات آسجن گھر آئے بھی سر تھے
پھراز سرنو
جھلک جوتاں کے ابرن تن چڑا جھلکائے بھی سر تھے
پھراز سرنو
چندر سورج اُنن دونوں بچاریاں کا وُھادن لاج
چاند وہ
اِدک جھلکار کے چند سور لاکھاں لیائے بھی سر تھے
زیادہ روشنی چاند سورج لائے پھراز سرنو
عجب کیا ہے جو دھرتی آج مارے لاف اسماں پر
زمین
کہ دھرتی کوں نچھل اسمان کر جھلکائے بھی سر تھے
پھراز سرنو
سکیاں جی سکھ بدھاوا جو اَیس ہوناں کہ منگتیاں تھیاں
خودکو مانگتی تھیں
اُنن کے من کے چنیتے تیو پنج سکھ دُکھ لائے بھی سر تھے
اُن دل کمام

جگت سارا برس دن تھے جو تھا مشتاق درسن کا
دید سے
سو درسن دیکھلا میرے جگت ریجھائے بھی سر تھے ۴۳۰
دکھلا
سجن کے پھول سے تن کوں لٹا پٹ ہوا نندوں سوں
عروسانی سو باساں ہیں اوک مہکائے بھی سر تھے
نبی صدقے قطب ہو کے سوں کر سنبھوگ بھاگوں مل
قطب کی داس ہوں سج کر اپس کہوائے بھی سر تھے
غلام خود کو پھر از سر نو (ج)

(۵)

مبارک کا خبر شبرات لیکر آئیا سر تھے
پھر سے
کہ میرے بخت کا طالع سورج جھمکائیا سر تھے
پھر سے
اُجالا عید کا لاجے سکی مکھ روشنی آنگے
شرمائے (کے) (کی) کے آگے
انند کا نور منج پر چیتر نمنے چھائیا سر تھے
مجھ کی طرح پھر سے

دنیا آروس انند بالیاں سوں عشرت مے پلاتی ہے
عروس
ہُمیلا شاہ کا الحاں سوں زہرہ گائیا سر تھے
نغمہ پھرسے
دکھائی عیش شبرات آکے اپنے حسن جھلکاراں
جیون کا جوت جگ کے جیو میں اُپجائیا سر تھے
زندگی نور دنیا پیدا کیا
پیاریاں شاہ کیاں مل عید کا سنگار کیتاں ہیں
کی کرتی
ایکس تھے ایک کا سنگار شہ کوں بھائیا سر تھے
ایک سے زیادہ ایک کا پسند آیا پھرسے
پیاری من منے کھلئی انند کے بھید چاواں سوں
دل میں کھل گئی
کہ اپ جوبن چمن میں باس خوش مہکائیا سر تھے
اپنے خوشبو مہکائی پھرسے
نبی صدقے قطب کوں جم اچھو لک عید ارزانی
کو ہمیشہ رہے لاکھ
کہ عیسی کا دعا سکھ پھول باساں لائیا سر تھے (ق)
کے کی خوشبو لایا پھرسے

(۰)

(۶)

کہہ طور نور اُجالا شبرات اب دپائے ۴۴۰ آب حیات مُنج کوں اپ ہت خضر پلائے
کے کا چمکائے مجھے اپنے ہاتھ سے
شبرات اب برابر لیایا خوشی براتاں قطب برات لیکر نس دن انند گنوائے
رات کرائے
ہے سرو قد ہوائی پھلبازی ناگ پھلڑی مہتاب ٹیلہ لائے رنگ سورا دھر چڑائے
لایا سورج پٹ پر
نس کیس میانے کیوڑے دستے بن بہر کے جیوں تالاں پھٹاک ناداں آنند گگن گجائے
رات جیسے بالوں میں نظر آتے بھنورے کی طرح
چوٹی کا بھند ناہے طاوس کا ملا جیوں حاجب ہوائی سیتیں اپنا دورائی پھرائے
کے ذریعہ سے اپنی مالکی کا اعلان کرے
کھوپی کے بیچ لڑیاں ہیں جیوں ٹوک کریا کے جھلیلے مُنج شمع مجلس اوپر او شمع کوں ہوائے
میری اس
صدقے نبی قطب شہ پایا بڑی پیاری پیالہ پلا پیاریاں پیاروں سیتیں پلائے
کے (ق)

(۷)

شب برات خوشی شادی سوں کیا روشن موالیاں کا ہوا جیو کا دیا روشن
سے دل چراغ
شب برات روزی کا برات پھر لیایا پیا کا مکھ کا عرق دیکھ مے پیا روشن
لایا

شبِ برات دکھاوے برس کوں یک نس جوت
بھنواں ہلال تھے نس دن ہے موجیا روشن
سے رات میرا دل

چندر جوتاں کا اجالا پڑیا ہے گگناں میں ۴۵
نین ہوائی تھے ہوتا ہے سب ہوا روشن
چاند کی روشنی آسمانوں سے

نکی کے جھاڑتے جھڑتے اہیں دھوئیں کے پھول
پیا بچن کے پھلاں انگے نہیں سدا روشن
سے پھولوں کے مقابل

دندیاں کے سینے پھٹیں ہور تر خین جیوں پھانکاں
خدا معانی کوں فتح و ظفر دیا روشن
دشمنوں اور مثل (ق)

(۸)

شب رات آکیا ہے سب جگ کے تائیں روشن
شبرات کو

جوں نور موسوی تھے روشن ہوا ہے ایمن
جسطرح سے

جھلگاؤ آب مکھ کا دکھلاک عاشقاں کے
نیناں کے تئیں کیا ہے اس نور سیتے گلشن
آنکھوں کو سے

خوباں کے زلف سیتے نسبت ہے اس رین کوں
کے ساتھ رات کو

تو اس کوں سوہتا ہے سب تن پہ نور ابھرن
اسلئے زیب دیتا

اُس کے سو تاب تھے ہے مہتاب کا اُجالا
سے

اُس جوت تھے ہے روشن چندر جو تان درپن
سے

جھڑتے ہیں پھول گلریز اس کی ہیٹھی ہنسی تھے
سے

تو چند سُرج، تارے، اُس تائیں کھولے دامن
اسلئے چاند سورج کے لئے

اس عید کے ہوس تھے دھرتی اہے ہوائی
سے زمین

نیہہ کا ہوا اپس میں تو دے ہوا کوں تن من
محبت

صدقے نبی کے قطبا جم جم خوشی انند سوں
سے

(ج) لک سال اچھے کہ اُس تھے ہے عیش، شمع روشن
لاکھ اہے سے (کی) (کی)

(۹)

مُکھ جوت سوں چندر مکھیاں شبرات کوں جھمکائے ہیں
مُکھ کی جھلک سے مہرویاں ۴۶۰
چندر، سورج، تارے دیکھت نس جھلک کو جھلکائے ہیں
چاند رات کی

ہر ایک دھن ہر یک کدھن، پین نورتن کے ابرہن
ایک عورت پہن لباس
پی مدمدن جھلکا بدن، شہ پگ چمن کوں آئے ہیں
شراب
کھ شتاب کے رنگ آب کوں، افتاب جوں ات تاب سوں
قدم
دکھلائے کر مہتاب کوں، بے تاب کر پگلائے ہیں
رخ
سو دھن لٹک کے جب جھلک، دو نو الک کے سو مہک
حسین زلفوں
مہکیا فلک پر تھے ملک، بے سد ہو لک لک آئے ہیں
سے لاکھ لاکھ کی تعداد میں
چھاتی اُپر چھپ اتی سندر، لٹ سیام بھر کچ رتس بھتر
زلف
جانے مگر کالے ابر، ڈونگر پہ چڑنے آئے ہیں
قلعہ
مہتاب دھن رخسار ہے، گلریز گل کا ہار ہے
عورت کا
دو بھوں سو حاجب سار ہے، یکس پہ یک چل آئے ہیں
قطب زماں حکم رواں، تل ایک جاوداں رہے یو جہاں
کے بخت
امن واماں سوں کر علی، جو تھے حکم یوں لائے ہیں
جیو (صاحب) اسطرح

(ج)

(۱۰)

عشق شبرات سر تھے دھن کری رے — نین مہتاب سیتے دن کری رے
میں پھرے عورت — آنکھ کے سے
عجب اُس دھن کے مکھ پر ہے تجلی — ہلالاں تن رتن روشن کری رے
ہوایاں سو کے بنگڑیاں چکراں جوں — گھڑیاں بازیاں سو اپ جوبن کری رے
خطِ سرمہ جطرح — اپنا
نین مستی کے گلریزاں سو بھر کر — نلی طاوس چک چومن کری رے
پھلی ناسک جھکنے تھے ہے شبرات — دھرت کوں آج نس جوں گھن کری رے
ناک کی سے — زمین کو جو آج کی رات مثل آسمان
لڑاں موتیاں کیا تج ہسنے کیاں جھیلاں — تو جھیلاں تھے جگت درپن کری رے
سے دنیا کو آئینہ
تترے پگ دیکھ دھرتی کھلبلی دھن — گگن کوں پگ منے پیمن کری رے
کی — آسمان کو قدم میں
قدم زمین اے حسین
نشانی گال تج مشرق و مغرب — بُنداں خوے تار کی سُر پر کری رے
بوند پسینے کے
تیرے
ترا صورت عطارد کیا لکھے گا — تو قدرت سیتے تن ابرن کری رے
سے جسم پر لباس
عشق کے نوبہار کی توں کلی ہے — پھلاں امریت کے جوبن کری رے
میوۂ آبحیات

خدا بن کس نہیں ڈرتی ہے کھینو نلی (کوئی) تو ساریاں میں نڈر کی من کری رے
کے بغیر کسی سے

جُکچ کہنے کا تھا سو میں تو کہیا دو تن کی بات کی جتن کری رے
جو کچھ

نبی صدقے قطب شہ کوں بھولا کر غیر
دیوانہ بنا کر
تو سب ناریاں میں اپ جتن کری رے
حسینوں اپنے لئے محفوظ کرلی (ج)

ہلالِ عید

(و)

عیدِ رمضان

جگ کہتے آج گھن پر دیکھے ہلال ساقی
سونئیں ہلال میرے مہہ کی مثال ساقی

چُک جائیں دیکھ شفق رنگ ریشم سو بیچ رقعہ
پڑیا ہے گھن پہ پرکر منج نہال ساقی

نوری ورق پہ لکیا خمار چرخ مُج تجہ
انگور کی کنواری سوں دے وصال ساقی

یک ماہ تھے مرا دل لالونیاں گگن کوں
دُھنڈ نو چند رپیالا پایا ابتال ساقی

تم شال انبر شفق رنگ کے اوڑا پ یغل تھے
دیتا صُرے ثریا دیکھ مج اتال ساقی

بھر بھر پیالے بھر بھر دواں پہ دور کر کر
مے سوں ملا کہ دیتا لب کا زلال ساقی

گلاں جو گلرخاں کے لالاں کرن کوں جگ مذھر
پھرتا لیکر کمل میں پیالا گلال ساقی

نابات شیر خرما پستے شکر ادھر دھر
کیوں روزے رکھنے سکیاں کر کر سول ساقی

سُن ہنس کہیاں کہ سوراں چاند اں یہ روزے ہی کہیں
جو پوچھتا ہے مے دے سٹ یو خیال ساقی

مے شرع میں منا ہے کر محتسب نہ کے تو
دے بوسے لب نمک ہوں کر مے حلال ساقی

صدقے نبی علی کے ہے مست الست تھے قطبا ۴۹۰ رتس پر دیا تو مے لب ہاں اب سنبھال ساقی
اسکے علاوہ شراب لب (ج)

(۲)

چندا عین عیدی بشارت دکھایا بھنواں سیتی ساقی اشارت دکھایا
چاند سے
ادھر کی مدکی گھر کوں کُلف تھا سو مکڑا سوکئی کیلی کھل دل عمارت دکھایا
ہونٹ شراب قفل کونجی کھولکر
چھپی تھی سو یک ماہ مدکی چھپیلی مشاطا ہو عید انگارت دکھایا
ایک مہینہ سیک شراب
صراحی سرو سرو سانی چھندا سوں پیالے رتن موج آرت دکھایا
کروں سیو یک چت سوں مد پیر کا میں کہ میخانہ کا منج اجارت دکھایا
دل سے پیر مغاں مجھے اجارہ
محمد نبی فیض تھے عید آکر محمد قطب کوں صدارت دکھایا
(ج)

(۳)

آیا ہے عید کا چند پھر چسرخ بام ساقی لیایا ہے آج کی نس خوشیاں پیام ساقی
چاند پر
مدعیش تھے پیا ہے رات روشنی دیا ہے لایا رات بالا سو خم کیا ہے لے توں سلام ساقی

بھر عیش کی پیالی دے منجکوں تو آلی — دنِ تیس کے ہلالی لیا سر بکام ساقی
مجھے

عشرت منجے دلا اب جوں خضر جم جلاب — پیالے مدن پلا اب آیا ہنگام ساقی
مجھے مثل ہمیشہ شراب کے

متوالے سب ملے ہیں جوں پھل چمن کھلے ہیں — اپ من منے ملے ہیں بھر بھر دے جام ساقی
متوالے اپنے دل ہیں

دل لبد زاہداں کے صوفی و عابداں کے — لے خرقے طاعتاں کے دے مدتوں مدام ساقی
مائل شراب

پیالے پیتے پلاتے بھر بھر صراحیاں لیاتے — مدپی ہوے ہیں ماتے متاں تمام ساقی
مدہوش

کھلے ہیں پھل چمن سب رنگیں ہوے ہیں تن سب — مدجام دے ہمن سب بھر بھر مدام ساقی
کھلے پھول ہم

قطبا کوں اب خدا تھے صدقے سو مصطفے تھے — اپ پیار مرتضیٰ تھے انپڑیا انام ساقی
سے سے سے حاصل ہوا انعام (ج)

(۴)

ننھا بالا نوا ناز کر آیا جیوں نوا چند — چندا مکھ پنھواں ریکھ لگایا جیوں نوا چند
چھوٹا نیا جس طرح نیا مہ رخ مثل ماہ نو

نکھار یکھ اُپر سیام بدل یوں گھن چھائے — سبھی لوگ نچھاد یکھے نپایا جیوں نوا چند
آسمان پر مثل

خدایا توں نکھار یکھ چند ادشٹ دکھا موج — یہی روز دکھلاوں لگا دیپایا جیوں نوا چند
نظر چمکایا

اچل چیر جھنا لال تلیں مکھ پہ چند رد یکھ بدل کون لے ہیں جھل مل ہو سہایا جیوں نو چند
ہوا رات اندھاری ہیں نچل جوت جگت مانے ۵۱۰ کہیں لوگ دیکھو دیکھو او آیا جیوں نو چند
اتم لوگ چڑن سیں لگاویں سو کہت چند سو میں پاؤں پڑیا ریکھ دکھایا جیوں نو چند
معانی سو نکھا ریکھ ہوا قبلہ نما تو کو اماماں کی دعا ئیتیں میں پایا جیوں نو چند
(ق)

۵

نس عید جلوہ گر ہو گئے دن صیام ساقی نو چند سے ساغراں میں بھر مے مدام ساقی
زہد ریا تھے بھو دن بدنام ہو رہیا ہوں پیالے پلا پریم کے کر نیک نام ساقی
مستی تھے اپ صراحی کرتی تھی سرکشی نت کرتی ہے جام کوں اب ہر دم سلام ساقی
تیس دیس کی خماری توڑن کے تائیں مجکو کم کم نہ کر تو دم دم بھر بھر دے جام ساقی

صدقے نبی قطب کوں انپڑیا ہے طہورا
کوثر تھے ساغر انپڑا صدقے امام ساقی
(ج)

(٦)

ابرو کا تم[1] رکھے سو عیدی کا ثمر ہے — او[1] چند دیکھت منج[1] میں غلامی کا ثمر ہے
عیدی کا سدا کرا دیا کرنہ کہو کوئی — او[1] صوم تجلی کی گھڑے گھر میں خبر ہے
سورج کا پیالا سجن ہت میں اہے بھر — کد بھی نو تہی ناہیں کون سر اثر ہے
یا خضر قدح ہے سجناہت کا پیالا — یا دست کی تاثیر یا عیسیٰ سا بشر ہے
شربت کے طبق دور نہ مجلس میں پھراؤ — مج[1] جام منے پھو کی نظر تھے سرا بھر ہے
عیدی کے دمامے طبلاں بجتے جگت میں — پیجن گھنگرو ناو کے گرجن سوا نر ہے
بج[1] خیال ہمن دل میں بنے جب تھی خیالوں — او نقش ہمن دل کے نین جیو میں بصر ہے
بازاں میں تمالے سو تہا باز ہوا ہوں — اب باز من[1] ناؤں تو چھیں[1] کی نسر ہے
بے دیں کوں سناؤنکو کوئی رمز پرت کا — عالم منے وو خوک لقا مردک خر ہے

---

[1] ن ۱ وتم - ن ۲ وو - ن ۳ مجہ - ن ۴ وو - ن ۵ مجہ - ن ۶ تجہ - ن ۷ جیا - ن ۸ ہس - ن ۹ تو چھو -

شوال کا چند آیا مبارک سوں قطب شاہ آنند کا سرا پیو کہ خوشیاں کی خبر ہے
چاند شراب (ق-ج)

(۷)

انبر سمدور میں بنسی نواچند کا سٹایا عید
آسمان کے سمندر نئے چاند

سو عشرت ہور انند منیاں پکڑے حد لیایا عید
اور ہیں نہ؟ لایا

گگن کا ہے محل بن تھام ہور بن طاق بندے کر
اسمان بے ستون اور بے باندھے

نواچند رو جر کا طاق بندے سو بندہایا عید
نیا چاند

سکل متاں دیکھت تس کوں شکر کا سجدہ کرناکر
سب دیکھکر اں

۵۳۰ نواچند کا نواحراب اسماں پر دکھایا عید
نئے چاند نیا

گگن گج کا نواچند دانت ہے تس کج اُپر چڑکر
آسمان ہاتھی نیا چاند اوپر چڑھکر

خوشیاں کے فوج سوں شہ گھر منے مہمانی آیا عید
کے ساتھ میں

ن معانی

جو خمخانہ کوں موندیا تھا روزیاں کے قفل کر ساقی
بند کیا روزہ
نوا چند کسلی سوں خمخانے کوں پھر تھے کھلایا عید
نئے چاند کی کوتجی سے پھر سے
رجھانے شاہ کے من کوں انند ہو ریش کے راگا
دل اور
نوا چند رکا چنگ لے چنگ میں چھند سوں بجایا عید
نئے چاند
جنت بن میں کھلیں جوں پھول کلیاں رحمت کے شبنم تھے
کے باغ جسطرح پھول کی کلیاں اسے
سکیاں گل لاگ ادھر کلیاں کوں مدسوں تیوں کھلایا عید
گلے لگ کر ہونٹ کی کلیوں کو شراب سے
نبی صدقے قطب کے دشمناں کوں کاٹنے گھنس جوں
گھاس کیطرح
نوا چند کا بلی خنجر پکڑ کر ہت میں آیا عید
نئے چاند کا ہاتھ (ج)

(۸)

خورشید مکھ اُپر دسے ابرو ہلالِ عید — اُس ابرواں کوں سجدہ کیا ہے مصالِ عید
خ پر نظر آئے ان کو
خرم خوشیاں سوں شکوے کی سیو یاں بھری پری — ساقی پلا پیالہ کہ آیا ہلالِ عید

تج خندہ کا شکر دے منجے شیر خرمے میں
شربت پلا ادھر سیتے کھلیا گلال عید

لیا یا شراب گھر تھے یوں عید کا خبر
چھٹری کی کستواں کرو آیا ہے لال عید

طرے کے لال تاریاں تھے جو تا شراب لال
جوبن بھٹی چڑاؤ کہ پایا ز لال عید

دیاں کے بیج پیرتا ہوں اس مونٹ باغ میں
پھولاں پھلاں سو پنجا ہے اتم نہال عید

رستم نہ کھینچ سکے ترے بھنو کمان کوں
پلکاں کے تیراں ستیں پھنکایا ابھال عید

مکھ پر گمٹ چڑانے بکٹ کا گمت منے
توحسن بھار میں سہے سو کے کا ڈھال عید

ماچین و چیں چتارے چھند اچیں تھے باز ہے
نج ہار کے کندن تھے سو لیا یا مال عید

تا نے ازل تھے منج یہ گگن رنگ کا چھتر
پیاریاں پریاں سو ماوے آپر اور مال عید

صدقے نبی کے سو چند رتا اچھے گگن
پت میت سوں قطب کرو تا لوک سال عید

---

(۹)

ساقی، ہو عید آیا دیکھ خیال موہنیاں کے
مے لیا یا کر نے نیناں متوال موہنیاں کے
لایا آنکھیں متوالی
شیر خرما، قند، بدامان، پستے، جیواں ملا کر
صنعت سوں کیتا صانع لب لال موہنیاں کے
کے ساتھ کرتا
ڈھل کانوں تھے گلائی گالاں پہ لال لالی
سے
لینگے چھنداں سوں موتیاں اتھ ڈھال موہنیاں کے
سے
کیوں رشک مین نہ آویں دیکھ عاشقاں رقیباں
۵۵
ہو جھلنے جو بناں پر کنٹھ مال موہنیاں کے
ہار
لکھ لکھ الک سرک سٹ، دیکھلائے فن سوں تل تل
لاکھ زلف میں پیچ شکن ڈالکر
تو نیڑے خیال پنکھی دیکھ خال موہنیاں کے
گرفتار ہوں کے پرند

سولہ سنگار کر سب جب لٹکتیاں سو ہرنیاں
ناز سے چلتی ہیں
سن نادر بیج آئے خلخال موہنیاں کے
آواز
جگ میں چلیں لٹکتے ات چاتورائی سوں سو
چاتری شوخی
کبکاں ہنساں گیساں سکھ چال موہنیاں کے
سیکھ کر
صدقے نبی کے قطب امے لال لال پیالے
بھر پیو لے پیالے کر لال موہنیاں کے (ج)
پیا

(۱۰)

عید سیوی لیا پیا خوشیاں انند — اس انداں سوں کریں خوباں انند
لایا
رنگ بھریاں کسوت کیاں ہیو رنگ رنگ — کرتے ہیں تس رنگ تھے متاں انند
سے
دیتے ہیں ساقی عروساں چھند کے — عاشقاں کوں نقل او ادھراں انند
بہت
سرو نمنے باغ و بستاں میں سکیاں — جب ڈلیں چھب سوں کریں چمناں انند
ہونٹ
کی طرح سے

شاہ کے مکھ سور تھے پایاں ہیں سب چند تھے جوں تارے تیوں ناریاں انند
رخ آفتاب جیسے سے چاند سے جسطرح اسطرح
تج سہاتا ہے سدا اے خوان عید ۵۶۰ تیری عیدی تھے کریں شاہاں انند
تجھے زیب دیتا

قطب شہ دایم علیؑ کا داس ہے
سے

جم کریں شہ عید تھے عیداں انند
ہمیشہ سے (ج)

(۱۱)

روزیاں کا عید آیا ہے بہو چاؤ ہور بہومان سوں
روزوں بہت اور بہت

ساقی پلا مد عیش کا اپ حسن کے پرمان سوں
شراب

مُنج تائیں مد کا شیر بس ہور اُس میں خُرما ہونٹ کا
اپنے میرے لئے

نابات اپ بوسے کا دے اے شہ پری ات گیان سوں
شراب اور

مدخانہ عشرت کا کھلیا بہتا پون آنند کا
اپنے شراب

خوش بھید ہے مل پیواں مدجیو کے جانان سوں
ہوا پینا شراب دل

سکیاں سنگاریاں ہیں اپس پیو عشق کے رنگاں سیتیں

اُس کے بڑے ہیں بھاگ جس کوں شہ منگے دل جاسوں (سے)

عید آ کے مُکھ جھمکایا اب چونپ دل ہیں لائیا (لایا)

سنگار ہیں اُپجائیا ناریاں ملیاں سو جان سوں

گُن عید کا گاتیاں سکیاں پیو رُپ کیا راتیاں سکیاں (ملی ہیں)

سائیں کے من بھاتیاں سکیاں ناتیاں ہیں پیو دھیاں سوں (گاتی ہیں کی کے)

صدقے نبی کے قطب شہ کوں عید سُکھ دن دن اچھے (دل)

جب لگ چندا ہور سورہے ہے عیش مج فرمان سوں (کا رہے)

چاند اور سورج میرے سے (ق)



(۱)

خبر بکرید خوشیاں سیتیں میرے تائیں لیایا ہے
خوشیوں کے ساتھ لئے لایا
خوشیاں اوپر تھے قربانی ہونے بکرید آیا ہے
سے

اے مجلس عید دیکھت عیش ہور خوشیاں سیتیں دایم
یہ کی دیکھکر اور سے
انداں راگ کوں آلاپ کر بہوگن سنایا ہے ۵۷۰
بہت

گلالی پھول منج مجلس تھے رنگ پاکر سہاتے ہیں
میری سے
کہ ساقی اپ نین پیالے سوں مدے منج رچھایا ہے
اپنی آنکھ کے سے شراب دیکر مجھے
سہیلیاں اپ سنواریاں ہیں پریم کیوت کے رنگاں سوں
خود کو جامہ محبت سے
کہ بکرید آکے سب جگ میں طبل عشرت بجایا ہے

سکیاں منج مستی کیاں ماتیاں عشق کا کھیل منج سہتا
میری کی ماتی مجھے زیب دیتا
جگت اے عشق کوں دیکھت اچنبھا ہو لبھایا ہے
اس

منجے چوندھر انداں ہور خوشیاں کا گر جنا سُہے
مجھے چاروں طرف اور
تو مستی عید کا سر پگ پہ رکھ مومن منایا ہے
قدم میرے دل کو
نبی صدقے قطب شہ کوں سُہے جم عید مستانہ
زیب دے ہمیشہ
کہ میرے بیس اُپر ایم چتر شاہی سہایا ہے
سر (ق)

(۲)

خوشی خباں سنایا عید بکرید — کہ قرباں ہونے آیا عید بکرید
کھٹکتا مرغ دل کے بوستاں میں — طرب مطرب کوں لیایا عید بکرید
نگہ غمزیاں سوں کھینچا منج کوں ساقی — اپن سُدبُد گنوایا عید بکرید
خدایا کعبۂ مقصود دکھلا — دلیلِ رہ دکھایا عید بکرید
نہ کر غصہ شکایت عشق پیچھیں — خُرم دُکھیں نپایا عید بکرید
جکوئی ہے عشق میں ثابت قدم او — پرت میں اُس جھایا عید بکرید

معانی کے بچن بستاں تھے لے گل
بچن کے
ہر اک گل تھے سہایا عید بکریدُ
سے (ق)

(۳)

ہویدا بھی ہوا جوں جان بکرید — کیا سب جگ کوں آباداں بکرید
پھس مثل
جتے شہ کے دندیا تھے جگ میں سکوں — کیا ہے شاہ پر قربان بکرید
جتنے دشمن
جنت میکی سوالواں نعمتاں سوں — کیا تازہ جگت کا جان بکرید
میں کے؟
ہوا بھر پور جگ کا مین ہور مَن — بچھایا ہر طرف یو خوان بکرید
آنکھ اور دل
خبر لیایا کہ حق شہ کوں دلایا — حیات و بخت جاویدان بکرید
لایا
بھرائے بزم ساقیاں مدمدسوں — کہ ہے مستان کا مہمان بکرید
شراب
نبی صدقے قطب لک برس جی توں
لاکھ
کہ تج تھے پاوے نت جیوان بکرید
تجھ سے ہمیشہ (ج)

(۴)

اُتم بکریدآیا جگ ہوا خوش اپنے من میانے
دل میں
گھرے گھر عید ہووے آج سارے ترہوں میانے ۵۹۰
ہر گھر میں تینوں عالم میں
سکل غلمان ہور حوراں ملک اس عید سوں خوش ہو
سب اور سے
بھرائے آج دن مجلس خوشیاں کی سرگ بن میانے
جنت کے چمن میں
چندر بھر پھول تاریاں کی رنگیلی اوڑلے چادر
چاند
لگا سینے کنک عنبر لگا ڈلنے کوں کھن میانے
آسمان میں
کرن زرتار کی پیرن سورج پن دور دھلکا کر
شعاعوں کی پیرہن پہن کر
ادک جھلکارسوں نکلیا جھلک نوری برن میانے
خوب منور ہوکر نکلا جسم اں میں
سہیلیاں آج یوں شہ کیاں رنگی کسوت میں سہیلیا ہیں
کی
کہ یا رنگ رنگ کھلے ہیں پھول چمناں کے چمن میانے
کے میں

اُلالیاں سوں جوانی کے تَوَل شہ سوں رلیاں آنے
نئے بادشاہ کیساتھ عیش کرنے کیلئے
کریں لک چھند بند تِل تِل تین کے یک سین میانے
ہر لحہ کے لئے
مدن کا مے پلا شہ کوں چمن کی چاکنی دے دے
بوسہ لذت دے دے کر
ادک متوال کر شہ کوں کیاں خوش مے مدن میانے

پَون عشرت سہا وا یو لطافت شاہ کا دیکھت
ہوائے یہ دیکھکر
ملک حوراں چندر سورج رہے کم ہوا پن میانے
چاند
نبی صدقے قطب شہ کوں دعا پنجتن کی ہے دایم
تو نت آنند سوں کرتا ہے شاہی سب دکھن میانے
ہمیشہ اطمینان سے میں (ج)

(۵)

شہا بکرید ہے سالم دَرِیجن تج پہ قرباں ہے
تجھ پر سے
دھرت خوشدل گگن خوشحال جگ سب شاد خنداں ہے
زمین آسمان عالم

توں ابراہیم کا فرزند تجے تج دوستاں سوں مل
تو ابراہیم قلی قطب شاہ تجھے اور تیرے کے ساتھ
جو اسمٰعیل کوں حق پیار سوں دایم نگہ واں ہے ۶۰۰
سے
علیؑ کا باگ توں تج جھل جھلاٹ ہور دھاک ہور ڈر تھے
شیر تو تیری جلال یا رعب اور سے
گگن کے باگ کوں تج پر کیا مرکھ قرباں ہے
آسمان شیر (اسد) کو تجھ پر سے
خدا تج کوں دیا عیدی یو ہندستان سالم کوں
تجھ یہ
تو دن پر دن قیامت لگ ملک تیرا اباداں ہے
روز بروز تک
جکوی تج سات یک چت نہیں سو دشمن ہے محمدؐ کا
جو کوئی تیرے ساتھ دل
جو دشمن ہے محمدؐ کا سدا خوار ہور پریشاں ہے
اور
توں موسیٰؑ تج کھرگ موسیٰؑ عصا تج مکھ ید بیضا
تو تیری تلوار کا تیرا چہرہ
توں عیسیٰؑ تج ترنگ ہے سوز ہور اسمان میداں ہے
تو
ہے جم داود ی الحاں تج بزم میں جم جم (؟)
تیرا گھوڑا سوج اور
(داود دے ؟) تیری
انداں پر انداں پر انداں پر انداں ہے

دیا حق تج حکم تل سب پری ہور دیو وحش وطیر
تیرے کے تلے اور

سو جن ہور انس عنصر چار وساچا توں سلیماں ہے
اور سچا تو

سٹیا تیرا کھرگ دشمن پہ پر تو تو رگت میانے
ڈالے تلوار خون میں

ہوا دشمن کا تن سب جوں عقیق ہور لعل مرجاں ہے
مثل اور

دعا کرتے اُسے سب جگ جکوئی تیرا دعاگو ہے
جو کوئی

ثنا کرتے اُسے عالم جکوی تیرا ثنا خواں ہے
جو کوئی

نبی صدقے خوشی گھر گھر انندی ٹھار ٹھار اے قطب
اطمینان جگہ جگہ

ترے گھر میں ہزاراں سال لگ بکرید مہماں ہے
تک (ج)

۶

دن آج کی بکرید کا سب جگ میں رجحان ہے

۶۱۰

گھر گھر خوشیاں عیشاں انند مہمان پر مہمان ہے

ریگاں بدل سیخاں سہیں تارے ٹکے لذت بھرے
بادل

کر دل چند اسورج اگن گا نور سو اسمان ہے
چاند آگ

بادل سے سُفرے کے اُپر جوڑے جنت کیاں نعمتاں
کی

سو اس کندوری کوں دیکھت ترلوک سب حیران ہے
دیکھنے یا دیکھکر

یو عید قربانی اپے قرباں ہوی سہیلیاں اُپر
خود

تو اس سبب اس عید کوں سب جگ میں ایتا مان ہے
اتنا

یا موہنیاں سنگار کر پھرتیاں لٹکتاں دھرت پر
پھرتی ہیں لٹک کیساتھ زمین

یا کھن اُپر تارے سہیں یا کھیلیاں بستان ہے
آسمان زیب دیں

کوئی گاتی کوئی آلاپتی کوئی ہنستی کوئی ناچتی
کوئی پیتی کوئی پیلاتی کوئی سرخش کوئی متان ہے

صدقے نبی کے قطب کوں قایم اچھو شاہی انند
ہے

جب لگ دریا میں نیر ہور انبر اُپر چند بھان ہے
(ج) تک پانی اور اسمان چاند سورج

(۷)

سنگار کر اضحیٰ چلے سو نور انواراں بھرے
پھل سور طوا کن لگا تر جگ میں جھلکاراں بھرے
سورج
خوش عید عشرت شہ کے گھر لیاے دیکھ اس شہ ہت لیکر
لائے ہاتھ میں
لا گل گلے لا مشک عنبر جو بھیر مہکاراں بھرے
مے لب توں لبدا زمیں لے بوسے پھل بھانے میں لے
تیرا
مد پیالے میخانے میں لے چو طرف میخواراں بھرے
شراب
چندر مکھیاں پی جام اول تا رے لیاں نقلاں بدل
مہ رخاں
مست ہو پھریں یوں شہ اگل سوراں کے جوں بھاراں بھرے ۶۲۰
کے ہمانے ہو جوں جبطرح
تو قطب گھن زرکش ہو کر طبلے سورج رکھ چرخ پر
آسمان
کرناں سے تاراں کھینچ کر ستاریاں میں زرتاراں بھرے
شعاعوں ساڑیوں

پیو سات کیساں ہو اپنے جیو سات قرباں ہو اپنے
پیالے کے ساتھ خود جی کے ساتھ
تسلیم کر اسمٰعیل اپنے تو رحم گلے ہاراں بھرے
خود
حضرت نبی صدقے تھے بل یا قطب کہتا یو غزل
سے لکھتا یہ
آنند سوں سن لا عید گل کے پر گہر یاراں بھرے
(ج) (؟)

(۸)

بکر ید عید آیا صلوات بر محمد — آنند علم اُچایا صلوات بر محمد
خوشی کا بلند کیا
جیکچ مراد میرا دل میں جو تھی خدا تھے — وو ہی مراد پایا صلوات بر محمد
جو کچھ سے
بارہ امام پنج تن کا مہر جسم ہُما ہو — منج سیس چھانو چھایا صلوات بر محمد
میرے سر
میری خوشیاں کی بیلاں کھن مندوے چڑو کر — جبرئیل ورد لایا صلوات بر محمد
آسان چڑھیں کر کے
یک دھیان ایک چت سوں دل ہور جیو میرا — حیدر سوں صدق لایا صلوات بر محمد
دل سے اور سچ
دشمناں کی ذات کوں سب یک دھیر یو ہی کرید — دُکہ آگ میں بھونایا صلوات بر محمد
ایک طرح دکھ کی بھنایا

صدقے نبیؐ کے قطبا خانانِ محل میانے

۶۳۰ میں

عشرت پکڑ بسایا صلوات بر محمدؐ

(ج)

(۹)

عشرت کے پھولاں کا یوں لیا یا بسنت بکر یدسوں
لایا کے ساتھ
سب رنگ بھریاں کے من کے تئیں بھایا بسنت بکر یدسوں
دل کے لئے
اس باس کی جھلکاروں آیا بہار اس جگ منے میں
سے
آنند پھل جگ باغ اوپر چھایا بسنت بکر یدسوں
کے پھول کے
سب بن ہرے انبر منن پھولاں تارے کھل رہے
آسمان کی طرح تاروں کی طرح
زہرہ سوں منگل ساز کر گایا بسنت بکر یدسوں

کھلتی کلیاں کے ہونٹ ہلتے ہیں جو نازک بھید سوں
سے
کرنے صفت شہ کھیل کا آیا بسنت بکر یدسوں
کے لئے کے

سُندریکیاں پر رنگ شہ میلے تو آنکھ تل یوں دسے
آنکھ کی تل اسطرح نظر آتی ہے
سوج ستاریاں پر کرن بایا بسنت بکریدسوں

عشرت بدل امرت پھوی چھڑکیا ہماری بزم میں
کے بادل آبحیات کی پھوار چھڑکا
منج دل چمن میں سُکھ برگ لایا بسنت بکریدسوں

یک ٹھارمل آئے بسنت بکریدحضرت دشٹ تھے
جگہ کی نظر سے
قطبِ زماں آنند سُکھ پایا بسنت بکریدسوں

(ق)



(۱)

نورانی نوروز نوراں سوں آیا — حمل حسب حالاں لے حضرت تھے دھایا

ج جگا جوت جگ میں دھجل کا زھم جھم — چمن جوگ چندر من جاگ جگایا

م مدہر مدمستی ہیا سوں منوہر — مدن من کی مجلس میں مُنہر منڈایا

ک کدم کر سو کستور کُستم کلاکر — کنٹی کویلاں کا مناگن گوایا

ہ ہوا ہے ہوا ہر طرف ہر جنس کا — ہوس سوں ہری بن ہزاراں ہلایا

س سہیلیاں سو ہاتاں میں ہاتاں سہایا — سہیاں صف ستارے ثریا سہایا

ق قرب سوں قطب شاہ قدرت قدر سوں — قضا قوس تھے قاف تا قاف پایا

(ج)

(۲)

نوا نوروز نورنگ جوں کلیاں کلیاں کھلایا ہے

بندا ناریاں کوں پھل پتڑیاں کمل کنجو کیاں ملایا ہے

سُرنگ پھل پیالے شبنم سوں دھولامے بھر گلالی تس
خوشرنگ کے پھول دُھلا

سبز رنگی نہالاں نو رنگیاں ہت دے پلایا ہے
ہاتھ میں دیکر

دیسیں جوں بلبلاں تلتل تلاں ناریاں کی نرگس پر
نظر آئیں شل

پرم مے پرلاں دے تن کوں جیواں دے جلایا ہے
روح دیکر

ترو تانے طراوت سوں کمل گلال ناریاں کوں
سے

بنداون تافتی ہر یئے اُپر پھولاں پھلایا ہے

بھونر پھولاں کے بچھڑی ہیں مو کالاجوں کے کویل ہو
شل

ہری ڈالاں اُپر پھر پھر سندر پھل کر جلایا ہے

چلانے تھے بھنور کے بھر رہے سرون ہمن کر کہ

کلیاں مکھ موڑیاں سوں پھر خدا یکجا ہلایا ہے ۶۵۰

کچیاں کونلیاں کنوا نریاں ناریاں کلیاں کوں نوروز آیا
کچی کونلی کنواری ناری (عورت) کلی

محمد صدقے قطبا کوں انداں سوں ملایا ہے

(ج)

(۳)

سر تھے نوروز بشارت لے خوشیاں سو یوں گھر آوے
پھر سے کی اس طرح
تو حمل برج میں اپنا سو شرف عزم دکھاوے

مو اُمیداں کے انند پھول چمن من میں کھلے ہیں
میری دل
گھنگرو وال بال پیالے منے مد بھر کے پلاوے
میں

سبز صورت سو سبز باغ میں سُہنتی گھن اچل سوں
آسمان کے
کوکلاں نادسوں چوندھر کھینچنی پیاری نچاوے
کوئلوں کی طرح کینچنی کسبن

چنگ کرتا ہے پیالے وصراحی کوں سلاماں
روم تاراں سیتیں مطرب اپے چنگ چنگ بجاوے
سے خود

سرو قد ساقی جو بنیاد کرے ناچن کی
ناچنے
پریاں حوران سیتیں ملکر سری راگاں سیتیں گاوے
سے سے

آئی مشاطہ نگارن ہونگاری پری تائیں
میری کے لئے
قدرت اس ہونٹ مٹھائی تو نبات اُس کیاں کھلاوے

نبی صدقے قطب ایسی کرے نوروز رنگیلی
آبِ کوثر خدا حضرتؐ کے ہتوں منج کوں پلاوے
ہاتھوں سے مجھ

بسنت



دُوسری عید

پوریوں کی عید

درشنی ہو آئی ہے پوریاں کی عید — شہ درس دیکھت ہوی حوریاں کی عید
درشن لانے والی — کا درشن
شاہ درس سیتی گمتیاں کا مینا — دید پر ہے دید منظوریاں کی عید
کے درشن سے عیش کرتی ہیں
شاہ کے مکھ سورسوں ہر دم حضور — نت نویلیاں ناریاں نوریاں کی عید
رخ آفتاب سے
وصل کعبہ کر پھریں سب آس پاس — شہ کی بھیٹن سوں ہے متوریاں کی عید
ناریاں جگ پر چمن دے شہ کرو — لعل ادھر پیالیاں سوں مخموریاں کی عید
لعل خوباں بنب جب اُماں جو پائے — تب تھے ہوی جگ میں کندوریاں کی عید
بوسہ — ہونٹ
سے

مصطفےٰ ہور مرتضےٰ کی دشٹ تھے — اور نظر سے
قطب شہ تھے ناریاں گوریاں کی عید
سے

اِتبار (اتوار) عید

قربان ہونے شہ اُپر آئی اہے اتبار عید
عشرت کیے پردے لیا رچے مہترسوں شہ کے دار عید

گھر گھر خوشی ہور عیش کا پنچر ہوا بھوت ہاتسوں
ہے آج جگ خوشحال سب ہوئی ہی ٹھاڑے ٹھار عید

امید کے سب ملک کا سلطان ہے توں تو تجے
مطرب انند عشرت ندیم خط داس ہے ہور یار عید

مد شوق کے پیالے پیتے مستیاں کو سب مستان کر
دے نقل تلتل ذوق کا یک دل سوں یو خمار عید

قدیماں سیھیں اسمان کے مہمان ہو شہ گھر آئے ہیں
جگ میں اچنبا ہور ہیا دستے ہی یو اوتار عید

بندے ہو کر بندگی سیتی پائی بڑائی جگ منے
پکڑے ہے نس دن شاہ کا یک چت سیتی دربار عید

صدقے نبی کے قطب کوں لبدالے کر اپنا کرے
۷۲۰
عشرت انند کے چھند سوں یو چھند بھری چونسار عید

(ج)

سُکھ بلاس کی عید

سدا ہوے شہ بزم میں نہہ انند — کہ دولت ہے اس شاہ کا بھو بلند

سنوارے گگن سے رنگیلے محل (عشق کا) — رتن جوت جھلکے کہ یا سو رچند (بہت)

سجن کے جشن میں سورج سے بھگت (جیسے ہو) — دکھاویں عجب ویسے سوں چھند بند (سورج چند)

سبھی ساز بجتے ہیں گُن بھید سوں — پہنچتے ہیں اُس ساز تھے جیو کے چھند (نظر آئے)

گرجتے ہیں اُس دھن تھے سا توں گگن (سے) — جگت رقص کرتا نین کچ (دل سے نکلتے) گزند

نہیں بزم اس ساز کا ہور کیں (سے) — نظر نا لگے تیوں سٹو اگ سپند (آسمان) (کچھ)

(طرح) : اس طرح ڈالو آگ میں

نبی صدقے قطبا کرے سُکھ بلاس

کہ دایم اچھو عید کی تیوں انند

(رہے) اسی طرح (ج)

عید

عیداں کیاں میں خوشیاں سب ہی اس عید میں
سالاں کے غم بھانیاں سب ہی اس عید میں

فتح و ظفر ہو ریش ہے اس دن منے
نوراں کی ہیں کلیاں سب ہی اس عید میں

ایسی خوشیاں پر لکھ گہر نیوازماں
روشن ہوا ایماں سب ہی اس عید میں

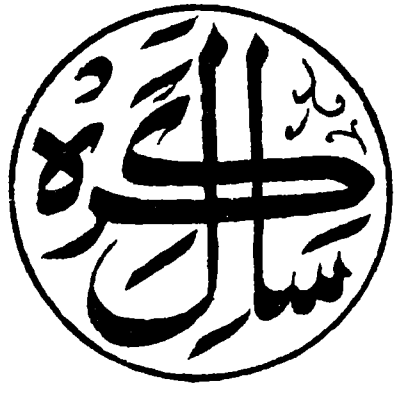
چند اسورج لیتے جھلک اس دور میں
پائے شرف پرجاں سب ہی اس عید میں

جھاڑ سو کیاں کوں لگے پھل عید تھے
گوہر بھرے سیپیاں سب ہی اس عید میں

اس دیس میں کوئی غم نشاں پاتا نہیں
رقصاں کرو ذوقاں سب ہی اس عید میں

قطب زماں کے سب گناہاں بخش الٰہ
پکڑیا علیؑ داماں سب ہی اس عید میں

(ق)


سارة

(۱)

خدا کی نظر تھے برس گانٹھ آیا — کریم کے کرم تھے برس گانٹھ آیا
سے سال گرہ

محمدؐ کے میم تھے مدد مانگ کر میں — علیؑ عین عادل علم کوں اُچایا
سے

الف آسماں آسماں گیر بند کر — حسنؑ نور حسینؑ حسن جاگت دُلایا
بلند کیا

قمر قاف قبّے اوپر جگ جگایا — پرم پی کا پیالا پیا منج پلایا
باندھ کر اور

گلاں گاف گل گوند سہرا سنوارے — حمائل سو ہے حمد کا حق نہ پایا
عشق یار دوست نے بھیجے

تو ہی ہستی کا ہانس منج گل نہ باکر — نبیؐ ہاتھ نا بات نیکا چکایا
گوند کر ۴۰

صدق صاد کا صبح صادق صفا سوں — قرب قطبؑ کوں قاف قاسم دکھایا
تب ہی سنہلی میرے گلے پہناؤ سے اچھا

(۲)

نبیؐ کی دعا تھے برس گانٹھ آیا — خوشیاں گی خیر کے دماے بجایا
(ج)
سے

پیا ہوں میں حضرت کے ہت آبِ کوثر — تو شاہاں اُپر مجھ کلس کر بنایا
ہاتھ

مرا قطبؑ تا ہی تاریاں میں پھل (نہجل) — تو مجھ پر فلک رنگ کا چتر چھایا
اوڑھنی پاک

ا سلطنت گولکنڈہ کا شاہی رنگ نیلگوں تھا۔

فلک دور منے سو منڈپ اُچا کر — جڑت سب تارے سو اُس پر جڑایا
مانند

کلس دستے تھا ناں اُپر چند سورج — وو جھلکا رنوراں سیتی جھک جھکایا
دکھائی دیتے ستونوں پر چاند — وہ سے جھک جھک کرنا چمکنا

سورج چند اپے تال ہو کر بجینت — منڈل ہو فلک ٹم ٹمایاں بجایا
چاند

کرے مشتری رقص مجہ بزم مینت — برس گانٹھ میں زہرہ کلیان گایا
گرہ

کلیاں عشق کی مجہ ہیئے میں کھلا کر — پھولاں غم کے دل بو ساں تھے گنوایا
سے

مرا گلستاں تازہ اُس تھے ہوا ہے — مجہ اُس باغ تھے میوہ دم دم کھلایا
دل ۵۰ سے

دندے دشمناں کوں سو یک جا ملا کر — سو اسپند کے پا تراں کر نچایا
کو

خدایا معانی کی امید بر لیا
لا
کہ جیوں سانت کے منہوں تھے جگ سکھایا
منہہ سے دنیا (ق)

(۳)

خدا کی رضا سوں برس گانٹھ آیا — ہمیں شکر کرتوں برس گانٹھ پایا
سے گرہ ہزار تو گرہ

دعائے اماماں تھے مجہ راج قائم — خدا زندگانی کا پانی پلایا
سے میرا — آب حیات
نبی کا دعا ہے منڈپ سیں اوپر — اماماں دعاسوں طنابا بندھایا
سر — کی سے
گل مصطفےٰ سیتی سیرا گندھا کر — مجہ اس گل کا سیرا حمایل پنایا
سے سہرا — سہرا پہنایا
دعائے علی تھے سراجی چڑھا کر — اپن سایہ سوں سایہ باں مجہ پہ چھایا
سے — اپنے — مجھ پر
ہر یک روم کی جیب سوں شکر کرتوں — کہ تجہ بھاگ تارا شرف سوں نپایا
رواں زباں سے — تیری قسمت
معانی محمد صلواۃ کرتوں — کہ توں داس پن تھے جگت میں سہایا
غلام سے

(ق)

(۴)

نبی نانوں تھے پھر برس گانٹھ آیا — نوے فتح خبراں شہاں کوں سنایا
نام سے — نبی کی کو سنایا
نبی کی غلامی تھے ہے تاج تج سر — شہاں تاج پر تاج تیرا سوہایا
سے — تیرے — سہایا
پھولاں کے منڈپ ہور گانڈے کے تھانبا — کہ ساتوں سہیلیاں سوں منڈپ اچایا
پھولوں گنا کھم — اٹھایا
گلالی پھولاں کا بندے سر کوں سہرا — او پھولاں جڑت قرص حمایل پنایا
باندھے وہ — پہنایا

قطب تارہ دکھلائے قبلہ کی باٹ — اِسے ہے بس شرف قبلہ جگ کوں دکھایا

قطب تارہ قطبا فلک کا کلس ہے — سبھی تاریاں میں نکٹ ہو دپایا

چھتر کا کلس سو رسیلی نواچند — سو اُس کا جھلم نور جگ کوں جگایا

کلس کا ہے جھلکارو جگ کا سورا — فلک آپ منڈپ ہو حواں نچایا

سورج چاند تارے پھرے کھول کھولاں — فلک تال مندل گرج کر بجایا

خریج زہرہ کے پھول ہور پان کا — عطارد کے لکھنے میں ہرگز نہ آیا

گلالی کلیاں کھلیاں دل باغ میں — ،،، کہ باقی پھولاں کی رتناں کوں گنوایا

تمن آرزو تھے ہے دل باغ ہریا — انا راں او گل تار منج ہت دلایا

کیا دشمناں کی نظر چاک چاک — کہ جیوں چاک گاڑی کے نمنے پھرایا

خدایا قطب شہ کوں رکھ اپ پناہ
برس گانٹھ تج یاد سیتیں گنایا

(ق۔ ج)

(۵)

حبیب حق تھے برس گانٹھ دیس آئے آج — علیؑ کے مہر تھے مجلس سو کچ کچائے آج
سے سالگرہ کے دن سے
رحیم انبر کوں تاریاں سینے سنوار یا سو — منڈپ پھولاں کا محمدؐ کے سر اچائے آج
آسمان سے محمد قلی اٹھائے
سو لکھناں سو لکھن گھڑیاں میں امرت بھر — ہیلیاں جھاڑ خضر نیر سو پلائے آج
سعود
جو سہرا میم محمل کا سر چڑا میرے — علیؑ کی لے کی حمائل منجے پنائے آج
مجھے پہنائے
سنے کے صدا و پر پھول گیند جوبن کے — ہزار چھند بنداں سوں سکیاں سو چائے آج
سینہ پر سے
صراحی سنبلہ ہور مشتری کا لے پیالا — سہیل ساقی ہو منج مد پلانے دھائے آج
اور مجھے شراب
فلک طبق میں ملک نقل بھر تاریاں کا — چکھاونے منجے آنند سات لیائے آج
۸۰ چکھانے مجھکو لائے
سو لال گال طبق میں سکیاں عمل نہ بھر — سو شہ سجان کوں ہو چھند سو لیا کھلائے آج
ستاروں بہت سے لاکر
گگن طبق میں سورج چاند کے سو کا نسے دھر — کہ زعفران و مشک رنگ رنگ بھرائے آج
محبت
نچھل دل کا جھلک جوت جگ میں یو دیسے — کہ تارے چاند سورج بھر کے جوت پائے آج
آسمان کے نظر آئے

فلک بدل کے منڈل کر ملک لے سورچند تال — نچا تارکیاں منج کوں جم ریجھائے آج
(بادل) (سورج) (مجھے)

ندی رو ماولی موتیاں کی آرتی بھر کر — سو زہرہ مشتری کے ہت پلا دلائے آج
(کی) (ہاتھ سے)

سدا ہے داس محمد قلی محمدؐ کا — علیؑ کے مہر سیتی سُک انند پائے آج

نبیؐ کے صدقے قطب منگ مدد علیؑ کن تھے — سو میزبانی برس گانٹھ لکھ گنائے آج
(کے پاس سے) (رکھ) (ج)

(۶)

گھڑی امرت منے ساعت سُلکھن دیکھ اختر سوں
(میں) (مبارک)

گنائے ہیں ملک شہ کا برس گانٹھ آج مہتر سوں

محلاں میں ہر یکیس جا دیا خوش زیب و زینت لیا
(ہر ایک) (لا)

چنارا ہو عطارد آچتر ہر یک بچتر سمندر سوں
(مصور) (تصور آثار)

کریں مل رقص آحواں ہر یک نرمل چندر سوراں
(چاند) (سورج)

جھلکتے ہر طرف نوراں سوتن ابھرن کے جوہر سوں

سو مل آ مشتری زہرا جو لیکر چنگ نوچند کا
نئے چاند
اُتر کھن تھے امنگ سوں آجاویں راگ کنٹھ سروں
اسمان سے سے
سو دیکھ حیران ہو سارے گگن کے سب رہن ہارے
آسمان رہنے والے
اپس سُد کھو کہ بچارے نجھارے نین عنبر سوں
اپنا کے آنکھ
مہکتی ڈور پرل بھر زمیں اسمان سب یک سر
دماغ ہو تر جگت کے تر عنبر ہور مشک عبہر سوں
تینوں عالم اور
علیؑ اثنا عشر سوں مل دعا کر قطب شہ تج تئیں
تیرے لئے
گرہ بائے بسا سو کا نبیؐ کے اسم اچھر سوں
(ج) ڈالے کے حرف

(۷)

ملایک عرش پر شہ کیاں برس گانٹھاں گناتے ہیں
کی
سماں سا تو محل میانے بدل فرشاں بچھاتے ہیں
ساتوں میں بادل کے

کرم کر پنجتن بارہ اماماں چہاردہ معصوم

برس لکھ کی برس گانٹھ آج اپ چاواں سوں پاتے ہیں
اپنے

سدا جگ میں جیو وشہ کر سکل حوراں کیاں سجدہ
زندہ رہو سب

ملک آمین کہہ کہہ سب دعاسوں ہت اُچاتے ہیں
کے لئے ہاتھ اُٹھاتے

مکت مصحف کے تارے ہو رہے خوباں کے مکھ پر کی

برس گانٹھاں کی گانٹھاں ہو دو جگ میانے سہاتے ہیں
میں

سورج چند آئے مہماں ہو کہ مہمانی ہوتی شہ گھر
چاند

خوشیاں سوں ناچتیاں بجلیاں بدل عشرت کے چھاتے ہیں
بادل

ابھالاں میل کر آنے لگے چھنداں سوں چو ندھر تھے
بادل ل ساتھ چاروں طرف سے

کہ یا انبر کے سینے کوں ملایک مشک لاتے ہیں
اسمان

قطب شہ کوں میا کر کر دیا سوں پنجتن دایم
کے ساتھ نجت کرم سے

حیات ہور نجت دولت سوں خضر نمنے جلاتے ہیں
(ج) اور سے کی طرح

(۸)

خدا ہور مصطفےٰ کی دشٹ سوں آیا برس گانٹھ
بسا سو برس گانٹھاں کا خبر لیا یا برس گانٹھ

اور نظر سے لایا

بڑائی چودہ اماماں ناواں سوں منج ہندو سیرا
نبی دولت تھے عالم کوں مرحبا یا برس گانٹھ

نام سے مجھے باندھو سہرا سے

سہیلیاں مل گلالی گل حمائل منج پناوو
حمایل قرص چندر.... دکھلایا برس گانٹھ

گلے میں پہناؤ

اوچائی پھول منڈپ پیار سوں پیاریاں نویلیا
دعا پھولاں کی خوشی جو رسوہا یا برس گانٹھ

اٹھائی

بجاتے دن دناں تم تم پلاتے گاوتے چھند سوں
خوشیوں پاتراں انچل کوں نچایا برس گانٹھ

گاتے

محبت آرتی یوں وارتے جیوں ڈھال
سو موتی ڈھال دریا کاں جھمکایا برس گانٹھ

جداں لگ سورہے کرتون برس گانٹھاں انند سوں
شہاں میانے محمد قطب لیکھا یا برس گانٹھ

جب تک سورج (ق)

(۹)

خدا کی رضا سیتی آیا برس گانٹھ
سعادت ستارہ دکھایا برس گانٹھ

سے

جو امرت گھڑی دکھ دمامے بجائے
تو مہتر سیتیں پاں دلایا برس گانٹھ

دیکھ کر

مگٹ موتی منجا بندی مانگھ سینتی (باندھے) جگے جگ نباتاں بنٹایا برس گانٹھ

سورج بیگھ انبر کنکریاں کے جھیلے چندر کے نہالاں سوچھایا برس گانٹھ

امولے نین میں رمل مول راکھے اوشیریں کی شیریں دلایا برس گانٹھ

نبی کا غلام ہے محمد قطب شہ خبر لاکھ سالاں لیایا برس گانٹھ

(ق)

(۱۰)

نبی کی غلامی تھے آیا برس گانٹھ سہاگن بکیاں میں سہایا برس گانٹھ

جوبن کے طبل ہل بجاوو نوبیاں سے سبد تال برد نگ بجایا برس گانٹھ

رنبھا پاتراں ناچتے بردبارہ ..... ماراں نپایا برس گانٹھ

نین چھند درپن میں دیکھنے نشاں تواب چھند پیالا پلایا برس گانٹھ

ہٹوں سوں نھنی لی ہے ہت میں صراحی گگن کے گھنے گھن گنایا برس گانٹھ

نبی داس نن پن تھی ہے قطب شہ سے شہاں میانے شہ کر لکھایا برس گانٹھ

میں (ق)

جلوہ

اور

دیگر رسوم

پرم پیاری کا جلوہ گا دسارے — اُسے چند سورسوں پریاں سنگارے
چاند سورج سے

سُہاگاں بھاگ پھل مستک کھلے ہیں — سہیلیاں آرتی تارے نوارے
سہاگ کے — کے پھول پیشانی پر

رچاو و تخت جلوے کا خوشی سوں — کہ چوندھر چوک موتیاں سوں سنوارے
کیا تھا — چاروں طرف موتیوں سے

چڑاو و تیل اب (ت) ناتو سہاگاں — مشاطہ ہوکے زہر ہت نگارے
ساتوں — ہاتھوں کو

پلا شربت دیو و ہاتاں مین بیڑے — بندا و و ساریاں موتیاں کنارے
ہاتھوں — بندھاؤ

محمد قطب شہ ہو اُس پری کوں — خدایا رکھ جداں لگ مین ستارے
اور — جب تک (ق)

(۲)

بنے ہور بنی کوں پلا و و سدا — سو عاشق و معشوق ملا و و سدا
اور — (پکارو؟)

نین مین دھر و سائیں کے دھیان کوں — پرم کے ہنڈولے جھلا و و سدا
آنکھ — محبت

مری نین پتلی سدا نیر مین — مہا جل مون مین کھلا و و سدا
آنکھ

۸۳۰

سو بالی کی چوٹی گندی چاؤسوں — مشاطہ عشق ہت کھلاوو سدا
حسین کمسن گوندھی گئی کیساتھ — کے ہاتھ سے

ملی کونلی پیاری پیارے سیتی — اپس میں اپے سب ہلاوو سدا
کمسن کیساتھ — اپنے آپ

مجازی پیالا سو کیا کام آئے — پرم مد حقیقی پلاوو سدا
محبت کی مے

نبی صدقے قطبا نویلیاں سونت — وقت اپنا نس دن بلاوو سدا
نئی — رات دن

(ج)

(۳)

میں تیرے کاج جلوے راگ پایا — تو کارن چونپ سوں سہرا گندایا

انند کے موتی مانک تخت سنگار — گلے میں ہانس عشرت کا پنایا
ہنسلی — پہنایا

رنگیلی مجھیندی ہت ہور پانو لاکر — کندن کلیاں کے ہاراں خوش گندایا
ہاتھ اور پاؤں لگاکر

سہیلیاں سنگ تو گل کنٹھ مال بایاں — پیالے عیش کے سب کوں پلایا
گلے میں ڈالیں

نبی صدقے قطب نت سندریاں سوں
ہمیشہ
بدھاوا رات دن منگل گوایا

(ج)

(۴)

پیاری کا جلوہ ہمن من میں گائے — عشق سیتی جیو پاتراں کوں نچائے
جوبن جوکی اوپرم چومیوہ دل کا — اوپد من کوں ٹیلا کرا چند لگائے
طنبورا و کنگری ہیں اپ ازگا کر — دو تن ہت سوں پیالے میں مد کون ملائے
سُنے کے طبق میں جوبن پھول گیندا ں — اُس اوپر دو کجلے بھونر خوش سہاوے
سرو قد صراحی جوبن اس کا پیالا — انچل ابر میں جھمک بجلیاں دکھاوے
بھواں خم سوں مج پانوں پڑ کر سکے سو — نین متی سیتی پیالا پلائے
قطب پنجتن کا غلامی قبولیا — تو اس عشق انگوٹی میں چند سورپائے

(۵)

..... ناقص الاول .....

رچے جب عشق نوری ہیں سار دل کا — نین پھانسی سب کر موہن من رجھاوے

رکھے جب کجل آپنے نین میانے — تو سو کیاں کے پاوے چھندا سوں بجاوے
(کاجل، آنکھ، میں)

جو آوے سورج نمنے سنگار سوں — تو ہر بال تھے راگ نہہ کا اوچاوے
(خط مہ، کی طرح)

جو اوڑے ہے جلوے کا چادر صفا سوں — سو دھن کے گلے ہانس سہرا (؟) سہاوے
(عشق سے، اٹھائے)

کنگی کوں بہت ناز سینتی پکڑ کر — عشق شیریں خسرو کوں چھند بند دیکھاوے
(حسین، ہنسلی)

نبی صدقے اوناری قطبا سوں میلی
وہ ملی
کہ جس کے سو بھاوں اجگت من کوں بھاوے
(عالم کے دل) (ج)

(۶)

بھاگنی بھاگاں کا جلوا گاوتم — اس سہاگاں کے سیدنجاوتم
(کے)

منجے پھولاں میرے ل نیانے سے — عشق چوکی پر چڑا پلاوتم
(کے پھول)

نورتن منج عشق کے چوکاں بھرے — موتیاں لہراں کے تم بجاوتم

پھل منسی ہاراں کلی آنند ہے — جلوے کا شربت پلا سمجاوتم
(پھولوں)

دن دنا گر جے جوبن بادل نمن — کنگناں جھلکار منج سنتا وتم
کی طرح — کنگن کی — مجھے

رات کی بے خوابی میں پایا رتن — خوشیاں پاناں کے طبق بھر لیا وتم
بے — پان — بھر کر لاؤ

قطب شہ بھاگی نوے مندر چلو
خوش قسمت سے

ننھی بالی تال سوں نچا وتم
کو کے ساتھ نچاؤ (؟) (ج)

مہندی

(۷)

امرت گھڑی گھڑی میں خوشیاں طبل بجائے
ابجیات ۸۶۰
قطب زماں کے تائیں بھوگن سیتی پلائے
کو بہت کے ساتھ
دیتے ہیں یار گہ او جس رنگ ہے سُہاتا
وہ
اوہاں نانوں لے نبیؐ کا سورج شمے لگائے
نام کی شمع
صدراں میں زرنگارے تارے جڑے کندن اس
سُنے کے سرو جھاڑاں زیبائی سوں سہاوے
سونے کے ساتھ
زہرہ نمن محافے روشن ہیں اس انگن میں
کی طرح
یا سور کی ہیں کرناں جوتاں سوں سر اوچائے
سورج اٹھائے

سو رنگ رنگیلی مہندی ہو رنگ سوں کلا کر
خوشرنگ بہنت سے ملاکر
کیتیک چاواں سیتی شہ پانوں کوں لگائے
کتنے ایک کے ساتھ
سب پیارے ملکے پیاروں سوں جائیں شہ پہ بل بل
سب سندریاں سوں لکھیاں رنگ رس سوں نچائے

صدقے نبی قطب شہ تائیں سہے اے خوشیاں
کو زیب دیں یہ
جو اس خوشی انند تھے سب جگ کے تیں ریجھائے
سے کو

(ج)

کنٹھ مال

(مالا)

(۸)

نیر دھیٹ شوخی سوں آکر کھڑی جب — سو اوچٹ نظر میری اُس پر پڑی تب

نویلی پیرت لاکے ہے ٹھیر نین منج — سکی ملنے تیں پیو کوں جاتی قرن اب
قرار نہیں مجھے کے لئے پیا

پیاری ہے نازک کلی جوں چنپے کی — تو ریشم تھے آلے ہیں بالا کے اس کھب
جس طرح سے اعلے

دو رخسار اس کے ہیں رنگیں گلالاں — او چلنے کوں دیکھ ہنس دریائی ہوے سب
اسکے

او مکھ پاک نرمل ہے سورج کے نمنے — چنپے کی کلی جوں سہے نا سکا چھب
زیب ناک کے

نین سائیں کے دیکھ کملاوے نرگس — اوٹھر ہیں رسیلے کہ نابات کے جھب
مانند آنکھ کملاوے ہونٹ نبات

نبی صدقے کنٹھ مال جب پین آئی
پہن کر
قطب کنٹھ لاکر چومیا اس کے دو لب
چوما



کسوتِ زریں

کسوت مکلل زر زری شہ آج سنگار رہے ہیں
لباس پُرتکلف زریں پہنکر بادشاہ ہمارے آج آرائش کی ہے

گوہر ستن مکھ نور کے چوندھیر جھلکارے ہیں
چاروں طرف ہیں

خوباں جتے دنیا منے، خدمت کریں شہ کے کنے
جتنے ہیں پاس

یوسف صورت نازک تنے، چوبھر کھڑے سارے ہیں
کم عمر

کہکشن وندے جوڑے تن، سورج کلس کنچن برن
لباس

زر تار کیاں ڈوریاں کرن، ٹوٹے سو جن تارے ہیں
کی شعاع مثل ہیں

تارے وو فاضل سور تھے، جھمکے اُن کے نور تھے
وہ سورج سے

دیکھ سب ملا یک دور تھے، حیران بیچارے ہیں
سے

بجلیاں کے ٹکڑے کرمیں دھر لے دھات کے چھند بند کر
(کن۔ کان؟)

کولانٹ کھیلے سر بسر، کیا شوخ مہ پارے ہیں

سوکے دیسیں یوں تیں سنگ جوں کاڑ جیاں پھونک (۹)
خط سرمہ نظر آئیں اسطرح آنکھ کے قریب (ہوں بھوجنگ)

چنگیاں میں ڈورے لال رنگ شعلے سوں خمارے ہیں
چنگاریاں

بُند مہندی کے ہاتاں منے گل لال جوں پاتاں منے
بوند ہاتھوں میں پتوں میں

موتی جھڑیں باتاں منے جھل تھے سمند کھارے ہیں ۸۸۰
باتوں میں رشک سے سمندر

نٹوے کلانٹی لاگ کے ات روپ نت بھوبھاگ کے
نخرا بازی کرکے بہت

پتلی کمر کج پاگ کے جگ من بھولا نہارے ہیں
دل بھلانے واری

سب مست کج گنبھیر جوں قد راست دھرتے تیر جوں
(گج۔ہاتھی) گھوڑے کی طرح

آہستگی میں نیر جوں بیگی منے بارے ہیں
پانی کی طرح تیزی میں ہوا

ہوتا انند خوشحال سب نٹ گاتے ناٹک سال سب

بجتے طنبورے تال سب منڈل کے دھمکارے ہیں

چنچل چتر بدونت فنی لک لک ملک جس درسنی
جسکے درشن کرنیوالے

سو قطب شہ پیو بھوگنی جگ جیو کے پیارے ہیں
(ج)

شاہی ہاتھی

(۲)

خدا کا بہت بہتا ہور جہر تا — دندے دشمن کے سر پر پاؤں دھرتا
ہاتھی — اور — دشمن — پاؤں

انکس اس سیں پر قدرت تو اچند — کہ سُنڈ پھانسے میں دشمن نت سیڑتا
سر — نیا چاند — سونڈ — ہمیشہ گرفتار ہوتا

فلک کے دور ہیں دو کھانٹہ تیرے — سنیا دنت سوں دُرجن سینچ کرتا
دشمن

اندو جھلکار سورج نا دبلی — کبوں اس کا گگن نمنے پچھڑتا
(کبھوں؟) — آسمان مانند

ترے حملے کوں ڈونگر تاب کیوں لیاے — کہ اُس گرجن تھے بادل گرج دھرتا
قلعہ — لائے — سے

ہتی سنکھ جو کوئی دُرجن جو آوے — سو ہیبت تھے دندے تن من ہدرتا
ہاتھی مقابل — دشمن — سے دشمن کا — لرزتا

نبی صدقے چڑے قطبا سکھ آساں
سواری کر
سو کُنجر قطب شہ ہت جگ سنورتا

(ج)

تقسیمِ اوقات

(۳)

پہلی گھڑی سانتی کے مہ موتیاں سیتی نھانے پری
نہانے

دُسری گھڑی عشق چادر اوڑے ہے او استری
وہ عورت
(دوسری) (میں)

تسری گھڑی باندھے پرم کی گلسری اپ کنٹھ میں
تیری اپنے گلے

چونھی گھڑی چوکاں رچے پیلاتی مُنج مدحیدری
پلاتی مجھے

پانچویں گھڑی پانچوں رنگاں اگنا دیکڑی تان سوں

چھٹی گھڑی چھاتی اُپر باساں سُنگاتی عنبری

ساتویں گھڑی ساتو سکیاں ملکر بندا و وچیر منج
مجھے

اٹھویں گھڑی چھنداں سیتیں اوڑے پون کا چادری
سے

گھڑیاں گھڑیاں ناگن کے میں گنتا ہوں اب پہلا پہر
نہ شمار کرکے

کنولی کے کیساں میں مہکے باس سوں پھل کیوڑی
بالوں پھول

دُسری پہر دو پہری پھل اپ کن منے بانی سکی
دوسری پھول اپنے کان میں لگائی

اے مد منجے کیا کام آوے مد پلاو و کوثری
یہ مجھے

تسرا پہر اللہ محمد ہور علیؑ کا ہے پہر
تیسرا اور

خوشیاں کا پیالہ ناد بجتا ہے غلام قنبری

چوتھے پہر آکر ملے قطب زماں سوں پدمنی
سے

صدقے نبیؐ قطب زماں ہی اس زماں کا انوری

عشقاں کی آتش تھے کدھیں یک تل نہ بیچوں معنیاں
سے کبھی لمحہ

کافر کے مکھ اوپر بندیا ہوں چھند بیتیں عنصری
باندھا

(ق - ج)

راگ

(۴)

مُگٹ راگاں پیاری آپ راگے راگ گاتی ہے

مُکھارے راگ گاتی مکھ لہراں سوں سُہاتی ہے

صباحی راگ گا کر منج صبا کے تخت بسلاوو
بٹھاؤ مجھے

دھنا سیری گا کے دھن منج کوں سرنگ پیالا پلاتی ہے
عورت خوشرنگ

مرے سنگ مل نجاتی سنگے گاتی سکھ بھرن

سرے راگان جو گاتی استری توں منج کوں بھاتی ہے
اسلئے مجھ کو

الا پے گا نرا گنر اکماں بھوں کا چڑائی ہے

عشق کی آگ میں ابرو کماں کو شی سکاتی ہے

کہ گوری راگ جو گاوے تو گوریاں کا ملک جیتا

سو سارنگ نینی سب رنگ میں سو رنگاں سوں سہاتی ہے

سبھی راگاں کے گل پھل ہار بایا ہے سو ملہارا
گلے میں پھول کا ہار ڈالا

جو گاوے راگ کیرے راگ کر راواں تے بجھاتی ہے

سبھی راگاں محمد قطب شہ کوں جم سہائے تھے

(ج) نبی دولت شعر میرا شکر نمنے جگاتی ہے
کے مانند

راج ترانہ

(۵)

سجان کے بھومان سوں جیو تمیں راجے سدا
زندہ رہو اے راجہ
جم جم جیو وپت میت سوں آنند خوشیاں کا جے سدا

حضرت نبیؐ کا نانوں لے سب مجلس آرائی کرو
نام
حضرت کے نانوں سوں (۹) مہمانی شہ ساجے سدا

منجا ہے اسمان ہور تارے جڑے اسکوں جڑت
ہے اور
اسکے کلس سورج چندر دو جگ میں بیراجے سدا ۹۱۰

بارہ اماماں نانوں سوں اسکے طناباں باندے خش
کے نام سے
اُسکی شیریں میٹھائی تھے خسرو شکر لاجے سدا
خوش

مل فاطمہ کے داس کوں سکیاں چیڑاو تیل تم

یاقوت موتیاں کے طبق اُس آرتی چھاجے سدا

ساقی پیالا پیم کا بھر بھر پلا عیشاں کے تئیں

نٹوا ہونا چے مشتری ہت زہر چنگ باجے سدا

حق کے کرم سوں جم جیو قطبا تمیں پت میت سوں

صدقے نبی دولت یخت جم راج کر راجے سدا (ج)

ترانۂ عیش

(۶)

دُکھ دَرد گیا عیش کے دن آئے کرو کام
رنگ لعل گلابی ہووے اس مکھ تھے پیو جام
پیکے سے

جلتا سو شمے بزم طرب میں نکو لیاوو
شمع
مے سُور کے اَنگے ہوے سب دیوے سو گمنام
سورج مقابل چراغ

عشاق کوں پیو یا دسوں مے بینا روا ہے
اُس مُکھ کے عرق باج روا نہیں منجے آشام

عطار توں مجمر میں کِتا بایگا عنبر
تو کتا ڈالیگا
منج جیو کے مجمر میں سدا باس ہے فرجام
میرے دل

شکر فروشاں کرتے کِتا نرخ شکر کا
کتنا
نرمول شکر کا لذتاں پایہ ہمن کام
پایا

مکہہ آیتِ تفسیر میں ہلجے علماں سب
پھنس گئے عالماں
عشاق سوں ہلجے ہیں ترے لٹ کے سرک دام ۹۲۰
پھنسے زلف جیسے

تج حسن خزینا سو مرے دل میں کیا ٹھاوں
تیرے
گنجور رکھن ہار کہیا تب تھے منج ایّام
کہا سے مجھے

تج بندگی تھے سب ہی بندیاں میں سو بڑا ہوں
سے
کیا بوجھے منجے جگ میں کہ مشہور مرا نام

نا بوجھیں عشق پنتھ سو کاں پاوینگے اس انت
کہاں انتہا
ہے طوق گلے قاف کہ قلاب سو جیوں لام

ن جوں ۔

موبات سو جاداروغہ سوں کیا کہینگے کوئی
میری
اوبات کوں سب جانتے ہیں خاص میں ہور عام
وہ
دو دیس میں جانے کہ کریں عیش معانی[1]
اور
دکھ بھان پیووے کہ نہیں جگ کوں سرانجام
دن

(ح۔ق)

---

[1] داروغہ۔ [2] قطب شہ۔

کھیل

چوگان

سائیں کھیلیے نیہہ سوں چوگان خوش — پیو تھے بن کر دیے میدان خوش
ہات چوگاں سیتی جوبن گیسو کر — کھیلو اپ سکیاں سوں تم سلطان خوش
حسن سوں نیہہ کا ترنگ چڑکر پھیراؤ — تج تھے پایا او ترنگ پرمان خوش
سینہ ناریاں کا ہے میداں اسکے حال — دو جوبن ہیں کھیلو تم چوگان خوش
ہر طرف رنگاں سیتی کھیلے ہیں پھول — کھیلو چوگاں اکہ ہے بستان خوش
چھند زوروں سیتے جیتو تل منے — سو تنہا ہے تم ..... خوش

اب نبی صدقے قطب شوق سوں
پیار سوں لیا یا ہے اپ مہمان خوش

(ج)

پھوکڑی پھو

(۲)

سکی تال دے منج ٹٹکتی کھڑی — کہ ڈھان ڈھکنی کھیل کر ہٹکتی کھڑی
جو ڈھان ڈھکنی کے کھیل کھیلن آئی دھن — نہ سِک پھوکڑی پھو کھیل مسکتی کھڑی
خوی کے بُنداں تھے بجھے زرزی چیڑ — جیوں ابراں میں بجلی جھمکتی کھڑی
سہیلیاں کے گُندنے تھے چن گاس باندھے — اوشہ چرکیاں سیتیں بچکتی کھڑی
سکی کن گنواری بوجھی اس کا تال — اوچھند بند دھکار لٹکتی کھڑی
سیتی حقہ بھر بھر نہ بوجھیں سو عشق — جو بوجھیں اپس اپ لچکتی کھڑی

محمد شاہ ہے اس زمانہ کا شاعر
نبی صدقے اس نیہہ ٹھمکتی کھڑی

(ق)

کھٹڑی

(۳)

.....ناقص الاول.....

عجب کھٹڑی ہے دو جگ میں کہ اس کھٹڑی کی دولت تھے
۹۴۰ اپن دل کے انداں کے کریں جگ سروراں کھٹڑی
اپنے
منڈپ دے عیش کی مجلس بھرا عیشاں کی کرتے ہیں
گہر کھافاں ہیں ہور جوتی دراں بچ سمدراں کھٹڑی
اور بیچ
جتنے جیواں ہیں عالم کے وتے جیوداں پاسر تھے
جتنے اتنے سے
اُمنگاں سوں کریں اپنے دلاں کے تج گھراں کھٹڑی
ملایک سب دعا کرتے صدق سوں ہات اُچا تل تل
سے ہاتھ اُٹھا کر ہمیشہ
محمدؐ کی قطب شہ ہر براں کرتے براں کھٹڑی

(ج)

برسات اور سرما

اس عنوان کے تحت وہ نظمیں جمع کر دی گئی ہیں جن میں برسات کی
بہاروں اس کے آغاز اور برسات کے موسم میں دربار اور محلات کی
مصروفیتوں کے مرقعے پیش کرنیکے علاوہ دوسرے موسموں کی
طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ آخری نظم موسم سرما پر ہے

محمد الیاس

قمر الیاس

روت آیا کلیاں کا ہوا راج
روت موسم
ہری ڈال سر پھولاں کے تاج

مینھوں بُند کا لیو ہت پیالا
مینھ کے بوند ہاتھ میں
روت ناریاں ساجیں اکس تھے بیک ساج
ایک سے

تن ٹھنڈت لرزت، جوبن گرجت
ٹھنڈسے لرزتا ہے گرجتا ہے
پیا کھ دیکھت کنچکی کس بکسے آج

ناری مُکھ جھمکے جیسے بجلی
اَنجل باوک میں سُہے اُس لاج

کیس پھول دیسے تارے اسمان
بال نظر آئے جیسے
اِس زمانے کی پری پدمنی آئے آج

چوندِ ہر گرجت ہور مینھوں برست
چاروں طرف گرجتا ہے اور مینھ برستا ہے
عشق کے چمنے چمن موراں کا ہے راج
ہر چمن میں

حضرت مصطفےٰ کے صدقے آیا برس کالا
برسگال
قطب شہ عشق کرو دن دن راج
۹۵

(۲)

مرگ سلطانی تارہ جگ میں آیا پھر کر آج
سے
رُکھ سکل سرسبز ہو کر سر تھے کھلے لعل ناج
درخت سب پھر سے کھلے

لال رنگ کھیلیا ہی مُکھ پر لال کے لعل بدخش
کھیلا چہرہ
تو سُرج اس رنگ تھی ہرات جاوے لاج
سُورج سے شرم

میرے اُتم سروکوں رکھو توں سدا پرآپ سوں
کو تو سے
بارِ رحماں! آب کو شربت دے اُس کوں رواج
سے کو

تیرے مکھ پر خسروی فرِ منور دیپتا
تب ہی دیتے
توہی ترکستان کے شاہاں دیونے تج کوں خراج
چمکتا تجھے

تج کھڑگ تھے تیغِ رستم پست ہی عالم منے
تیری تلوار سے میں
رستماں میں تجکوں گنتے ہیں شجاعت کا سراج
تجھے

وو کھڑگ جھلکا زبجلی ہو کے جھلکے کھن منے
وہ تلوار آسمان میں
کڑکڑا پر کڑکیا ہے سب ہی دشمن کوں براج
تجھے

بھنوں کماناں ناچڑا اپ لوچناں کے گوشہ سوں
کمان ابرو نہ چڑھا اپنی آنکھوں سے
کیونکہ تج شاہی کے دشٹی تل دسیں دوجے دوراج
تیری نظر نیچے نظر آئیں

آسمانی دور کا چوگاں لے چڑیے شہ ترنگ
دور چوگاں میں جو ہلچے گیند تیوں ہلچے ہیں راج
بھنے جوں

اے معانی[۱] توں دعا تھے ہور رہا تھا نا اُمید
تو سے ہو چکا (ق۔ج) تیری
تج دعا با مدعا ہے کر محمد[۲] نمنے راج
کی طرح

(۳)

پلا ساقی مے ہور خوشی سیتی ناچ ۹۶۰ ہوا سبز و خرم ہوا جیسا پاچ
اور سے

تمن شوق کا نین تھے میہہ چوے تمہارے آنکھ سے مینھ برسے
اے باتاں نہیں جھوٹ تم دیکھو ساچ یہ سچی

---

[۱] جھلکے ۔ [۲] قطب شہ ۔

کہو دلکھ جھاڑاں کوں میرا سلام — تمن آرزو دل ہوا شیشہ کاچ
انگور کے کو — تمہاری

خوشی شادی سیتیں ہمن بزم میں — صراحیاں اُپر ساقی پیالاں کوں راج
سے ہماری — کے اوپر

کھلیا مدعا پھول موباغ میں — نکو آدو تن سامنے مو نجا چ
کھلا کا میرے — غیر میرے

جلاؤ سپند نا نہ لاگے نظر — دو تن آگ میں تم پکاؤ و کماچ
لگے — غیر کو

معانی علی دم تھے خوش ہی ہوا — کہو مطرباں کوں بجاؤ کماچ
کے سے — سے (ق)

(۴)

سہیلی بنے نیلی رت میں شوانی — گھٹا چھائے انبر نگار نگ نہانی
دہن — آسمان پر

سہے سیں انچل دھونو رجیوں گگن پر — مرگ میں مرگنیاں کی کسوت سہانی
جیسے آسمان

پیاری کے خوئی بند مشاطا نگارے — بھواں کج سہیں یو جیوں اسماں سمانی
جسطرح

عشق کے بنے بن سو پک نادگاوے — پپیہا کے بولاں سوں پیو پیو فغانی
(جلہار)

چمن نادسوں تال دار و بجاوے — جوبن کی پکھاوج بجاوے سمانی
سے

گلابی ہیں گالاں پیالے گھاری — نویلی نوی کونپلیاں تھے جوانی
نبی صدقے ایسے مرگسال نت نت — علی کی دعا تھے چھتر آسمانی

(ق)

(۵)

انداں سینتے بھی آیا مرگ سال — دندیاں پامال عزیزاں موئے خوشحال
کنارے آسماں کے نیں شفق رنگ — دندیاں مارے گئے اچھلیا رگت لال
فلک نیں گڑگڑاتا مست ہے ہست — کہ شہ کے درجناں کوں کرنے پامال
اُنن کے دفع تیں کچھ نیں مجے کام — کہ آپی سب چھپے اُس بیت پاتال
کھاں قوس فتح دینے ملک کوں — دندیاں مارن کوں لامحور کے تس بھال
ظفر شہ پائے کر سب دُرجناں پر — خوشی سوں گاوے زہرہ فتح بربال
نبی صدقے نکو کر غم توں قطبا
علی ہور آل دایم تیرے کھوال

(ج)

(۶)

مرگ سال آئیا پھر تھے مرگ نینی سنگاراں کر
آیا پھر سے اے آبِ چشم
جڑت مانک بھوٹیاں لعل موتیاں لیک دھاراں کر

بدل جورے میں کیورے پھنکڑیاں جھمکا وُبجلیاں جیو
بادل ڈراؤنی
چھپا کھونپے میں پھل تارے بدل کے اندھکاراں کر
پھول بادل اندھیرا

رسیلے کنٹھ سوں آلاپ اب کویل کے کُہکارے
کوکو
گلے سے
پیہیے نادسوں مد پیونت کدنا خماراں کر
کی آواز سے شراب پی ہمیشہ کبھی

ہریا شیشا، ہریا پیالہ، ہریا کسوت، ہریا جوبن
ہرا ہرا ہرا ہرا
ہریا جوانی ہریالی میں ندیاں موتیاں کے ہاراں کر

ہرا
بچھل مکھ نیر پوراں میں مچھیاں لوچن ترا چنچل
مچھلیاں آنکھوں کی
جوبن گج گرجنے اوپر لٹاں بادل کے بھاراں کر
ہاتھی زلفیں

ہوا اپنا دکھا کر چونپ سوں کر ساز ملہارا
رجھالے شاہ کوں پیاری بجا کر جیو کے تاراں کر

محمد قطب شہ کے کنٹھ لگ نس دن لگے جھڑ جیوں
دو جیبیات بھوگ گرمی تھے پیہے خوئی بند ماراں کر (ق)

(۷)

سہیلیاں مرگ سال آیا ہوا سوں ۔۔۔ گر جن اس کا مہتلے اداسوں
مشک ہور زعفراں عنبر کلا کر ۔۔۔ سکیاں تن کوں لگاوو ہو صفا سوں
چوا چندن اگر پرمل سہاوے ۔۔۔ سجن مجلس میں ہو رنگ بے بہا سوں
طبق پھل بان کی پیاریاں بھراویں ۔۔۔ سنواریں چولی اپ تن پر صفا سوں
پیا اپ من کی پیاری سوں ہی بک چیت ۔۔۔ پلاوے نیہہ کا پیالا وفا سوں
گوا دو راگ برسانت اس ہوا میں ۔۔۔ سکیاں پیو کوں منا لیا وو میا سوں

نبی صدقے مرگ آیا انداں کرو قطب زماں اپنے پیاسوں
عیش کے ماتھ (ج)

(۸)

مرگ آئیا مرگنیاں اب مرگ کوں مناؤ
آیا ہے
مرگ ایسے پیالے میانے مے لعل تھے بھر پلاؤ
لب میں ہونٹ سے
جھاڑاں کوں پھول ہور پھل سہتے ہیں جیوں جواہر
مثل اور
صدراں زمردی رنگ ہر اک محل بچھاؤ
سینے میں ، دل میں

دستیاں جھڑاں میہوں کیاں موتیاں لڑاں کے تمنے
مانند
نظر آتی ہیں جھڑیاں بارش کی موتیوں کی لڑیوں کی طرح
اس موتیاں کا سہرا گند کر منجے بندھاؤ
گوندھکر مجھے باندھو
رنگ برہوتی کسوت کریاں ہیں پاتراں سب
رنگا ہوئی
آن کاس کے کنارے بجلیاں کا رت جگاؤ
آکاش رتجگا کرو
پردنگ تمنے بادل پردنگ ہو دکھایا
مردنگ کے مانند
شہنائی دارو ان کا ڈوجگ کوں سناؤ

برسانت کے پھلاں کا بھید یا ہے باس روں روں
پھولاں اتر گیا

دھوپ کالے پھولاں باساں اب من تھے گنواؤ
دھوپ کالے کے پھولوں کی خوشبو

اے قطب شہ محمد خبراں خوشی کی آیاں
آتی ہیں

جم فتح میزبانی اَت مرگ میں گیاؤ
آتی مناؤ

(۹)

گرجتا دیکھ مرگ چوندھر تھے فوجاں کر ملیاں بالیاں
چاروں طرف سے فوجوں کی طرح جمع ہوکر ملیں دوغیرہ لڑکیاں

مکلل ہو لگیاں جھمکانے بھی جیوں بجلیاں بالیاں
سر پر تاج رکھا ہوا لگیں مثل بجلیوں کے

بکھایاں پھوی سوں چولے سب..... کے بیس ہنڈولے سب
بیٹھ

لگیاں کھانے کون جھولے سب نو ملیاں اچھیلیاں بالیاں
نئی شوخ

متیاں ہو مد کے پیالیاں سوں تیں غمزیاں کے چالیاں سوں
مست شراب پیالوں سے آنکھیں غمزوں کے چالوں سے

جوانی کے اُلالیاں سوں کریں مل مل رلیاں بالیاں
ترنگوں سے کرتی ہیں مل مل کر عیش

کھسا جوبن کسن میں تھے مدن ابلا کہ تن میں تھے
چولی سے یا کہ شراب سے
گھلاتیاں ہیں نین میں تھے چھبیلیاں پوتلیاں بالیاں
سے پتلیاں

پین ابھرن جگ مگیں چھن چھن گلے شہ کے لگیں چھن چھن
پہن کر چمک دکھلائیں ہر لحہ
چلن میں ڈگمگیں چھن چھن ہویاں بھی باولیاں بالیاں
رفتار ہوئی ہیں پھر دیوانی

بکس تھے ایک ہیں جوتی دیکھیت بھولیں جگت کوتی
ایک سے زیادہ چمک والی دیکھکر
خجل ہویں ڈھال کے موتی ڈھلین جب چلبلیاں بالیاں

نبی صدقے قطب ساتاں رہیں مل وس ہور راتاں
ساتھ دن اور رات
لوین سکھ اپنے من بھاتا چھنداں سوں نرلیاں بالیاں
سے پاک صاف

(۱۰)

گر جا ہے میگھ ہر تھے تازہ ہوا ہے بستاں
پھر سے
پھولاں کی باس پایا بلبل ہزار دستاں
خوشبو

اے خوش خبر صباتوں لے جا جواں قدماں کن
کے پاس
چمناں کی آرزو میں بیٹھے ہیں مج پرستاں

وہ نونہال پھولاں ہے جام خوے سو باوہ
پسینہ
نرگس اپس پلک سوں جھاڑو کرے شبستاں

رتل یاقوت اپنے
مکھ نور پر دسے یوں مج خط عنبری او
نظر آئے مجھے
جیوں سور اُپر ہے بادل ریحان سوں گلستاں

جطرح سورج پر
جاہل سو دیں گنواں کر، ہم دین پر سو ہنستا
دست دراز کی
اپ دیں خبر نہ بوجے کرتا لوگاں سوں دستاں

اپنے کی
دستور عشق کے نہے باہر توں پگ نہ راکھیں
سے قدم نہ رکھے
ڈر ہے اگر رکھیگا تجھ دور خار رستاں

بے ہوش میرے دل کوں میٹھے ادھر جلائے
ہونٹ
گلزار ہے عجب او دو لعل شکر ستاں

مجھ عشق کے گدا کوں اورنگ شاہی دیتا

سب عاشقاں مجھ انگھے ہیں طفل جیوں دبستاں
میرے سامنے

روزی ہوا معانی تجہ عیش کا پیالا
تجھے

(ق) بھر بے ہیں ہر طرف تو جم شوق کے خمتاں
تب ہی

(۱۱)

گر جیا مرگ خوشیاں سوں سنگار و آؤسکیاں
سے آرائش کرو

پڑتا ہے میگھ پھوی پھوی چولی بھگاؤسکیاں
قطرہ قطرہ

عطار باؤپن میں پھولاں کے کھول طبلے

مہکار اُچائیا ہے پھر من میں دھاؤسکیاں
اٹھایا

جوں لال پھول ڈالیاں پر تیوں ڈنڈاں پہ اپنے

۱۰۲۰ بازو بنداں کے سر تھے پھندنے پھلاؤسکیاں
پھرے

اسمان ہور زمیں سب یک رنگ ہوئیہا تا
اور
ہے آج عیش کا دن ملہار گاؤ سکیاں

کر کسوت احمری سب سر پا نو لک مکلل
سر سے پاتک
سورج شفق میں جیوں تیوں ہر یک دپاؤ سکیاں
چمکو

یاقوت ادھر پیالیاں میں بھر کے مے محبت
ہونٹ
شاہِ نول محمد تیں بھی پلاؤ سکیاں
نئے کو پھر

ٹٹویاں کوں مَین تیلیاں کی مد پلا متی کر
مت
(ج) شہ کے مندہر انگن میں نٹ سوں نچاؤ سکیاں
مکان کے

(۱۲)

مرگ مہینے کوں ملالے ملکاں مل گگناں میں
ملانگ
سمد موتیاں کے جو برسائے سو بھرے انگناں میں
سمندر

دھرت بند چیر جواہر چولی رنگ پاچ کر انگ پر

بر بہوٹیاں لعلاں سوں اترے ہیں یماں میں
کی کے ساتھ

کوکے چوندھر تھے مَیوراں ہر سُو بن چوطرفاں دیکھ
چاروں طرف سے موراں

پنکھی رنگا رنگی نغمیں کریں مست ہو چمناں میں
نغمے

ہرے صحرا بیں نہوے لالی گلالاں نہوے بن میں

شبنمی تیل سوں شمعاں جوں زمرد لگناں میں

موہنیاں تازے طراوت سوں سو رنگ انگ رنگ کی اُری
خوشرنگ جسم

بھونے بند چھند سوں لٹکتیاں جو بناں لے جوبناں میں

امرت او صاف جل سات ہے ظلمات سوں بھیٹن

۱۰۳۰

یا نچھل دو دیدلاں سیام ہے جوبن کے کھناں میں
(سیاہ بادل)

دیکھ عجب چھند و وَنین مج ہے حیراں ہو کہے یوں
جو اہے کیوں لگناں اُپر سوں کنچک کسناں میں

کرنے نظارے ہوا کے پیاں مے مست سہیلیاں
پی ہے
میگ ملہار بھونر گائے سو تن تن سمناں میں
بارش
نہوے مشکیں بھنوراں وو جو وطن کر رہیں پھل میں
وو پھول
نرمل آجھے ہیں تلاں وو سمناں سے ذقناں میں
اُن
سر تھے پگ لگ جو مکلل ہو زرینے منے سکیاں
سر سے پا تک میں
من ہرن مچ لبدایاں گھنگرو ہور پینجناں میں
اور
خوش نبی ہور علی کے صدقے غزل مرگ کی کہیا
سو قطب اور نورسوں جم ترے کہ جوں سورج کرناں میں
(ج)

(۱۳)

سالاں مبال مرگاں آنندسوں کجاؤ
سے
جو بن طبل خوشیاں سوں نت نت تمیں بجاؤ
سے ہمیشہ تم

نج تن کے جلوے میانے جلوے کے راگ سہتے
میں

رجنی کے ہت پیالے سب کے تیں لجاؤ
ہاتھ کو

چُنری جو چُن کے باندھے اوچیرا اس کوں سہتا
وہ

بتیس[۳۲] برن سازوں اب تن اُپر سجاؤ

اپ کھونپ میں گندے ہی کیوڑے کے پھول چھبوں
اپنے بالوں گوندھے

چھندسوں پیالا ہتیلی ناریاں کے تیں لجاؤ
سے

صدقے نبیؐ کے عیداں جلوا تمن سُہاوے
تم کو زیب دے

(ق) قطبِ زماں کے تائیں تحفہ تمیں لجاؤ ۱۰۴۰
لئے تم لے جاؤ

(۱۴)

مرگ رحمت کا گرج انبر پہ عنبر رنگ! بھالاں کے

ملا بر بیا حیات ہور خضر جوں دن جانے جھالاں کے

اور

مجھے پر برسیں جوں باراں ابی سم میگ کے دھاراں

ملک لے ہت ہو نیزداراں چلے نیلو میں ڈھالاں کے

سُرج شہ پیٹ سوں جھمکیں سہیلیاں چاند جوں جھمکیں

سو کھن درپن میں پر جھمکیں نہ جل عکساں رومالاں کے

.... ناقص الآخر . . . . (صفحات غائب ہیں) ...

ج

مولودِ نبیؐ اور بارش

(۱۵)

نبیؐ مولود میں آیا مرگ سال
دنیا میں نیں سو حظ پایا مرگ سال

بدل کے منڈپان چو مندھرا جا کر
مندل بجلیاں کے گرجایا مرگ سال

زمیں تازی ہو ہنستی ہی خوشیاں سوں
عجائب کچ ہو چھایا مرگ سال

فرش ہرئی پہ موتیاں کے بچھانے
اپنے فراش ہو دھایا مرگ سال

جہاں میں خلق کوں یک دھیر تھے
کرو کر عیش فرمایا مرگ سال

ان آچھے میگ کا گلاب لیا کر
سنے پر جگ کے چھنکایا مرگ سال

قطبؔ مولود کرنا دیکھ امنگ سوں
نبیؐ سہیلا اپنے گایا مرگ سال

تھنڈ کالا

(۱۶)

ہوا آئی ہے لے کے بھی تھنڈ کالا — پیا بن سنتا تا مدن بالے بالا
(تاتا)

رہن ناسکے من پیا باج دیکھے — ہوے تن کوں سکھ جب ملے پیو بالا
(پھر) (رہ نہ سکے دل) (کو بغیر)

اے سیتل ہوا مُنج گمے نا پیا بن — مگر پیو کنٹھ لاکرے منج نہالا
(مجھے گزرے) (گلا لگا) (مجھے نہال)

سجن مُکھ شمے باج اوجالا نہ بھاوے — بھلا یا ہے مُنج جیو کوں اُو اُجالا
(کی شمع کے بغیر) (میرے دل کو وہ)

جو رات آوے چندنی کی منجکوں سُہاوے — کہ چندنا مُنجے نیں نین سوز لالا
(چاندنی مجھے) (میرے لئے چاندنی نہیں بلکہ چشم سوز لال)

مرے من کا بھاتا ہے لالن سوں ملنا — منجے بھاتے ہیں پیو ہت کنٹھ مالا
(خواہش سے) (مجھے) (کے ہاتھ)

نبی صدقے قطبا انداں سوں ملکر

اپس سائیں سوں پیوے جم مد پیالا

(ج)

محلاتِ شاہی

خداداد محل

خداداد محل کوں محمد سنوارے — تو اُس میں جنت کے نگاراں نگارے
کو محمد قلی قطب شاہ — معشوق

بلندی محل کا ہے اسمان جیسا — سورج چاند تارے سو اُس تھے سنگارے
سے زینت پائے

نہ اِس جگ میں دیکھے کوئی ایسے محل کوں — مگر دھرت پر قدیاں لیا کے ٹھارے
شاید زمین لاکر رکھے

جوں آٹو بہشت منے آٹو چھجے اُس — خضر چشمے بہتے ہیں تس میں سدا رے
جس طرح آٹھوں کی طرح آٹھوں (کے) جس

جگت کوں حیاتان بخشنے کے تائیں — جوں عیسیٰ کے دم تس میں بہتے ہیں بارے
لئے مثل کے اس

سرج چاند پیالیاں منے امریت بھرو ے — بدخشی لعل سم کئے رُخسارے
سورج میں آبحیات کے مقابل

اُن مکھ میں لب عقیقِ یمن جوں — سو مکھ اُسہیل ہو کے تابش سٹیارے
اُن کے چہرے کی طرح ڈالا

پون تھے ہیں نازک سو پانی تھے پتلیاں — سرگ اچھریاں پانزاں سورسارے
ہوا سے سے جنت کی حوریں سورج

۱۰۶۰

فلک تھے جو زہرہ زمیں پر سو آکر نچا کر بجایا چنگاں کے دھکارے
سے چنگوں

دیکھا دیں ارت ہت نین سوں تو کریے فلک کھول کھڑکیاں ملک لک نظارے
دکھائیں ہاتھ کر

رنگ اسمانی چنڑیاں چھبیلیاں سو بند کر سورج مکھ کرن جھلکے تن کے کنارے
کی

بھواں آسمانی کماں مس غلوں اس دو تن کے جیواں کے سو ہدفاں اتارے
ان

نبی صدقے بارا اماماں کرم تھے ۱۰۰۰ کرو عیش جم بارہ پیاریاں سوں پیارے
کے سے کے ساتھ

خدا کی رضا ہور محمد نظر تھے
اور کی سے

علی پیار سوں قطب کو ثر پیارے (ج)
سے

سنجن محل

(۲)

ساجنی سنجن محل میں ساج کر چھندان سو آئی
جان جانی ہو کے جاں کا پیالا سو منجکوں پلائی
مجھے
سر میں چڑیا ہے اثر سر تھے کئے ہیں مجہ خبر سد
چڑھا پھرے مجھے
نین خماراں کا بھٹی نازسوں سر تھے چڑائی
سے پھرے چڑھائی
کیس میانے پھول تارے چاند سورج گند ہے
بال ہیں
پھول کیساں تھے دو جا آسمان سچلا منج دکھائی
بال سے دوسرا پچھا مجھے
بھنواں میانے روس باکر کہتی پیالا پیو منج کوں
بھوں ہیں گرو ذالکر مجھ
نین ادھر کے نقل سیتی مج کھلائی ہے ملائی
سے مجھے

گال گلالی اوپر طرا پھولاں کا گوندھری ہے گنڈھر
گال بر کان نازک ہے اُن کا ہواہوں میں کھلائی

نورتن ہاراں کے پھانسے کر گلے میں بائی ہے اپ
سو ہزاراں بجلیاں انچل چمک میں پہنچائی ڈالی اپنے

قطب شہ توں اس سکی کا کیوں بیان کرنے سکے گا
نبی صدقے گرد گر ہو سب سکیاں کوں مل نچائی تو (ق)

اعلیٰ محل

(۳)

اعلا محل اعلاد سے اعلا خوشیاں مُہتر گھڑی
نظر آئے

اعلا سکی اعلاد سے جوبن کھڑی دوداں بھری
نظر آئے

انگ جوت کے چند نور پر کنجک دسے بادل نمن
جسم کی جھلک چاند نظر آئے کی طرح

تارے تگٹ پھولاں سہیں باندی ہے ساری زرزری
۱۰۸۰
زیب دیں باندھی

جب سیس پر ڈھالے پلو چندنا چھتر تانی سکی
سر

اے ساز کرشنہ سوں ملی تب یوں دسے جیوں شہ پری
سے ایسی نظر آئے جیسے

تج بل کڑی کے لعل میں سب مملکت کا مول ہے
تیرے

تیری ہنسی کے بھید تھے چھپیا ہے سحرِ سامری
سے

تج مکھ کی لالی تھے دیے سورج کی لالی بھاگ سوں
سے چکے

تاریخ بہو دیکھیا نہ کس تاریخ ایسی اِستری
بہت دیکھا عورت

مانک ادھر کے چشمے تھے شربت بنجتا جیو کا
ہونٹ سے پیدا ہونا زندگی

اس نیر میں پیاسے اچھیں یا شہ اچھو یا لشکری
پانی کے ہیں ہو

صدقے نبیؐ اعلےٰ محل ہیں قطب شہ جم جم اچھو
ہمیشہ رہیں

جب لگ اچھیں اسمان پر چند، سور، زہرہ، مشتری
(ق) رہیں چاند، سورج

حیدر محل

(۴)

حیدر محل میں دایم حیدر کا جلوہ گاؤ
عرش آسماں دھرت پر نصرت طبل بجاؤ
(زمیں کے)

لیا سیم ساق ساقی منج بزم میں صراحی
(میری)
پیالے کی جوت میانے سائیں صورت دکھاؤ
(لا) (میں کی)

سورج طبق سے گالاں میں مے نقل دھرو تم
پیاری پرت کے ہاراں پیاری کے گل میں پاؤ
(کی) (گلے ڈالو)

نہ کے نہالاں میانے کنچگ کے باد کہ دیو
زہرہ و مشتری سوں پاتر رنبھا نچاؤ

ہتر گھڑیاں سوں ہاویں سینے اوپر کچوں
شہادیں
نابات دودسیتی اَمرت گھڑیاں بھراؤ ۲۰۹۰

پدمینیاں جیتیاں مل شروپ پر بھلیاں ہیں
ان ہات قول بیڑا دیکر سکیاں اُچاؤ

صدقے نبیؐ قطب شہ جلوے کے تخت بیٹھے
حوراں پریاں سہیلیاں مل آرتی دکھاؤ

(ق)

محل کوہِ طور

(۵)

کہہ طور پر سدا ہے سبحان کا اُجالا
تو خلق سُرمہ کرتی رحمان کا اُجالا

اس طور کا سو ٹھارا مانند ہشت بہشت ہے
اس نور تل چھپیا ہے اسمان کا اُجالا

مقام
اس محل کوں سو دیکھیت بھاگت پیاس سب کا جاوے
کے تلے چھپا
جانو جھلکتا واں شہ مردان کا اُجالا

دیکھ کر بھوک
بارا برج پر ہے بارا امام دشٹی
تو اُس اُپر جھلکتا ایمان کا اُجالا

بارہ کی نظر
ہر اک کنگورا اُس کا جام جہاں نما ہے
پر
ہے ہر منار پر شہ کنعان کا اُجالا

یا قطب سات کھم کا یا تخت ہے سلیماں
جو جگ پہ ہے رواں اُس فرمان کا اُجالا

دکھن یہ سمان
انگن ہے اس محل کا جوں آرسی سکندر
دستا ہے تس پہ توراں ایران کا اُجالا

صحن مثل آئینہ نظر آتا ہے
چند سورا نو بچارے بیتاب ہو ویں دیکھیت ۲۱
اس محل کے نورانی میدان کا اُجالا
چاند سورج وہ دیکھ کر

ساتو سو ملک میانے مانند نہیں ہے اُس کا — اُس آنگے تار نمنے ہے بھان کا اُجالا
(ساتوں) (ہیں) (آگے) (مانند) (سورج)
قدرت تھے سو رچند سوں بنیاد اس محل کا — سب کھان پر جھلکتا اُس کھان کا اُجالا
(سے سورج چاند سے)
اس محل کے کنگورے لاگے ہیں عرش گگ کوں — جگ قبلہ ہو کے دستا اس ٹھان کا اُجالا
(لگے) (کے قدم کو) (نظر آتا) (جگ)
ساتو سو خسرواں کی پیشیاں دیا خدا منج — جم جھلکے تس میں بیٹیاں جان کا اُجالا
(ساتوں) (مجھے)
ہر شہ نشیں میں ہر دن ہر برج پر حکم سوں — ہر شہ پری سوں مجلس جاں خان کا اُجالا

قطبا نبیؐ کے صدقے آنند کر اس محل میں
بستا ہے اس میں شیر یزدان کا اُجالا

(ج)

قطب مندر

(۶)

سُلکھن سعد ساعت سوں سُرج چند اختراں خوشیاں
سے سورج چاند
قطب مندر میں کیتے مل دیکھا مرت مہتراں خوشیاں
کرتے
ملایک نور درسن کے، محلاں باندر پن کے
دیکھت تاں فرش رتن کے کیے نوانیراں خوشیاں
آسمان
سکیاں چند سار راتاں میں، پیالے مد پی باتاں میں
چاند کی طرح شراب کے
کریں صریاں سوں ہاتاں میں، پیالے گوہراں خوشیاں
صراحیاں سے ہاتھوں
نین جھلکار جاکھن پر دیکھت ہنستے سرگ بن پر
باغ جنت
سو تن کے نور تن تن پر کریں جو جوہراں خوشیاں ۲۱۱۰

خوشیاں عیشاں انداں سب، سُرگنیاں سُن یہ چھنداں سب

رہیا ہو پستہ خنداں سب، بھرا ترجگ گھراں خوشیاں

نکل کھن تھے گہر تل تل، محل یاقوت مرجاں مل

آسمان سے

کریں کھن سات ہو یکدل، دراں سوں سمدراں خوشیاں

آسمان موتیوں سے سمندر

سہیلیاں جب بچن بولیں، نچھل نرمل رتن رولیں

پنکھی جیواں کے مرغولیں، دیکھت کھولیں پراں خوشیاں

دلوں دیکھ کر

سکیاں چن بند کمل دینیاں، بجاتیاں امرتیاں بینیاں

بین بجاتی ہیں

امنگ سوں باج ارت دینیاں، سرج ہوں جنتراں خوشیاں

سورج

نبی صدقے قطب جکی غزل صد ہور دو دس کی

اور دن

کہیا دے گیرہ کن اس کی، توسن ہوئیں کن سراں خوشیاں

(ج) کہا دے کر کان میں


بارہ یار

۱

ٹھنی

ٹھنی ہیر تھے اپ کو سنواری عجائب — مشاطہ پری ہو نگاری عجائب
پھر سے خود عجب طرح
نویلی کہ قدسم سرو کد نہووے — کہ نو کھنڈ منے ہی پیاری عجائب
کے برابر کبھی آسمان میں
مدن پھول کی رنگ ساڑی بندی ہے — سہے اس کی موتیاں کناری عجائب
کے باندھی زیب دیتے ہیں موتیوں کی
تمن یاد کی مستی منج کوں چڑی ہے — نین من میں کھلتی خماری عجائب
تمہاری مجھ کو چڑھی (چشم دل)
نبی صدقے قطبا ریجھانے کے تائیں — بجاتا ہے تانا دو تاری عجائب
۲۱۲۰ لئے

(ج)

(۲)

پرم موتی چوایا ہوں سکیاں گند و خوشیاں سیتیں
کے ٹپکایا گوبند سے
کہ مکھ روپاں کے جھلکارے جھمکتے ہیں نوراں سیتیں

عشق کا داؤ منج سوں کھیلتی ہے او ضمنی پیاری
مجھ سے
چندا مکھ پر نوے چنداں دکھاتی ہے نواں سیتیں
نئے
کہوں تج بھیس کے باساں کہ یا تج بھید کی کہنی
تیرے کہاں
کہ تج باساں کے مہکارے مہکتے عشق جاں سیتیں
تیری خوشبو
مہکتا باس تج تن یوں کہ مہکے سانت کا مہ جیوں
تیرے
پرم کی بات کرتا ہوں پرم کے عاشقاں سیتیں
ترے نیناں کی جھلکن میں سہاوے بھید کا جل کا
لگے ناچاگ دو تن کا نین کے منتراں سیتیں
محمد بال پن تھے ہے محمل کے غلاماں میں
محمد قلی بچپن سے
تو جیتا داؤ میں پنتھاں سوں سارے سنیاں سیتیں
(ق)

(۳)

ہنستی ہے کھلتی ڈلتی پیالا پلاتی منج کوں
میری مستی تیری مستی جوکھن سہاتی منج کوں

نوی ہنسی نوے غمزے پیاری نوے دکھاتی
جلوے کے راگ گا کر پھر پھر پلاتی منج کوں

ہنس ہنس کے مکھ سوں مکھڑے کے پھل بچھاتی
عشقوں پیالا نازوں پیو کر ڈلاتی منج کوں

بولے جو بول مسکاتی بولنے میں
یک یک پیالا دے کر نس دن گماتی منج کوں

چکا چکا کہ انچل لیتی ہے مور چھپ سوں
زلفاں کے پینگ میانے نہہ سوں پنگاتی منج کوں

رنگ

مستی بوتی ننھی اپ تن اُپر چڑائی

اے بوتی میں رُپے کا چند اپنے دکھاتی منج کوں

یہ روپیہ چاند

خاقانی و نظامی کا قطب شہ ہے شاگرد

(ق) شہنامے کی کہانیاں سر تھے سناتی منج کوں

پھر سے

(۴)

نازک ننھی بالی محبت میں سو ناجانے ہنوز

لوچن کجل جھمکیں ولے بارے نہ پہچانے ہنوز

کاجل

تہہ پر سو من دھرتے نہیں شیشے سر ابھرتے نہیں

مے شراب

پیالی میں مد کرتے نہیں مج عرض نا مانے ہنوز

امید مج تیرا اہے تج قول کوں سیرا اہے

معشوق توں میرا اہے جانے نہ دل لانے ہنوز

ننھن پن کے کھیل مولاں نہیں، امرت ادھر تولاں نہیں

مکھ صاف تیں بولاں نہیں، اپ نرخ ناجانے ہنوز

قطب زماں کوں جان توں، نہہ کے بچن میں آن توں

(ق) دے عشق کیرے دان توں، کینا اپس تانے ہنوز

(۵)

دوڑ کر لاج سوں انچل وو ضنی لٹکی چمن

اُس ضنی ڈال اوپر کیوں لگیا ہے سیوئیں

سوکا سوں کر میں جو غصہ و نازکی بات

جب ہونٹاں تھے جھڑے پھوئی جیو منگے اسکوں مگن

نیہہ نہالاں میں لگیا یک جھاڑ کوں خوش پھل رتن

باغ کا ہے اوسر و مانی خدا رکھے اُس چمن

او بہشتی باس سوں کھیلیے ہیں پھل سب جگ منے

اس کی باساں کن نپاسے سب خطا ہو رسب خفن

جب کتاں کے بھید گنڈالے ہی نٹ نٹ کا رسوں

او ہنکاراں ناؤسن کر گڑ بڑاتے سب تپن

عشق کے طبلاں بجے دایم بہشتی عدن میں

بھید اولے کر دکھلاتے ہیں ارت اپنے نین

تیرے مکھ تھے پائے ہیں سب خوبرویاں روشنی

جوہراں کیا کم تجھے دستے ہیں تج مکھ پر لچھن

چندنی میں جب چھند سوں لٹکے تو چندا جائے چھپ

آرتی ہونے تج اوپر آتے ہیں تارے گگن

یں نجانوں کیسے نوراں تھے ہوئی تو آفریں

سب پنکھی چھوڑے ہیں تیرے جوت تھے اپنا وطن

منج اوپر کا ہے چڑاتی ہیں بھنواں کا تم کماں
غمزے کے ناوک سوں دیوا اپنے ہونٹاں کا چومن

اے معانی ختم کرے تیرا گوہر بہو بہا
مصطفےٰ و مرتضےٰ منج کوں کمر باندے کسن (ق)

۲ سانولی

مری سانولی من کی پیاری ویسے ۲۱۵ کہ رنگ روپ میں کونلی ناری ویسے

سہے سب سہیلیاں ہیں بالی عجب (دل نظر آئے) سرو قد ناری اوتاری ویسے

سکیاں ہیں ڈولے نیہہ بازی سوں جب اوکھ جوت تھے چند کی خواری ویسے

توں سب میں اُتم ناری تج سم نہیں (اس کے سے چاند) کویل تیری بولاں تھے ہاری ویسے

تیری چال نیکی سبھی من کوں بھائے (تیرے مقابل سے) سکیاں میں توں جوں پھل بھاری ویسے

بہوت رنگ سوں آپ رنگیاں سکیاں ولے کاں ترے رنگ کی ناری ویسے (پھول)

نبی صدقے قطبا پیاری سدا (کہاں)

سہیلیاں میں زیبا تماری ویسے (تہاری)

(۲)

پیا سانولا من ہمارا بھلایا — نزاکت عجب سبز رنگ میں دکھایا
دل

تو اپ حسن سورج سوں جگ کوں دپایا

کہ تاریاں میں اُس جوت سیتی سہایا
اپنے کے سے

رنگیلی دھڑی اُس اُپریوں سہاوے — کہ اپ رنگ سوں جگ رنگیلیا رجھایا
چمک سے
اسکے ہونٹ کی اس طرح

چنچل سیتی رلیاں کیا آج سب نس — انند مطرباں سوں خوشی سوں گنوایا
اپنے سے

ہنسے اُس کنول مکھ تھے جھڑتے ہیں موتی — تو اُس شاب موتی سوں جگ جگمگایا
کے ساتھ رات

نبی صدقے قطبا سوں مل مدسجن جب — پیے اپ خوشیاں سوں تو گل بانہ بایا
سے
گلے میں ہاتھ ڈالا

(ج)

(۳)

نھنی سانولی پر کیا ہوں نظر — خبر سب گنوا کر ہوا بے خبر

نین چلبلائی سوں کرتی ہے ناز — ہمن روں روں بھیدیا ہی اس کا اثر

ہنسا جب کرے ناز و جھل پتیں دسن جوت منج کوں دسیں جوں قمر
سے دانت کی چمک نظر آئیں

ترا قد سرو نکلے جب چھند سوں اڑے کھونپے کا تج اُپر تب چنور
تیرے

سو دھن کسوتاں کر جو آئی انگن اجالا دو کسوت تھے پایا انبر
اُس سے آسمان

موتی رنگ کا نمتینی پینے تون دیسے منج نظر تل بہشتی سندر
نیٹنی پہنے نظر آئے میری

معانی نزاکت ترا سب بوجھیا
۲۱۷۰
توں اُس کوں کھٹے کا چکا دو شکر (ق)

۳
کنولی

لے کھڑی کنولی پیاری اپنے ہت میانے پیالا
ہاتھ میں
لے بچکتی ہے ھلکنی میں پَوَن جیون ہرن والا
ہوا
عشق باساں کے سوپھانسے باک کھینچے آب دھن
آپ دِ
کیس میانے پھل جڑی چوٹی منے دونا وبالا
بال ہیں میں
کونلی مکھ پر بہوں چڑائی ہے یوں نوراں سیتی
سے
عشق کے فر لکھے ہیں پوچھو تم اس ناداں کالا
عشق بتاں تھے لگے ہے میرے نین میانے قماری
سے ہیں
نین لذت منج چکھا کر میرے تن میں کرا وجالا
آنکھ مجھے

کھینچتی کھنچاتی کھڑی ہے پیاری اپنی کھج سیتیں
سے
انچل اوجھل تھے نچاتی ہے نین پتلیاں کا چالا
سے آنکھ
نورتن روشن ہوئے ہیں اُس کے انگ کے رنگ ستی
جسم سے
چاند سورج کے حمایل بائے ہیں گلے کنٹھ مالا
ڈالے
ہے محمد قطب شہ بندہ علی کا کمتریں
(ق) تو ازل تھے اوڑتے ہیں منج سر پہ سمانی رومالا
سے

(۲)

تج قد دیکھ سرواں ہا کے کئے ہیں بن میں
تیرا (کر)
تج قد سہاوتا ہے جنت کرے چمن میں
تیرا
پلکاں نمد تکے کر راکھیا ہوں میں تکے تیں
رکھا
جو پوتلی وہندی ٹکہ آئے منج نین میں
پتلی وہ میری آنکھ

دو لب ترے رنگیلے یاقوت کوں دئے رنگ
لے بھیک رنگ عقیقاں رنگیں ہوئے ہیں میں ۲۱۸۰

خلوت میں گنتے شہ جب ڈبتا ہے چاند کھن پر
گذارتے ڈوبتا آسمان
چھپ جائے سورنس میں نکلے جو شہ انگن میں
سورج رات صحن

باریک تج کمر دیکھ باریک ہوا ہوں جو بال
تیری (کر)
ویسا نہیں ہے کوئی تا رایک پیرہن میں

کالیاں گوریاں سکیاں کوں جگ میں جو تھیاں سو بسرتا
تھیں بھول گیا
کھونلی سکی کوں دیکھت میں سُدھ بھولیا دکھن میں (ج)
کونلی دیکھ کر سُدہ بھول گیا

(۳)

اُتم پیاری نظر بازی منجے تج سوں کھڑی ہے
مجھے تیرے ساتھ
نظر بازی کوں مُج سوں نظر رکھ جب کھڑی ہے
میرے ساتھ

کندن رنگ پُتلی کونلی ہور سروپ رویوں نویلی

اور

سُلکھن سندری آلی لچھن دیداں پری ہے

گلالی نین میں تیری سمدپور موج مارے

سمندر پورا

سُرج سے گال پر دنت نور تن مانک چڑی ہے

سورج دانت

بہور رنگ رنگ بالے بال ہے تج میں چنچل انہنہ

بہت

سُہے تج راج ناریاں کا کہ توں کونت پری ہے

کرنگ نینی سہیلی توں میرے جیو کی پیاری

(ج) محمد قطب شہ سلطاں سوں مل ہل ہت چڑی ہے

ہاتھ لگی

(۴)

تازگی تھے تازہ چنچل آئی میرے برمنے بیل کوں لے سبز آنچل پھول جیقہ پر منے

کونلی پیاری پہلی باری ڈاو ساری ڈاو سوں ۲۱۹۰ نین ناری رنگ دھاری مدخماری سر منے

نیہہ دھن کا نار ٹھن کا پاوں جھنکا یوں سہے آس من کا عیش تن کا ذوق کن کا ہر منے

دوتی گاری دُکھ تے کاری ہوک گھاتی کرتی ہے لاک چاڑی لوج پاڑی مج کوں آڑی در منے

اے معانی تیری مانی سب میں سیانی نار ہے بھید جانی نہ پچھانی تخت رانی گھر منے

(ق)

۴
پیاری

سکیاں جا منا لیا و پیاری کوں آج — کہ سب چھند بھریاں کا ہے سیں تاج
لاؤ ہے سرکا
کہو یوں کہ مندر کوں بہو زیب سوں — سنوارے ولے ناگمے تج باج
بہت کے ساتھ نہ بسرہو تیرے بغیر
مدن آ ستا تا ہے گر گیان کوں — کرو داد اپیں آ تمارا ہے راج
خود ہی آ کر تمہارا
عجائب ہے کسوت تمن حسن کی — کہ اُس تھے سُہاتا ہے عشویاں کا ساج
تمہارے سے
توں خوباں کا ہے روپ میں پادشاہ — تو لیائے ہیں سب تیرے تیں نیہہ خراج
لائے لئے عشق کا
تمن مکھ کا نور جب دیکھوں میں — او یک جھن منجے سو برس کا ہے کاج
تمہارے
نبی صدقے قطبا تھے مجلس سدا — وہ لمحہ ۲۲۰۰
سُہاتا ہے جوں حسن سوں ملک لاج (ج)

(۲)

پیاری نکر توں سجن سوں منم — جو جاگی جوانی تو پھر ہوگی خم
نکر کے ساتھ غرور — جائے گی
یقیں جان جگ میں یہ بات ہے — کہ گوہر پھٹے پر ہوتا مول کم
تیں
جوانی و جوبن ہے سب پاؤنا — کہ تجھ تھے ہووے عیش سائیں کون جم
سے
میا آپ سائیں کا رکھ اپنے دل — کہ تج تھے ہووے عیش سائیں کون جم (مکرر)
محبت اپنے — تجھ سے
چھنداں سیتی سنگار کر آی دھن — سہے کھ اپر خوی کہ جوں پھل پہ نم
زیب دے چہرہ پر پسینہ — پھول شبنم
سے
پنواتے ہیں سکیاں میں اپ حسن کوں — او چاہئے ہیں خوباں میں اپنا علم
پلاتے — اپنے — اٹھائے
نبی صدقے قطبا ہے تج نیہہ تھے — مست سہے سب بتاں میں توں اس کا صنم
تیرے عشق سے — سہائے (ج)

(۳)

خوشی دولت گھڑی باجے پلاؤ ہلجونا داں سوں
عشق کی داونی لیاؤ بجاؤ عیش تاشاں سوں
لاؤ (تاشہ)

ترازو عشق جو کھی ہے پیاری آنکھہ انکھہ سیتیں

عشق کے ڈاو یک یک کھیلتی ہی ڈاؤ ڈاواں سوں

کہو الحمد للہ میری پیاری ہے پیاری

عشق کا شرط لکھے ہیں شرط سوں تیرے ناواں سوں ۲۲۱۰

عشق گوہر چڑائی ہے اپس کی داونی میانے

اپس کی بانہ پر پھندنا بندی ہی بھاو بھاواں سوں

عشق کی باٹاں میں منج کوں عشق کی کہنی سناؤ تم

پری پر میانے ہلجیا ہے مرا دل نیہہ پریاں سوں

عشق ہور عاشقی کا جلوا گاؤ عشق سوں سارے

تہینتا ناچنے گاتے بجاتے سبد تالاں سوں

پلاتی مدبھرا پیالا مرتے تیں مدبھری پیاری

(ق) محمد قطب ہت کنگن بندھی ہی لاکھ چاواں سوں

(۴)

پیاری تو بول مارے تُج بول نیں پیتیارا
تیرے کو نہیں
دستا ہے بول تیرا ہر ایک جوں کنارا
نظر آتا ہے
چوٹی تیری سونا گ ہے ہور زہر اس میں کڑوا
اور
او گھر کھیلاں میں دستی توں سا چلی سنپارا
نظر آتی تو سچی
پھر پھر بھنور کے نمنے تُج باس ہوں تو لیووں
مانند تجھ
اس باس میں نہیں ہے نرگس کا خمارا
دیکھ دیکھ کر صندل کوں لانا مشک کی لانا
تو تن کی باس آتا سجلا جب اسنبارا
پہنی
پینی ہے کاج کی کاج اچھری بندی ہے ہات میں
باندھی ہاتھ
کیا جانیں پاچ ہور کاچ او ہندوی گنوارا
اور وہ

تج بول میں نمک نہیں، تیرے ادھر میں رس نہیں
تیرے نہیں ہونٹ میں
تیرے کنک میں کس نہیں، ہور چوٹی ہے اندھارا ۲۲۲۰
اور
ایسے رتن رس سوں دریا تھے قطب کاڑے
زبان سے نکالے
دو جگ میں اس کوں دائم ہے مرتضا ادھارا (ج)

(۵)

پیاری تیرے بچھڑے تھے رین منج نیند آوے نا
بچھڑنے کی وجہ سے رات مجھے
توں قدت کی گھڑی تج بن گھڑی پیرت موبھاوے نا
تیرے بغیر مجھے نہیں بھاتی
رین دن کوج جانے نا جو کوئی جیو عاشق ہے تیرا
رات دن کچھ جی سے
لگیا ہے یادیوں تیرا کہ بھی کچ یاد آوے نا
کچھ
پرت تیرے کوں لقماں بھی سکے نا دار دینے کوں
محبت نہ سکے
صحت کیوں ہوے عاشق تیں جو لب شربت چکاوے نا
کے تیں

پیچی تج رات کا یک رات منج سوارات ہو دستا
واقعی تیری نظر آتا

کنا کس سیج رہنا ہیں جو توں سیج اپ بلاوے نا
کہنا اپنے

تری اس آنچ تھے دل ہے جیسا اَبلوج کا کِلا
سے

کہ جوں نا بات توں گھٹ ہی اپس کوں پگلاوے نا
نبات

تری باتاں تری دھاتاں تری ریتاں اہے بہو دھات
ریت رسم

دیتی چمکچ توں گالیاں دے یوسی دلاوے نا
جو کچھ بوسے

نبیؐ صدقے عشق باتاں خدا تج تیں دیا خانا
کی

(ج) تجے قدرت بتا ہے جو قطب کوں سمجاوے نا
بھیں بھکو اتنا

گوری ۵

سُہاتا ہے مکھ حسن گوری کا شاب — اوکھ چند پہ چند کیان میں لاجوں نقاب
پہرہ کا — اُسی چاند جیسے چہرہ پر چاند کا
او قد سرو نیں ہے کُندن کا نہال ۲۲۳۰ — جھکتا ہے تو اُس تھے سورج کا تاب
نہیں — سے
توں رنگ رس کی باغ کی ہے کلی — تو چوتا ہے جیون کا تج مکھ تھے آب
تو — ٹپکتا زندگی تیرے سے
رسالے اودھر ہیں ترے مد بھرے — سو کرتے ہیں عشاق دل کوں کباب
رسیلے ہونت — کے کو
کہوں زلف یا تازہ سُنبل سہی — اوکھ پھول پر جوں کہ چند پر سحاب
اس — چاند
تری چال مدمت تھے لاجیں گج — نہیں اُن میں اے بھید ہور اشتاب
سے شرمائیں ہاتھی — اور یہ تیزی
نبی صدقے قطبا سوں گوری ملی
سے
تو گل بانہ دے اُس سوں پیوے شراب (ج)
گلے — کے ساتھ

(۲)

عشق کی پتلی ہے گوری رنگیلی — چتر ناریاں میں دستی ہے چھبیلی (نظر آتی)
سہیں تج پدمنیاں کے روپ بزماں — کہ ہے چندر مکھیاں میں توں رسیلی
بنے سولہ سنگاراں (زیب دیں تجھے) تیرے انگ تھی — کہ سب خوباں میں توں دستی گہیلی
برستا بیس (جسم سے) تیرے نور جلوا — نہ دیکھی تجھ سی کوئی سندر سہیلی (نظر آتی)

نبیؐ صدقے قطب شہ سوں او پیاری
پرا واحسن کا کر آکے میلی (سے)
۲۲۴۰
(ج)

(۳)

عشق کی پتلی توں میرے دل کھڑی — تجے نیہہ کے پر لگے اے پری
سہے ناز نیہہ پتلی کوں نیہہ کا — عشق سوتے میں منج اُپر چت دھری
عشق کو پ سوں کھینچ باندی کمر — جوبن پیالا لے ہات میانے کھڑی
پرم کی سہیلیاں کر وہم سوں بات — پرم باغ میں سہتی کسوت پری
تنے تن ترے رنگ بھرے پھول ہیں — توں سیو رائی ہوناں منے ہی کھڑی
عشق صحبتاں میں پیالا پلا — تری نیہہ بھٹی کی مستی چڑی
نبیؐ صدقے قطبا کوں گوری ملی — للات اس کا ہے سورج و مشتری
(ق)

۶
چھبیلی

چھبیلی سوں لگیا ہے من ہمارا — کہ اُس بن نہیں ہمن یک تل قرارا
(کے ساتھ لگا) (کے بغیر ہم کو)

صبوری کون نہیں ہی ٹھار دل میں — صبوری کیوں کرے سُو کر نہارا
(جگہ) (کرنے والا)

الک پھانسی سوں پنکھی جیو پکڑنے — دکھائی گال اوپر تل کا چارا
(زلف) (پرندہ دل)

بسے من میں سو اسکے خیال نس دن — نہیں اس خیال بن منج من میں ٹھارا
(رات) (میرے)

نین بہری چھوڑی سُو کے ڈوری سوں — کرے چنچل پنکھی دل کوں شکارا
(بھری) (خط سبزہ کی) (کو)

میا کرنا کرے معشوق اپنے ہو — کہونا کیا کرے عاشق بچارا
(محبت) (خود)

نبی صدقے قطب عاشق ہے تیرا
سدا مل اچہ نہو یک تل بی نیارا (ج)
(رہ بھی)

۷

لالا

ہلیا من تو بالا سکی سن مولا لا — برہ تھے موجا لا بی بالی بالا
میرا لال — فراق سے میرا
.....بن بن ہی آلا موکر متوالا — منگے میرا خیالا صراحی پیالا
مجھے — مانگے خیال
ترختا.....چولا منجے باج ڈھولا — ہولہے اَبولا مرا سائیں بالا
اَدھر کا پیالا دے ہونٹاں ہوالا — توں کر پھول مالا تو تن جاوے جھالا
ہونٹ
مومن تو سوں پھولیا گیا من سو تولیا — برہ راز کھولیا توں دے اپ وصالا
میرا دل تجھ سے — اپنا وصال
میں گاوں یلّلا بلے من تللّا ۲۲۶۰ — ہوا من اللہ ابیں آ گلے لا
دل اللہ (گلا) ہو
نبی صدقے قطبا تو من سیج بسلا — بُلا لیا بھولا لیا نوار و ملا لا
بھلا ملال (ج)

(۲)

عشق میں مست متوالی ہوں لالا — توں اپ اِدھراں تھی منجکوں دیا پیالا
اپنے ہونٹوں سے مجھ کوں

سرا کے سر نہیں اور سس سُرس ہے — اَدھر رنگ میں حیات آبِ زلالا
شراب وہ ہونٹ

بھٹی جوبن جوانی بھیٹنی سوں — مو دل میخانہ پیالا دیو گلالا
میرے دل کے میخانہ کو

خماری سن کا ہے منج دینا بوسا — چمن گالاں میں ہے دنت پھل گلالا
دانت

یوَن ماتی پیالے نین کیتی — تیرے ڈھلنے تھے ہوے میں متوالا
جوانی کی مست سے کرتی

ترے رو سال تھی ہوتی رات کالی — ترے ہنسنے تھے ہوتا دیس اُجالا
سے سے دن

نبی صدقے رہے تج عشق میانے — قطب سوں کیا پرت دیو کنٹھ مالا
تیرے میں سے عشق (ج)

(۳)

پیالا لیو میرے آچھے لالا — کہ او پیالا ہی سورج بھی زوالا
لال زوال

نجاو و پھر کہ آو میرے مندر — کہ پکڑیا ہے تمہارا منج خیالا ۲۲۷۰
زجاو وہ مجھے خیال

سنگاتی ہیں تمیں میرے جوَن کے — لگو چھاتی کہ جاوے دل ملالا
(جوبن؟) کا ملال

ہوی ہوں میں تمارے نیہہ کی ماتی — کہ دیتا ہے وُ نہ منج کوں اُلالا
عشق وہ نیہ

سجن تج عشق کے دھوپاں میں پیاسی — ہوی ہوں مُنج پلا تج لب ژ لالا
تیرے — مجھے — تیرے
نہ بھاویں مُنج رتن کے ہار پیارے باں — منجے بھاتے ہیں پیو ہت کنٹھ مالا
مجھے — پیا کے ہاتھ
نبی صدقے قطب شہ کے سو اوپر — اوڑاتی ہوں سکیاں ماوے ومالا
اڑاتی — رُمال (ج)

(۴)

تمیں میرے مندر سو آج آو لالا — تم اوپر تھے واروں گی جوبن بالا
تم — سے
— منجے وصل کا دیو پیرت پیالا
مجھے
زر نیا سو میرا تمارا میا ہے — تمارے سو باہاں منجے کنٹھ مالا
تمہاری محبت کی — تمہارے
تمیں میری چھاتی کوں چھاتی لگاؤ — برہ کی سو منج تن تھے جاویگی جھالا
میرے سے
مرے جوبناں تھے سو پھل باس لیوے — محبت کے موتیاں کا گل باوں مالا
۲۲۸۰ — سے پھول خوشبو — گلے میں ڈالو
کسی ہات نا پیو سوں مد پرم کا — توں میرا پیے ہے پرم ساقی آلا
پی سکوں سے
نبی صدقے دایم قطب شہ انند سوں — کریں بھوگ ون کے منن تن تلالا
(ج) اُن

۸

لالن

چترماتی کے ہت تھے لیو پیالا — نقل اس کا ادھر پر ہے حوالا
ہاتھ سے — ہونٹ
مناؤں گی ادھر کا جھوٹا دیو منج — میں متوالی ہوں لالن متوالا
ہونٹ — مجھے
شہ بھیجے ہیں تماری نیہہ چھترتے — اڑاؤ منج پرت کا شاہ شالا
مجھے
بچن پیرت کے کچ نہیں بجتی ہی توں — مگر توں ہے سکی نادان بالا
کچھ — بوجھتی

(ج)

(ناقص الآخر)

(۲)

نین پھاندے میں دل رہیا ہے ہمارا — او بند کھولے ناکھولے جیو کا پیارا
آنکھ کے پھندے — وہ
اس اوپر ادک سو ہے او زلف بارا — زیادہ
اس انگے دسے چال ہنس کا بچارا — وہ
نظر آئے

۲۲۹۰ ـــــــــــــــ نہوے پیو کے مکھ کا ہے جھلکارسارا

کلی پھول تھے بھی ہے نازک او لالن — پھولے ہے او چھب دیکھ کر تو ہی نارا
سے
لگے پھل انداں کے مُنج نیہہ برکہ کوں — کہ جس رنگ تھے ہوتا چمن کا سنگارا
پھول میرے عشق کے درخت سے

نبی صدقے قطبا کوں تج نیہہ پنتھ بن
تیرے عشق کی راہ کے بغیر
نہیں من کوں بھاتا ہے کچ ہور ٹھارا (ج)
کچھ اور مقام

(۳)

مرا لالن ہے لیلیٰ میں ہوں مجنوں — کروں تل تل زیادہ نیہہ پیوسوں
ہر لمحہ عشق سے
اپس سر پر بندیا ہوں نیہہ سہرا — کہ میں عاشق ہوں تج پر ہو (مضمول)
اپنے باندھا عشق کا تجھ پر اور طرح سے
میا سبتی کرو چک سار میری — کہ بھیدیا ہے تمارا عشق رو رو ں
محبت سے اثر کر گیا تمہارا میرے ہر روں میں
تجے دیکھن تھے پاوے سکہ موتن میں — کہ جھمکیا ہے مرے دو نین میں لوں
تجھے دیکھنے سے میرے
محبت تیرا منج سب تن میں بھیدیا — نکر چالے چترُ چھنداں کے ممسوں
میرے اثر کر گئی چالیں (فن سوں؟)

دو تن ہمناں سوں کرتی آڑیاں باناں اومورکھ کی سو باناں کیا کہ بولوں
غیر ہم سے ہے ٹیڑھی باتیں
نبیؐ صدقے کروں اپ دل سوں سبوا
اپنے سے غلامی
قطبؔ شہ کا کہ ہے شاہاں میں موزوں ۲۳۰۰
(ج)

۹

مُوہَن

اہو مائی مدن موہن پیارا — پرم سو کھینچتا آنچل کنارا

نگینا جو کُندن کے میانے سنپڑے — سو وَوں سنپڑا لیا منجکوں پیارا
نگینہ درمیان اُسی طرح مجھے

پیا کوں پاووں پر جنیا مناوو ں — نہیں وو مانتا کہیا ہمارا
پانے پر یعنی بعد

یکیلی دیکھ منج انجانتی ہیں — کہاں میں نہاس کر کر تا پکارا
مجھے کہا

تمیں مُنج تو لجاتی سیج اوپر — ولے دیو وا دَھر کا منج ادھارا
تم مجھے ہونٹ مجھے

نبیؐ صدقے کہی لیلی ہیں قطبا

کہ ہم تم پیم میں مجنوں بچارا
تمہارے عاشق

(ج)

(۲)

پریت تازی لگی ہے منج سکی موہن پیاری سوں
محبت مجھے سے

بندھیا ہوں دل اوچاتر چھند بھری کنونت ناری سوں
باندھا

اُمیداں کے انجھو موتی کے راساں بائے دھکڑ دھک
آنسو

رین ساری صبا لک منج گئی ہیں بیقراری سوں
راتیں صبح تک میری

کیاں کسوت سکیاں ہر یک پرن کی اس چندر مکھ کو
تمہاری، وجہ

سہانی سبز ساری سوں شفق انچل کناری سوں

انجھوں دستیاں ہیں تج مکھ ہیں نشاں بیاساں ہیں انگ نگ کیاں
ابتک نظر آتی تیرے چہرہ کے جسم کی قدرت کی

انجھوں کھلتی اہیں تیری نین رنس کی خماری سوں
۲۳۱۰ ابتک رات

سجن کے نیہہ میں بن مست ہوئے نیں کام حاصل تو
عشق بغیر نہیں

نہیں ہے عشق کوں کج آشنائی ہوشیاری سوں
کو کچھ سے

پیا ملنے کے قصے شوق سوں کوں رنگ رنگ سیتے
کہو سے
نہ کو ساجن کی دوری کی بچن نیہہ کی دکھیاری سوں
کہو عشق سے
نبی صدقے ہوے ہیں منج کوں لاباں کے اوپر لاباں
مجھے
کئی ہوں نیہہ کا سودا قطب شہ نیہہ بھاری سوں
(ج) عشق کے عشق گراں بہا سے

(۳)

ہمن بائیں میں حلقہ کان میں پاوے سو اس دھن کے
جکھ فرمائے ہم سر پر کہ حاجب ہیں تمی من کے
سورج ہور چاند کوں کرتے پیا کے مکھ کے سم لوگا
وے میں ناکروں ہم چاند ہور سورج کوں ساجن کے
پیا کوں دیکھنے مو دل کلے ہے آب و زیور سوں
کہ پھول پنکھڑی من بکھرے نہ ہوے نظراں جو لال کے
یکیلا ہیں نہ ہلجیا ہوں سو اس لفاں کے اے بندیں
بہوت ہیں تر سحر اس دونیں جادوے پرفن کے
اسی تھے کل کوں چو پھرتے چبے کانٹے سو تن سب کوں
جو تیری باس سنگ کرنے کئے پھولاں سو سب بن کے
برن تج حسن کا جگ کوں دیا ہے روشنی دایم
کہ تارے آرتی کریں تجے آتے ہیں سب کھن کے
کہ کرنا سک پیا کے وصف کا تعریف حیراں ہیں ۲۳۲۰ گنو ائے عاقلاں سد بد سو دیکھت نیں موہن کے
تجے سوتے نین دیکھا بر آیا منج کوں حاجت سب ہوا یوں مدعا حاصل کہ گوہر نکلے معدن کے

نہیں ہے آجکل تھے پیو سوں یاری ہمن جیو کوں
جھلکتے جوت ازل تھے ہے معانی دل کے درپن کے
سے
(ق)

۱۰
حیدر محل

حیدر محل میانے نابات گھول ساجے
دن دن انند سیتے طبلاں مدن کے باجے

اُس سرو قد کے اوپر جلوہ ہے نور تن کا
عشّق کے پاتراں سب اُس کا سن دیکھ لاجے

سب عاشقاں کے دلمیں ہے عشق پھول جلوا
پتلیاں نین کیاں میرے من میں انند سوں کاجے

عشّق کا ٹیلا لائی اپنی پشانی اوپر
چو پھیر نور تن کے تاراں منڈل سو باجے

چادر عشق کا ووڑے جوں بر بہوٹی ویسے
تیرے عشق کے لاجاں دیکھے ہیں لاجوں بھاجے

ماوے سو برد بنکر بڑاں سوں ناچے نرتن
ماوے رومال اڑتے ہیں راج کرتے راجے

صدقے نبی شکر کر تج کوں ملی اے پاتر
حیدر غلامی سیتی تج سیس تاج ساجے

(ق)

(۲)

بھواں ابرو میں مارے بر دباندے ۲۳۳۰ عشق کے راگ تاں میں بھید باندے

ترے کیس میں کنول ہور سور آوے کماں بھنواں میں کاجل ساج ساندے

چولی تنگ انگ میں نت نارنگ پنچے (اں) (اور) نین سوکاں سوں موہ چت نت پھاندے

سنے جالی منے من میں ہلجا..... (آنکھ کے خط سرمہ سے میرا دل) عشق ناداں سوں نت آنند تھیں.....دے

توں گھور کر دیکھ رکھی ہے کن پہ طرّا (میں) کتے کاندیاں پوچھوں نا بوجھے کاندے (سے)

نبی صدقے ملی حیدر پیاری اے سیویاں سیتیں چت سوں چت باندے

ترے انچل پہ ہے چندنی کا چھایا قطب ڈاواں سوں بڑاں کاس باندے (ان بیوؤں سے)

(ق)

(۳)

حیدر محل میاتے جلوا عشق کا گادیں (سے)

یزدانی تانت چوندھر رنگاں سیتیں بجادیں (سے)

اب ہات میں بندی ہے جلوے کے ناد کنگن
اپنے ہ باندھی
نیناں کی پتلیاں کوں پتلیاں نمن نچاویں
پتلیوں کی طرح
عاشقاں محبتاں کا پیالا بھرے پیاری

(ق) .....ناقصُ الآخر.....

نوٹ ۔ حیدر محل یا حیدر پیاری کا ذکر اس نظم میں بھی ہے جو محلات شاہی میں "حیدر محل" کے عنوان سے شامل ہے۔

۱۱
محبوب

دل چمن میں اوپری نازسوں دستی محبوب ۲۳۴۰ سرو سنگار کے بن میں کھڑی ہنستی محبوب

پھل گلالاں ایسے گالاں تھی ہوا بلبل مست رنگیلا جام لے اب ہت منجے کستی محبوب

تیرے دربار کوں قبلہ کے نمن بوجے جے سر بسر ہے اُسے منج عشق کی مستی محبوب

اہے باریک کمر بال تھے اُس بالی کا اُس اُپر زر کمرات نازسوں کستی محبوب

اے نویلی نہ بوجھے کوئی تیرے مذہب کوں بہو مذہب منے مذہب ترا ہستی محبوب

بنی کے داس پنے تھے ہوا ہوں قطب زاں اُسی تھے تیغ ہے میرا سدا ہستی محبوب

(۲)

جگت حسن میں ہے ترا حسن محبوب میں طالب ترا ہوں مرا توں ہے مطلوب

تمیں بات دل جان کی بوجھتے ہیں — سو کے قلم سیتیں لکھ بھیجو مکتوب
خط ستر کے سے

تم
ترا حسن یوسف سوں کرتا ہو لاوا — تری آرزو میں ہیں عاشق جوں یعقوب

ترے حسن کا ذکر موگل ہے تسبی — مرے دل کے گوشے منے توں ہی مرغوب
میرے گلے کی تسبیح
میں

اُسی تھے شہاں میں ہوا سربلندی
سے
نبیؐ کے غلاماں سوں ہے قطب منوب ۲۳۵۰
(ج)

۱۲
مُشتری

نَین پتلی ہم سوں کری ایک بات — نین بن میں دعوے کے پھولاں کھلات
عشق کستوتاں تھے مجے مشتری — عشق انت ادھر میوہ تج کوں سہات
عشق توے جوبن کی ساراں کرے — ادھر تیرے کوثر کا پیالا پلات
ادھر پرتر ہے پرم کا نشاں — ادھر چومنے تھے سولاجے نبات
اچت چاند سہتے ترے دو دو دل — ترا مکھڑا پرم کہانی سُنات
چتر ناریاں میں چتر پن تجھے — کہ آپس کے من میانے منگوں منات

نبیؐ صدقے ماوے چتر قطب سیں
کہ راپاں منے قطب تارا جنتات

(ق)

(۲)

دعا معشوق کا کر کام تج با مدعا ہے
اُسے جیتے تھے سب جگ پر ترا فرماں روا ہے

ترا ہستی اُسی کا نانو ہے تن میں جیا ہو
تو تج مستی ازل تھے تا ابد لگ با صفا ہے

تیری سے
اسی مستی کے تئیں توں جب رہیا بہو دیں دلمیں
بہت دن ۳۲۶۰
ہزاراں شکر و سجدے کر کہ تج سو مرحبا ہے

ہمن دل کے گنوارے میں سجن کا نور دستا
گہوارے
سورج کرناں کی ڈوریاں سوں جھلکتا خوشنما ہے

سکل دُندیاں کے طالع میٹیا ہے زحل نارا
سب
ہمارا مشتری طالع میں طالع کا بقا ہے

خدایا قطب کے تارے کوں دے توں سرفرازی
خوارج کے ستاریاں ہیں منگل کیسرا جفا ہے

نبیؐ لنگر میں لنگر دار ہو کر رہ معانی
(ق) کہ لنگر واری میں تج کوں ہزاراں لاکھ لاکھ شفا ہے


دوسری پہاڑیاں

بلقیس زمانی

عشق پادشاہی سو ہے تج آج — حُسن ملک میں ناسُہے نتج باج
زیب دیتی ہے تجھ — نہ ریب دے تیرے سوا
تو چُمنے مٹھائی شیریں کو نہ آئے — دیکھ اُس مکھ تجلّی سورج پکڑ یا لاج
کی
تیرے چومنے کی
سچی اِس زمانے کی بلقیس توں — انچل سیں سُہاتا ہے تج جبوں تاج
تیرے مثل
تو خدمت میں حوراں کھڑیاں ہات جوڑ — اُنن قول بیڑا دے کرو تم ساج
سرپر
تیری کھڑی ہیں
کھنجن تیر کھنجن پہ کرتی بڑائی — تیری چوٹی گُندنے ہوے مشاطہ ساج
ان کو
گوندھنے
جو بن پیالا دے ہت میں پیالا پلا — اُدھر نقل سوں توں دے کر کمال ساج ۲۳۰
ہونٹ
ہاتھ
عرضداشت عاشق کوں معشوق پاس — عشق تاراں سوں تم بجاو و کماج
ہے سر پانوں لگ توں کندن کی بنی — دو تن کوں توں نا دیکھ کر مکھ مانج
غیر
نبی صدقے پایا ہے جنت کی حور — محبت قطب کر خوشیاں سوں تو راج

(ج)

۲
حاتم

ناری سُہے تجہ اتا لے چالا — جھلکار سہی ——
(زیب دے تجھے)
سنپولی اُپر بھونگ سٹیا چام (چال) — چھوٹے اَلکاں ہیں پھول مالا

رتّن تھے اَدِک دیپں ہونٹاں پر — ادھراں کے اُپر جڑے سو لالا
(ہونٹوں) (لال)
دیکھ چندنی میں چند مکھی کوں (سے) — سورج کوں پلائے چھند سوں پیالا
(چاندنی) (سے)
دن رات ہوا جو کھولے دھن کیس — نِس میں جو ہنسے پڑیا اُوجالا
(عورت نے بال) (رات)
ناریاں میں جو ناز بھاگ اَچگل — انگ سنگ سوں کرے پیا نہالا

نت پیوے علیؑ کے صدقے حاتم
قطبا کے اَدھر تھے مے پیالا

۲۳۸۰

(ح) (سے)

۳
بہمنی ہندو

ان بہمنی ہندو کا کس دھر کروں شکایت
نیں لیکھے ہیں مورخ تاریخ اس حکایت
نہیں

بے دام اس کا خدمت کرتا ہوں اپنے دل سوں
دیتے ہیں دام اُن کو کون ہور کرتے ہیں عنایت
اور

اُن اساس تھے سب ہوٹاں سوکھے ہیں تج نین
نیں ہی صواب پانی دیت تمن ولایت
امید کی آہوں سے

اُس شہر کی سو بیتاں کن نا دیکھیا نہ سنیا
ناکو توال قاضی ناکس کا ہے حمایت
کوئی دیکھا سنا

غمزے کے سمند میانے تیرا تر ہت نہ دے کر
ڈوبن ہوے ہیں اب تو تم ٹک کرو ہدایت

آہان اُساس دلکا راہ خیال باندھیا
اپ ناز روشنی باتا منجکوں ہوے ترایت

توانت میں جیو کا دوری کدھیں انپڑ نہ سکتا
تج حسن کے چھجے کا کوئی نا بوجھی بدایت

ن اُن ۔

یک چھن اگر نہ دیکھوں تج یاد کا جو شہلا
تج باج گمنا منج کوں مشکل اہے بغایت
تیرے بغیر گذارنا مجھے

نیناں کے لعل تھے دل پکڑیا ہی جوش میرا
سٹ چھانوں عشق کا منج توں آپنی لوایت
سے

تم یاد تھے ہوا ہے موہور نمنے موتن ۲۳۹
اب نا کریں تو ہم پر ہور کب کریں رعایت
تمہاری سے

کوئی نا سکے معانی آپ کی پر بیاں کر
اور
پڑتا ہے اپنے دل میں سب علی روایت

(ق ۔ ج)

۴
ہندی چھوری

رنگیلی سائیں تھے توں رنگ بھری ہے
سُگڑ سُندر سہیلی گُن بھری ہے

لٹکنا بجلی نمنے اُس سہاوے
وُہ ہندی چھوری بہو چھند شہ پری ہے

چندر مکھ موہنیاں جب ناچتیاں ہیں
وُتن میں توں سورنگی جوں پری ہے

سبھی حوراں نہ آسیں آج تج سم
کہ توں بالاں میں سب عنبر بھری ہے

اُپجتا ہے ترے مکھ تھے جے شابی
او شابی تھے سدا تج سروری ہے

گگن منڈپ تاریاں سوں سنوارے
او ہاں گاؤن سو زہرہ مشتری ہے

نبیؐ صدقے یہ بھائے قطب شہ کوں
توسکیاں میں توں جیسی شہ پری ہے

اسلئے

۵
پدمنی

تج ناک موتی مکھ اوپر دیپتا ہے آب سوں
یا خضر کے چشمے میں ترتا بُڑ بُڑا پُر شتاب سوں

دو بُڑ بُڑے کا عکس تیرے مکھ اوپر یوں چھائیا
جیوں چاند کی جوتی منے مشکیں کلنگ ہے داب سوں ۲۴۰۰

تج نین کی راوت چڑھائی بھنوں کمانا روس کر
سب عاشقاں میں منجہ اُپر راکھے چاپ ناب سوں

جب ناک میں مکرا سہاگن بین آئی جلوہ میں
دو قفل دے منجہ گیان پر سکہ کرے شب تاب سوں

مکو اجو لٹکائی بہونک بالاں میں پدمنی پدم کے

یک تل میں ہلجای منجے اس کمرے کے قلاب سوں
مجھے

قلاب سٹ من میں کوں کھینچی الک ڈوری سیتی

اپ عشق کے کھیلاں دکھاتی ہے عجب لکھ باب سوں
لاکھ طرح

ہنتن نکھن ہور چیتنی بھل کر رہے دھن بھید میں

وو پدمنی مل کر سہے اب قطب شہ نواب سوں
وہ

(ق)

۶
سُندر

چندر مکھ تج لعل لب ہیں، دسن جوں تیر تارے ہیں
چاند چہرہ تیرا دانت مثل
کہو یہ چاند کاں کا ہے کس اسماں تھے اتارے ہیں
کہاں سے
اگر یہ چاند اس اسماں کا کہیں جگ تو قبولوں کیوں
سماں کے چاند کے مکھ ہیں کون دیکھیا جو تارے ہیں
چہرہ
آسمان
سوج چندسوں سندھر مکھ کوں دیئے تشبیہ سب شاعر
سوج چاند سے زیادہ حسین چہرہ کو
ولے پوچھیں جو مجکوں تو اُس انگے او بچارے ہیں
مجھ سے کے مقابل وہ
کہے دیکھے کر شمہ کر وو سندر نازنیں منج کوں
وہ مجھے
تو اُس نیناں کے جھلکارے جھلکتے جوں کٹارے ہیں
ان آنکھوں

سما آباج کے اوپر ہدف سو سور کرنا وو

سوج وو
بھواں کے قوس سوں تارے کے نیناں تیر مارے ہیں ۲۴۱۰

سے

سوج اور چاند کے کرناں جھلکتے سو دسیں مج ہوں
نظر آئیں مجھے اسطرح
کہ جوں منگتے سندھر کن اوگدا ہو ہت پسارے ہیں
جیسے مانگتے ہیں سے وو ہو کر ہاتھ

ایسی سندر کوں پایا ہوں خدا کے رحم تھے قطبا

سے

جو حوراں ہور ملک دیکھ کر ہوے حیران سارے ہیں

اور

سجن ۷

سجن باہاں پکڑ دیو وادھارا — تُمّاری سیج ہے جیون ہمارا

سنو منج بینتی ساجن دیا سوں — گھڑی تلتل تمن پر میں بلھیارا
میری آپ بیتی عرض حال کرم سے

مرے تن من میں نس دن یو بسے شہ — تجی سوں جیونا میرا ہے سارا
تم بلہار

تمن مکھ جوت سوں سب میں اُجالے — سورج چندا دیوے مشعل ہمارا
رات تجھ ہی سے جینا

تمارے مکھ کے درپن میں دیکھوں میں — جوں اسکندر کے درپن جگ سارا
تمہارے چہرے کی آئینہ جس طرح آئینہ میں ساری دنیا

سکی بچ میں اچنبا ہے اچنبا

نبی صدقے کہے قطبا کی پیاری — کرم خوردہ

(ج)

۸ رنگیلی

مری مٹھ بولنی میٹھائی سوں پیالا پلاتی ہے
خماری رات کا اپنی نین میانے دکھاتی ہے ۲۴۲۰
مری شیریں کنگھی کرتی، کنگن بجتے ہیں ناداں سوں (آنکھ میں)
رتن ٹیلا دھرے منگ میں نوے چھند سوں (آواز سے) پاتی ہے
نوی متوالی مد پیالا پلاتی نین نقلاں سوں (ٹیکا مانگ نئے چمکاتی)
نین خمّاری اپنے تن چڑھا دھن کن بناتی ہے
انچل جھلکار کی چونپاں چندر سورج نمن جھمکیں (کی طرح)
ڈھلک نارالٹک چالاں منے چالاں نپاتی ہے

مدن گا ٹھاں نوے جوبن نویلے تن اُپر سُہتے

پون کے راگ رنگ گا کر منجے چھند سوں رجھاتی ہے

رتن کی پیاری مانک جوت پیالا بھر پلاتی منج مجھے

رنگیلی بر بہوٹی بر بہوٹیاں میں سُہاتی ہے

نبی صدقے محمد قطب سوں مل اچ گڑی اب توں

(ق) چندا ایسی سہیلیاں تئیں سورج سا کھ دکھاتی ہے

۹ نور کی مورت

کجل انکھ میں سوماہی کے مراتب سوں علم پکڑے
چگر بالاں چند اکھ پر سو جبشیاں کا حشم پکڑے

تو فوجاں حسن کے ہلے جوبن گج مست ہو چلے
کمند کنٹھ مال تج گلے کمندیوں کوئی کم پکڑے

ترا کھ جام چندر ہے سو ہت درپن سکندر ہے
ولایت حسن بندر ہے تو خوباں تج سوں ہم پکڑے

مصور تج لکھے صورت نہ لکھ سک نور کی مورت
اپن میں آپ ہت جوڑت قلم سٹ کر شرم پکڑے

چلی لٹکت چمن کھن میں اٹھے غلغل تو پھل بن میں
جھڑیں پھل برگ انگن میں جھلوں دیکھ سر و خم پکڑے

عجب قدرت برن ہیں تج جگت خوباں سر ہیں تج
للات ان کا چرن ہیں تج دیکھت اپ دل میں غم پکڑے

تجھے دیکھکر اپنے
معانی ختم کراب توں سنے جے کوئی ہوے مجنوں
جو یک شمہ سنے تج روں کدہیں تا جام جم پکڑے (ق)

کبھی

کسبن (۱۰)

لاج کے خوے بند اُپر رات کا کہنے جواب
شرم بوند

کیوں چھپائے بی نہ چھپ سے نیر نرمل کا جواب
بھی کے صاف پانی

نکہ اچھر لکھے مکھ اوپر طرحِ صحبت کا بیاں
منھ سے تر چہرے کے

آرسی دیکھ ہوگا تب خاطر نشاں تج باحساب
آئینہ

طرحِ صحبت باغ میں کیتی ہے توں وضعی نوا
کرتی نئی وضع سے

جانتی توں کچ بوجاہوں تیرے سب چالے وشاب
ہے تو کچھ سمجھ گیا چالیں

پنتی ..... سوں مدتج کسبنا نوں ہے
سے شراب تیرا کسبن نام

جیف میری عاشقی تجہ حیف معشوقی کے باب
تیری

مُج محمد نانوں ہے معنی سو بولیا راستی
میرا نام

آؤ خوش یا نہ آؤ خوش ہے نام میرا آفتاب
آؤ خوش یا نہ آؤ خوش

(ج)

نازُ

نازنیں

دھن دید پر نا دید رکھ سورج نہیں رہتا کھڑا
عورت کی

تارے چندر سن یو خبر سب رین میں رہے گڑبڑا
چاند کریہ رات

سو دھن کا مکھ جھلکا و تا نس میں سورج چھپ جاوتا
نازنیں مُکھ بھلکتا رات جاتا

دن میں چندا نہیں آوتا تارے ٹٹیں سب جھڑ پڑا ۲۴۴۰
چاند آتا ٹوٹیں

سہیلی کا کھونپا ہے بدک بند خوے جھڑ جوں پھول بنجھل
بوند پسینہ کے بیٹھ

دیکھت چنچل نینان چپل بجلی تو جاوے کڑکڑا

بیچ نیر کوی نا آئے کر کوی آگ پھر نا جائے کر
بیچ پانی

باڑی سو پلکاں لائے کر سو کا کرے آڑا اڑا
خط سرمہ

دھن سیس پر پھولاں چڑے انبر پہ جوں تارے جڑے
سر اسمان

حوراں ملک دیکھن کھڑے دستا تماشا یو بڑا
دیکھے نظر آتا یہ

ہاتاں ہیں لالی یوں بسے کیتے شکار وسب کسے
ہاتھوں کرتا شکار وہ ہر ایک کو
خونی نشانی سچ دسے عشاق لے چنگ سپڑا
نظر آئے
صدقے نبیؐ کا داس ہوں، میں داس اسک راس ہوں
غلام
قطبا علیؑ کا داس ہوں پکڑ کھڑا دلدل کڑا
(ج) غلام پکڑ کر

(۲) اسرارِ شباب

سورج تارے دپائی ہے سُندر چندر پشانی میں
چمکائی حسین چاند حسین پیشانی
مگر دستا ہے عکس اُس کا گگن سمدر پانی میں
نظر آتا آسمان سمندر
بو باندی دال ساڑی لال پتلی چین کے چن کر
دھرت پر سور ہوں دیکھیا شفق رنگ ارغوانی میں
زمین سورج میں نے دیکھا

رچی اپنی پشانی پر وو خونی خون کرنے کوں
کہ سمجے خوب کر عاشق نہیں چوک اس نشانی میں

ادھر کے رنگ لالی سوں سکی یعقوت کوں بالی
ہونٹ یاقوت
شکر نابات کوں پگلائی ہے شیریں زبانی میں

بیکائی چاک گج ہنس کوں پھلائی پھول ہنسی میں
سکھائی چال ہاتھی کھلائی
جواناں کوں نہ خاطر لیسائی مغروری سوں جانی میں ۲۴۵۰
لائی جوانی

اودھر امرت پیا جانوں سو مکرا جیو پا جھلتا
ہونٹ
سدا کیوں ناجیوے رہتا ہے آبِ زندگانی میں

بچن ہور بہوں سوں جیو لینے ودینے جانتی ہی تو
گفتگو اور اشارے سے دل لینا اور دینا
نبی صدقے قطب ماہر ہے تیرے بھید جانی میں (ج)

(۳) انداز شباب

یوں سیتی ہت راکھی ہے اپ کمر
جوانی سے ہاتھ رکھی اپنی پر

سورج چند نمن جھلکے دو زر کمر
چاند کی طرح وہ

ہیں اُس نور سوں لبد یا ہوں کیا عجب
سے

وو جگ روشنی پایا کس نیں خبر
نے ہیں

تو دوری ڈراوے منجے دو رہتے
تیرا فراق سے

وو کیا بوجھے مو دل میں ہی تو نگر
وہ سمجھے میرے تیری

نہ ارد ھنگ سوں سیں اُپر پائے انچل
آدھے جسم سے سر پر ڈال

کہ جیوں ابر چھاتا ہے سورو قمر
جسطرح سورج اور

اچھوں دور اکرنا اچھوں فرق نہیں
وو مورت ہے میری نظر کا بصر
ہلکی

کہتے لوگ جو کھو حسن حسن سوں
جو صراف ہوے کا بوجھے گا گہر

منجے اپنا کہہ نہیں کہتے آپنا
مجھے کہکر کرتے

کہو نا کہو ہلجیا تیرے منتر
میں پھنس گیا ہوں

مکر حیلے کی دارو نہ بھاوے منجے ۲۴۶۰
مجھے

دو لعل نین تھے چڑھیا منج اثر
اس سے چڑھا

معانی کی باتاں تھے جھڑتا نمک
سے

جے چاکھے کہے ہی نمک سوں شکر
جو

(۴۴)

چنچل نین

(*)

دو نین تج ابرو تلیں ہیں نارکیہ ے خواب میں
دونوں آنکھیں تیرے کے نیچے

دو مست شوخی سوں سہنے مسجد کیرے محراب میں
سے سوتے

تج نین چنچل ..... کان کر دو زلف سوں

کھیلیں جو دھر تھڈی کے کو تج مکھ کے مہتاب میں
تیرے

یہ کیا عجب پڑتا نظر جو دوپ پڑتی چاند پر
دھوپ

یا مکھ نورانی جوت بھر ہے نین کیرے شاب میں
روشنی آنکھ

ہیں لشکری نیناں تری سنجور سلح کلا کرے
آنکھیں

کوئی رسیں تس کی کیوں کرے سو ندل کرے اسباب میں
اُن

نینو گھلاتی سندری تب قطب شہ کوں بھاؤتی

مل سیج میں یر بھاؤتی چو سارتوں ہر باب میں

چاروں طرف تو (ج)

(۵) ماہ ابرو

(✣)

تج ابرواں کے چند تھے دستا خجل چند عید کا

تیرے چاند سے نظر آتا چاند

ساقی بھواں کا دور تج پیالہ ہے منج امید کا

تیرے میری

نس دن دعا تھے مو نظر پڑ یا ہلالی بھواں اوپر

رات سے میری پڑتی

اس روشنی کے سم نہ آوے روشنی خورشید کا

مقابل

تیرے ادھر پیالے کا مے شیرینی ہور تلخی دھرے

ہونٹ اور

اس کے برابر نا کہوں پیالا کدھیں جمشید کا

کبھی

راکھوں نظر تج حسن پر صلوٰۃ بھیجوں شوق سوں ۲۴۷۰

تو میرے طالع.....کا

سب سرو قدّاں میں کرے سو سرو خوبیاں سوں سماع سے
تو جیو کا جاں بھاگ دے دیتا قبا جاوید کا

کوئی آج لگ سمجھے نہیں تج حسن کے نکتے کے تئیں
تیرے
معنی نہ بوجھے عالماں ہرگز کدھیں تج بھید کا

پہچانے کبھی تیرے
تج مکھ مسی کا سکہ ہے عاشقاں کے دل منے
میں
نا بُج رقیباں جھوٹے کوں دیکھیں کتب تقلید کا

بوجھ
تیرا نزاکت حسن کا پڑھنے میں لکھنے میں نہ آئے
او نور ہے روشن بہوت نیں ہی سکت یک دید کا

نہیں
تم یاد بن ہور یاد نیں یک تل معانی کوں کدھیں
اور نہیں لحہ کبھی
شاہا نظر منج پر دھر و تشریف دیو وعید کا

مجھ
(ق)

(۶) کعبۂ رخ

(※)

سکی کا مکھ مکا، ہور کیس کسوت جون بنائے ہیں
چہرہ مکہ اور بال کی طرح
دیسے یوں مانگ موتیاں کی کہ حاجی حج کوں آئے ہیں
نظر آئے کرنے کیلئے
سہے تل حجرالاسود، ہور ذقن جو چاہ زمزم ہے
سجے اور
سو مکراڈول جوں پانی سے بند موتی جو آئے ہیں
بوند ٹپکائے
سکی کے زلف حلقے ہیں سو جوں کعبہ کے درمیانی
مثل
یوں ہت قطب کے داعی دعا کر کر ملائے ہیں
چپچل کی نیں تھے حج کوں نشانیاں خون کیاں دستیاں
آنکھ سے کی نظر آتی ہیں
مگر قربان کرنے جیو حاجیاں کے دن آئے ہیں

ن منگ کر

منا عرفات دھن جوبن ترے ہور عاشقاں حج کے
اے عورت اور
کیتے قربان کر کر جیو نشانیاں لہوں کی لائے ہیں
۲۴۸۰ دل لہو؟
ویسے یوں جالے موتیاں کے بچھل جوبن پہ چنچل کے
نظر آتے ہیں
کہ جوں طبنود دتھانبے کا پوں سوں کس دولائے ہیں

(ق - ج)

(۷) سرو خوش قد

(✤)

سرو خوش قد دیکھیا سب سرو کے بن میں عجب
دیکھا
اُس کے سر کوئی نہیں سب باغ و گلشن میں عجب
(سریکا) طرح
سرورِ سروراں مرا سر اونچ ہے سورج نمن
سربلند
او سورج کرناں جھمکتے مجہ نین کھن میں عجب
اُس سورج کی کرنیں چمکتی ہیں میری آنکھوں کے

باغ میں کرتے چمک چالے سکل سرواں ولے
چالیں سب
چل نہ سک تجہ چال سم گاڑے گئے بن میں عجب
سکے

باغ میں سب ..... سرواں ڈلیں حیران ہو

سیس خم کر بات کرتے یک کے یک کن میں عجب
سر کے کان

گل کھلے تارے نمن کنولے رنگیلے سرو کوں
کی طرح کو

چند سرج اس پھل لگے سب سرو کے بن میں عجب
چاند سورج اسکو

سب پھولاں کی باس میں مہکار مجہ پھول کا نہیں
خوشبو میرے

لذت اس جھلکار کا چبیا ہے مجہ من میں عجب
چبھا میرے دل

یارب اس سروراں کوں نا دکھا بادِ سموم

کیونکہ اس کا نور دستا دل کے درپن میں عجب
نظر آتا آئینہ

تڑپی دم دم میں اتاروں سر رعنا کے اپر
سب رقیب اسپند کر جالوں اگن فن میں عجب
جلاؤں آگ

جاں چھپا راکھوں معانی پاؤتی دوتن نشاں
جہاں بھی رکھوں پالیتی غیر ۲۴۹۰
طاق لوچن میں چھپا او نور لوچن میں عجب
آنکھ
(ج)

(۸) چاندنی اور سجن

(※)

سجن مکھ کا اوجالا چند تھے آلا
چاند سے اعلیٰ
ادھر تھے چوے جم امرت پیالا
ہونٹ سے ٹپکے

سیو رن ہے کلا چند تھے اے شاکی
چاند سے
تو سب جگ پر سٹیا ہے اپ اُجالا
ڈالا اپنا

ستارے نمنے جھمکے کن کے موتی
کی طرح کان
دیا اُس رنگ سائیں مکھ گلالا

دیسے جوں دو دو چند اس میں موہن
نظر آئے
سُہیا جوں کہ نرمل چند بالا
جسطرح

جھلکتی ہے رَین الماس نمنے
رات مانند
سجن دیو اُس صفا میں نے لالا

چندن کے اونٹ چندنی ہے زیبا

نبی صدقے قطبا کوں نبیاں سب

(ج)

(۹) چاندنی اور پیا

چلے چندنی میں جب لٹک پیو ہمارا — اون عکس دیے چندر تھے اپارا
چاندنی ناز سے پیا
بسے جس ہیا میں پرت ہم سجن کی — بن اسکی پرت کچ نہیں اس پیارا
ان کا چکچے سے زیادہ
جنے سائیں کے عشق کا مد پیا ہے ۲۵۰۰ نکر سے اسے ہور مستی اتارا
دل کچھ
جکوئی ماتی ہی سائیں کے حسن چھب تھے — او سے مانیں نہہ پت میں جگ سارا
جس نے نہ کرسکے اور
پیا نور بستا ہے منج دل جھمک میں — کہ جس نور تھے ہے سرج آشکارا
جو کوئی تھے مانے عشق کے مسلک
سکی پیو چنتا لگیا ہے ہمن کوں — سجن بن نکر سے لے ہور کوئی نوارا
میرے سے سوج
نبی صدقے قطبا کا من تج سوں لاگیا
ہم تجھ سے لگا
کہ اپ جیو میں تیرا کیتا ہے ٹھارا
اپنے دل کرتا

(ج)

نیاز

علم عاشقی

جس پیو کوں ڈھونڈتی تھی نابُج جہاں جہاں میں
نہ پہچان کر

سو پائی تس اپس میں جیوں سوں تہاں تہاں میں
اسکو اپنے دل سے ہر جگہ

سمجی کہ کچ اَدھر تے مج ..... (پی) کا تھا تھا
سمجھی کچھ ہونٹ سے مجھے

تو ایسے بے نشاں کوں دیکھ کے نشاں نشاں میں
تجھ جیسے دیکھکر

مُج دل نین میں نورا و سنبور کر کے خوش خوش
میرے کی آنکھ وہ بھرپور

پھر پھر دکھائے مکھ تو دیکھی عیاں عیاں میں

کئی برہ آچرایا جو ہر وصال سو سو

اب سنیر آئی ہوں اُس ڈھنڈ ڈھنڈ کہاں کہاں میں
حاصل کرلی ڈھونڈکر

معشوق پیو کی عاشق ہوئے کر کے جگت مُنج مُنج
پیا

اوعلم معشوقی کا کرتی بیاں بیاں میں
اُس

کہتی دیکھت پیارے تیری ہو داس داسی
کہتی

کی صاحب اپنے سوں مل رونگی ایاں ایاں میں ۲۵۱۰
کیوں؟ رہوں گی

حضرت نبیؐ کے صدقے تج پیو ہے جو جاں جاں
تیرا پیا ہے جہاں جہاں (ہر جگہ)

کہہ توں جہاں جہاں او قطبا نہاں نہاں میں

(ج)

(۲) رسم عاشقی

نین بت خانہ پتلیاں کوں اچھوتا کرتا ہوں سیوا

سِندور ٹیلا پشانی راکھے تِل تِل ریت ادے نیوا
لگائے

مسلماں ریت کافر ریت کیا ریت اے نہ جانوں میں
کہ جگ کے لوگ ریتاں چھوڑ پکڑے ریت تج جیوا
تیری
دھری ہی کان میں مُدرے چڑائی ہے ابو تی تن
کہ پتلیاں میانے دستی ہے سو سچلی پتلی جیوں دیوا
میں نظر آتی
اُمنگ ندی کی کشتی میں سکھیاں چڑھ کھیلتیاں ہیں خوش
چڑھ کر
انچل اردھنک سٹ پکڑے اونا کا ہت ستی ریوا
ہاتھ سے
پرت مہنر سوں آئی ہے سکھی اب دود جوبن پر
نین امل کھلا کھیتی صراحی نہ سرا پیوا
شراب
میرا امرت انچل اوجھل لذت منجکوں دکھائے ہے
پساریا ہات میں آساں سوں اوس منجکوں تک ریوا
آس سے وہ
نبی صدقے پرت باغاں میں عشرت کرتا ہوں کرسوں
قطب شہ کوں کھلاتیاں میں سہیلیاں رنگ بھرا میوا
(ق)

کتابِ عشق

(۳)

کجل آنکھ کے رنگ میں بھید ہے — تو بھید بھید میں جوت خورشید ہے
گھر پاکاں میں تھے پنجیا گھر سے — عشق کا جنیتا سوا امید ہے
عشق حرکتاں میں سو حرکت لہے — خوشی پھول چادر میں جمشید ہے
خوشی پیتے بوسادے منج تخت پر — گھرے گھر عشق میوے کا بھید ہے
خوشی خوشبوی خوش ہے اسپند اُتار — عشق باس کے جلوہ میں بھید ہے
خوشی خرمی میزبانی گنائے — عشق کے نشاں پر مراد بید ہے

عشق کی کتاباں کیا عشق سوں
لکھا
قطب شہ نبی صدقے جاوید ہے

(ق)

نقشۂ وصال

(۴)

اے نار میرے نین کوں دے آپنا دیدار عیش
آنکھ کو
سر وَن بھی تپتے ہیں مرے ان کوں بھی دے گفتار عیش
کان
منج ناک دھن تج ناک تھے دم باس کا دھرتا ہوں
میرے تیرے سے
دم باس دیکر توں اُسے دایم دیئے آپار عیش
خوشبو تو بے حد
..... تج دُر ادھر تس میں نبات امریت بھر
تیرے موتی جیسے ہونٹ آبحیات
میرے ادھر پر دھرا دھر منگتا ہوں میں آثار عیش
ہونٹ رکھ ہونٹ
تج رخ سیتی مُنج رخ اہے نہیں اس تھے رُخ فرخ کہیں
تیرے سے میرا سے زیادہ
رخ سوں ملا رخ کوں کہ ہے رخسار کوں رخسار عیش
سے

مُنج کنٹھ دھن تج کنٹھ کی کنٹھ کوں بہت منگتا ہے
میرا گلا عورت تیرے گلے

مُنج کنٹھ سوں ہم کنٹھ ہووے سور کا جھلکار عیش ۲۵۳۰
میرے گلے سے گلا سورج

باہاں میریاں مشتاق ہیں تج بانہہ کے گلہار کے
بازو تیرے بازو گلے کا ہار

باہاں منے بانا سکے تج بانہہ کا گلہار عیش
بازوؤں میں نہ سما سکے تیرے بازو گلے کا ہار

مُنج ہات منگتا ہے ادک تج ہات سوں ملنے کے لیں
میرا ہاتھ بہت تیرے ہاتھ سے لئے

منج ہات کوں اپ ہات سوں کرنے دے توں اے یار عیش
میرے اپنے سے تو

بھیٹن کے ڈوبٹ سیتی دھن کُچ کُچ اپنا طول کر
سے

ہم دو نو کُچ سوں کُچ لگا کُچ کُچ کریں ہر بار عیش
پستانوں سے چھاتی تھوڑا تھوڑا

چھاتی سوں چھاتی ایک کر یک جیب ہو ریک میت سو
اور دوست

تج نکھ سیتی نکھ مُنج کرنے میں ہے ٹھارے ٹھار عیش
تیرے ناخن ناخن میرے

میرے ترے رُوما[1] دلی جمنا و گنگا جوں مل ائیں
روواں

روں روں سو مچھلی ہوے کر کرتے ہیں تج گنگ دھار عیش
روواں تیری گنگا کی دھار میں

[1] وہ لکیر جو ناف سے نیچے کی طرف سیدھی جاتی ہے۔ اسکو سیلی بھی کہتے ہیں۔

دُونا بھی دُو بھونرے اہیں سنگرام کے دریا منے
وصل میں

دو من تراو و تیز تیر کرتے اہیں اس ٹھار عیش
جگہ

تج منج کمر کے کٹ منے پیرت یکٹ پیٹر یا بکٹ

اس کٹ منے کرتا اہے دایم مدن کا بھار عیش
میں

تیرے مرے پاواں سکی جوں ناگ ناگن مل رہے
مثل

صدقے نبی کرتا قطب کرتار تھے آپار عیش
خدا کی عنایت سے بیحد (ج)

(۵) عیش وصال

سدا منج عید سوری ہے کہ میں دھن وصل پایا ہوں
مجھے عورت کا

وفا کے منتراں سیتی سو دھن کا من ریجھایا ہوں
سے نازنیں دل

کہو چند سور کوں جا جو یکایک آج نا نکلیں
چاند سورج کو ۲۵۴۰

کہ دھن مکھ نور تھے اپنی مجالس میں دیپایا ہوں
عورت کے چہرہ کے نور سے

ہزاراں منتاں کرتا تو ٹک ہنس بولتی نیں تھی
نہیں
سو آج اُتری ہے باتاں میں کہ میں مدبی پلایا ہوں
شراب بھی
شراب ہور عشق بازی باج منج تھے نا رہیا جاسے
اور کے بغیر مجھ سے نہ رہا
کہ یو دو کام کرنا کر میں لے سو گند کھایا ہوں
بہت قسم
سکی ہرگز نکو کہہ ہو کھیا میں بات تج کوں جو
یہ
بجھ سے
کہ دو تن بھٹ پڑے گی وو اُسے میں آزمایا ہوں
نہ
غیر رقیب پھٹ پڑے وہ
سمند دل میانے غواص ہو کر غوطے مار برساتھی
دل کے سمندر میں (برسات میں)
بچن کے موتی..... دُھنڈ سکی تج تائیں لیایا ہوں
ڈھونڈ کر تیرے لئے
سخن
سو دھن جا عیش کوں پوچھے کہ توں آیا ہے کس خاطر
نازنیں
کھیا ہنس عیش ازل تھے ہیں قطب شے خاطر آیا ہوں (ج)
کہا سے

بعدِ وصال

(۶)

رین سب شبہ سوں مل جاگی سو چھپ نیکا ہی پیاری کا
رات

اچھا
نین ماتے الک بکھرے اثر گھلت خماری کا
زلف

دیا جھولے پرم بارا ڈولے پھُل ڈالی ہونارا
پھول

چھوٹے گل موتیاں ہارا .....

چلے لٹ پٹ لٹک بالی سو ہوشہ مدسوں متوالی

انچل سر چھوٹ گل لالی جھولے اس متواری کا

چنچل کا مکھ چھبیلا ہے ادھر امرت رسیلا ہے
ہونٹ آبجیات

اجت جھلکا رٹیلا ہے چکندارات ساری کا

دسن کے داغ گالاں پر پھنورجوں پھل گلالاں پر
پھول
دیسے پھل جھلک بالاں پر سو جگنارات اندھاری کا ۲۵۵۰
نظر آئے پھول
سو لکھن چھند بھری چنچل کھاسے سیں تھی انچل
عشوہ سرکائے سر سے
منی ہوے مست جوں منگل سو مدپی پیو کی پیاری کا

نبی صدقے قطب راجے طبل آنندت کا جے
راجہ بشہ
سدا پھل گیند کنٹھ ساجے سو جوبن دسن ہماری کا

(ج)


افسانۂ محبت

پریم کی کہانی

سنو لوگ میری پرم کی کہانی — کہ پیلا ہے رنگ عاشقی کی نشانی

تمن عشق بھیدیا ہے منج بالے بالا — کہ ہوی ہوں تمن پیم میں ہوں دیوانی
تمہارا — اثر کر گیا — میرے بال بال میں — تمہارے عشق — میں

محبت کی لذت فرشتیاں کوں نیں ہے — بہت سعی سوں ہیں سولذت پچھانی
نہیں

پرت ہیں جنے اپنا دل کیتا دریا — عشق پنتھ میں اس کوں سا جا کہ مانی
محبت — جو — کرتا

جکوئی عمر کھویا ہے ساجن ہوس میں — جیون پھل وہی پا پیا کریں جانی
راہ

جوکوئی — زندگی کا ثمرہ — پایا

اوسی کا ہے دو جگ میں جیونا انند سوں — جنے نیہہ بوجھیا ہے سُن اے ایانی
جینا آرام سے — جس نے عشق

نبی صدقے قطبا جگت مول پایا
دنیا کی قیمت

سو او عشق ہے اس تھے نیں خوش کہانی
وہ — سے نہیں خوشتر

(ج)

پریم کے چھند بند

(۲)

پرت جل میں جنے رے ہور نجانے — او پیرت بات کوں ہرگز نمانے
محبت کے پانی جو رہے اور ہے
جنے جم نہہ دھیاناں میں رہیا — وہ اُسے معلوم ہیں سب نہہ کے مانے
جو ہمیشہ عشق کے دھیان رہا
حق اپ پیرت کے تیں دوجگ نپایا — بڑے بھاگ اُس کے جن اے پنتھ پچھانے
عشق معنے
اپنی جو یہ راہ
عشق کا جن بنوجے ان نگٹ بھاؤ — پرت میں اُن کرے بھوآنے بھانے ۲۵۶۰
جو بہت
ہمارا بھید نیں بُجھتے نکو آؤ — وہ ہمارے ہور پیا کے درمیانے
نہیں پہچانتے نہ
کرے سیوا پرم کا رات دن وو — اور برہ کی رین جن کوئی بہانے
فراق رات
نبی صدقے پیاری قطب آکہے
پرم کے چھند بند سب نوں پچھانے

(ج)

رقیب

(۳)

اے دوتن نراسی توں ہے سر بسر غلیظ
چڑ چڑ کہ منج سوں ہر گھڑی باتاں مگر غلیظ

لے چیز تو غلیظ اہیں جگ منے ولے
ہو سے نہ کوئی جین کہیں تیرے سر غلیظ

بہتر جو بحر و بر میں نہ لے نانو کوی ترا
تج نانو لینے تھے ہوویگا بحر و بر غلیظ

تیرا چتر خدا نہ کرے جو چتارے کوئی
تیرا چتر چترنے تھے ہوگا چتر غلیظ

شکر کوں اپ ادھر سوں شکر کر نکو کہہ توں
تیرے ادھر غلیظ تھے ہوگی شکر غلیظ

دیکھے گا ٹک جو خواب میں تیرا بشت چھانو
لگ گا نو ناس جاوے گا شیطان ڈر غلیظ

کس دھات تج کوں قطب کہے خوب ہے کہ کر
اے دوتنی نراسی توں ہے سر بسر غلیظ

(ج) ۲۵۷۰

رشکِ رقابت

(۴)

دیکھو سہیلیاں یہ دوتی جا پیا کوں کچ سناتی ہے
میں شہ کی پیاری ہوں کر دیکھ نسک نقشاں چناتی ہے
نسک کر
مرا نیہہ شاہ سوں قایم دوتی کیتا کو اکی توں
جھوٹی باتاں پیا سوں کر سب دندکی بساتی ہے
دشمنی
پیا کی توں کیتا اپسے للن سوں ملکہ اے دوتن
بگڑ
دو دین کے پرت میں اپنے شرم توں کے گنواتی ہے
کیوں
رہی ہوں جان بج کر میں پڑے سب عشق کی بھی منج
پڑا کے کیا برہ نیہہ کا بچھو لیا کے لڑاتی ہے

سجن کے دِشٹ جس ناری پہی تس کیا اڑاکی توں
مکر حریل چھوڑے توں پھر اُس کیا آزماتی ہے
نہوے باتاں ہیں جس کے گن سو وہ شہ کوں ریجھاوے کیوں
ترکماں سوں اُن یکساں ہے جتی کنکر زبجھاتی ہے
سو اُس سہیلی سیانی کوں سہاتا ہے سہاگ یہ سب
جکوئی خوشحال سوں شہ کا ہنس ہنس وقتاں گماتی ہے
کہی پیاری نبی صدقے محمد قطب شہ کوں توں
ایسے اوگن نبھاوے مُنج دوتن جوکن ڈراتی ہے (ج)

بڈھی کی کہانی

(۵)

پریاں کے باغ میانے دیکھیا مندھر گلالی واں یک پری کے مکھ تمی سب بن لیا تھا لالی

اوتار نار پہنچیل گل لال گال پھل ول ۲۵۸۰ کھڑکی منے تھے انچل سر پر تھی سر تھے ڈھالی
میں سے ڈھلکائی
تارے چند اپرو کر راکھے سو مانگ سر پر جگنی جڑی منور اوڑے جھبنا سو آلی
پڑیا نظر یکایک ہلجیا سو جیو بے شک چنگی اٹھی جیوں چمکت حسن و ہمن ملالی
مج اُس لگیا ہلاوا دو تن سو دیکھ سہاوا اس گھر میں لائے لاواں گتاں سو جا اچھالی
سُن عقل اُس بڑی کی ساس آئی اس گڑی کی سو جیو مکھی کھڑی کی کھڑکی پہ جھانپہ کھالی
بوڑھی
بھنواں کو لگا نٹھ باکر مج کوں نپٹ دپاکر غصے تھے اس جدا کر دینی ہزار گالی
مُکھ پر بدھی کی جھڑی کو شان کی ٹل کی جھڑی موچند پ کرنا تڑی او پاکنی ہے مالی

قطبِ زماں معانی بس کر بڈھی کی کہانی
شیطان کی ہے نانی آپس کوں آپ جالی (ق)
جلائی

عشق و عقل

(۶)

پرم آپنا چتر جگ پر سو چھایا — جہاں اپنا پنی چھایا اس واں دکھایا

پرم پھول بن میں سگند باس مہکا (محبت پریم) — پرم آپنے ہات ارگج کلایا

سبھی عالماں آپ پڑن جاتے ہیں (خوشبو) ۲۵۹۰ — نہیں کوئی پایا اے پیرت کا مایا

پرم کے سو پیمانے سوں مدپلا کر — پیا طاق ابرو سوں (تیں) سجدا کرایا (مایہ)

عقل کے تخت پر پرم تخت بیٹھا — عشق عقل کے ہات اپسے نوایا

نہ عاشق کوں کٹتا ہی بن عشق یک تل — وو (وہ) عاقل سدا جن پرت سوں گمایا

پیارے سوں گمتا نہی صدقے قطبا

پرم اُس کوں ساجے جنے یوں گمایا

(ج)

دُنیائے فانی

(۷)

سنو عاقلاں سب کہ دنیا ہے فانی — جو کوئی بوجھیا اُس ہی صاحب قرانی
پہچانا اُسے
دنیا رنگ سوں جن بہوت دل نہ باندے — شہاں میں سُہاتا اُسے ..... سلطانی
سے جو بہت باندھو — زیب دیتا ہے
وہی مرد ہے جے دنیا میانے دین کا — کرے کام ساجے اوسے کامرانی
جو — سجتی ہے
دیو و جگ کوں بہو جن او بخشش کرو جم — کہ جھمکے گا اُس نور تھے تم پشانی
وہ — چمکے — سے تمہاری
طمع کوں پیا یاد پانی سوں دھو کر — اس دل میں تھے ہو بچن کن کہ دھیانی
کے یاد کے — سے — اپنے
نبی ہور علی سوں قطب کی ہے پیرت — سدا تو ہیں پایا ہے تختِ شہانی
اور — سے
اسی وجہ سے

(ج) ۲۶۰۰

مُتفرّقات

فتنۂ دکھن

لجائے جیواں کوں سکی اپ چوٹی کیرے تاب میں
پھانسے دلوں کو اپنی بل

پتلی نمن لڑکائے ہے دل اپ نین محراب میں
کی طرح اپنی آنکھ کے

کہیا کہ مکھ دکھلا منجے، چھاتی سوں چھاتی لا منجے
کہا چہرہ مجھے سے مجھے

کہئی اپن گھر آ منجے، بے سُد ہوا اس جاب میں
اپنے کے جواب

سورج بدن جھلکائے جب، چھپ جائیں تارے لاج سب
شرم سے (جیسا)

دیکھیت سو اس کا جوت چھپ، طاقت نہ رہے مہتاب میں
دیکھ کر رہے

کیا چلبلی سو دھن ہی توں، ہر فن منے پُر فن ہے توں
نازنیں میں

ہور فتنۂ دکھن ہے توں، سر زور ہر یک باب میں

اور

صدقے نبی قطبا سوں مل کرتے رلیاں ہر ایک تل
عیش ایک لمحہ
لبدائے کرمج جیو دل، بگلائے جوں فندا میں
میرا بگھلائے (ج)

ایک تلنگن سے

(۲)

پیاری جو وتی میں پنت تج پریم — منجے جیو دیونا ہے پریم میں نیم
تیری محبت مجھے دل دینا محبت میں مہر دھرم اتقا اصول
کرب سوں میں نو جی تھی پیا کول — کہ یک تھا مج نین تل کو ہ ہو نم
نہ پہچانی میری آنکھ میں نہ اود
ڈھونڈیا ہوں میں نہیں پایا پرت جیہ — ہو نت جو یا ہوں نہیں پایا ہوں میں تھیم
ڈھونڈا نہیں
پرم پیو کا ہمارا جیو سنجیو — پرم پنتھ میں ہی عشاقاں کا یہ نیم
پیا کی محبت کا راہ عشق اصول

نبی صدقے قطب شہ سانولی سوں

۲۶۱۰

بچن ہندی سوں بولے ایم مریئم
زباں ہندی میں ایم رے ایم (کیا رے کیا) (ج)

دکن کی پتلی

(۳)

سدا مُنج مست کرتی ہے نین سیتیں نین پتلی
کہ بالی عمر کے پیالے پلاتی ہے یون پتلی

نین سوں صبر کر کہتی کروں اب صبر میں کیتا
نین ہوتے ہیں روشن دیکھتی توں ہے گگن پتلی

بھنواں کشتی منے نین یوں رہیا جیوں نوح کشتی میں
پرت دریا منے پایا پری ایسی رتن پتلی

ترا مکھ لوح کلیا یا ڈروں ناں نین پری جن تھی
ہندو پاتر سنیڑتی نین بچکتی جیوں ہرن پتلی

اگر منگتی رنجانے عاشقاں کے تیں گھڑی تل تل
انچل جھلکائے دس سوں چلے ڈگ ڈگ کون پتلی

نین کے حوض میں پتلی نوی چالیاں سوں ترتی ہے
نین عاشق ہیں دیکھن کے بچن سننے کرن پتلی

نبی کے صدقے سر تھے جینتیا نادان بالی کوں
انداں سوں ملی قطب زماں سے تیں دکن پتلی

(ق)

مُوہن اور حیدرنگر

(۴)

سو حضرت کے گوشاں پہ اپ سر رکھایا — اُن ہت تھے حق پیالہ کوثر پلایا

جو — اپنا — اُن کے بات سے
مرے سیں موہن سیر اسو متا ہے — تخت ہور بخت کا قطب نجم اُدیا

سہرا — سجا — اور
فلک مادے منڈپ اچایا ہے رنگ رنگ — پریاں ہور حوراں کوں اُس تا نچایا

اور — اسکے نیچے
دما دے سو بادل کے کھن کا چہ بے — کلیجا سو سن دشمناں گڑ بڑایا

سے
بریاں نظراں تھے اُسکوں اسپند اُتارو — کہ حیدرنگر اُں انداں بھرایا

کو اُس نے آنند سے بھر دیا

محمد قطب شہ بندہ ہے علی کا
علی آپ صدقے دو جگ میں بنچایا

(ج)

کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ

دُوسرا حِصّہ

غزلیات

تفصیلی فہرستِ غزلیات

(جملہ غزلیں ۳۱۲ اور جملہ اشعار ۲۲۵۴)

نمبر شمار	ردیف	صفحہ	تعداد غزلیات	تعداد اشعار
۱	الف	۱	۳۱	۲۳۱
۲	ب	۳۰	۱۱	۸۱
۳	ت	۴۳	۱۲	۹۹
۴	ث	۵۶	۱۱	۷۷
۵	ج	۶۶	۱۰	۶۹
۶	ح	۷۵	۸	۵۵
۷	خ	۸۲	۴	۲۸
۸	د	۸۵	۱۰	۸۳
۹	ذ	۹۴	۱۲	۸۹
۱۰	ر	۱۰۷	۱۷	۱۴۱
۱۱	ز	۱۲۳	۲	۱۶
۱۲	س	۱۲۵	۶	۴۴
۱۳	ش	۱۳۰	۱۰	۷۱
۱۴	ص	۱۴۲	۵	۲۹

نمبر شمار	ردیف	صفحہ	تعداد غزلیات	تعداد اشعار
۱۵	ظ	۱۴۶	۳	۲۱
۱۶	ع	۱۴۹	۱۲	۸۵
۱۷	غ	۱۵۹	۵	۳۰
۱۸	ل	۱۶۳	۲	۱۶
۱۹	م	۱۶۶	۹	۷۰
۲۰	ن	۱۷۴	۳۹	۱۷۶
۲۱	و	۲۱۳	۵	۴۱
۲۲	ہ	۲۱۸	۶	۵۰
۲۳	ی	۲۲۴	۸۱	۵۴۸

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

ردیف اَلِف

(۱)

دلا منگ خدا کن کہ خدا کام دِویگا
تمن من کے مراداں کے بھرے جام دِویگا
مانگ کے پاس دیوے گا
تمھارے دل مرادوں دیوے گا

خوارج کی اگن قہر کے پانی سوں بوجھاگا
براہیم نمن مجکوں سُکھ آرام دِویگا
آگ سے بجھائیگا
ابراہیم کے مانند مجھے

دو عالم کے دوارے کھلے ہیں عیش کے خاطر
جے کوئی نبیؐ نام سوں دل رام دِویگا
دروازے
جو سے

جے دل میں محبت علی و آلِ علی ناہ
اسے خون جگر دار وئے ناکام دِویگا
نہیں

جس
نکھا غم توں زمانے کا ترا کام خدا سوں
ہر اک پستی منے تجکوں بلند نام دِویگا
ہیں تجھے

اپن بخت حقیرے تھے کدیں دلمیں نکر غم
تجے دار دئے صحت سوں شفا جام دِویگا
تو ہے
اپنے سے کبھی
تجھے سے کا

رقیباں کے دکھوں ستی قطب شہ توں نکر غم
خدا سارے رقیباں کے گلے دام دِویگا
تو سے
پھانسی

(۲)

سب اختیار میرا تج ہات ہے پیارا — جس حال سوں رکھیگا ہے او خوشی ہمارا
نینا ں انجھوں سوں دھوؤں پگ اپ پلک سوں جھاڑوں — جے کوئی خبر سولیاوے مکھ پھول کا تمھارا
تنخانہ نین تیرے ہو بت نین کیاں تتلیاں — مجھ نین میں پوجاری پوجا ادھان ہمارا
اس تپلیاں کی صورت کوئی خواب مین جو دیکھے — رشک آئے مجھ کرے مت کوئی سجدہ اس دوارا
تج عاشقاں میں ہوتا جنگ و جدل سو سب دن — ہے شرع احمدی تج انصاف کر خدارا
تج خیال کی ہوس تھی ہی جیو ہمن سوزندہ — او خیال کد نجاوے ہم سر تھے ٹک بہارا

جب توں لکھیا قطب شہ مہر محمدؐ اپ دل
ہے شش جہت میں تجکوں جید کہ تو ادھارا

(۳)

ترا کت حسن و دولت ہے منگے جاہی کرن سکتا — نوایوں نوجوانی سوں سکل شاہی کرن سکتا

دیپا مشرق و مغرب میں جھلک درپن مکھ تیرا
کہ تو جلوہ فلک تھے ہے سو تا ماہی کرن سکتا

تمن مکھ میں خدا کا نور مُج نینا بھریا دیکھے
کِنن صورت تمن سر بھر نہ ہمراہی کرن سکتا

مکھا سورج کتا باں تھے نو اخط سوں لکھایا توں
اسی خط پر سبی عاشق سو یک راہی کرن سکتا

کتے دن تھے پڑا کر مج کتا پڑھیا نو چھا ٹک
الف پڑہنے ہمن چو گاں اگر خواہی کرن سکتا

تمن جو اہن ہمن زردی نیا یا مکھ بیچارا سو
دکھے عاشق شفاخانہ تمن لاہی کرن سکتا

تمن مکتب میں نہنو اداں برہ بختاں سد اکرتے
سکاون علم شیخاں کون پچھل کاہی کرن سکتا

دم عیسیٰ کتے مردے جلاون ہی و تیرا لے
دوری مارن ملن جیون مجہ آگاہی کرن سکتا

زمانے کے اندھارے تھے معانی توں نکر غم جگ
پیالا ہت پیا کے پیوتوں جگ شاہی کرن سکتا

(۴)

سکی باتاں شکر کرتی ولے میٹھائی آسے نا
دوانی نیشکر میں کوئی کدہیں نا بات باسے نا

خبر ہوئی ہوی سو رایگا یک آئے مج ٹہارا
نپوچھے ٹک پھرے بھارا تو اب ہا سما سے نا
باہر فراق سما نہیں سکتا

کہوں آپن برہ جس کن اگن شعلہ پڑے اس تن
سو مشکل ڈاتیا مج من ہمن دکھ کوئی سنا سے نا
قرار ڈرا میرے دل میں ہم اپنا دکھ کسی کو سنا نہیں سکتے

مگر کھولے خدا ای دکھ دکھاوے اس برج کا مکھہ
اندھاری مین پاویں سکھہ نو مجھ پر دکھہ ہا سے نا
اپنا فراق کے پاس سورج اندھیری آنکھیں رش ہوا دور ہونا

معانی ٹھاوں توں جانے غواص ہو کر تن پانے
سو خالی سیپیاں لیا نے دو جہاں سم نجکوں آسے نا
جگہ مرتبہ موتی اغیار برابر

(۵)

مکھ مین نقشہ رنگ تلا کا نو ریں توں پائیا
جیوں سیام رنگ چند اسو مل سب چند نا چھپائیا
زلف تجھ سے پایا خال سے چاندنی

مکھ کعبہ کے میانے منے مقصود مج پانے منے
امید کے خانے منے گوہر کے دیوے لائیا
۳۰ درمیان میں چراغ لایا

کنتل مین کیوڑے بھین ہیں لوگاں کہیں دیس ہیں
مانک اجالے سیس ہیں منتر سوں ہلجائیا
رُخ میرا میں متاثر ہوا

مجنوں سو میرا نام ہے وحشی توں مج سو رام ہے
اس مکھہ الکھہ مجہ دام ہے یک بیس میں گل پائیا
زلف رات دن مجھ سے جو نظر آئے گلے میں ڈالدیا

تج گال پھل الے اپر لٹ ہے سو گل لالے اپر
یا ہے بھنور لالے اپر سو نقش مج من کائیا
تیرے پھول اعلے زلف

مُج خیال میانے تون بسے مج گیان دیوا توں دسے — کِتا کسوٹی پر کسے میں دھیان تج سُوں لائیا
میرے میں تو میرے چراغ تو نظر آئے — کتا ہی تیرا ہی

برہا معانی مل اہے اُس کا دلا مج دل اہے
فراق
پھل سنگ رقیباں ہل اہے کیوں بی تو دہن بلکائیا
پھول کے ساتھ بھی خیال

(٦)

ہے عشق ہر اک دھات ہر اک دل میں پیارا — مُج عشق پیاری کا اہے جیو کا ادھارا
سہارا

پتلیاں نیناں کی سو کل جگ کو بھلائے — اسماں میں اُٹھے شور دیکھت زلف تمارا
طرح مجھے جی

تری ٹھڈی کے جل منے سو جیو کا جیون ہے — او چشمہ منے میں نمن جیو کیا ٹھارا
آنکھوں سب دنیا دیکھکر تمہارا
آب دہن میں روح زندگی

زاہد جو ترا مکھ دیکھت جیو دئے ہیں — تج نیر ٹھڈی کی پھبی ہے عیسےٰ کا بارا
اُس مانند جی مقام دم
تیرے آب ذقن

انکھ پاس کے سم پھول اپن باس نیوائے — کملا کر جھڑے برگ کتے باس میں ہارا
چہرہ دیکھکر جی کملا
برابر پھیلائے

کرنا رتیں کیس میں توں پھول نہ گوندا — قدرت کی کلیاں کا ہے لٹاں میں مہکارا
بال بالوں

بن سیر تمن ساری کلیاں سوک رہی ہیں — ٹک آ کے کرو گشت چمن جی اُٹھے سارا
تمھاری سوکھ ذرا

سب مالی نچھل نیر پلا جھور رہے تھے — یک تل میں ہر یک پھول ہوا نور ستارا
(جھول) پاک پانی — آن
دیکھیا ہوں ترے نین منیں صنع خدا کا — تو سر نہانی سوں جھلکتا ہے پھرارا
دیکھا — آنکھ میں — سے
عالم منجے تعلیم کریں علم و ہنر کا — لکھے ہیں ازل تھے ہمنا عشق قرارا
مجھے — سے ہمارے لئے
دو تن سو حد کیوں نہ کرے نت ہمنا پر — ہے تاج مرے سیس منور جھمکارا
رقیب — ہم
پایا ہوں اماماں کی دعا تاج شہانی — مج تاج میں ہے نور الٰہی جھلکارا

اے قطب معانی کہ ترا قطب خطاب ہے
مجھ
کر شکر خدا پر کہ قرار ہے سو ستارا

(۷)

باغ دل میں تج محبت کا اچنبا پھل لگیا — باس سنگ پھولاں عرق کا میں ہوا ہوں ڈگمگیا
تیری — عجیب — پھول لگا — سونگھ — ڈگمگایا
یے علم ہور یے کتب ہور کس تھے بوجھیا جانا — عالماں بیچارہ دکھ کر اکی تک میں رہے تھکیا
یہ — اور — اور کسی سے — تاں
سانولی قد سرو کوں لاگے ہیں اب میٹھے نبات — چکھنے جا کریں وراں ستی رہیاں ہو دیکھ دیکھیا
کے — کو لگے — دیکھ — ٹور سے

شیشے کی قلقل تھے پیالے میانے باندھی بڑ بڑے
بڑ بڑا دونیہ کے زوراں سوں جگ میں جگمگیا

توں اندھارے پنتھ میں نامنگ روشنی اغیار تھے
روشنی تج دیوے کون قدرت اُجالے کا لگیا

میں اُمی کر گنتے ہیں سب امیاں تو علم میں
موزبانی کا قلم تج وصف لکھ ناسک بھگیا

تم معانی کے گناہاں کا رقم کرتے ہیں کے
میں محمدؐ نانوں تھے دونوں جہاں میانے جگیا

(۸)

سکندر کے درپن ترا مکھ دپایا
میں اپ کام اس آرسی میانے پایا

تری یاد سوں نکلے مودل تھے لالی
کہ اپ پیالہ سوں لالہ سب کوں رجھایا

صراحی میں پنہاں ہے مے گنج قاروں
گدا گنج پاکر اپس کو پنوایا

اپس خیال میانے دکھیا گنج زر کوں
سُنے بڑ بڑے پر اپس جیو چوبھایا

نہ بیجو منجے مشک نافے کے نمنے
ازل تھے گرہ پاکہ طبلاں بجایا

ہمن تم میں اے باوشرط وفا تھا — وفا چھوڑ باتاں رقیباں سُنایا
ہم — تے

کہے ظلم کُتوال کا شہر میں ہے
معانی کوں ڈر کیا توں لطفاں نپایا
کو — تیرے — نپایا ہوا

(۹)

کل موتو نور دیدہ بسو شاب تاب تھا — اُس مُکھہ شرابِ دشٹ مرا آفتاب تھا
مجھے تیرا — بصد دولت — انکا چہرہ — نظر

تا دیس اُس تماشہ مُکھہ سو رنور دوست — میں روتہ تھا سو یوں کہ نہ اوقت خواب تھا
دن (دیکھ) — سورج — تا — وہ

مجلس ترا ہزار پر یخانہ سکل — جیو اس میاں بصورت و معنی خراب تھا
تمام — دل — میں

او زہر ڈنک نینو جو پئے گا نیں سو دہاک — دیوانہ سیں آگ برہ تھے کباب تھا
وہ — آنکھ

میں تو میان ریختہ جیوں دانہ سنک — تب ہر طرف تھے کا رقیب اضطراب تھا
سر — فراق سے — سے

موآہ و نالہ تب تھے دکھایا طن گھڑی — او نقد عمر مودو نفس در حساب تھا
میرا — سے — میرا

او کی بنت جیا کا نہ سک سے دیکھن سو کوئی — او شرم موکا اس رخ چند پر حجاب تھا
اسکے بغیر — نہ دیکھ سکے — وہ — مجھکو — کے چاند جیسے

تسبیح زاہداں کر و نقل و مدہوا ۔۔ تسبیحی گنہ سو کیا ہی یہ بات اس کتاب تھا

ساقی تو آہِ گرمِ معانی کے تھیں نرج
اس کیا ہی اختیار گناہ شراب تھا

(۱۰)

یوسفِ گم سو پھر آگا اب بکنعاں غم نکھا ۔۔ گھر ترا امید کا ہوگا گلستاں غم نکھا

ای ہمانہ دکھ دکھیا سو خوب ہوگا حال تج ۔۔ من کا چنتا ہوئیگا پھر آ کہ جاناں غم نکھا

برہے کہا وے دو دن تھا دور اپنے پیو تھے ۔۔ دایم یک دھاتوں نہ رہسے کا بیناں غم نکھا

جم بہارِ عمر تج ہے پھر کہ آگا باغ میں ۔۔ چتر پھل کا کھلک رنگیں مرغ خوشخواں غم نکھا

ہاں نوں نا امید نا ہو کو نجانے سرِ غیب ۔۔ کیا اچھیگا پردے او جھل کھیل تپلیاں غم نکھا

او جنگل ہیں شوق سوں اب کعبہ خاطر رکھ قدم ۔۔ تج اگر بولیں چبیں کانٹے مغیلاں غم نکھا

ای صبا موجاں تھے نادر منکا بھاتا ہوئیگا ۔۔ تو تجھے ہے نوح کشتی بان طوفاں غم نکھا

باٹ تیرا دور اگر ہے عشق پنتھ دکھلائیگا — شاہِ رایاں تو ہے رایاں میں ز رایاں غم نکھا
راہ — از

حال میرا دوری نادان ہور کوپ رقیب — سب تو بوجھیا ہی خدا ہور شاہ مراں غم نکھا
اور

قطبؔ شہ اس کنجِ فکر و خلوت دینی مینے
غصہ

تا اچھے وردت دعا و درسِ قرآں غم نکھا
جب تک رہے تیرا درد

(۱۱)

منج جیو کی آرزوکوں بندھے بیوستیں پیا — دو تن کی بات پکڑے ہے یکرو ستیں پیا
سے — غیر

ملنے کوں عاشقاں کوں نہیں باوآنہ ٹھاؤں — پکڑے کمان آپنی ابرو ستیں پیا
میرے دل — مجھ سے

قربان جاؤنا میٹھے باطل کے سحر پر — سب جادو پکڑے نین کے جادو ستیں پیا
اتنا جگہ — اپنی

مشکی خطا کا باس بچارہ دیگا کاں — پکڑے ہیں سب ہی باس کوں اب ستیں پیا
مشک — خوشبو — دکھائی دیگا کہاں — آنکھ

کیا کم پلاؤنا منجے ساقی پیالہ بھر — جوڑے ہیں سر تھے یاری او ہندو ستیں پیا
خوشبو

داؤد و راگ پنچی صراحی کے ناد تھے — رنگیں کیے ہیں بزم کوں دارو ستیں پیا
طرح سے — پھر سے — اس سے

ہر غم پیچھے خوشی ہے معانی توں غم نکھا
کے بعد
تعویذ باندھے ہیں ترے بازو سیتیں پیا

(۱۲)

تیرے ہونٹاں کے حقے میں تھی دُلمنجکوں دوا
میرے دردِاں کوں سدا تیری شفا تھی ہے شفا
سے
نین جھلکار تیری بجلی نین جب جھمکی ۹۰
دردوں کو
دشٹ تھی منج شوق کا مینہ پڑکہ ہوا سب ہی ہوا
سے
پھول و پھل کھیت ہمارے کوں لگے ہیں سر تھے
نظر
نین و دل بحث اپس آپ میں کرتے ہیں بجا
کے
کیا غرض تجکوں اے بخشاں سوں پیارا ساقی
آپ
غم بچھیں عیش و خوشی کا ہے صفا ہور صفا
بخشوں سے
یک نین کیا بوجھا یک کیا یکیا توں ان میں بجا
بعد غم
عشق بازی جو منگے کرنے ہو نا صبر اسے
کی
غم ندیاں اُبلے تو کرنا ہے اسے صبر روا

وعظ تیرے سوں معانی بندھیا ہے دل یارب
سے
کر دا آمین نبی و علی تھے اس کی دعا
سے

(۱۳)

دیکھو کہ کیوں کئے اُنو ہمنا سیتیں وفا — یک تل نہیں ہوا کہ کرے سیر تجھ بھی جفا
وہ ہمارے ساتھ

لیکھے سو پایا ہوں نہیں کچ یار کا گناہ — جن ظلم کے تو اسکوں اہے درد بے دوا
از سرِ نو
قسمت کا لکھا

مارے پنکھیاں مو دل کا کبوتر تو منجھ مین — دیو نہ دانا پانی یہ تم شرع ہے روا
کچھ جو کہے
میرے تمسک

تم ظلم ہے ہمن کوں خوشی سو دیل سوں — کرنا نہ کچ پکار کہ چپ رہے تو ہے شفا
میرے تمھاری
(۱۰۰)

ساقی دو تن کے رشک مین ناز پیالہ دے — جم کوں نتھا ای پیالہ نہیں اس بات مین ریا
ہم کچھ کے
حمشید کے پاس یہ نہیں

جاسوس سیدھی باٹ دکھانہ منجھ مین — رہ باٹ میانے ہور نکر سب سوں ماجرا
غیر آنکھ
راہ عشق راہ مین اور

کرتے ہیں دعوے شعر کے سب اپنی طبع سوں
بخشیا فصیح شعر معانی کے تئیں خدا

(۱۴)

جگ جوت عشق کا اولائی انجیل کنارا — لبدیا جیا پنکھی جیون اس جوت کوں ہمارا
وہ کھنچا دل پروانہ کی مانند
مائل ہوا

جب توں بلائی ہمنا پیرت میں آپنا کر
جوسی نکرتوں پھر کر ہم خاطر استخارا

تج مکھ کی جھلک ہور پیشانی کی بجلی
چھپتا ہی رس کوں جیوں چھپا دیں تارا

اے دیدواں تعدی ناکر مجھے نہیں ڈر
پنہ شہر میں ہے قاضی کو توان مسیح کارا

اب آنکھیاں کوں کہہ توں ٹک مرحمت نظر کر
طالع لکھے سوں انپڑیا سکوں نہیں ہے چارا

زہاد ہور عالم ہور جوہری صراف
نا بوجھیں توں بوجھیا سو کر بات آشکارا

نیہ بند انجھواں تھے جاتا پھتر تڑخ گل
ہیران ہے معانی او دل میں نہیں ہے ٹھارا

(۱۵)

جے کو کہ ہتیلی جام لیتیا
سلطانی جم مدام لیتیا

پائی کہ خضر حیات پایا
مد گھرتے ..... جام لیتیا

سر ..... کام راکھو
اے ۔ ھا ۔ سوں نظام لیتیا

.... مو یار کن تھے رام لیّا
میرے
باہر تو اَدھر تے ساقیا نا اس دور کنے کہ کام لیّا
تیرے ہونٹ سے نہیں ہے جس نے
لوچن تیرے شیوہائے مستی اودِشٹ چنچل تھے وام لیّا
آنکھ اس نظر
ذکرِ مکھ وزلف تُج ہمَن دل پوجن سو صبح وشام لیّا
چہرہ تیرا ہمارا پرشش
موسینہ داغ درد دوکھوں روپوں نمکی تمام لیّا
میرا دکھوں سے
اوچاہ ٹھڈی معانی کی جان
اے ذقن
تو حسن دو سو غلام لیّا
تیرا
(۱۶)

زلف کی جدول میں ہلجا ہے دکھو بادِ صبا
پھنسا دیکھو
ہلجتا ہے باو ایسا بوجھو وو کیا ہے بلا
پھنس جانا پہچانو وہ
نین میٹھائی سوں لبدے زاہداں تُج نیہہ میں ۱۲۰
چشم شیریں سے کھنچے (مائل ہوے) تیرے عشق
ہم مکھی کوں چاکھتا ہے او مٹھائی سب وا
چکھتا وہ

تیرے مکھ کے نور تھے ہوتا منوّر چاند اجت
سے نہ جیتا ہوا

دل کی تحقیقاں سوں دیکھو ہی بی باتاں بے ریا
سے بھی

تیرے مکھ کے مصحف اوپر کھینچے سو کے کا زبر
سُرمہ کا خط

جزم ہو رہیا ہے دل تشدید نا کر آپیا
تشدّد

سبز خط انگے کہتے ہیں بات لوگاں سبزی کا
کے آگے

کیا خبر ہے اُن کوں کیوں پیلا ہوا ہی سب گیا
انھیں کہ

کیس کھولے کرنے کنگھی رات ہی ہمناں کوں وو
گیاہ بال تو ہمارے لئے وہ

مانگ کاڑے جب سکی وو دیس ہمناں کوں صبا
نکالے تو وہ دن ہمارے لئے صبح

تُج کِتا کوں اے شمے اپ روشنی تھے سنہ کھینچ
تجھسے کتنا کہوں شمع اپنی سے

مارتے ہیں دم بدم گردن کہ توں ہے بے حیا
تو

سُدے کر ہُنر اں ستی دکھلاتے اس کا نور سب
ستیدیے

نور جاتا اُف سیتی اس تھے سدا ہے بے نوا
سے ہے

رات ساری تیرے غم کھینچے صفاں ہمناں اُپر
ہم پر
میٹھے بچناں تھے لکھیا میرے خلاصی کا رخا
باتوں سے رہائی رقعہ
اپ گناہاں سوں ہمیں کھاتے ہیں غوطے رات دن
اپنے سے ہم
اپنی قدرت ہات سوں مُنج کو بچاوو اے خدا
کے سے مجھے

تیری اَنچل باد تھے ہے عیسوی دم جلوہ گر
ہوا سے
وو انچل مُنج ہات میں ہے جیوں کے موسیٰ کا عصا
وہ میرے

میں نہ جانوں کعبہ وبت خانہ ومیخانہ کوں
۱۳۰
دیکھتا ہوں ہر کہاں دستا ہے مج مُکھ کا صفا
ہراں جگہ جہاں نظر آتا ہے تیرے

بھاتے ہیں پردے اندھارے کے معانی تیرے سب
اٹھ جاتے ہیں اندھیرے
شکر کر حاصل ہوا ہے مدعاتوں اُس دُعا
تیرا سے

---

(۱۷)

خبر لیایا ہے ہُدہُد میرے تئیں اُس یار جانی کا
لے آیا پاس
خوشی کا وقت ہے ظاہر کروں رازِ نہانی کا

مرے جیو آرسی میں خیال مُنج مکھ کا سو دِستا ہے
دل کے آئینہ تیرے نظر آتا ہے
کرے او خیال مُنج دل میں نشانی زر فشانی کا

میرے
چتا ہو عشق کے جنگل میں بیٹھیا ہے دری لے کر
چیتا بن کر
لیا ہے جھانپ سوں آہو نمن دل مُنج ایانی کا

چھپا مانند بھولے
خدا کا شکر ہے تُج سلطنت تھے کام پایا ہوں
تیری سے مقصد
دَنڈے دشمن کے مکھ پر پوتا مئے ارغوانی کا

مخالف سامنے
چھیلے مست ساقی کے پچھیں دوڑیں سو مخموراں
پیچھے
پلا دو مئی ہو اب تو ہُوا ہے گل فشانی کا

دو تن افسوں کے بارے تھے ہمن کوں کچ نہیں ڈر ہے
غیر کے پھونک سے ہم کو کچھ
ہمارے دیو کوں ہے روشنی صاحب قرانی کا
چراغ کو

لگے ہیں انجواں کے پھل ضعیف اس نخل کوں میرے
آنسو
ہر اک انجو ہے دُر دانہ مُنجے دو خسروانی کا
آنسو وہ

ہمیں ہیں عشق کے پنتھ میں دو نو عالم تھے بے پروا
راہ سے
لگیا ہے داغ پنج دل پر سو اس ہندوستانی کا
ہم لگا
میرے

پڑے دنبال میں میرے سو اس نیناں کے دنبالے
آنکھوں
خدایا عشق مشکل ہے بھرم رکھ توں معانی کا
۱۴۰

(۱۸)

کل مج کوں نورنین بسو شاب و تاب تھا
اس مکھ شراب و دشٹ مرا آفتاب تھا
اسکا چہرہ نظر

تا دیس پیو کے مکھ کے تماشا کے نور تھے
میں عیش میں تھا یوں کہ نہ او وقت خواب تھا
مجھ صبح تک چہرہ سے وہ

مجلس ترا سُہاتا ہی خوباں کے حسن سوں — مُج جیو انہی کے روپ سیتی کامیاب تھا
میرا دل سے

اس نین سُو کا سینیں پرت مُج کوں یوں پیا — دو جیاں کا دل ہماری بڑھے کباب تھا
آنکھ خطِ سرمہ سے محبت مجھ کو اغیار فراق میں

(۱۹)

سلیماں کَن لجاوے کِن خبر مُنجھ مور یک بارا
کے پاس لے جائے کون چیونٹی کی بار

کبوتر دل کوں عرضہ بند کروں پرواز اس ٹھارا
جگہ

عجب سحرے کہ سحر سامری اُس تھے گیا ہے چھپ

اولب خندے کے افسوں پر سو واروں آپ لکھ بارا
سے اُس نثار کروں اپنے کو لاکھ بار

برہ کی تاب تھے مُنج کوں خدایا تو سلامت رکھ
فراق تپش سے مجھے تو

تمن امید سوں بیٹھیا ہوں بھیجو لطف کا بارا
تمھاری سے ہوا

نین راوت لئے سُو کی کے نیزے ہاتھ غمزے سوں
آنکھ خط سرمہ

سو کرتا نیزہ بازی ناز سوں مُنجہ دل ہیں او پیارا
سے میرے وہ

صفاں سب رستماں کے بھاگ گئے تج خسروی ڈر تھے
تیرے سے

شہاں تو رات دن کرتے مدارا جیو سوں سارا
تیرا

کریں طاقت گنوا کر عابداں میخانہ کوں سجدہ
دل سے کو

کیا زنار میں تسبیح دیکھن روئے زیبارا
دیکھنے کے لئے

تجھے سوں ہے معانی کوں جواں کر آپ بو یا سوں
قسم کو اپنے سے

اڑیں صد بار قرباں جاؤں اُس لعلِ شکر خارا

(۲۰)

خبر لیا دو کہ میرے تئیں سو اُس بے رحم عالم کا

نجانوں میں کہ او بے رحم ہے سب جگ میں آدم کا
نہ

اگر وہ ملتفت ہوئے ہماری بات پر یک چھن
لمحہ

نواروں میں خزینہ اُس اُپر اس دل کے درہم کا
نثار کروں

گدا تج عشق کا ہوں دے زکاتِ عشق مُنج ساں
تیرے مجھے اے سائیں
لہ ہے اعجاز مُنج من کوں کہ جیوں عیسیٰ مریم کا
میرے دل کو جیسے
فقیر و ناتواں ہوں میں کہاں شاہاں کی مجلس مُنج
مجھے
مگر اپ خیال میں دیکھوں او صحبت آبِ زمزم کا
وہ اپنے
مراقد ہے سو تج نیہ باو تھے لرزاں سو جیوں جبغہ
تیرے عشق ہوا سے مثل
عصا دے ہاتھ میں میرے کہ جیوں موسیٰ محرم کا
جوں
تو یں ہے خورشیدِ خاور ذرہ میں جب ناگنے مُنج کوں
تو نہ شمار کرے مجھے
گنو یا ناگنو تج بات ہے سب حُکم خاتم کا
تیرے ہاتھ
پیا تج بند میں ہلجا ہوں کر آزاد مُنج بند تھے
تیرے گرفتار مجھے سے
معافی کوں غلاماں میں خطاب اب دے مکرم کا
کو

(۲۱)

یاد مُج اُس رات کا دیوانہ کیتا — وو نھنا مُج خواب میں افسانہ کیتا
مجھے کرتا
رات میرے نیں مُج سونے نہ دیویں — او ہمن گھر میں پیٹ ویرانہ کیتا
وہ کم عمر مجھ سے
کم نکو کر یا خدا اُس زلف کے تئیں — مُج دل آزاری بدل اُن شانہ کیتا
آنکھیں مجھے وہ ہمارے بالکل
شمع مہماں جیوں کرے پروانہ کوں اب — مرغِ بسمل بھونکر پروانہ کیتا
میری
جیو میرا اُس پری کے نیہہ سوں مِل — عقل و ہوش و سُدھ مرا بے گانہ کیتا
دل عشق
ہیں نہ جانوں کیوں اچھے گی حورِ جنت — حُسن تیرا مُج عجب دیوانہ کیتا
سدھ کیسی ہوگی کرتا
اب پچھے گا قطبِ معنی حال کیوں مجھے
معانی
قبلہ کوں اُس کام میں میخانہ کیتا
پوچھے کو اسکے عشق میں سمجھتا

(۲۲)

صبر سوں معمور تھا مندر سو مُنج دیوانے کا — عشق آپی آ گیا سودا سو میرے خانے کا
سے (دل) مجھ آپ ہی

وصل کہہ یا دوری اے دونوں کا معنا ایک ہے
نس میں جگنا شمع پروا کیا شمے پرانے کا

سب ہی کچ کوں انت نیں نا نیم حرف کو انت نیں
بھوت ڈھونڈ دیکھے نہ پائے انت نہ افسانے کا

عاشقاں کا دور ہی آلودہ تیرے باد تھے
سنگ سنگیں باندے ہیں بنیاد اس میخانے کا

قطب کے میخانے تھے مے پینا آسان کام نیں
بن محمد کون پیوے مے سو اس پیمانے کا

(۲۳)

پیا باج پیالا پیا جائے نا
پیا باج یک تل جیا جائے نا

پیا بن صبوری کروں کیتھے
کھیا جائے اما کیا جائے نا

نہیں عشق جس وہ بڑا کوڑ ہے
کدھیں اس سے مل بیسیا جائے نا

قطب شہ نہ دے مج دوانے کو پند
دوانے کوں کچ پند دیا جائے نا

(۲۴)

کل منج وزیر دل تھے قاصد بشارت آیا
میرے سے
یا حضرتِ سلیماں کن تھے اشارت آیا
کے پاس سے اشارہ
خوش نین نیر سیتی تن خاک کوں کلاوو
آنسوؤں کے پانی سے جسم کی کو ملاؤ
دل کے مندر کوں سر تھے وقتِ عمارت آیا
مکان کے لئے نئے سرے سے تعمیر
میرا سو عیب ڈھانکو اے دے سوں بھیگے کپڑے
شرابے بھیگے ہوئے کپڑو
او پاک دامن آپی ہمنا بچارت آیا
وہ آپ ہی ہم کو بچانے
منج یار حسن تھے جے بولے ہیں باتاں بے حد
میرے کے سے جو
یک باب ہے سو اُن میں جو اس عبارت آیا

جاگا سو ہر یکس کا ہووے گا آج پرگٹ
جگہ مقام ہر ایک (سب) ظاہر
او چھند بھر با سو چند اَبیٹھن صدارت آیا
وہ عشوہ ساز چاند بیٹھنے صدر میں

جم کے سو تخت اوپر جے تاج سور چند ہے
جنکو سورج چاند
چمٹے کی دیکھو ہمت جو اس حقارت آیا ۱۸۰
چیونٹی

اُس شوخ دید تھے یوں ایماں اپس سنبھالیں
کی سے اپنا
اوسا حرِ کماندار کرنے سو غارت آیا

قطباتوں دا اس شہ کا جم فیض اُس تھے مانگیں
تو غلام ہمیشہ سے
سو دا ہے تج پرم، سب وقتِ تجارت آیا
تجھے عشق کا

(۲۵)

سجن میری چنچل اہے پیم ماتا
ہے عشق بھری
سکیاں کوں پیا بات رنگیں سو بھاتا
سکھیوں کو کی بھاتی

مہن کوپ کرتے ہیں اپ نازسیتی
موہن غصہ اپنے سے
دو تن جا کہے ہے مگر میری باتا
غیر یا رقیب بات

ستاتے ہیں چھنداں سوں ساجن ولیکن
ستاتے فریب سے
سجن کا میا نیہہ منج دن (دل؟) نپاتا
محبت میرے

مری چینت کرتے ہیں ساجن پرت سوں
فکر محبت سے
اُسی تھے سدا برہ کوں ہیں سنتاتا
سے (اسی لئے) فراق ستاتا

پھول بن میں تیرا نازک ہی دہن چپ رہنا آہ سکی نا کرنا
خاموشش آہ نہ کرنا

نبی صدقے قطبا کے من میں
جوں سسی ناؤ سکی جپ رہنا
چاند مانند کرنا ؟

(۲۹)

سکی آپی توں سائیں سمجاؤنا مندر میرے سمجاؤ کر لیاؤنا
تو آپ ہی سائیں کو سمجھاؤ مکان سمجھا لاؤ

پیاری کا کرنا ہے من بھاؤنا پیا مکھ بچن لے منگل گاؤنا
دل کو بھانے والا بات بول

پیا ہات میں ہے مرا اختیار منج اپنا کیا ہے مومن بھاونا
کے ہاتھ مجھے میرے دل کو بھانیوالا

منجے غنچے کوں دیکھ یاد آوتا الٹکار سوں سائیں مکاؤنا
مجھے آتا دیور سے کار کرانا

جلانا دوتن کوں اگن رشک میں ستانے دوتن منج سوں راؤنا
غیر آتش ستاتے غیر اے راؤ ؟

بلانا وخت منج ہنسی بازی سوں دوتن دیکھتے منج مندر آونا
بلا کر بے وقت مجھے رقیب کو دکھانے کے لئے میرے مکان میں آؤ

نبی صدقے قطبا توں پھیری
سین کی سرک میں سوہاگا ونا
بستر کروٹ پھلا سونا

(۳۰)

پیا بچھڑا ہے مُنج کوں دُکھ گھنیرا — نہ جانوں کب ملے گا پیو میرا
مجھے زیادہ

جو سلطاں وصل نیہہ سوں ورلیاوے — تو بھاگیا برہ اپنا چھوڑ ڈیرا
عشق لاوے بھاگا فراق

پتر رخسار کر سُو[1] کے قلم سوں — کجل سیاہی سوں لیکھے ہے گھنیرا
خط سے کاجل سے لکھے گہرا

اَپس سائیں سوں یک چت سیوا کرنا — اگر یوں نیں تو دُوسی ہے کبیرا
اپنے سے یکدل ہوکر بطرح نہیں

صبر سوں کام دُنہ جگ کر تو اپنا — اِتا لا دیو گن گنبھیر دھیرا
سے دونوں اتنا عقل گہری آہستہ آہستہ

محمد قطب شہ راجا اَپن سر — محمد نا نو لے باندیا ہے سیرا
راجہ اپنے کا نام لیکر باندھا سہرا

نبی صدقے سدا کہتا تُرکماں — کہ مُنج سر تاج ہے حضرت امیرا
میرے

(۳۱)

نوازیں اپ میا سیتھیں توں مُنج کوں — کہ میں باندی ہوں تُج سوں حب سارا
اپنی سے مجھے باندھی تجھ سے محبت ساری

---

[1] سو کا = سر کا وہ خط جو آنکھ سے زلف تک کھینچا جائے۔

نکو ہو نکو ہو سہیلی کھیلی تجے شہ کریں گے میاسوں نہالا
تجھے محبت سے

ردیف ب

(۳۲)

تج دل پیا دل ایک ہو میانے نہ آسے کوئی تب
تیرا کے سے درمیان آسکے صنعت انوپراس
یک چت ہو مل پیوسوں، جوسی نہ پوچھن ہوئے تب
دل پیاسے جوتشی
خاطر خوشی خبراں سیتی خوش ہو خوشیاں کرتا ہی خوش
خ
خسرو خماری ہوے خوش یاں کے خیال سوں خوشبو نے تب

رشکوں رقیباں کے رسیلی راج سوں لاجاں کرو
سے
رنگ کے رین میں رنگ کرو رخ ہوے رنگیلا خوی تب
ر
رات
پیو کی پرت کا پھول پا، لو پیم پانی پور کر
پیا محبت عشق کا
پ
پلکاں کے پینگا میں پگا وہ پیو کوں پھل ہوتے تب
پلکوں کے بیچ پیے گا

سائیں سگھڑ کے سامنے سکیاں کی سُتراں کیوں سہوں
ناراضیاں
س
سُہتا ہے سائیں سیج سب سُندر منا سونے سجتا پر

جوبن جوانی جوت پر چولا چڑائی چِنت سوں
ج
چمک جسم شار کردیا فکر
چنچل چپل چت میں جھولانے جھولنا جگ جوے تب
دل دیکھے

صدقے نبی صدقا قُطب ہی صدق سوں صاحبقراں
ص
صہبا صراحی صاف پی آتا صبا کا بوئے تب

(۳۳)

صباحی اوکھ دیکھ پینا شراب — فرح بخش ساعت میں لینا شراب
صبح کو وہ چہرہ دیکھ کر
ترے حسن تھے وان وے شاہ کوں ۲۴۰ اوکھ کے عرق تھے سو پینا شراب
اُس سے
تری نین مستی ہو روں روں چڑی — پرت مے بھریا دل کا لینا شراب
آنکھ (دوم) روواں روواں چڑھی عشق کی مے سے بھرے ہوئے
عشق ساز کے تار مطرب بجاؤ — کہ قانون تاناں میں لینا شراب

ازل تھے نبی حُب قُطب پیوتا
سے حب نبی پیتا
ترے پیالے سوں ساقی دینا شراب

(۳۴)

جب سپن دیکھوں توں آتا میرے خواب
خواب تو
رات دن نہ سوں گماتا میرے خواب
(بیہہ) عشق میں گذارتا
میں ہوں عاشق تیری چت نیناں سوں دیکھ
میرے دل آنکھیں
تیرے بن کوئی نہ بھاتا میرے خواب
بغیر
تُج امولک نور تھے روشن جگت
تیرے بے بہا سے
عشق جھلکاراں دیاتا میرے خواب
روشن کرتا
میرے روں روں تھے بدل غم دور ہیں
روواں سے غم کے باول
چاند سورج توں دکھاتا میرے خواب
تو

جم اچھو صدقے نبی عشرت سوں قطب
رہے کے ساتھ
نیہہ سوں نیناں دکھاتا میرے خواب
محبت کے ساتھ آنکھیں

(۳۵)

خوشا مستی تمہارا بی ہمن پر بل کیا ہے اب
بھی ہم
کہوں مے کا خماری تج کدھر توں ساقیا ہے اب
تجھے تو

سداد تیا ندا مطرب مقام دلپذیری کا

۲۵۰

ہمارے تم میانے آشنا باتاں کیا ہے اب
تمہارے درمیان

دم صبحے مئی لعلے ادہر بھر توں پلا تل تل
ہونٹ بھر کر تو لحظہ بہ لحظہ

صبا مرغاں کریں تہ تہ نواسوں نو کیا ہے اب
نئے سے

سلیماں دوجی انکہی صبا بار انجبر لیا یا

ترنّائے ترن تاران بجا کر دل چھپیا ہے اب
چاہا

جیا جیوں پھل گلے باندھے گئے توں توں بچن پاکر
تیرا

پون دل گل کھلاں ہارا طرب کا مد پیا ہے اب
شراب

دو ادار و مراساقی کا پھر دیکھن مجھے بس ہے
دیکھنا

منگیا توں سو خوشیاں کر دو الیا کر دیا ہے اب

مرید پیر میخانہ ہوا ہوں دیکھ اے زاہد

ہماری مے پرستی میں تمن تسبی ریا ہے اب
تمہاری تسبیح

نڈر اچپل چنچل لوچن ہمن ساجن کے خوش ڈہب ہے
نڈر شوخ شوخ آنکھ ہمارے
اتھاون مل کیے دشٹی سوں سنجر کا ریا ہے اب
نظر

فلک سارے سکل تارے اپن رغبت سوں اہن میں سب
سب اپنی سے غلام
سدا قطب سعادت کا معانی تج دیا ہے اب
تیرا چراغ

(۳۶)

اب مجھے وامی دے اس لعل شراب آلو داب
قرض

یا بدف تو کر او تیر نین شاب آلو داب
"

ہنس ہنس شیریں زباناں سوں دیو منج گالیاں جھنک
مجھے

میری آساں کم نکرتوں مہر تاب آلو داب
امیدیں تو

دل چمن بند قبا کھولو گریبان چنپہ کا
چنپا ۲۶۰

فرح دیو اس بتیاں ثواب آلو داب

کب لگن آسر و تیوں پھل بیج عرق راکھے سدا
تک پھول
او لجان خوی کینہ لیلات نقاب آلو داب

اس ادھر انگے معانی گڑ کے تیں منگت کھڑا
اس کے ہونٹوں سے مانگنا
منگتا سو دے یا بگالیاں سوں جواب آلو داب
گالیوں کے ساتھ

(۳۷)

خوش رات تب سو تیرا مطلوب آئے طالب

مست آک مستی سیتی گالیاں دلائے طالب
آکر سے

نند کا سر امیٹھائی بے حد انتھیا ہے ڈرتا

اس دن کی مار کر توجیفی جو کھائے طالب

اچھر کسی کے مکتب نا لیکھیا بت پرست او
حروف نہ لکھا
دل گھر میں چیتر کر کر صورت دکھائے طالب
تصویر اتار کر

اس سات ہلجاہوں میں چنگی ہے عشق کا سو
پھنس گیا ہوں مشہور
سب کنکرے ہلالاں جگ میں دیائے طالب
چمکائے

جو طالباں کوں دیکھوں سب آرزوئے یار ہیں

مطلوب میرا بارے پھر پھیر بلائے طالب

کو تو نہیں کہن تین پُتلی دو تن کو بالیں
کہو کہتے ہیں غیر
او ظلم کس وضا سوں کرنس جگائے طالب
وضع سے رات لو

مکھ برن تھے ہزاراں کھضیا ہیں لکھ کتاباں
رنگ سے لکھ
نترسوں ناصحاں کے کانٹے چوبائے طالب
سے
پچھائے
کہتے ہیں طالباں تیں دیرا اچائے توخ
سے اٹھائے
او مکھ کی بندگی تھے تک دل نار کھائے طالب
اس چہرہ سے

مکھ پانی اے سجانی ٹک سٹ معانی اگ پر
ڈال
۲۷۰
نہ پیا لا مو پلا سو آنند پائے طالب
عشق کا مجھ

(۳۸)

سجن تج مکھ عرق بند بند بہت وَرزُو دِستا اب
تیرے چہرے کا بوند بوند نظر آتا
او مدجن کو پیئے سو عاشقی میں ہور دستا اب
وہ شراب کوئی اور ہی نظر آتا
کماں بھنواں کے ناندے ہیں سجن کیا بھید ہے دیکھو
دو تن کیچ کو نمے ہے غیبت کشش بل دور دستا اب
رقیب
ڈراں تھے بھوں اچا کر چک نہ دیکھوں بہوں سا جن کے
ڈر سے بھوں اٹھا کر پوک کر بھوں
کہ مکھ سمدر کی موجاں تھے اچلتا خور دستا اب
سمندر سے
سکت تج جیو دینے ہے ولے مارن قواعد نا
مجھے دل
تری خوبی نچھل بازار میانے سور دستا اب
پاک میں سورج نظر آتا
معانی قطب شہ کس دِ صر نکہ رمز نہاں پیو کا
کسی طرح پیا
کہ ہے جے سر مجلس کا سو سچلا حور دستا اب
جو صدر سچا

(۲۹)

باغ کے پھولاں سرا مست ہیں بن دیک آب
بنیر دیکھے
بات اب باساں سے کرتے ہور پیتے ہیں شراب
اور

اپ عرق بنداں تھے بھرتے ہیں پیالہ دم بدم
اپنے عرق کے بوندوں سے
او پیالہ کن پیوے ہے اس سد امتی کی واب
" کون پیئے میں دباؤ

تم بہشتی کرندا آتا ہے مے خانہ میں تھے
سے
خوش ظہورا مے تمی پیو وکہ ہے وقت شباب
تم ہی

اس بچن میٹھے تھے جھڑتا ہے نمک بھونا زسوں
اس کی میٹھی گفتگو سے بہت
او نمک داں تھے نمک دیو وکہ ہوگا سم کباب
اس سے

عرضہ کرنے پھول سب آئے ہیں تج کن ہات کھول
تیرے پاس
نرخ ہمارا نا توڑو ہیں ہم تمن تھے نوریاب ۲۸۰
تمہارے سے

نج میں دیکھیا ہوں سلیماں فر عجائب حسن کا
تجھ
سر و خم کھاتے ہیں تیرے پاؤں پڑنے کوں شتاب

مے فروشاں لاج تھے باندھے ہیں میخانہ کے در
شرم سے
عیسوی دم موسوی فر تھے ہمارا کھول باب
سے

بیہدہ کرتے پرستش چاند ہور خورشید کوں
اور کی
میں کروں سجدہ تجھے توں نور کا ہے آفتاب
تو

مکھ عرق تھے بھر صراحی ساقیا منج بزم میں
سے میری
تا معانی پی کے گاوے ہور بجاوے نیہہ رباب
اور عشق

(۴۰)

جب کھلے امید دروازے دعا ہی مستجاب
کے
اب تو اپ تسبیح ہور قرآن تھے پایا ثواب
اپنی اور سے

غم کی آہاں واٹیاں نیہہ کا پانی چھنک
عشق چھڑکنے سے
داکھ کا ہنگام ہے ساقی پلا مے جیوں گلاب
انگور مثل
ہے تھڈی پانی ترا سرچشمۂ آبِ حیات
آبِ ذقن
حقہ ہے جیوں نوشدارو کا ادھر تیرے خوشاب
مانند ہونٹ
آپ مکھ آئینے تھے مودل کا کریں سب زنگ دور
اپنے آئینہ رخ سے میرے
بھی کدھیں زنگ اس کوں نا پکڑے تمی دیو آب و تاب
پھر کبھی کو تم ہی
ٹوٹے سد لاکان لیتے ہیں جیوں پون نت ناٹ کا
ناچنے والے مثل ہوا
پاتراں غمزے کتیاں دکھلاوتیاں مونہیں خواب
رنڈیاں کرتی ہیں دکھلاتی ہیں میری آنکھیں
عاشقاں کوں نہیں ہے حاجت کچ سلح سنجو دسوں
کے لئے ہتیار جوڑنا ۲۹۰
تم نین بھالے ہمن دل پر رہیں حاضر جواب
تمہاری آنکھ کے ہمارے
اب معانی شوق کے موتی جھڑیں تج نیہہ پلو
رہی کا پھیلو
جوت اس موتیاں کہ یوں ویسے کہ جیوں سمدر پر آب
چمک کے نظر آئے

(۴۱)

اے بہشتی حور تج کیسا کم نقاب — دونی جگ میں روشنی تو مکھ کے باب
تجھے — تیرے چہرہ کی بناپر

اِس سبب دیوانہ و حیراں ہوا — مت سٹیں گے کس اوپر تم آب شباب
نہ ڈالیں گے کسی پر

مستحقِ عشق کوں دیو زکات — تا اچھے فردا قیامت تم ثواب
کو

باٹ مارے تیر پلکاں کی ہمن — کس سیتھے اِی شیوے سکھ کرتے کباب
ہو — سے — سیکھ کر

نیہہ ترنگ چڑ کر کرے سب کوں شکار — میں پھروں پروانہ ہو دیو خطاب
باڑ — ہم پر — عشق کے چڑھکر

عاشقاں جلتے ہیں پروانہ نمن — کرتے ہیں بے رحمی و منگتے جواب
کی طرح — مانگتے

دین و دنیا کھوئے ہیں تج عشق میں — بے خبر ہوں لطف سوں سٹ نیہہ کا ب
گلا — سے ڈال عشق

عشق کے پنتھ میں ہماری پند ہے — غیر کے باتاں نہ سُن ہیں بے حساب
تیرے — راہ

دو نو جوبن ہیں ترے قصر بہشت — دو اَدھر تیرے ہیں جیون کوثر پُر آب
ہونٹ

یارب اس علوی کوں رکھ علویاں منے — آب نیہہ میں رہ پلا کوثر شراب
میں — شراب عشق

حلقہ نیہہ کا ہے معانی کان میں
عشق کے
راکھ اپنے حلقہ میں ناکر عتاب
رکھ

(۴۲)

سونے میں دیکھیا کہ پیتا ہوں شراب — عاشقاں کا دل ہوا اس تھے کباب
دیکھا سے
حور کھولے روزہ شیخاں پاس تھے — آ بجاوے میرے میخانہ رباب
سے میں
میرے بت کوں پوجتے سارے بتاں — سبھی رمالاں کہو اس کا جواب
معشوق حسین
شکر و شکر و شکر لاکھاں شکر ہے — میری مجلس کوں ملک نا دیکھیں خواب
میں بھی نہ
ٹھارتے کے نیں بوجھو چند سورکوں — ہور کے دھرتی مکھ اپر بادل نقاب
ٹھہراتے کیوں نہیں پہچانو چاند سورج کو اور کیوں زمین کے چہرہ پر کے
چاند سورج تاریاں کوں منج عذر کہو — ایک تل نا ٹھار کے لئے نقاب
ماروں کو میرا
آسماں کہنے کنہہ مشکل بہوت — گر کہیں گے تو کہیں گے بو تراب
ٹہر لیو
تج نین تل میرے دل تل تل بسے — ایک تل انکھ نا اوچا چوتا شراب[1]
کا راز بہت ۳۱۰
تیری آنکھ کی میں ہر لمحہ ایک لمحہ اٹھا

[1] ایک تل انکھ کھول تا چودے شراب

عاشقاں کے شعر تھے جگ مگ اُٹھے میری آہ کا آگ ہے جیوں آفتاب[1]

قطب شہ بندہ گناہ گار اہے

سب کرو یاراں دعا ہوگا ثواب

ردیف ت

(۴۳)

ننھی کے ناز مستی دیکھ کر سر تھے ہو مست بہوت نیکا برا گا مدعا کا کام منج دست
بہت اچھا برآئے گا میرے ہاتھ

نین غمزے سیتی پیاری گلے میں بانے زنجیر نجانوں کس جنس ہوگا منجھے اس بانس تھی رست
پھر سے طرح ہنسلی سے چھٹکارا

ترے مکھ صفحہ کے خط تھے جتنے علمان سو بسریا پڑن ابجد پڑے سب عالماں مکتب میں نشست
آنکھ کے ڈالے پڑھنے

کنگی کرنے کوں کھولی کیں شیرینی سوں شیریں کرے اس باس تھے میرا دماغ باورا رست
چہرہ سے جتنے علم بھول گیا

وفا منگنے ہمیں بے عقل شہر حسن میں اب وفا کا باس نہیں اس شہر میں کیا ہی بیہ برست
کنگھی بال سے کی خواہش کرتے ہم کی خوشبو سے دیوانہ

---

[1] عاشقاں کے شعر جگ میں جگ جگے اُن او ساساں روشنی ہے آفتاب
آہوں سے

وَرد تیرا ڈر اتا ہے یکیلا دیکھ کر مُج — کروں جب یاد دکھ کی آہ سوں غم جاوتا پست
اکیلا — مجھکو — سے جاتا

قطب شہ سب شہاں میں ہے شہنشاہِ خدا کا
شاہوں

کھڑے ہیں دست انس و جاں و درباراں کے بند دست
بس

(۴۴)

یوَن کی شاخ کوں لاگے ہیں پھل جوبن کے مست — ۳۲۰ — صبا کا باو لیجا عرض میری دست بدست
جوانی — کو لگے — ہوا (جھونکا) لے جا

او بال پن میں دیسیا جوباں کا مُلکا سخت — اوتول سیتیں مو دل بھانڈہ کاچ کا شکست
اس کے بچپن — نظر آیا جوبنوں کو تبل — اتا ولاپن — جلد بازی سے میرا برتن

نکو پلا منجے ساقی پیالہ بھر بھر کر — کہ پیتے ہیں ہمیں دایم پیالہ اس کے دست
نہ — مجھے — ہم — ہاتھ سے

روا ہے گرچہ سبھی طاقِ ابروں کوں نماز — تو طاقِ ابروں کوں جن نماز کیسا وجہ ست
تیرے — جو — کرتا

دلیل پایا ہوں تو زلف سیتیں آبِ حیات — اچھے جو زندگی کا نیر تیری زلف میں ہست
تیری سے — ہے — پانی

ترے خیال کے مرغاں ہوئے ہیں جگ سنکھی — تمارے یاد سوں بے خبری تھے مرغ دل موجست
پرند — تمہاری کی سے میلا

ط آہ ۔ ح معانی

نکو کر و پنکھی تم بال و پر سوں مغروری — کہ بے پنکھاں ستی تم میں ہوا ہوں مست الست
نہ پرند غرور بغیر بال و پر سے

تماری یاد بغیر نہیں ہے بزم مورنگیں — کہ میرے بھاگ لکھیا ہی اے عیش و زالست
تمہاری نہیں میری حصہ قسمت لکھا

سدا تو مدح نبیؐ و علیؑ کی کہتا ہے
قطبؔ شہ شعر ترا تو لکھے ہیں دست بدست
ن معانی

(۴۵)

میرا رے پیارا سو سراپیک جو دولت — میں تو کہ کیا جانو کوں بخت سوں بولت
پیکر بولتا ہے

انچل تو بکیا رن گنا موتی سو تارا — نا سیک دیپا موتی سُریا نم جھولت
۴۳۰ رنگ چمکا

دو جوگ ٹلا موتی کُنل بیکھرے تارے — مکھ نور کہ جوں سو رستاریا کوں سو رولت
بکھرے ہوئے صبح سورج رو تا ہے

اُبھری ہے مِن رنگ خماری کی گلابی — مد پیک گلے لاگ جوبن کھولک بولت
آنکھ میں شراب پیکر لگ کھولکر کہتا

ساقی تو اُبا ریک ٹکا موپ سراسٹ — گل گشت چمن پیالا ہتا لیک سو سولت
ہاتھ میں لیکر

دو تن تو رکھے دِشٹ نیٹ میرے خیالوں — برہے کی کتابوں سوں دلا لیکھ امولت
غیر نظر فراق لکھ

سب دن تو متا اچہ معانی کہ نکر غم
برہے کی شکایت تو کسی دھیر نکھولت
فراق طرح نہ کھول

(۴۶)

مُج تیرے لال لب کے چمن سوں سو کام دیت
مجھے سے
خوش دل موہو گا تٹ سو اُبار ی کا جام دیت
میرا دیتا
تو نانوں یاد دل تھی سبھی یاد دل تھی دھوت
تیرا نام سے سے دھوتا ہے
وو نانوں ورد کرتے سو دو جگ میں نام دیت
اس نام کو دیتا
یک چھن سو مج کوں صبر تیرے مکھ بنا تو ناہ
لمحہ مجھے بغیر نہیں
کس دھیر کہ کس دھیر آکھوں دلا مو نہ رام دیت
طرح مجھکو
ٹک دیکھ اب تو حسن بلکاؤں تو اُسے بھار
اب تیرا حسن دیکھ منگیں مجہ کوں دام دیت
باہر
مشکیں کرنگ دل میں سدا رکھے کر ب خیال ۲۴۰
میں دام کس وضا سوں بچھاؤں کو فام دیت
رکھے وضع فہم
کوئی تو محرماں کوں رضا نا ہیں چند وصال
عاشق بیچارہ کیا کرے کو نا پیام دیت
کہو

کیا تا ئیں توں غم کرتا معانی[1] اندکر
کس لئے تو
قلقل پیالہ بھر ندا ہاتف مدام دیت

---

[1] قطب شہ۔

(۴۷)

مدن مست بدل مست کجن مست پری مست
عشق کا دیوتا دل نازو انداز

ہوئی مست پون مست لگن مست پری مست
ہوا

چڑھی مست بہی مست ڈلی مست رہی مست

مکھا مست سدا مست سہن مست پری مست
چہرہ سجتی ہے

کھڑی مست انچل مست ڈھلی مست اوڑھی مست

گزک مست نقل مست بچن مست پری مست

پری مست پیون مست سرا مست موی مست
شراب

ملی مست بھجی مست رسن مست پری مست
زبان

کھپا مست پھلاں مست کجل مست کھلی مست
پھولاں کاجل

لٹاں مست نین مست دیکھن مست پری مست
زلف آنکھ دیکھتی ہے

بلا مست طرا مست دھری مست دھڑی مست
ٹیکا

شکر مست چمن مست ہنسن مست پری مست
چومنا ہنسی

چولی مست کھلی مست کمل مست بھنور مست
کنول

قطب مست کری مست یون مست پری مست
جوانی

(۴۸)

مکھ تیرا دیکھ کریں آج مست ۲۵۰ تیرے مکھ کے تئیں ہوا ہوں بت پرست
چہرہ

مکھ عرق میں زور مستی ہے عجب — میری مکھ زردی میں رنگ لعل لبست
چہرہ کے — چہرہ کی
داکھ دانے انگلیاں کی بوٹ ہیں — رنگ بوٹاں[1] میں مئے عناب ہست
انگور کے
زاہدا کیا پند کہے اے بے خبر — رب کی حکمت میں سو گنج حکمتست
میرے آکھر میں لکھے سونا پھرے — خوش لکھے ہیں عشق سطراں رست رست
عرف
جانتے دارو حکیماں درد کا — نیہہ دوا ہو سے نہ ہر گز[2] اُن کے دست
عشق کی ہو سکے ہاتھ سے

ہر یکس میں مستی ہر یک دھات ہے
ہر ایک طح طح
قطبِ معناست[3] از روزِ الست

(۴۹)

تمہارے مکھ کے گہر تھے سو نور پایا بہشت — عدن چمن میں تمن مہر کا ہوا ہے کشت
سے کے تمہارے
پیا کے حسن تھے سورج چھپا ہی مغرب میں — گلے میں طوق سو دکھ چاند کے مرایہ سرشت
سے دیکھ

[1] بوٹاں ۔ [2] ترکاں ۔ [3] معنا ۔

رقم ہوا ہے مرے خیال میں سچا تو خیال — نہ حک تھے جائے نہ آبِ لال تھی او نوشت

تیرا
تو مکھ کے باغ تھے موآرزو کے پھول کھلے — ۲۶۰ سو اس نہال کوں بسلاتے باغبان نشست
سے وہ تحریر
سے
بٹھلاتے

تیرے سے بیری
سو باس تیرے تھے اپ دل میں لالہ داغ دیا — پھولاں سو باغ میں تج باج دستے ہیں سب زشت
خوشبو سے اپنے
تیرے بغیر نظر آتے ہیں

نہ کر خیالِ ہمی پی شراب مست ہولے — کہ مکھ کے پانی ترے تھے سدا میں مست بہشت
خودی سے

پیا کا حسن معانی ہے جگ میں جیوں اوتار
سپند جالوں لگے مت اوسے کسی کی دِشت
جلاؤں تا نہ لگے اسکو نظر

(۵۰)

خال ہندو کا بھلا کر مجھ کیا ہی بت پرست — سب خیالاں اپنے مٹ کرتا ہی میر خیال دست
مجھے بنایا

وو طلسماں خال تج در بند ہے منج جیو کا — کس نظر اس حال پر پڑیا کہ میں بند تھے نجست
وہ تیرے

مادہ قابل دیکھ کرتا اس زمیں کو کھان دار — میرے دل میرے دل کی کھان تھے گوہر نہ پایا لعل مست
مادہ کان کان سے

---

۱ سو اس نہال کوں بسلانے باغبان کا شست ۲ قطب شہ ۳ جوں ۴ او سی مت ۵ کدہی ۔

جن چرے چارا وو دانے کا اچھے معمور سب
دایم لایام پیالہ عشق کا ہی اُس کے دست

جو
عالماں سب جفر کے تج سبز خط تھے خط لکھیں
جدلاں اُس زلف کے میرے دل اوپر نقش لست

تجے سے
علم کا عالم پڑھا یا نہہ کی آیت مُنجے
آیت اس پرکار کا پُرکاری سوں منج دل نشست

عشق سے میرے
کن کمر باندھے مین لہو رنگ انگے یک تل
اُجلا پیلا ہو رہیا بیچارہ نرگس سب پست

۲۷۰
آنکھ خونی رنگ کے سامنے ایک ہورہا
مین کے تیز آب تھی چوتے ہیں منج نینان تھے بند
سے ٹپکتے میری آنکھوں سے بوند
وو بُندان دریا کے موتی ہو لکاتے دست

قد الف ساقی توں ہت لے جام وضع دل کا
رے بوند
رے نمن قد میرے کون سیدا کریں تو اپنے ہست
(ر) سیدھا کر تو اپنے ہاتھ سے

بادشاہی مرتبہ پایا ہوں تم درگاہ تھے
بے رقیباں دیکھکر دکھ تھے گئے اپ جیو پہ جست
تمہاری سے اپنے دل

اے معانی توں چھپا کر کا ہے پیتا ہی شراب
کو تو لاں لکھ رہے باتاں تریان سب رست
باتیں تیری

(۵۱)

نظر تج یہ ہے کیا تماشا کا حاجت
نہیں سبز خط آگے چنپا کا حاجت
تجھ

اختلاف نسخ
۱ے کا ۲ے نون ۳ے بے قطب شہ ۴ے نہیں سبز خط انگے خضرا کا حاجت

طبیباں کریں منج کوں[1] بالی سوں دارو — کہ بالی[2] ہیں موہن ہے بالا کا حاجت
(میری سے)

ہمیں نیشکر نمنے ملجے ہیں بندیں — نہیں ہور ہمناں[3] کوں جالا کا حاجت
(ہم کی طرح پھنسے قید اور ہم کو جال)

خماری نین تھے کھلے پھول جیوں — نہیں موکو دونا و بالا کا حاجت
(آنکھ سے دل مجھ)

مرا دل ہے زر بفت کا کارخانہ — نہیں منج کوں بازار والا کا حاجت
(مجھے)

تو گنیاں کتاباں کے جیو میں لکھیا ہوں — معما ہے نین کھول کہنا کا حاجت
(تیری کہانیاں ۲۰۰ نہیں)

انگوٹھی سلیماں کی تج ہات نیں ہے — سکندر کے درپن اجالا کا حاجت
(دل تیرے ہاتھ میں نہیں آئینہ)

مرا دل کُندَن حسن کا کھان ہے تو — نہیں ہے سناری تقاضا کا حاجت
(کان)

ہمن مدعا مدعی نا بوجھے کچ — نکو بحث کرنیں ہے اُعدا[4] کا حاجت
(ہمارا نہ سمجھے کچھ نہیں)

معانیؔ ترا زرگری کوئی نہ بوجھیں
کہ اس علم میں نیں ہی دانا کا حاجت
(نہیں)

---

[1] تس کوں [2] کہ اس بالی کوں نہیں ہے بالا کا حاجت [3] ہمناں [4] غوغائے قطب شہ

(۵۲)

نہ جانوں کیا اُتم ہی رات پایا اُس کا میں صحبت
اچھا
دعائے صبح میرا اب دکھایا ہے اپن قدرت
اپنی
انچل کا ناز کا جب چھانوں پاڑی منج پہ او چنچل
ڈالے مجھ وہ
سبھی بھاگاں میں دستا ہے مرے بخت نہہ کا دولت
صمتوں نظر آتا عشق
بہت دن تھے لگیا ہے پیاس تیرا آس کا منج کوں
سے لگا مجھے
پلا دو نیر اب ہونٹاں کا ہے او نیر مُنج جنّت
پانی وہ میری
نزاکت حسن تیرے کا نہ آوے جیب سوں کہنے
زباں سے
اے باتاں سُن کہ سب پکڑے ہیں تیرے شوق سوں حالت
کے سے
تُمارے مکھ کے چھاواں تھے ہمیں روشن ہوے ہیں سب
تمہارے پرچھایں سے ہم
اے چاواں دیکھ کر دو تن کوں پکڑیا تاب ہور دشت
لاڑ غیر کو پکڑا اور

دیکھو تم عاقلاں کا عقل کہتے جام کوں چھوڑو
کہ رگ رگ بھید یا ہے دیوانگی کا اُن کوں سب علت ۳۹۰

منجھے پائے ہیں نھن پن کھوتے اس چاہِ زنخداں کا
کریں کیوں ترک اے مذہب ازل تھے پایہ ہوں ملت

ہمیں ہیں شیعہ کر کرتے خوارج دشمنی سب سوں
علی ابن ابی طالب انن کوں مار وہت ضربت

معانی عاجز و بیچارہ ہو آیا تمن در کوں
کھولو در وانے لُطفاں کے کرو مو پر نظر رحمت

(۵۳)

یک چمک ناز کا دیکھیا ہوں رات جن سُنے دین کا گنوائے بات

سو ہونٹاں کا پھسی برہ آگ پر — آگ سرنا او چائے سب جنات
اُٹھائے

چھاوں انچل بٹھیاں نین کی پتلیاں — ان نہ چمکا طلسم ہے یہہات
بیٹھی ہیں آنکھ

برہ کی اگ کھلا سمندر کوں — میں ہما ہوں کھلاؤ منج نابات
فراق مجھے

قدِ رعنا و ہور لٹکتا چال — پایہ دو وضع تھے دو جگ لعات
اور پایا سے

زلف سحراں میں طالباں بلجے — باطل السحر نیں ہے اس ابیات
کے جادو بھنسے نہیں

نین دریا میں اُبلے ہیں موتی ... عشق گدڑی بکاوے ہاتے ہات
آنکھ کی

حسن کے دعوے ہور کی کرتے — اس دئے ہیں ازل تھے حسن برات
اور کیوں اسکو سے

شعر تیرا معانی صدقے نبیؐ
لکھ لیتے ہاتے ہات گاتے پلات
پلاتے

(۵۴)

رُخ کئے میخانہ رُخ لے پیالا ہات — ڈگمگی چالاں سوں سب کوں بھلات
کی طرف ہیں سے ہر ایک کو بھول جاتے

نعل جنگی کے تھے ہوا پیدا اے نور — چاند سورج جگ میں اس نوراں سہات
چکاری سے یہ — اسکے نور سے زیب دیتے

تھا ازل تھے اس میں ہور ہمنا میں راز — کیوں[1] کہوں نہیں بات میں ہی اس کا بات
سے اور ہم — نہیں

میری آہاں جوت تھے بوجتا دوا — کیا پکارے تج پکاراں ہوئے دھات
سے بجھتا چراغ

کیا کرے گا نیشکر کا توں مٹھائی — پایا اس اوکھراں سیتیں شاخ نبات
تو ہونٹوں سے

داکھ کے نھنوا دیجے تیرے باغ — عیش و خوشیاں کر سدا دونو سرات
انگور بچے اگے

حسن تیرا لیکھے ہیں قدرت قلم — کیا کم آوے تج مشاطا کا رجھات
لکھے تجھے رجھانا

موگرا چنپا جتا خوشبو اچھے — کیس کے پیچاں منیں پیچے ہے رات ۱۰۴
جتنا ہے بال میں

تیر مارے سو معانی[2] پھر نہ آئے

ہے عجب تیر مار کر لیتے پھرات
پھیر لینا

---

[1] کیوں کہوں ہے بات میرا اس کے بات [2] قطب شہ

ردیف ث

(۵۵)

کرے سب شے اپے اوتار احداث — مٹھائی اپ اَدھر دلدار احداث
آپ ہی وہ معشوق
اَیس مکھ پھول ایسے رنگ بھرے تھے — کیا ہے جگ میں سب گلزار احداث
اپنے ہونٹ
ترے دو زلف ہیں جے کنھر رنگ کے — کیئے عاشق کے تیں زنار احداث
اپنے چہرہ سے
سلونی روپ وَنتی جیو کی پیاری — ہمن پرلی (لے) کرے ہی پیار احداث
جو
بچن اس کے کریں رادیں کے سم کیوں — کہ ہے اس بات میں گلزار احداث
ملیح خوبصورت
خداوندی اُسے سہتی دو جگ کی — کیا اپ پیار سوں سنسار احداث
مٹھاس برابری اس کی
نبی صدقے قطب شہ دل میں کینا — محبت حیدرِ کرار احداث
زیب دیتی اپنے سے دنیا کے سے کرتا

(۵۶)

اپ حسن سوں لٹکے جو توں مردے بھی پاویں بعث
اپنے سے چال تو زندگی

سو کے سو پھل تج دشت تھی نانے ہو کر لیاویں بعث
سوکھے پھول تیری نظر سے لاویں

سب عاشقاں تج عشق میں جوں پھول بن تازے چھپیں
تیرے ہوجائیں

موراں، پپیہے، کویلاں تج شوق تھے گاویں بعث
تیرے سے

تج نین تھے سُک چین سب پائے ہیں آدم ہور ملک
تیری آنکھ سے سکھ اور

امرت بنی سیتی سدا تج ہونٹ برساویں بعث
آب حیات سے تیرے

نابات ہور املوج تھے، دھرتی ہے میٹھائی بہت
نبات اور بھرتی سے دنیا میں

تیرے بچن تھے پائے ہیں میٹھائی سب راویں بعث
سے مٹھاس

بھواں کماناں تیر پلکاں، ساند کرائے جوتوں
کمان ابرو جوڑ تو

ہر تیر سوں تو لاک جیو سوتن میں الجاویں بعث
سے لاکھ الجھ جادیں

جب توں کرے یک دشٹ اَمیں دونوں جگت سب جی اٹھی
تو نظر خود
تُج نین نرمل روپ سوں تِل تِل کوں دکھلاویں بعث
تیری آنکھ صاف شکل دکھلاویں
صدقے نبی قطبِ زماں عیسیٰ من بولے بچن
مانند
چوندھر تھے جیوَن کے بدل عالم اُپر چھاویں بعث
چاروں طرف سے زندگی بادل کے اوپر

(۵۷)

سکی چھند کوں ترا ہے ناز باعث
غرض کو
منجے تج عشق کوں ہے راز باعث
مجھے تیرے کو

پیا مٹھ بول تھے، ہور اُس ادھر تھے
پیالے مٹھے سے اور اس کے ہونٹ سے
ہمیں ہیں مست نیں چنگ ساز باعث
ہم نہیں چنگ ساز کی وجہ سے

نین تیرے کے کیتے دشت چاڑی
آنکھ کرتے نظر چار آنکھیں
چھپے کیونکر کہ ہے غماز باعث

نظر جیو کوں پیا بھل مکھ سب جوں
دل بھول کر
پرم مد کوں ہے خوش آواز باعث
محبت کی شراب کو

بچن بولے رنگیلی جیسے موتی
کہ جس موتیاں سوں جیو دم ساز باعث
جن موتیوں سے

کھلے ہیں پھول نیہہ کے مرغ من کوں
عشق دل کو
ہوا ہے اس تھے اے پرواز باعث
سے یہ

نبی صدقے ملیا قطبِ زماں سوں
ملا سے
او پیوجے چھند میں ہے ور سازِ باعث
وہ جو فریب

(۵۸)

گنوانے دین کوں میرے نین بتخانہ ہے باعث
یے زمزم کی ندیاں کیا کم منجے میخانہ ہے باعث
آنکھ کا میرے لئے
موآہاں کے پتر پر دوڑتا ہے عشق کا پانی
ہزاراں شکر کرتا ہوں نہ اس پیمانہ ہے باعث
میری آہوں (بنا) عشق
بچھایا ہوں پلو میں آرزو کا کام دیو مکر
توں نا دیوے تنکن دیوی دوتل کا دانہ ہے باعث
کوں وہ
ہر شہراں منے جب تھی سٹیا ہوں بیچ میں نیہہ کے
فراق میں سے ڈالا عشق
نین کی چلبلائی میرے دل کے ن منے بنچیا
پڑے جبل فسانہ کی منج او افسانہ ہے باعث
باغ میں اکلے کیوں مجھے وہ
نہ ماریں دم ہمیں ہرگز کہ مت دم نکلیگا اس کا
ہمیں کیا کام ماریں دم ہمن جانا نہ ہے باعث

معانی کے پرکھنے پر ہنسا کہتے کہ کرتے ہیں
ہنس
نکو لیاد و گھڑوں موتی مو یک دانہ ہے باعث
نہ ملا مجھے

(۵۹)

تیری نین کے چوٹاں منج پر کیا حوادث ۴۰ ساقی دے منج پیالا جاوے کیا حوادث
آنکھ مجھ مجھے دل سے

پلکاں کے بال بھالاں نا مار وے تیر تن پر آسان اُساساں تھے دل میرا لیا حوادث
کے بھالے نہ امیدوں کی آہوں سے

کیا کام آوے منج کوں اے لال دا کھ مستی موسر منے چڑھیا ہی نیہہ مے پیا حوادث
مجھے یہ انگوری پیرے میں چڑھی عشق کی شراب کی

باتاں کہتے ہیں لوگاں دشواری ہور غم کیا ں غم ہور محبت اپنے دل پر لیا حوادث
کہتے اور کی اور

تم ناز حسن سکہ ہے دل اُپر ہمارے رقیباں رقم نہ بوجھیں ہی اے جیا حوادث
تمہارے کا

دل دل کی بات کہنے کوئی کھول کہنہ سک سے کھل کھل کتاباں پڑہتے دل کوں دیا حوادث
نہیں سکتا کھول کھول کر

او طاق ابروان دیکھ مے پی معانی نت نت
وو
بے کیف جیونا ہے جگ میں دیا حوادث
جینا

(۶۰)

مرے جیو بادشاہی کا سدا تم ہی اچھو دارث عریضہ آپ بندی کا آنک کن دھر سنو وارث
دل کی ہو اپنے یہ ذرا کان دھر کر

تمہارے عشق کا میں دودن پن تھی پیا جیو سوں
دودھ بچپن سے دل سے
منجھے سب عاشقاں میں اب بڑا ہے کر گنو وارث
سمجھکر شمار کرو

نکر سکے دے واکن عشق دراں کا کدیں ہرگز
کسے کوئی کے کبھی
طبیباں سب ہوئے عاجز کہ یک دارو کہو وارث

گنگا ابلیا ہی میہ نین کے انجھواں کے بندان تھے
آبلا آنکھ آنسوؤں بوندوں سے
منجھے ڈر کیا تراون بار دریا کا ہی تو وارث
ترانے والا

تمہارے نور تھی پایا ہوں میں پنھاں عشق کے سب
سے راہیں
رقیباں پکڑے ہیں دنبال اس تھی تم رکھو وارث
وجہ سے

اودر امید کا ہی توں پکڑو وزور یک چت سوں
وہ تو اپنا دل اس
اودر کا حلقہ کن ہیں پاکے ہیں تیرے تو وارث
کان میں ڈالکر

معانی کوں وو انگن کا گرد عنبر تھے ہی خوشبو
کے لئے اس صحن سے زیادہ خوشبودار ہے
منجھے پھولاں کا بو کیا کام آتا ہے جو او وارث
خوشبو وہ

(۶۱)

تو حسن کا جھمک ہی جیون کی لیری حارث
تیرے زندگی
تو پگ پکڑ کہیا ہوں تم ہیں ہمارے وارث
تیرے قدم کر کہا

اپنے نین کی کدنا باتے کمند کر گل
کھینچیں نہ اپ طرف کیا اُن کوں ہوا ہے باعث
اپنے

مسجد نمن کیا ہوں اس ابرواں کوں سجدہ
میں بندہ ہوں گنہ گار بخشو مرا خبایث
مانند اُن کو

پرکار منے پکڑے تو زلف دور میرا .....
مانند تیرے

دیتے ہیں خوبرویاں سب کے نین میں جلوے مکھ خال نقطہ منج پر کرتا ہے حوادث
آنکھوں چہرے کے خال کا مجھ

نیناں کے دھار اوپر خوشیاں سوں ناچتا ہے کہو اے رقیب کا ہے تم ہو رہے ہیں ماکث
آنکھوں سے کیوں

بوجھیا ہے معانی راز و رموز پیو کا
۴۶۰

ہر کوئی فہم کر کچ ہوتے اپس میں ناچث
پچھ اپنے آپ

(۶۲)

بچھڑی کے درداں کوں، تم ہونٹاں کا منج کوں مے غیاث
فراق تمہارے مجھے

او اثر سر کوں چڑے، تو منج کوں ہے او مے غیاث
وہ چڑھے میرے لئے

میرا سُدبُد سب لے کر کے ہور بتاتے ہیں جُدا
اور

دل کے آساں ہور اُساساں کا ہوا ہے نئے غیاث
آہوں

وصل کا دیوے خبر جن دے کر داپ جیو کا
جو اپنے دل

تو فرشتے آئیں کہہ دیویں منجھے پے پے غیاث
دیں

جوشِ غم پکڑیا ہے دیو و نہہ کا لنگر تمیں
آس کی کشتی میں بیٹھا ہون کر و تم سے غیاث

میں پلک اوپر پلک نا مار کھوتا عشق باٹ
منج کوں اپنا ہیو کہے تو سب منے او ہے غیاث

حسن رنگ کا مے پلائے منج کوں نھن پن تھے پیا
دین میں کچ نا بوجھوں منج کوں ہے دین و مے غیاث

تیری یاداں کا معانی کرتا ہے تسبیح نت
مصطفےٰ ہور مرتضےٰ تھے ہے تو جی لے لے غیاث

(۶۳)

مومنین ہور دل میں لگیا ہے مدام بحث
کہہ مطرباں کوں ساقی کہ اب صوت کم کرو

چپ رہ توں عقل کرتی وو دونوں کلام بحث
کن رکھ سنو کہ کرتے صراحی و جام بحث

بوسے کے تول سیتی نہ آئے اے جیو سم ۴۷۰ ہر کن کرے وہ بحث ہے اس کا خام بحث
سے دل مقابل

رستم ہے حسن کا بکٹ اپ نیہہ فن منے کیا کام آوے ایسے وقت زال و سام بحث
وہ

لازم گناہ کرتے ہیں کو توال قاضی سن ہمارے عشق کے میں میں شرعی ہوں کی کرتے ہیں لوگ عام بحث
سنکر

نازک ہوا ہے شیشہ تھے دل اس رکھو سنبال لاگیا ہے ہم تن کوں ازل تھے مدام بحث
سے کو سنبھال تم کو سے

لیکھے اچھیں معانی کے انگار تج رقوم
لکھے ہیں
کچ ہور یاد آوے تو وہ ہے حرام بحث
کچھ اور

(۶۴)

اس کے نشکیں خط کا میرے دل اپر کھو لو حدیث عالماں عاجز ہوئے ہیں ایک تل بولو حدیث
ایک لمحہ

بات میری کہہ رقیباں دھر لئے طاقت مرا تم سلیماں ثانی ہیں کن دھر سنو یک مو حدیث
کان دھر کر میری

تیرے طاق ابرواں کا کن میں بایا حلقہ سن اب منجے زیبا ہی کہہ بولو پیا یک دو حدیث
کان ڈالا

عالم اپنے علم کا کرتے ہیں سب لوگاں میں لاف تو نین کے جام کا مے پیکہ پڑتا او حدیث
تیری آنکھ پیگر

تیرے تل ہیں میرے دل کنٹھال کے موتی صحی — کرتا ہوں تسبیح اس موتیاں کا تم آکھو حدیث
مالا بچے کہو
شمع تم مجلس میں قصا اپ زباں سوں بولیا ۴۸۰ رشک آتا ہے منجے کیوں بولتا ہے تو حدیث
تمہاری قصہ اپنی سے بولا مجھے تیرا
سب گنہ تیرے معانی دھوگئے اس یاں دکوں
نقش کر اپ دل منے توں دوؤں جہاں میں سو حدیث
اپنے میں

(۶۵)

جنے پیوے او نین جام اُسے جام عبث — زلف پھاندے منے الجیا ہوں منجے دام عبث
جو پیئے اس آنکھ سے کے پھندے میں پھنا میرے لئے
بزم میرا سو تمن یاد تھے روشن رہے جم — جیو کی دوری بندھیا ہوں بھیجنا پیغام عبث
تمہاری سے ہمیشہ
جیو کی آرسی میں کن نہ دیکھیا تمنا کوں — اس کا نانوں نا لیو دل کوئی لینا ہی او نام عبث
باندنا
دل کے آئینہ کوئی تم کو نام
عشق کا ملک تری یا دستی جیتیا ہوں — دستے ہیں میرے انگے رستم ہو کہ سام عبث
سے جیتا آگے نظر آتے
تمہارے عشق میں جوں موسیٰ گگن لگ اینڑیا — اس چھجے پر چڑھیا ہوں بھی منجے ہی بام عبث
آسماں تک خیال کیا
تمہارے حسن کا دیوانہ ہوا ہوں جگ میں — اس تھے جھگڑا کریں لا خاص بھی ہو عام عبث
سبب سے اور

اے معانی توں پرت شوق کا پایا ہے لذت
تو محبت کے
قند نابات مٹھائی اہے تج کام عبث
تیرے حلق کے لئے

ردیف ج

(۶۶)

طبیباں دیکھ کر مو در د نا بوج — کہ دارو مدد بھیتر کا یو نا بوج
میرا نہ پہچان سکے
ملن کا سد دیا بوجک ستارا ۴۹۰ — ولیکن فتنہ جیو کا تو نا بوج
وصل کا یاد دلانے والا بتلانے والا
کون شعلہ تھا کیتا رخ جو مج من — کہ عاشق غیر عاشق کوں جو نا بوج
کیا میرے دل کی طرح
وہاں تھے باس خوش بارا لے آیا — ولے مجہ باس مخفی تو او نا بوج
سے میری اسکو
گہ گن کہتا جو دو تن تجہکوں دیکہیا — ادھر پر چین دانتاں کا مو نا بوج
خراب گن غیر (رقیب) ہونٹ نشان میرا مست
کہتے ہیں تم کہ عاشق دیکھیا مج — جنوں تھا دور پیراں کا سو نا بوج
کہتے دیکھا مجھے

ن طبیباں ناز میری دیکھ نا بوج — دیوں دارو جتیں مو دیو نا بوج
نادستی

معانی[1] مست تھا اوتر کس نس
رات کو
موہاتاں عرض کی تل یک دو نا بوج
میری

(۶۷)

تمہارا مکھ سو کعبہ من دسے مجہ آج — دو جگ کے لوگ سب آویں کو قبلہ حاجت آج
کے مانند نظر آئے مجھے
تمہارے مکھ کے نہل جل میں مچہ عجب ترتی — خضر کا چشمہ تمن روزی ہے رکھو سر تاج
کہہ کر
صاف پانی مچھلی تیرتی ہو
ترا وون سو دیا فور حور جنت کوں — بھوں[2] تیری سو اعرافیاں کوں دینے داج
تمہیں حاصل
پہرہ
تمن دوائر مکھ ہے نگیں سلیماں کا — طیور و انس و پری پر کرو سدا تم راج
تمہارا پہرہ
ازل تھے عشق کے پاڑے کتیں کئے مج بٹ .. — فقیہ و زاہداں میانے منجھے کئے ہیں سراج
سے میں مجھے
ہمارا درد تمن دوری تھیں ہے گاڑا سخت — سو درد دوری کا اپ وصل سوں کرو موعلاج
تمہارے فراق سے فراق اپنے سے میرا
نبی کا داس معانی[3] ہے عرض خوب سنو
غلام
سکل تہماں منے شاہی کا منج کوں دیو راج
تمام میں مجھے

---

[1] قطب شہ [2] بھونک [3] قطب شہ ۔

(۶۸)

دن ازل تھے جیو ناراں سوں بنیا ہوں خیال تج
روز سے دل کے سے بنا تیرا
نقش بندی خیال میں مو دل ہوا ہے خال تج
میرے میں تیرا
نین پتلیاں یاد کے دریا میں غوطے کھاتے ہیں
آنکھ
نیہہ کے طبلاں بجا دَرپن دکھا موگال تج
عشق آئینہ مجھکو تیرے رخسار کا
اُس کے نیناں کی سیاہی میانے ہے آب حیات
آنکھوں میں
کیا بوجھیں غواص زیبا حسن کا ہے حال تج
پہچانیں تیرے
عشق کیاں باتاں سمجھنے ہر کسی کوں آوے نا
کی
جانے وو اپ دل میں بسلایا ہے پیرت ڈال تج
وہ اپنے بٹھایا محبت تیری
مکھ تیرا دیکھ کر پایا خوشی دل مو صباح
میرا
ایک چھن کر صبر دیکھیوں مکھ مصحف خال تج
لحہ

تیری باساں تھے ہمارا جیو دایم تازہ ہے
خوشبو سے دل
ناچ کر ہور بوسہ دیوؤں میں ترنگ کا نال تج
اور گھوڑے کے نال جیسا
شکر کر چھن چھن معانی آپنے پروردگار
ہر لحہ
نیہہ باغاں میں گلابی پھل کھلے ہیں لال تج
محبت پھول

(۶۹)

چند امکھ پر سکی کن دیکھنے باری تھے بالاں کچ
چاند جیسے چہرہ سہیلی سے ۵۱۰
غصے سوں اس اوپر کھینچوں کماں ابرو ہلالاں کچ
سے
کچھ
تمارا حسن میرے دونین میں نقش باندیا ہے
تمہارا آنکھوں باندہ دیا
جے کوئی دیکھیں تمن کوں کج ہوویں انکے نہالاں کچ
جو تم کو کچھ
نہ آوے سرو کوں ہرگز کدیں او ناز کا ڈلنا
کبھی وہ
سہاتے ہیں انوں کوں ناز ہور چالے وچالاں کچ
زیب دیتے اُن کو اور

لے جی کوئی دیکھوں۔

جیتے ہیں سمند، ہور خشکی کوں بھی کیا جیتے منگتے

جمائل نمنے بائے ہیں گلے میں کنٹھ مالاں کچ
اور مالے کی طرح ڈالے

گنوائے غم گیا میں باغ ہیں دیکھیا عجائب کچ
دیکھا کچھ

پیا کے پاؤں پڑنے تیں ہوئے ہیں پھول ڈالاں کچ
کے لئے

دو دل ہور پونگ کے موتی تمن کن میں کرے باتاں
اور تمارے کان

اُسی تھے ہو کے نزل ڈلتے ہیں خوباں کے گالاں کچ
سے صاف

معانی عشق کے تاراں سوں بنتا ہے سراسر سب
سے

سراسر کن نہ سکیں اُنوں کے ہیں خیالاں کچ
کسی سے سکیں اُن

(۷۰)

رقیباں ناز دکھلاتے دکھو رنج
توں اپنائیں سوں اچہ اُن تھے نکو رنج
اپنے کے ساتھ رہ سے رنجیدہ ہو

تمارے ناز جھلکاراں کا نیں تاب
دیکھو نہیں
کہ عاجز ہوں منج اوپر نا کرو رنج
مجھ پر

لہ قطب مشہ

پیا منج خاص خیلاں میں گئے ہیں — کہ ہے منج شب نویساں تھے بہو رنج
مجھے — مجھے بہت
خدا اپ صنع تھے دیتا ہے تم ناز — پرستش ناکرے اُس دل رہو رنج
کو — کے میں رہے
منگے عاشق جو اُو پھول حسن سُنگنے — کہ اپنے جیو کتاباں پر لکھو رنج
اپنی صنعت سے — نہ
چاہے — اس — کو نگھنے
ازل تھے حسن کا دل کا رخانہ — کہ اُس کے تار پوداں کا سہو رنج
دل کی
سے

معانی[1] کوں تمن غمزیاں تھے نہیں ہوش
کو تمہارے — سے نہیں ہے
نچھل صوفی بندا ہے نار کھو رنج
اتل — بندہ — نہ

(۷۱)

او چشمۂ حیات کوں نالا خدا توں رنج — اُس دہن تھے عاشقاں کو ملیا ہی پرت کا گنج
اس — نہ دے — تو — عورت سے — کو ملا — محبت
موا درد کا علاج کرن توں حکیم ہے — موا آہ درد دیکھ حکیماں کد ہیں رنج
میرے — کرنے کے لئے تو — میری — کبھی
یوسف کا ہور قصہ زلیخا کا جگ بھریا — ہم تم کوں دیکھ کاٹ لئے ہات جوں ترنج
ہیں مشہور ہوا — مانند
موسیں اُپر بھنواں کا نکس کا ہے راکھتی — نیناں کے شہر میانے بندے ہیں منجے پنج
اور — کیوں — میرے سر پر — آنکھوں — میں باندھے مجھے

[1] قطب شہ

تو ناز کی سوں جانو ناکس کا بھلا ں کے دل
تیری سے بھولے

پیشانی ٹیکا لائے ہیں سیندور جیوں سرنج
اچھے رنگ والا

موسر منے چڑیا ہے خماری او یار کا
میرے میں چڑھا

اس یاد سیتی پیالے پلا ساقی چار و نیج
ہیں کی ہیں

تو نین قصہ سُن کے معانی ہوا ہے مست
تیری آنکھ کا

اب نیہہ کی ترازو میں رکھ کر توں اسکوں سنج
عشق تو تول

۵۳۰

(۷۲)

مُنج جیو منے ازل تھے ہی جاناں کا احتیاج
میرے دل میں سے

غم کے جنگل منے اہے رضواں کا احتیاج

پیرت کا ناز راز تمن کو عیاں اہے
میں

روشن ضمیر کوں نہیں داناں کا احتیاج

تم لعل ادھر تھے پائے ہیں یا قوت رنگ سُرنگ
عشق تم کو

سو رنگ بھرے کوں نہیں اہے پاناں کا احتیاج
تمارے ہونٹ سے اچھا رنگ ہے پان

تو نین دشٹ تھے نہیں ہے صبر کوں قرار
تیری آنکھ کی نظر سے

تج کفر زلف تھے نہیں ایماں کا احتیاج
تیری کافر سے

موخاک کوں تمہاری محبت سیتیں گھڑے
میری سے

ہم تم میں اس تھے نہیں اہے پیماں کا احتیاج
وجہ سے نہیں ہے

موتین میانے بیس کے بھی کے نہ آوتے
میری آنکھ میں بیٹھ کر تو بھی کیوں نہیں آتے

مجلس ہماری کوں نہیں درباں کا احتیاج
کو

لہ قطب شہ

ہونٹاں کے نیرپی کے معانی دسے خضر
پانی نظر آتا ہے
دربار تیرے کوں اہے شاہاں کا احتیاج
کو

(۷۳)

سکی آج پیالا انند کا پلا منج ویا قوت اودھراں کی مستی دلا منج
خوشی مجھے اور جیسے ہونٹوں مجھے
محل دستے ہیں نور کے ات صفا سوں سکی لیا سجن کوں منا کر بلا منج
نظر آتے بہت سے لے آ کو پیر پاس
گگن سے طبق موتیاں سوں بھری ہوں پیا آرتی تا میں پیو کوں ہلا منج
موتیوں سے کی پوجا کے لئے پیا
ترے نیہہ بن جیونا منج نہ بھاوے میجا من آپ دم سوں جلا منج
عشق کے بغیر جینا مجھے نہ پسند آئے کی طرح اپنے سے مجھے
ادھر تیرے بن منج نہ بھاویں عقیقاں بدن تیرے بن میں ہے نیکا طلا منج
ہونٹ بغیر مجھے پسند آئیں بغیر نہیں اچھا سونا
ترے حسن بن ہور منج نین میں کد نہ آوے کہ ہے اس سیتیں ابتلا منج
کے بغیر اور میرا آنکھ کوئی سے

نبی صدقے قطبا علی مہر سیتے
سے
بندھا دل کہیں میں اُن بن و لا منج
نہیں ان کی بغیر محبت

(۷۴)

دنیا کے کارخانہ کا نہیں زر یا اموال کچ
سُنے کے تار جب جانگے نکل کر تب رہے دُچ
بیش قیمت سونے جائیں گے رہنگے دو کوڑی چیز

سودھن میں کو نپلیاں پنچے سو لیو کو نپلیاں ایت کچھ
تو اس تھے مدعا پا کر دسے گا عاشقاں میں کچ
اچھی عورت پھوٹے اپنے ہاتھ میں سے نظر آئیگا

ترے قد سدرہ طوبیٰ من سچلا اسہاتا جو
لگے تو رس بھرے میوے رنگیلی تجکوں اودو کچ
کے مانند سچا زیب دیتا تب تجھے وہ پیتاں

سینے کے باغ میں تیرے بہشتی میوے چنتا ہوں
کہ تازے میوے کے انگے سو کے سو میوے ہی سب پچ
سامنے سوکھے ہوئے پیچ

اُمید اں باغ میں تج کوں لگے ہیں تازہ میوے سب
شکر کر میوے کھا کر تو دکھ اپنے جیو تھے اولچ
کے تجھے تو رنج دل سے نکال دے

بنگی شاخاں پر مالی رکھے آرا غصے سیتے
رکھے گا سیدھی شاخاں پر اگر آرا تو ہو گا لچ
ٹیڑھی سے

سمومی باد اب ہمنا ڈراتا کیا ہے گرمی سوں
ہمارے باغ کوں نیہہ باؤ لگتا، باؤ تیرا ہیچ
بادسموم ہم کو سے کو عشق کی ہوا ہوا ہیچ

(۷۵)

برہ منج جا جتا ہے سائیں تم باج
مرے مندر تم آدیو وصل کوں راج
فراق مجھے جگاتا تمہارے بغیر مکان

جو عاشق سائیں کارن جی چھپاوے
اُسے نئیں عاشقاں کے صف منے لاج
کی خاطر نہیں ہے میں شرمندگی

جنے ثابت قدم ہے عشق میدانے — دھرے گا پیم اُس کے سیس پر تاج
جو ہیں — محبت سر
جنے کامل کیا ہے پیم اپنا — غنی ہے دو جگت میں نیں وہ محتاج
جس نے عشق نہیں ہے
پرت کوں جان عاشق جو ہے فرد — توں یوں بوجے تو تج دکھلائے منہاج
محبت سمجھکر ہے تو اگر بوجھے تمکے
پرت تج کوں کرے گر تیر باراں — توں اپنا سینہ کر اُس تائیں آماج
محبت بجھے کی بارش تو کے لئے آماجگاہ

نبی صدقے قطب شہ دو جگت میں

علی کا مہر تج سر دُرۃ التاج
تیرے

ردیف ح

(۷۶)

اگر تو دین میں ہے ٹیلا لاؤنے کون مباح — پیشانی ٹیلا لگا دیو تا کہ پاؤوں نجاح
تیرے ٹیکا لگانے جائز ٹیکا نجات
لوچن کی پتلیاں کے تجا نہ کوں کیا سجدہ — فقیر دنا تواں ہوں میں کروں اسی الحاح
آنکھ
کھولے جو کیس کنگھی کرنے کوں دسے ظلمات — جو سر تھے بائے پھر اکھو نہ پکھ دسے اصباح
بال کے لئے تو نظر آئے پھرے چہرہ چمکے

تمہارے ہونٹاں کا یک بوسہ نوش داروے — کہ سر تھے ہوون جوان اس تھے پاوں قوت راح

بھواں کمان نین تیرے تھے کنن نہ چھوٹیا — ہدف ہو بیٹھے ہیں مارو نہ مارو تم ہے صلاح

تمہارے ہجر دریا میانے بایا نیہہ کشتی — ہلیا ہے ذوق کا بارا نہ جانے کن ملّاح

پیا کے مکھ میں دسے جوت خضر و موسیٰ کا — کہ اس کی یاد کوں تول ورد کر مسا و صباح

ہمن سیتی نہ کرو ہٹ میا کرو ساقی — خیال بزم میں یک دو پلاؤ منج اقداح

معانی بھید یا اس یاد نور تو دل میں
اسی تھے دستا ہے روں روں ترا کہ جیوں مصباح

(۷۷)

ساقی پلا پیالا منج کوں ہوا ہوا صبح — دو تن کی چاڑی ڈر تھے منگتا ہوں میں دعا صبح

سائیں کا راز مستی تج پر چیڑیا دعا کر — شکرانے کا دو رکعت کرتا ہوں میں ہوا صبح

مجلس ہوا معطر اس زلف عنبریں تھے — کیوں یک دو پیالے نا پیوں دستا ہے صفا صبح

باتاں عشق کیاں منج یوں وو کو کر نہ پوچھو ۔۔۔ غم کی سیاہی دھویا یک چھن منے صبا صبح
کی مجھ سے کہکر
دو دل سیتی تمن سوں جن کو ئی کیتے پیرت جیو کے نین سوں ہر گز نا دیکھے دلکش صبح
سے تم سے کرتے محبت دل آنکھ سے
میرا خمار توڑو اپ حسن کی نگہ سوں جیوں مے پرست کرتے پیالے سیتی دو اصبح
اپنے سے جس طرح سے
تسلیم کر معانی اوطاق ابرواں کوں
اس
.....گدا کا حاجت برآیا ہے کو اصبح

(۷۸)

ترے ہونٹاں کے رتن تھے سنیا ہوں بات صبح عالماں اس کوں نہ مانیں تو دسیں سب میں قبیح
سے سنا نظر آئیں
دل کے باتاں بوجھے معشوق پیرت کے حق میں کہ نجانوں نہیں کہتے ہیں منجھے کھول صریح
پہچانے کی محبت مجھ سے
تمہارے حسن تھے دستا ہے ہمن مکھ پر نور تو ہمن علم کو کہتے اہیں سب لوگ فصیح
سے نظر آتا ہمارا ہیں
سینہ چھیلے گیا ہے باو اساساں تھے پیا ہونٹاں کا پھونے ملم لاؤ کہ تا ہوئے ملیح
آہوں سے مرہم
زندگی نیر اُپر میسل نہ کر سوں ہر گز مے تمن ہونٹ کا ہووے جو ہمن جیو کا مسیح
آب حیات تمہارے ہمارے دل

دل کے سینے میں بھریا تیری محبت کا مے — او خماری چڑی منج سر میں صحیح ہور صحیح
بھرا — وہ — چڑھی تیرے — اور
تو کنک دشٹ تھے ہوا ہے معانی سُنا
تیری ترچھی نظر سے — سونا
نہیں حاجت ہی نبی چودہ کون کرنا تشریح

(۷۹)

مین تمہارے کرے ہیں ہمن سوں بات صریح — خدا کا شکر کہ سب کوں کیا ہے مات صریح
آنکھیں — ہم سے — کو
لوچن کے بھالے جیھے ہیں تو عاشقاں دل میں — اُساس آہ کی باتاں تھے ویسے رات صریح
آنکھ — تیرے — سے نظر آئے
لوچن اُپر بندے ہیں تم خماری کا پردہ — عشق کا آب نوا باندھی ہی دھات صریح
آنکھ — باندھے — تیرا
ہوا ہے نقش مرے دل میں جیوں تمن صورت — خطا ختن میں نہ لکھیں تمہارا گات صریح
تمہاری — جسم
تمہارا خیال لوچن نیر میں ترے مچھ ہو — کہ سبھی..... ہیں تو منجھے دکھات صریح
آنکھ پانی — تیرے — مچھلی
بہوت ہیں رمز کی باتاں پیا او سائیں میں — دوتن غرض کیا تیری ذات ہی کجات صریح
بہت — رقیب — ہیں — بری ذات
معانی تج کوں محمد غلامی ہے شاہی
تو سے — تو
توں غم نہ کر کہ مناجات ہیں نجات صریح

(۸۰)

تمہاری یاد میں نس گئی پلاؤ ساقی صبوح — او ایک قطرہ لہو تا میں توڑیا توبہ نصوح
رات
رتن ہونٹاں کا پلاؤ تمیں مجھے جلاب — کہ سر تھے ہوؤں جو اس تھی پاؤں قوت روح
وہ ایک
تمہارے پاس بھیجیا ہوں خیال کا حاجت — سنے جو یک چھن او عرضہ ہوے منجکو فتوح
پھر سے مجھے عرق ہم سے
تمہارا حسن دکھیا جب ہوا ہوں جیوں جمشید — تمہارے ذکر تھے پایا ہوں عمر میں جیوں نوح
بھیجا ایک لحہ وہ
نظر آیا مانند سے مانند

معانی کوں نہیں ہے ڈر اندھاری راتاں کا
کہ رات اون دسے اسکوں پیا کا مکھ جیوں یوح
نظر آئے

(۸۱)

تمن کوں آمین اچھو ساقیا دعائے قدح — کہ مطرباں کرو مجلس نوا برائے قدح
تم قبول ہو
خبر لے آو تمیں میرے تیں پرت جاسوس — کہ میرے سر میں رہیا ہی اچھوں ہوائے قدح
تم پاس عشق کے رہا اب تک
اسے نہیں ہے سورج چاند پیالے کی پروا — تمہارے ہونٹ اچھنگے جسے بجائے قدح
کے ہوں گے جس کے لئے

شراب خانہ صرا تھے چڑھے نہ مستی مہنج ہوا ہے نین کے لعل تھے ابتدائے قدح
سے مجھے
ہماری مستی نہیں تیرے پیالے تھے ساقی دو ناؤں سیتی پلاتا ہو دیں فدائے قدح
آنکھ سے وہیں
ہوا ہے مست معانی صرائے بخر تھے
سے
کہ پیو کے نین کے دستے ہیں لوائے قدح
آنکھ نظر آتے

(۸۲)

تو مکھ کی ناز کی ہور باس تھے سمن مجروح کئے ہیں بیر پے چو پھر تھے کانٹے تن مجروح
تیرے اور خوشبو سے ؟
تھڈی کے خم تھے پلاؤ ہمیں کوں لعل مد ... ہمارے ہونٹ ہوے تم کو بے چومن مجروح
چاہ ذخن سے ہم کو نہ چومنے سے
ہوا ہے جہا خیالاں تھے شیشہ مو دل کا نہ دیکھوں زور سوں مست ہوئینگے گن مجروح
میرے ؟
موتن کو کیئے ہیں جیوں بیل زلف کی پھانسے انجھو تھے پاکتہ کرمالی کا وطن مجروح
سے قدم
ہمارے سانمیں کو ظاہر ہیں دل میں کی باتاں دو تن کی بات کہوں تو ہوئے دہن مجروح
میرے کئے آنسو سے
کمال ہجر تھے چھوڑے ہے محبت تیر ہزار شکر کروں بھی ہوئے بچن مجروح
سے کا رقیب پھر بھی

معانی کون نہیں ڈر غم کی موج طوفاں تھے
سے
پیا کا لطف نہ کر سے کد ھیں ہمن مجروح
نہ کر سکے کبھی ہم کو

(۸۳)

ہونٹاں کے بوسہ تھے پایا جیا روح
ہونٹاں کے نادمیالے ہے دوا روح
مانند دہیان
سے دل
نگین نمنے ادھر کوں چین پکڑے
نجانے چین میں او چین کا بہا روح
اس نشان قیمت
کے مانند ہونٹ نشان
شکل بن آرسیاں جگ کیا ہوئیں صاف
دیکھو مکھ آرسی دیسے صفا روح
چہرہ آئینہ میں نظر آئے
آئینہ کی
پیا کا شغل مستی کس نہیں سر
اُنوں تھے ہے بگانہ آشنا روح
جسکے سر میں نہیں
اُن سے بیگانہ
نین پتلیاں ہوئے ہیں بھوت آتانی ۶۱۰
حسن پانی کے پیالے میں دکھا روح
آنکھ کی
ہوا درپن سکندر تم تھے روشن
کروں کیوں جام جم پر میں فدا روح
بہت
آئینہ کا سے
معانی دل بھرے تو حسن کا گنج
تیرے کے
کرے نت نت خوشیاں سیتی نوا روح
سے نیا

ردیف خ

(۸۴)

پڑوں بلبل کے تمن حسن کا قصا سب شاخ
جن نہ سمجھے یے قصا سینہ ہی اُن کا سنگلاخ

بات دو تن کی تمن کان منیں ہے محرم
آس ہوا ہے تمن آرزو تھے تو گستاخ

جب کنگھی ملے تمن کیس منے ناداں سوں
عاشق او نیش کنگھی دیکھ کا ہوتا سو راخ

مصطفےٰ اٹھانوں ازل تھی دئے ہیں حیدر کوں
جنے شک لیا وے پکے جیوں کہ تنورِ طبّاخ

نار کے نور کا پیالا دے منجھے ساقی توں
پھکنا اغیار کا دیکھ پکڑیا ہی مول نفاخ

حال نمنے دِسوں میں عاشقاں مین سب تھے پیا
بات چوگان لیو ونہہ کا میداں ہے فراخ

پیو کے درداں تھے معانی اچھے کیوں دور کہو
اس کی یاداں سیتی جیتا ہے عشرت کا کاخ

(۸۵)

چندنی مکھ کے اُپر مکری کا ڈولنا گستاخ
جب رکھے کان اُپر تو دِسے ہمنا گستاخ

باس پھولاں کا تمن کیس منیں ہے محرم
تمہارے بال میں
کنگھی اپ شوخی سوں تم کیس میں رہنا گستاخ
اپنی سے تمہارے بال

بوجھنا عاشق و معشوق کی باتاں مشکل
پہچاننا
یے معمایں دو تن بات کوں سنا گستاخ
یہ رقیب کی

تم ادھر تھے پیے ہیں پانی سرنگ لعلی کا
وہ ادھر باج ادھر ہور ہے چمنا گستاخ
وہ ہونٹ بغیر اور دوسرے چومنا
تمہارے ہونٹ سے خوشرنگ لالی

حسن باغاں نیں کھلے پھول بہو رنگ رنگ سوں
تمہاری باس تھی بھی پھول ہے سنگھنا گستاخ
سونگھنا
سے

مرگ کا نافہ تمن یاد تھے ہوا خوشبو
نافہ میانے تھے دوجا نافہ کوں چنا گستاخ
ہرن تمہاری سے میں سے دوسرے کو کستاخی ہے

تمہاری یاد تھے ہوا ہے معانی مجنوں
سے
مجنوں انگے ہے پیرت کہنے کو کہنا گستاخ
کے سامنے محبت

(۸۶)

غیر جب لیوے تمن نام ہووے میرا دہن تلخ
تمہارا
شکر و شہد پلاویں تو نجاوے وو سخن تلخ
وہ

بھالے پلکاں کے تمہارے ہیں جراح قلم جیوں
میں قلم بال ہوا ہوں کرد مو پہ نین تلخ

دل لہو رنگ تھے یاقوت رنگیلے ہوے ہیں
کے کے سے
جن کنکر جوت نہ پاوے ہیں اس کے سو لچھن تلخ
چمک ہیں

پھول کلیاں کیے مجلس خوشی سوں مل چمناں میں ۶۳۰ دسے یک بیل کوں یک پھول مٹھا ایک سمن تلخ
نظر آئے

عاشقاں کیے ہیں منج کوں ہدف پیوت پیر میں بن تمن تیرا ہے منج کوں دو جا تیر دیکھن تلخ
بغیر تمہارے تیر کے مجھے دوسرا دیکھنا

تیرے نگھار کے موتیاں تھی پڑیا جگ میں اجالا دسیں اس جوت کے انگے تارے ہور رین تلخ
پیا کی محبت سے نظر آئیں روشن اور

چاکھیا شیرینی معانی تمہارے مکھ مٹھائی کا
چکھا
تو ادھر تھے چوے مٹھائی نہوے کدبھی بچن تلخ
تیرے ہونٹ سے کبھی

(۸۷)

نیناں کی شوخی میں دیکھیا ہوں آج نوا تلخ پلکاں کے بچن سوں نہ کرو میرا ہیا تلخ
آنکھوں نئی تلخی دکھ سے دل

ہم درد کا گانا ہے تمن بزم منے راگ پیو نیہہ کے کھونٹے بنا ہے میرا جیا تلخ
ہمارے تمہارے میں نغمہ پیا کی محبت بغیر دل

تم ہونٹ مٹھائی تھے ندی بہتی ہے منج ہو اب نیہہ مٹھائی تھے مٹھی منج پہ کیسا تلخ
تمہارے کی سے تیرے میں اپنے عشق کی سے شیرینی مجھ

پیرت کا پیالا پلائے منج کوں ازل تھے ساقی چھپاؤ میرے انگے شیشہ سرل تلخ
عشق مجھے سے سامنے شراب

شہ کر گنے ہیں عشق کے شہراں منے منج کوں صندل کھو سر پر نکرو کدبھی ہیا تلخ
شاہوں میں شمار کیو میں مجھے کبھی محبت

عاجز ہوا اِس فن منے سب ساحراں کا سحر — دو تن گنداں تھے ہوا ہے سب ہی فاتلخ
ہیں — رقیب کی تھے

جم عیش سوں کر راج سکل جگ ہیں معانی
ہمیشہ سے سب دنیا
کیتا ہے ترے دشمناں کا کام خدا تلخ ۶۴۰
کرتا

ردیف د

(۸۸)

سہیلی نہ کرتوں ہمن سیتے دَند — کہ میں بوجھے ہوں تیرے سب چھند پند
تو ہم سے دشمنی — سمجھتا

منتر پڑتی ہے دُوتی پیو دِشٹ پر — کہ زیبا دسے اُس نین اپنے چھند
غیر پیا کی نظر — دکھائی دیتے ہیں اسکے آنکھ کو

سکی چالے ناکر موپیاری سیتی — کہ سلتا ہے منج سینہ میں تیرا دند
چال نہ میری سے — کھٹکتا میرے

پیا کوں سچا نیہہ بھاتا اہے — دو تن اُس کے نیں پیو انگے ارجمند
عشق پسند ہے — رقیب ہن موجے نہیں کے پاس

نہیں دیکھے ہیں کس چمن میں کدھیں — سجن قدّ ایسا سرو کوئی بلند
کسی کبھی — کی طرح

محبت پیالہ پریاں لے کھڑیاں — دِسے یوں اُن ہت میں جیوں سور چند
کا کر کھڑی ہیں — نظر آئے ان کے ہاتھ جسطرح سورج اور چاند

محمدؐ غلامی تھے قطبِ زماں
سے
سکیاں گل میں بایا ہے اپ نہہ کا پھند
کے گلے ڈالا اپنی محبت

(۸۹)

پیاری بھنواں ہیں تیریاں جوں کہ چند — اُسے دیکھنے میں ہیں عشاق بند
تیری چاند
توں سولہ سنگاراں کوں جب پن آئے — تجے دیکھ کر پائے عیشاں انند
تو کو پہن تجھے
ہوئے عاشقاں بے خبر دیکھ تج — تجے کون سکلائے اے مست چھند
بجھکو تجھے سکھلائے یہ
بہوت بھید سیتی تو فتناں سو آئے — نظر نا لگے تیوں کرو اُن سپند
بہت سے جمع فتنہ سے اسلئے کو
سُہاتی ہے مہتاب کی رات چھب — کرا اُس نور کی پتلی سوں مل انند
زیب دیتی سے ملکر
پیا گھر میں دِن دِن صفت عید ہے — کہ عیداں ہویاں اُن تھے سب ارجمند
ہوئیں سے

نبی کی غلامی میں ہے قُطب شاہ
صفت اُس کے ہے نانوں کی چاروں کھنڈ
نام

(۹۰)

ہمن سوں یک ہو غم کرتا ہے فریاد — کرو ہم دونو کوں اس غم تھے آزاد
ہم سے — کو — اسے
سٹیا اُمید کے تخماں زمیں میں — میرے سب تخم کوں تم کرنا آباد
ڈالا
کہ ہے منج روح تم باساں سوں زندہ — کرو باد صبا سوں منج کوں ٹک شاد
میری — تمہاری خوشبو سے — مجھے
لہو رنگ کا بسنت لیاوو کہ کھیلیں — ہمیں اس کھیل عاجز ہیں توں اُستاد
لاؤ — ہم — ہیں — اور تو ہے
خیال اُس حسن کا منج جیوں سوں پکیا — پکیا بن آگ سوں تم دیو ٹک داد
کے — میرے دل سے لگا
نہ بوجھے آدمی اُس نار کا ناز — لکھن وو نادناں آوے کس اوراد
بغیر — سے — ذرا — لکھنا — اسکی طرح نہ
کہتے ہیں گوہراں سوں حسن دستا — وو خط و خال کرتا منج دل آباد
کہتے — کو — سے — نظر آتا — وہ — میرا
ہنر ہور لے ہنر ظاہر ہمارا — محبت کا قبا پیناہوں میں شاد
اور
پیا کی یاد سوں پیتا ہوں ہیں مے — ہمارا حال کیا جانیں گے سکھ زاد
ہیں
اُساساں آس سیتی کرتے ہیں بات — ہمارا آس بر لیا قد شمشاد
آہاں — اُمید سے — برلا

معانی بے خبر باتاں توں کہتا
تیری
ولیکن رکھ خدایا توں اپ امداد
تو اپنی

(۹۱)

موعمل بنیاد نا جانوں کہ کیوں کیتا ہے بنیاد — مرتضیٰ کا بانظر بنیاد تب نا ہوئے فریاد
کرتا
رنگ میرا کس رنگاں تھے نا پکڑے رنگیا ٹک — سب رنگاں تھے دھو گیا ہوں یا علی منجکوں کر آزاد
نیلا
مستی کی باتاں کہوں یا رات کی باتاں کہوں اب — دونوں قصہ کھول کہتا چوک بخشو تم ہیں اُستاد
سے رنگا
اے ہما میرے خیال لاکی ہوا میں اُڑتہ ہی توں — گھر کہاں ہے تیرا دکھلاتا کروں میں گھر کوں آباد
ذرا
جیقہ کی باواں تھے بجتیاں ہیں نفیریاں صد ہزار — اس نفیریاں میں کریگا کن نفیری منجکوں مداد
اُڑتا تاکہ
لکھ رکھے ہیں سب ہی ابجد میں الف بے کی کیتاں — تم پڑہاؤ موکوں ابجد تا دسوں میں سب ارشاد
ہوا سے مجھے
صحح کرے ہیں سبھی استاد اس ابجد کی کیتاں — جن بوجھو وو علم سب علماں تھی ہو ویگا اُن آباد
کتاباں مجھ
بے نقط اعراب کرتا ہے تعلیماں منجھے اُن — میں اگر چوکوں گا اسمیں تم نہ پکڑو ہم پہ ایراد
صحیح جو وہ سے وہ

اے معانی سب کے بولاں دہر تے ہیں شکر و لیکن
بات تیری پھول نمنے اس نمک شکر خدا داد
کے مانند ہیں

(۹۲)

سکی کے ہات کنگھی کیس دیکھ کرتا ہے فریاد — اُٹھیا فریاد از حد دیو ٹک ہمناں کوں تم داد
نین تپلیاں چنچل چابک سو اران جو کے منج — جناور ہیں ہمیں تیرے ہمارا توں ہے صیاد
سکی تج ناک کی پھلڑی کہ ہے یاقوت کا دانہ — کہ سب دانے بسر کر میں ہوا او دانے تھی آباد
لتر میری رگاں کا تج نین تپلیاں میں بلجیا — بلج رہ کر ہوا ہوں میں تو اس کاماں میں اُستاد
الف ہور میم و عین بن جگ منے ہور کچ بجاؤں سچ — کہ میں ہوں خاک تج رہ کا کرو سو خاک آباد
اِن شیرینی سوں شیریں کئے سب کام شیریں — کہ میں لڑتا ہوں غم پہاڑاسوں جو لڑتا ہے فرہاد
بسر کر قبلہ میں تم طاق کوں کرتا نماز اں — ندیوں داد میر اکس کروں میں داد و فریاد
کمینے گھاس پر توں چھاؤں ٹٹ اپنے کرم سوں — کہ جیوں ٹٹیا ہے چھاؤں اپ گھانس پر وو قد شمشاد

دنیا کی دھرپ آنچاں تھے معانی توں نڈرتل
جمع آنچ
دُکھاں کی آنچ تھے تج کوں خدا کیتا ہے آزاد
سے تھے

(۹۳)

جنے رکھے قدم اب کام بھی نکو فریاد — جہ کوئی قدم رکھے کج باٹ میں سو اُن افتاد
جو
تمہارے کام میں مو کام کا نفیر بجیا — پڑیا ہے گن میں وو آواز سب آواز اُن آباد
راہ جو وو گرا
تیری کمر کوں سرائے ہیں باد تھے نازک — اوباو گانٹھ کیے عقل تھے کدیں نکشاد
میرے بجا پڑی کان وہ بعد
گنوایا دین تمن بت پرستی میں اپنا — اوپو جنا تھا یقیں اُس تھے میں ہوا آباد
کو سراہے ہوا سے وہ ہوا کوئی بھی سے کبھی
گدا تراہوں کروں میں گدائی کس درکن — سوال کرنے دو دینے تھے میں ہوا آزاد
تمہاری وہ سے
ڈال کر نہ تم اپنا کدھیں نکو چھوڑو — ترا نصیب ازل تھے لکھیا ہے یوں استاد
کے پاس اس سے
کہیں معانی کوں نھنوا دعا قلاں رے
کبھی
ہجے بسرا پیں ابجد کے کرتے سر تھے یاد
۶۹۰ بچے
بھول پھر سے

(۹۴)

کہو کس نور تھے یاراں ہوا ایے نور پدید
میں نجانوں تمھیں بوجھو کہ کون ہے یے عید

اب تو تج دیکھتے سُد بُد تو مرا کھوئے گیا
کس کی مجلس کوں معطر کرے ہوئے کس کی رشید

اُس چومن تھی موچومن دور خدایا نہ کریں
کہ حیات آب ولب ہے مرا دل اُس پہ کشید

ہے بڑائی جو ہمن شمع پہ تم نور پڑے
پوچھو خورشید کوں کس تھی تجھے یے نور رسید

نیند بھانے سو نین جب تم ہی اپنے موپنچے
ساحران کا سبھی سحر اُسی لحظہ دریدہ

کیمیا دشٹ دم عیسیٰ دہور بھاگ میں فتح
ایسے دُر دانہ کے ہی ہات میں میرا سو کلید

کہو یاراں کہ معانی ہوا دیوانہ سو اُس
ہوئے انجان سو یوں جانوں کدھیں اپ نشنید

(۹۵)

ہوت ون تھی ہیں منگتے واکھ لعلے ساتی مکھ درد
چکا کر اپ نین تے لعل مدمیخانہ کوں پرورد

تمن ویسا موتی کن جوہری پایا نہ ہورہا ہے — غوطے کھا کر ہووں حیراں غواصاں میں کن ہی مرد

نین دل کا ہے جھگڑا کن کے دھر کہتا ہوت مشکل ... اگر آ کہوں تو ان کے جو میانے تھے اٹھے گا گرد

یو ان کے حسن پر ہو سوار دیکھیں آرسی ہت کی — عجائب منجھنی میں کھیلتے آپ حسن میتی نرد

تمن کوں حکمتاں کن سیکھلایا کہ پوچھیا پیو کوں — سکھایا ہی حکیم او منج جنے تصویر تن کا گرد

علم سو گیان تھے کرتا ہوں تو میں سر داری عالم میں — انداز اکیا ہی رستم کا کہ کہوے سب میں ہوں فرد

اگر منج پر اچھے دایم پیا کا فیض یک چھن میں — نہالاں نہہ کے پنچالوں کروں گا دکھ کے پھولاں سر د

جے کوئی اپ حسن کا کرتے ہیں جگ میں لاف دعوی سوں — دسیں تج مکھ کے مہتاب انگے انگے مکھ کے دیو زرد

رقیباں اپنے تار پود میانے ملجے غم سیتی — خدایا انکے بستر کوں نکر ہرگز کدھیں گستر د

ادھر کے پھول چنا عیش ہے دانتاں کے چمکے سوں — وو چمپا ناد جن نا فہے اس کے دل اچھو سو درد

طناباں نمنے کا ہے تاب دیتے زلف کوں کھینا
کی مانند
ازل تھے نہہ تمہاری ہیں معانی کوں خدا پر د
سے عشق

(۹۶)

جنوں کے دل ہیں او صورت ہی انکو ہے آنند — دیا ہے روشنی تحقیق حسن اُسی تھے بلند

عشق کا جزو ہوا چھند بند سیتی تمام — ای جزو کوں نکرد ہو رجز سیتی پیوند

بتی موتن کا تمن نور تھے ہوا روشن — کہ تل تل اُسکوں نہ کترو ان تجی ہی خرسند

جی کوئی کہ عید کے دن پیو کے پگ پہ راکھے ہاتھ — ہر روز ہر مہ ہر سال اس نہیں مانند

زاہد کی باتاں مکر کہاں ہی مے پلا ساقی — کہ ایک دو پیالے پیکر ہوں سو اُر نہہ کا سمند

شراب فائدہ نہیں کر کہتے ہیں لوگاں سب — تجے ای بس کہ کیا ہی خلاصی عقل کمند

جو عالماں نہ رکھیں مدرسے تھے بہار قدم — سو آکے سکھتے ہیں میخانہ پیر کن سب پند

قلم کے نمنے جنے ہے تمارے فرماں میں — پلاؤ چاؤسوں شربت او سے محبت قند

معانی کوں نکو دیو یارانِ خاص و عام شراب
سو اس کے نہہ کا مد پی ہوا ہے دولت مند
عشق شراب

(۹۷)

تم کی ادھر کے پھوی سیتیں باندھیا ہی گلہ قند — یک چھن ہنسی تھے نیشکر اب کیتا بند بند
ہونٹ سے باندھا
گر منگتہ ہی کہ لہو کے دریا میں نہ تیرے توں — خوباں کے کسی میانے وفا ہی کہ دل نہ بند
منگتا سے کرتا
طوبیٰ کا پھل نہ آوے ادھر پھل کے سم کدھیں — اے بات میں حدیث سیتیں کہتا ہوں بلند
ہونٹ مقابل کبھی سے
گر غصہ کرتے ہیں تمیں گر ناز کرتے تم — اس کے ہمیں بندے ہیں جسے دل کرے پسند
پکڑیا ہے جوش شوق کا دریا کہاں ہی فوج — تل تل اتاروں تڑی نواروں گا ہور سینہ
اور

سائیں کی سیوہ فرض ہوا ہی معانی تج
سیوا مجھے
او فرض کوں ادا کریں ہور نت کریں انند
وہ اور

ردیف ذ

(۹۸)

پیا کا روپ نرل ہے سدا میرے نین تعویذ
چہرۂ صاف آنکھ کا
پیارے کا پرت پیاری کے نین تھے من تعویذ
محبت بچپن سے دل کا

سجن کے ہونٹ امرت کا لذت یک دیس چاکے تھے
کے امرت دن چکھے سے
سو دولذت کوں اجنوں لک کیا ہے منج رسن تعویذ
وہ کو اپنک میری زبان

پیا نکہ کے قلم سوں خوش نویسی کرنے منگتے ہیں
ناخون اسے کیلئے مانگتے
ضرورت ہے سکی پیوست میں دینا اپ جوبن تعویذ
سے پیا کے ہاتھ اپنے کا

سکی منج لب پہ دستی سرخ شانی ہو جتی ہے کیا
میرے نظر آتی پہچانتی
دسے میرے اوٹھ کوں پیار سوں پیو کی رسن تعویذ
نظر آئے ہونٹ زبان

عجب تاثیر ہے تج نانو میں پیاری جو سن لے میں
تیرے نام سنے
سکیاں بھل جا کے لکھ لکھ لیکے کرتیاں ہیں اپن تعویذ
اپنا بھول

مرے بازو کوں جب لال پکڑتے پانچوں انگلیاں سوں
سے
سو انگلیاں ہیں سکیاں منج بازو کے کندن تن تعویذ
میرے

پیا کا نیہہ لگیا ور زور منج کھو بند گویاں کوں
عشق مجھے ۴۳۰
کہ کچ پر چیت نا ہو سے ہمن پر اپ تن تعویذ
کچھ موثر نہ ہو سکے ہم تمہارا

پیا جس دن نہیں لگتے گلے مج سوں تو دکھ ہے مج
بھ سے مجھے
گلے لگنا پیا کا ہے سو میرا دکھ بھنجن تعویذ
توڑنے والا

نہ جانوں کسکوں اپنے نہہ پھند میں سنپڑانے منگتے ہیں
کو اپنے عشق کے پھندے پھانسنا چاہتے
سُنی ہوں میں کہ لکھے ہیں اپس ہاتوں سجن تعویذ
اپنے ہاتھوں سے

منگی تعویذ پیو کن وصل کا نہہ تھے دیوانی ہو
مانگی کے پاس عشق سے ہوکر
ہوے میری دیوانی جب دیئے مج کوں للن تعویذ
مجھے لالن

سجن یک دن بسر کر منج سلاماں لے کے لکھ بھیجے
بھول کر مجھے
سو اس کاغذ کوں جیو نمنے جتن کر کے ہمون تعویذ
کو ون کی طرح احتیاط ہونے

بسا تو برس لک قطب زماں اس جگ میں جیونے تیں
تک جینے کیلئے
ازل دن تھے دیئے لکھ کر دیا تھے پنجتن تعویذ
سے کرم سے

(۹۹)

میں اُس بت ہندی کے رکھیا ہوں دل میں لکھ بجن تعویذ
رکھا لکھکر بابیتی

وو منج تھے دور نا ہوے تیوں کیا بُج پر بندن تعویذ
وہ مجھ سے نہ بازو بندھن

دعا ہور منتراں سیتی وو چنچل منج کوں سنپڑے کر
اور سے وہ شوخ مجھ کو ہاتھ آئے

بندیا ہوں اُس کے دو زلفاں سیتی میں جیو کمن تعویذ
باندھا سے دل کو کمند

پرت ورزو ورزو دھن ورزو ورزو ہور ورزو ورزو نازاں کا
عشق عورت اور

بہوت پرچیت کا ہونا منجے نصرت کرن تعویذ
بہت اثر مجھے کرنے کیلئے

عشق کے بھار میں جانے کوں منج دل کوں نہیں کچ ڈر
بار بوجھ کو مجھ کو کچھ

کیا ہوں اُس کی پیرت کوں میں آپس کا سومن تعویذ
عشق اپنے لئے دل کا

پرت کے قول دیتی ہی ولے منج کوں پتیارا نہیں
عشق مجھ نہیں

پتیارا تو ہووے منج کوں جو دیوے منج چمن تعویذ
بھروسہ مجھے مجھ چومنے

وبر دایت کٹرا بیت ہور چالاک اُچیل ہے
اور شوخ
نظر میں کس نہ آوے تیوں رکھے ہے دو جوبن تعویذ
کسی کے اسلئے کو بنا کر

محمد ہور علی کا نانو لے کر قطب شہ جیتیا
اور نام جیتا ہے
سو چنچل کے دو جوبن گرتس اوپر کے بھی تن تعویذ
شوخ تنکر

(۱۰۰)

سکی دیتی اَدھر کا جام احناذ
ہونٹ
لذت دکھلاتی ہے منج کام احناذ
میرے حلق میں

مرا دل تھا بہت ہشیار اول
کرتی ہے مست منج ہر کام احناذ
کرتی مجھے

ہوا ہوں مست میں اُس نانوں تھے جم
منجھے دیتا ہے او نام احناذ
اس کے نام سے مجھے وہ

ہزاراں شیخ کوں اَت شوخی سیتے
کئے بے ہوش تج بادام احناذ
زیادہ سے تیرے (آنکھ)

کرے ہے عاشقاں کوں مست بے سُد
سکی کا کام صبح و شام احناذ

سکل عشاق کوں متوالا کرنے
دیتے تج ناز ہور لٹ لام احناذ
سب تیرے اور زلف

قطب مدن نہیں گمتا ہی یک چھن
شراب عشق کے بغیر گذرتا لحہ
دیا ہے مُنج علی کا نام احناذ
مجھے

(۱۰۱)

سکی دل جگ میں تج فرمان انفاذ ۔۔۔ سبھیں خوباں میں ہی تج شان انفاذ
کی دنیا تیرا سب ہی تیری
اُدھر تیرے جو ہیں قدرت کے یاقوت اُن کے حکم تل سب کھان انفاذ
ہونٹ اُن کے تحت کان
ترے بوسے تھی ہے جیواں کوں راحت ترے لب تھے اہے درمان انفاذ
سے دلوں کو سے
نیلم ٹیلک ترا تل حجر الاسود ترا مکھ کعبہ ہے ایمان انفاذ
چہرہ
عجب معجز اہے تیرے بچن میں کہ ہے تیرے بچن دل کان انفاذ
خوش آواز اں جتے اس جگ منے ہیں اُن پر ہے ترا الحان انفاذ
جتنے میں اُن
نبیؐ صدقے علیؓ کا داس قطبا
سے غلام ہے
تو اُس فرمان ہے سب ٹھان انفاذ
کا جگہ

(۱۰۲)

سُندر کے اُدھر ہیں شکر تھے اَلذ
ہونٹ سے
ترے بوسے نابات تر تھے اَلذ
نبات سے

چندر تو اہے جوت میانے لیذ
چاند
ولے مکھ سکی کا چندر تھے اَلذ
(پے) چاند سے

دکھاتی سکی جھگد کان مَن میں
ترا بی (بے) ہنر سب ہنر تھے اَلذ
سے

گھنگرو والے تیرے لٹاں کے کھبا ۷۰
بالوں
دسیں نیر پر کی لہر تھے اَلذ
دکھائی دیں پانی لہروں سے

کمل پھول پر تو بھنورہی لیذ
کنول
ولے مکھ پہ تج تل بھنور تھے اَلذ
چہرہ تل کا بھنورا سے

ترے مکھ بَرن سم سو کنچن نہ آئے
رنگ مقابل سونا
ترے کیس ہیں مشک تر تھے اَلذ
بال سے

خضر نیر تو جن پیوے سو جیوی
تیرا آب خضر جو پیئے جیئے
ولے تج اُدھر ہیں امر تھے اَلذ
تیرے ہونٹ امرت سے

گہر کوں تو ہی رنگ ہور جوت لے
اور کئی
ولے تج دَسن ہیں گہر تھے اَلذ
دانت سے

ترے دو کچاں پر سجن نکھ کی لکھ
پستاں خاوند کے ناخون کی لکیر
سُہاتی بچتر چتر تھے اَلذ
عجیب تصویر سے

سو رنگ میں لے لذتاں ہیں ولے
اچھی رنگ کی شراب کئی
تری دِشٹ ہی مد اثر تھے اَلذ
نظر شراب سے

خبر تو ترے وصل کا ہے لذیذ تجے دیکھنے ہے خبر تھے الذ
تجھے پر دیکھنا سے

نبی صدقے تج نیہہ شہر میں ہے قطب
کے سے تیرے عشق کے
نہیں کوئی شہر اس شہر تھے الذ
سے

(۱۰۳)

سکی تج اودھر تھے پلا مُنج نبید چمن کے نقل سوں پلا مُنج نبید
تیرے ہونٹ سے مجھے چومنے (بوسہ) سے مجھے
جیا کوں دیا ہے صفا نیہہ شراب ... دیا دل کوں کوثر جلا مُنج نبید
روح کو عشق کی کی میری
مرے نین جوں سور پُر نور کر دِلا کوں دلا کر کھلا مُنج نبید
آنکھ کو مثل خورشید دل کو میرے
تری نین تھے مُنج چڑیا ہے اثر دیا تج تلا کی کلا مُنج نبید
آنکھ سے مجھے چڑنا تیری تل مجھے

جوبن کی صراحی قطب ہت میں دے
کے ہاتھ
بشارت دیا قلقلا مُنج نبید

(۱۰۴)

دو جگ منے منج کوں اہے کرتار معاذ — بندا ہوں اُسی کا وہی ہر ٹھار معاذ
(میں مجھے ہے خالق — جگہ)

اُمت ہوں محمدؐ کا کروں شکرِ خدا — تو ہے منجے جم احمدؐ مختار معاذ
(مجھے ہمیشہ)

پایا ہوں ملک کوٹ اُنن پیار تھی میں — منج کوں ہے سدا حیدرؓ کرار معاذ
(اُن کے سے — مجھے)

پنجتن کا منجے داس کیا پیار تھے حق — پنجتن ہیں ازل تھے منجے ہر بار معاذ
(مجھے غلام سے — سے میرے لئے)

اللہ محمدؐ علیؓ ہور بارہ امام
(اور)
یو سب اہیں قطبا کے سو آپار معاذ
(یہ ہیں — اوپر)

(۱۰۵)

رقم دیکھو اپس پر جب پیا کا نیہہ بچن کا غذ — گلابی رنگ سوں نازک ہوی جوبن کے سمن کا غذ
(اگر کوئی رکھو اپنے پاس — عشق کی بات کا — سے — پھول)

تھوڑی پڑھی تو نیں ہی پریت کے راز نہاں کے — وو حرفاں ہیں جو دستے ہیں اُسی سیب دقن کا غذ
(نہیں محبت آنکھوں — وہ — نظر آتے ہیں)

بڑائی منج یہی بس ہی پریت کے نیہہ بازاں میں — پیا لیکر رکھے اپنے نین اوپر ہمن کا غذ
(مجھے محبت عشق بازوں — آنکھ پر ہمارا)

نین پتلی لکھن ہار سیاہی کاجل انکھیاں لے
آنکھ لکھنے والے کا

اچھر تج حسن کے اس کوں سفیدی سونین کاغذ
حروف تیرے آنکھ

توں جس کاغذ اُپر کرتا ہے نقطا دلنوازی کا
نقطہ

جھمکتا ہے او سب کاغذاں میں جوں رتن کاغذ
وہ (؟) مثل

لکھے تا صُنع کا کاتب خدا کے وصف مصحف کوں
کو

سو اس تیں لیکے آیا ہے بہت رنگ کے چمن کاغذ
لئے

نبی کا مدح لیکھیا ہے قطب شہ جیو کلک سیتی
لکھا دل کے قلم سے

تو اُس خوش مدح کوں سُہتا ہے جم سورج برن کاغذ
زیب دیتا کے رنگ کا

(۱۰۶)

شہد و شکر نبات تھے ہے تج اُدھر لیدے
سے تیرے ہونٹ

امریت چشمہ تھڑی ہے ناسک چمپا کلی
آب حیات کا ناک

سنگ باس چنپئی کا رہے مکھ موڑا لک بہونر
سونگھ زلف

پنکھی نجانے بات سو اُس باس چنپئی کا
اُس چنپئی باس راس پہچانے

مکھ کے کنول پہ چھائے ہیں چھند کے بھونر
چہرہ ہیں فریب

متوال ہو کے جھلتے ہیں وہ بے خبر لیدے
وہ

لاگے تو قد سرو کوں سو جوبن ثمر لیدے
لگے

تو بینی آئے نیں ہی الک کے بھونر لیدے
بینی زلف بھونرا

پایا نہیں بھونر مگر اُس کا اثر لیدے

اُس چنپئی باس راس پہچانے بشر لیدے

کاوڑ بھواں ہی پتلیاں سنپارے ماسبد — ہے ناگ چوٹی ناگ سُہے ناگ سر لذید
بڑھی
گھنتے ہیں بھونری سورسوں سراں کی سراں پکڑ — مکھ سور دیکھ کرتے ہیں سور سر بسر لذید
گھونتے آفتاب نخ
دانے تلان منتر کہ اگہٹ مار گارڑے — دنت چھند اوھر پہ ہی سونتر کی اچھر لذید
شکل دانت ہونٹ حروف

صدقے نبی کے رات دنا بھوت انند سوں
رات دن بہت آرام سے
امرت اوھر پلاتے قطب کوں سندر لذید
آب حیات ہونٹ سے کو

(۱۰۷)

یک دو پیالی پیار سوں منج ہات تھے اے یار خُذ
ہاتھ سے میرے لے
اپنے اوھر امریت میں منج لب نقل کے ٹھار خُذ
ہونٹ کے آب حیات میرے لے

تج سات مدل پینے کوں بھودن تھی دھرتا ہوں ہوس
تیرے ساتھ شراب ملکر کو بہت سے
اب نہہ مد پیالے کے تیں منج ہات تھے یک بار خُذ
اپنی محبت کی شراب کے پیالے کو میرے ہاتھ سے

تج منگ میں جب شوق سوں لاگوں گلے اے چھند بھرے
سے لگوں فرینچ
کچھ سنک نکو منج لب سیتی توں بوسے دو تن چار خُذ
کچھ شکہ نہ چاہیے میرے سے تو
تین

مُنج من اتا لاہے اَدِک اے نارنج سنگ اگم کا
میرا دل جلدباز زیادہ عورتیری دیل

لٹ پٹ ہوات پیم سوں منج بانہے گلہار خُذ
بہت محبت سے میری باذو گلے کا ہار

عشاق اپن من پیش کش لیاتے ہیں تجے زلف تیں
اپنے دل لاتے کے لئے

ٹک دیک کر خاطر میں لیا اپنے لف سوں آیا رخُذ
ذرا دیکھ لا اپنی سے

بہو دن تھے نیں سنیا بچن تیرے ادھر امرت تھے میں
بہت سے نہیں سنا بات ہونٹ آبحیات سے

عشاق کے تیں اے پری اپ لب تھی کہہ گفتار خُذ
کو اپنے سے

تج عشق کا میں برہمن ہو کر سو آیا نج کنے
تیرے تیرے پاس

اجھنوں کتے ہیں کے مُنجے منج زلف تھے زنار خُذ
آج تک کہتے کیوں مجھے میری سے

سنگار نج سینے کا ہے اپ سینے تیں توں نا چھپا
تیرے اپنے کو تو

منج نل کیرے ہار کوں اے چنچلی دلدار خُذ
میرے

صدقے نبی کے آج دن ہے عیش ہور عشرت اَدِک
کے اور زیادہ

قطبا پتی سوں کر رلیاں ہور خطای چوسار خُذ
کے ساتھ عیش اور

(۱۰۸)

سکی تج زُلف ہے جیواں کے آخذ
تیری دلوں
دسن تیرے ہیں رتناں کے آخذ
دانت ہیں موتیوں

تری نیناں تھے پنچے ہیں نتر سب
آنکھوں سے نکلے
ترے نازاں ہیں سب ستھراں کے آخذ

سہے تج سیس پر انچل سہیلی
زیب دیتا ہے تیرے سر
سہے سب عاشق دروں کے آخذ
زیب دے دروں؟

تری پتلیاں بھلائیاں ہیں جگت کوں
بھلائی دنیا کو
مَین دومست ہیں مستاں کے آخذ
آنکھیں

نکھاں میرے ہیں تج جوبن کے مشتاق
ناخن تیرے
اَدھر میرے ترے بوسیاں کے آخذ
ہونٹ بوسوں

علیؑ نانواں سو کیا یو غزل قطبؔ
کے ناموں کہا یہ
علیؑ نانواں ہیں سب کاماں کے آخذ
کے نام

(۱۰۹)

خدا تج حسن کوں دیتا ہے تعذیذ
تیرے
ہمن من کوں اوسوں کیتا ہے تعذیذ
ہمارے دل کو اس سے کرتا

نہیں آتے سنگاراں تج نظر تل
تیری تلے
تجے آپ حسن کا بھاتا ہے تعذیذ
تجھے اپنے

کیا مکھ نور چمکارا مُنج نین کا وہی مُنج نین کوں سُہتا ہے تعذیذ
رخ میری آنکھ میری آنکھ کو زیب دیتا

ردیف ر

(۱۱۰)

خیال سوں سوروں پکڑنے کوں ہیں اس مہ پیکر مچھلی کے نمنے چمکتا ہے مو دنشٹ کے گھر
مانند میری نظر

شوق کا جالا سٹیا ہوں سو سمند عشق ہیں پھیر آس بندھیا ہوں وو جالے ہیں تھی کیا ہوئے مظہر
ڈالا سمندر اس سے ظاہر

سر چڑھا نہہ کی مستی متی کج چڑائی ان یکا دُسکے اُپر پڑکہ دموں ہیں صرصر
عشق پڑکر دم کروں

عشق کا مچھ سٹے ہیں بھید سوں منج راہ منے پنتھ یو بوجھوں میرے پنتھ کا سواہی توں داور
مگر مجھ سے میری میں راہ

ہر دن یک ناز کا منج پیرتے ہیں دل میں مرے کہو کس نازستی باندھوں موجیو اے سرور
سے میرا دل

چمنے چمناں تو نزاکت نخے جھڑیں پھول ورق باور شکاں تھی انوں سب کوں کیا ہے ابتر
چمن چمن سے ان

تو طلب کا کرے تسبیح معانی دن رات
تیری
مرتضیٰ نور تھے یارب کریں موگھر انور
کے سے میرا

(۱۱۱)

خدا جیو کی جاں کوں دکھائیک بار ۸۲۰ دکھاں عرضہ کر غم کروں خوار و زار
دل کو ایک اپنے دکھ

سمجھ ناز کا گر دسرمہ کرو کہ انکھیاں دیکھتے سو ہووے قرار

اُناس آس کا باٹ باندھیا ہیں سب نزاکت چپل چلبلی نین نار
آہ آنکھ

کہ جیوں ذرہ یک پُف سیتی بند ہوں اگر پُف کریں سب میں ہوؤں گا خوار
مثل سے

کرے کن دلیل و دلائل سوں عشق دلیلاں میں بلجے ہیں عالم ہزار
کون سے گرفتار

جھلک نین شمشیر تھے توں نہ ڈر نمک چاک کر ہم ہوئے اختیار
آنکھ کی تلوار سے تو چک

کرے بھوں کا تل تل میں بیدل ہمن وو تل باج نہیں ہور تل مو ادھار
لحو ہم کو اُس کے بغیر اور میرا سہارا

کرے نالہ تج نار زلفاں تھے جن وو مجلس تھے کرنا ہے اُس کوں بہار
سے جو اس سے کو باہر

معانی کا دھاگا بندھیا زلف سوں
سے
اُسی تھے دیئے مصطفےٰ وو انار
سے وہ

(۱۱۲)

صورتاں سب مرے نیناں تھے کیے ہیں باہر
جیوں مجنوں ہوا مرتے ہی تمہارا ذاکر

باندیا احرام کہ تیرا کروں گا جیوں سوں طواف ۸۳۰
لعل رنگ انجھو ہمن کوں نہیں ہوتا ناصر

نین پیچاں منے بلجے ہیں مرغ سب جنگلی
خانگی مرغ نہ بلجے تو کرو اس قاصر

اپ پیشانی پہ دھریا داغ غلامی کا ترا
کھرا کھوٹا نہ گنو اس کوں کرو تم واصر

دو انچل نازنیں جب ہات چڑھیگا میرے
او انچل پر ہے منجے میں لڑوں گا جیوں طائر

عیسیٰ دم پھونک کے مردے کوں کری زندہ ولے
تو نزیک آنے میں مردے ہوتے ہیں سب ظاہر

تیری یاداں سیتی کد آہ نہ ماروں ہرگز
آہ ماروں تو کہیں نہہ میں نہیں ہی صابر

میں کتاباں تو علم کیاں پڑیا ہوں بہوت ولے
گال خط مشکیں جتا پڑتا نہ ہوتا آخر

کرو بے ناز معانی کے جیا میں تیرا
کدنجا سے او رقم بیٹھیا ہے اس کے خاطر

(۱۱۳)

کھلیاں ہیں کلیاں یوں مستی سیتیں جیوں نوبہار — مے پلا ساقی ہوا ہوں سرتھے میں بے اختیار
سے — کھلی — مثل — ہوں — سر — میں
دیدار اوپر جب دید ہووے ہے غنیمت وو گھڑی — سب گھڑیاں کو نا بوجھوں ہے وو گھڑی منجکوں شمار
پھرے — ہے — ہیں
کیس تھی ظلمات پنچے مکھ کے پانی تھے حیات — یک دو بنداں تھی کرو تم کام میرا خوشگوار
" — بال سے — نکلے — بوندوں سے
میرے جیو کا دھاگہ اُس کے موتیاں باندھے میں کھینچ — دن ازل تھی کیتے ہیں قسمت منجھے یہ روزگار
دل — سے — کرتے
دونیں کی چلبلائی کھیل ہر یک وضع سوں — کس سوں دل باندھوں کہو دونوں تھے ہوں میں بے قرار
سے — سے — سے
میرے دل کا بھید نہ سکیں سمجھنے مدعی — عاقلاں میں دستے ہیں اُس تھی انوں سب شرمسار
آنکھ — سے — سکیں — نظر آتے ہیں، اسوجہ سے وہ
تیری یاداں سوں معانی پیتا ہے پیالا مدام
یاد میں
آپنے پیاراں سیتیں توڑو تمیں اُس کا خمار
سے — تم ہی

(۱۱۴)

تیری طلعت تھی نہوئے کم جو کرے منج پر نظر — ذرے سب تیرے سو مکھ نور تھی ہوتے ہیں قمر
سے — مجھ — سے

راز بھوسال کا میرا کئے آنجھو ظاہر
انسو طوفان
کیا گنہ انجھواں کا نیں دریا اُبلیا دگر
آنسوؤں آنکھوں کا اُبلا

موتی انجھواں کے رکھیں کان میں صاحب خاں
آنسوؤں
صبر کر راز ترا لکھتے اُنو دھر سر سر

نا بوجھین بھید ہمن جاسوساں کا مورکھ کد
نہ پہچانے ہمارا نادان کبھی
کچ نہ بوجھ جھوٹے کوں پکڑیا ہے پیٹ سبتی وو در
کچھ نہ سمجھکر دنیا وہ

کیوں پڑیا گرد چمن کا ترے امن پہ پیا
پڑی
ڈھلیں وو گرد کی خاطر انجھواں نین تھی بہر
اس آنسو آنکھ سے باہر

پھول سم ہونے کوں منتر کے ہیں کانٹے سب
کے مقابل سیکھے
باطل السحر نہ جانوں نہ تو پڑتا منتر

قد ترا دیکھ پگلتا ہے گلا قند کا سب
کیا اندازہ کہ تیرے سم آوے بیچارہ شکر
مقابل

کلکِ قدرت تھے لکھے حسن ترا اول تھے
کس قلم سوں نہ سکے کوئی لکھیں تیرا چتر
سے سے تصویر

یا دتیری تھے ہوا نام و نشاں موظاہر
عاشقاں سُن کا گنوائے ہیں سبھی آپ خبر
سے میرا

عشق کے پنتھ منے ہلجے ہے مانی منگل
عاقلاں دیکھ انوں کوں ہوئے ہیں سب ابتر
راہ میں پھنسا ان کو

درد میرے کوں طبیباں کا دوا حاجت نیں
منجے پیو یاد کی مد تھے چڑیا ہے سر کوں اتر
کو نہیں شراب سے چڑھا

اب معانی کوں نہیں ڈر دندے ہور دشمن کا
اور
پڑتا ہوں جیو سیتی نا دعلی کا مظہر
دل سے

(۱۱۵)

لوچن دکھائے جیو دلم خانہ خانہ کر — عشق تو مج تنم زن و مستی بہانہ کر
آنکھ میرا دل — تیرا عشق میرے
ای وضعہا کہ کل جو کیا تازہ اے صنم — او غمزہ تازہ تازہ ترا عارفانہ کر
جے — وہ
جے دشت عشوہ نکا کہ زینہار واں کرے — اول دلِ گستۂ میرا یگانہ کر
جو نظر سے
لے چابکست ابر شت اے ناز کے سوار — منج سینہ میانے اسپ ترا تازیانہ کر
بہتر میرے میں
بیدار یم تمن سوں ہماری کہانی ہے — او چشم ساحرانہ ترا ٹو نہ ٹانہ کر

پیوستہ یادِ باتو معانی عروس عیش
قلقل کی صوت بجتی ہے مجلس شہانہ کر

(۱۱۶)

کافر سلاج سجگ شمرا پیک آیا بہار — صاحبقران اپ تو مرے جیک آیا بہار
سجگے شراب باہر
چپقہ سو جو ہراں کا وضا میں پر رکھا — سو جیقہ لاکھ مجنوں گند اسیک آیا بہار
گرزا باہر
عاشق ہے ناتواں نہ کرے بادے وفا — مجکوں بسار کرانے سا ریک آیا بہار
بھول وہ ساری باہر

دُکھ دینا بے وفائی اُن کا تو عادت ہے — عادت بسر کہ مست سُرا پیک آیا بہار
اُن — بھول — شراب پی کے — باہر

اس کانٹے کے جفا سوں معانی یک ہو رہیا
سے — ایک — ہا
آخر سو خار سات تو پھل نیک آیا بہار
پھول اچھا — باہر

(۱۱۷)

دیپے جو گاہ سور گہے ڈوبے کیا ہے ڈر — مکھ سور حور نور سدا دیپے میرے گھر
چکے — سورج — معشوق کے خورشید چہرے سے حور کا نور — چکے

تُج مکھ جھلک کی ساج تے رب دن چند اسوج — ٹک مکھ دکھاویں لاج چھپیں نانوں تیرے سر
تیرے چہرہ — سجاوٹ سے — چاند — ذرا چہرہ دکھائے تو شرم سے — نہ آویں

قدسی لکھے ہیں دل میں تمن نور کے برن — جھلکا دکھاؤ تل میں جڑت جیقہ موج پر
تمہارے — رنگ

تج انگ باس من منے پھل ہو کھلے سو من — سو باس نا سمن منے نا مشک و نا عنبر
تیرے جسم کی خوشبو — دل میں — پھول — خوشنما سہانا — ایسے — میں

حوراں طبق سو نور کے لیا یا ہیں چاؤ سوں — آرت تمارے سور چند اکرنے تج اوپر
لائی — سے — نذر — سورج چاند — تجھ

عاشق کھتے ہیں باغ کو بہلانے جائیں دل — کیا بوجھے پھول زاغ مگر بوجے تو بھنور
کہتے

گھنگرو وہ گھنٹ مست جھنک ساز کر چلے — سونا و سُنک مست متی جائیں ہار ڈر

(۱۲۰)

سورنمن پیالے میں ساقی شراب پور کر — موغم دیرسالہ کوں یک دو قدح سوں دور کر

سائیں کے مکھ گلال تھے مستی عشق اب چڑھی — دور کروں بنفشہ رنگ پیرہن آج پور کر

میرے خیال کھیل پر ہنستے ہیں عاقلاں سدا — جانو نجانو کھیل کچھ کھیل پیا کے سور کر

بادِ سحر کہت کرے بہدیہ دوا دوی — یک دو خبر خوشی کی لیا مول جاں سرور کر

میری سواد تھے شفق چھایا ہے رنگ شیام کا — برق نمن جھمکتا ہے شعلہ بطور نور کر

گوشہ کروں موجیو کوں گوشہ تھے سربرو کرے — خاصہ و عام میں منجے اب تو پاس حضور کر

مستِ نگاہ ہوں سدا اس بت نازنیں اُپر — مو دل دردمند تھے صبر لجائے گھور کر

سر نہ بھائے دیکھنے یک تل اگر او قد دکھوں — باوں اُساس دمبدم شوق سوں ہات چور کر

صبر نہیں ہے نتیجہا صبر توں نیک جھن دکھا
اب تو معانی عشق سوں در دو جہا ظہور کر

(۱۲۱)

اندھارے شہر پر خورشید تاباں ٹک منور کر ... ابھالاں آہ کے داٹے ہیں مُنج سینے منے در کر

کھیا عرضہ ستو میں نازسوں کھئی کام ہی منجکوں ... غروری آہ کرتے ہیں کتا اب حسن کے زر گر

کرے ایراں زمیں پر بادشاہی تج نہیں سے غم ... مدن کا نٹیاں پہ سوتا ہوں پیا توں دیکھ سر بر کر

سو اُس زنجیر زلفاں سوں کتاں کوں تو کریا ہی بند ... مسا داغ غلامی دے منجے مجمر میں عنبر کر

ہمارے عکس تھی روشن ہوا ہی چاند سب جگ میں ... وگر نہ رنگ کا ٹھکرا ہے تج بن خاک بر سر کر

غباری خط سو اُس مکھ پر عجب خط ہی جو بنچا ہی ... سو ٹرنے اُس ورق نا سک رہی ہت جوہر ہر کر

ہماری آہ کی شعلیاں تھے پایا ہے شفق لالی ... اُساساں دود میرے تھے اُپر چھایا ہے منظر کر

خدایا لطف کا باراں بھیج اُس شعلہ کے اوپر ... کہ جیوں نمرود کی آتش میں ابراہیم سُر در کر

رقیباں کہنیاں سُنکر ہماری ہوتے ہیں حیراں
معانی آپنے دل میں علی کا مہر مظہر کر

(۱۲۲)

ہمیں ہیں بے ہنر گر ہوے نظر یار — ہنرداراں میں دیسیں گے ہنردار
نظر آئیں

طلب کرتے سو نیں ہے منج نظر میں ۹۱۰ — نین ہوتے ہیں اس تمی موتیاں بار
نہیں میری — آنکھیں سے

نظر تج پر الٰہی کا ہوا ہے — تو بیٹھے ہیں شہاں سب تیرے دربار
تجھ

دنیا کا پھول اپجیا ہے جفا سوں — پنہ میں رکھ خدایا منج اس آزار
اگا سے — پناہ مجھ سے

محبت مے دسے اس مکھ صفا میں — ہمن پیالے میں مے بھر ساقی گلنار
کی نظر آئے اسکے چہرہ کی — ہمارے

دیا استاد منج تعلیم کچھ بور — ہمیں کج دیکھ کر باندھی ہیں زنار
مجھے اور — ہم کچھ

صراحی کے اوپر پیالا اجھا ہے — کہ اس چھجے بغیر چھجے ہیں بے کار

دَرد جانے حکیم خوب دانا — ہمارا دَرد کیا بوجھیں گے اغیار
پہچانیں گے

معانی پر نظر اس یار کا ہے
سدا اس نیہہ سوں ہے بیدار دیدار
کی محبت سے

(۱۲۳)

مو نظر سامنے نہیں ہے یار — نین پانی میں تیرتا دلدار
پیری کے — آنکھ کے
پلک پر میں پلک جتا موندوں — ووں بھی نکلے بھرا پیالی مار
جتنا
قبلہ کا پنتھ نہ کوئی دکھاوے ساج ۹۲۰ — منجکوں چوندھر نماز یک قرار
راہ سچا — چاروں طرف ایک
سامری سحر میں جتا کہ کروں — باطل السحر ہے بچن درکار
جتنا
دارو کرتے ہزار وضع طبیب — توں دکھا غمزہ ناز سوں یکبار
تو سے
غم کے خواراں میں بند بھرلے — تخم سٹتا ہوں تا کیوں آوے بار
ڈالتا — آنکھیں بند
عشق ناگر کیا زمیں دل کا — سٹوں انجھو کہ ہوئے شجر دربار
گراؤں آنسو
بار دہ میرے جھاڑ کوں یا رب — پھول و پھل ہوئے تا سبھی گلزار
دے کو

ہے معانی گناہگار بندا
رکھ محبت نظر سوں تج در یار
کی سے تیرے

(۱۲۴)

سکل باغ پانی تھے ہوتا ہے پرور — ہمن شاخ بن پانی ہوتا ہے سرور
سب سے ہماری
ہندو ریت کوں دیتے ہیں تم رو اجاں — کہ بنجا نہ نمنے ہے تو بی ہمن سر
مذہب کو مانند ہمارے سر
تری یاد کا بحث غم بیتی کرتے — ہمن جینت ناسک وو کرتا ہی عرعر
سے
میں اُستاد تعلیم تھے سر نہ کھینچیا ۹۳۰ — جنے کوئی کھینچے پکارے گا جیوں خر
جو مانند
ہوا ہے ہمن قصہ یک بے سیتی بند — جے کوئی بسم نا جانے ہی خر تھے کمتر
ہمارا ب سے جو نہ سے
بلائی مُنج او ناز میں مست ہوکر — سدا راکھ یارب وو مستی کا شکر
مجھے وہ رکھ
کلا قند و نابات کا کیا کروں گا — سو مکھ پھوٹی تھے باندھیا گیا قند تھر تھر
سے
صفا مکھ تھے پیتا ہوں مے ارغوانی — تو دندیاں سوں لڑتا ہے میخ اختر
سے دشمنوں سے
ترے مکھ کے پانی پہ ظلمات ہے زور — نہ دستا کہاں پیوں اللہ اکبر
نظر آتا پیوں
ترے عشق کے نیر تھے میں ہوں زندہ — ازل تھے ہوا ہے یہ روزی مقرر
پانی سے سے

معانی کی شاخاں کوں نا بات لاگیا
وو میٹھائی رکھتے ہیں شہراں میں گھر گھر

(۱۲۵)

ہونٹاں کے چین ہیں تو ں چومن رکھیا ہے پرکار — چومن وو منجکوں روزی کر تو ں خدائی یکبار
(تیرا چومنا رکھا) (برسہ وو مجھے تو)
منج دیکھ کر یکیلا غم کا ہے کرتا فریاد — تو عشق منج کیا ہے سب خسراں میں سردار
(مجھے)
قرآن کی ہی آیت سب سیتی راجوٹ کر — اس پنتھ میں ہوں دوانا لیجا منج اسکے دربار
(اکیلا کیوں) (مجھے) (راہ)
تج دیکھ کر بھولے ہیں سب کافر و مسلماں — ناجانوں ریت کیا ہی اس کا ہے گرم بازار
(سے) (دیوانہ مجھے)
کھوٹے ہمارے پیکے بازار میں نہ چلتے — گر ہوئے نظر تمہارا ہم زر چلیگا سمار
(مجھے) (دنیا میں)
اپ عشق کے نگر کی کتوالی دیو منجکوں — پہنچیا ہے بیت نمنے میرے گلے وو زنار
(پیے) (مجھے)
آیا ہے وقت مہدی ہادی جگت میانے — جس کوں اچھے گنجینا اسکوں کھلیں گے اسرار
(اپنے شہر) (مانند وو)
اس یاد میں ہی جے کوئی اسکوں نہیں کدھیں غم — غم تو ں نکھا معانی تج کوں خدا ہی غم خوار
(دنیا بیتا) (جو) (اسے کبھی) (تو) (تیرے لئے)

(۱۲۶)

پیا بکھ تھے چو تا شرابِ مئورَ — پلا یک دو پیالے ہمن ساقی بھر بھر
اپنے مُخ سے ٹپکتا ہمارے

چکا نقل ہونٹاں کا متی سوں منجکوں — خوشی سات غم کوں بساروں گا از سر
سے تجھے کے ساتھ بھول جاؤں گا

شمے بے شرم نور میں ہے دھواں تج — نپٹ کو رول اس سوں ہوے برابر
شمع تیرے سے

ترے کام میں گام راکھیا ہوں میں تو — دیا عشق شاباشی کی منج کوں چادر
رکھا تجھے

منجے آگ کوئیلیاں کی کر سے نہ تاثیر — ترے عشق کی آگ کا ہوں سمندر
کوئلے کر سکے

سنا نو نبی کا نہو سے مرے سم — گھڑیا عشق کندن سیتی منج کوں زرگر
سونا سکے مقابل گھڑنا کے سونے سے تجھے

براہیم کا قصہ پیچیا ہے جگ میں — نکو لیاؤ بھی کوئی کہانی آذر
پھر

عشق کے منارے اوپر جیو و دل سوں
پر روح اور دل سے
معانی کہے بانگ اللہ اکبر

ردیف ز

(۱۲۷)

سبز رکھ پر میا ہے سبزہ ہوا مستی خیز — آرزو مد چوے منج جیوے تھی جیوں گلریز
کی شراب پیکاں سے دل میں سے مثل

دایرہ نا دحریفاں پکڑے ہیں دنبال — ہوش سوں راکھ قدم کانٹے ہیں نج پنتھ خونریز
کی طح سے رکھ تیری راہ

کیوں چھپا پیوں ہیں مے پھلاں گلزا منے — کہ صراحی کرے قلقل اُس اوپر قاضی تیز
ہم پھولاں ہیں

دل کباب آساں اُساساں تھے ہوا ہے میرا — لھو سیتی دھویا گیا پیرہن لھو آمیز
آہوں سے لہو سے

دنیا کے پھول میں توں باس وفا کا نہ منگیں — کہ سبی پھول کوں چو پھر لگے ہیں کانٹے دُکھ آمیز
تو مانگیں سبھی

کہاں کیخسرو دارا و سکندر جمشید — دل پیالے میں بھریں ساقی شراب لبریز

شعر تیرا دُر و گوہر ہے معانی سب میں
۹۶۰
شعرِ حافظ کے سراوپر ہے تلج پرویز
ہے

(۱۲۸)

دیکھیا ہوں سُہنہ کہ میخانہ کا ہوا در باز — کروں گا شکر گزاروں گا سو دُگانہ نماز

بجانے سو بخشتر کیا کم آوے گا مج کوں — ہمارا او ہے بخبتر کہ آوے خم تھے آواز

ہمیں سو عجز کریں او کرے بڑائی کی بات — سوال نا دینے سک کرتا ہوں او در پہ نیاز

مو دل کا بات کھیا ہیں کدھیں کسوں ناکس — نہیں ہی کہنے کہ حاجت عیاں ہی انکوں راز

نہ لکھ سکیگا کنے شرح مج کتاباں کا — ہمارا علم ہے سب عالماں میں جیوں اعجاز

برہ کا درد کرو سُنج پرت کی یاداں سوں — اے دونوں مل چلیں گے تو کریں گے ہم پرواز

سیئے ہیں میری دونوں انکھیاں بہی کے نمنے — انکھیاں کھلے تو تجھے دیکھ کر ہو اشہباز

تمارے مکھ کے کعبہ کوں جن طواف کرے — نہیں ہی حاجت اسے جاونے کو تا بہ حجاز

معانی اس تمیں کیا بوجھیں اے میخواراں
تماری بزم میں کرتا ہے شمع بات مجاز

ردیف س

(۱۲۹)

تج روپ دیکھ پاتے ہیں چیت کے منن اُمس ۹۷۰ اُستت تری کرن کرتے تل تل بچن اُمس
تیرا دل آنکھیں تعریف کرنے کے لئے ہر لحظہ بات

تج حسن کیرے دور میں رقاص ہوئے کر کرتا ہے رقص مستی سوں پاکر گگن اُمس
تیرے سے آسماں

جس دیس تھے تج دیکھیا اُس دن تھی بے سدھ ہو بھی تج سوں ملنے تائیں کرے جیون اُمس
دن سے تجھے دیکھا سے بیہوش پھر تجھ سے کے لئے دل و

ہے بے بہا تن سکی توں تو ترے اُپر آپس کے تئیں نوارنے کرتے رتن اُمس
اے سکھی تو اپنے تئیں نثار کرتے

تیرا اُمس سکی کدھیں جا سے نہ منج سیتے راکھیا ہوں دل کے طبلے میں تیرا جتن اُمس
کبھی جاسکے مجھ سے رکھا حفاظت سے

تج مکھ کے نیر تھے سو تری پائے کر سدا پاتے ہیں تازہ ہوے کہ سب پھول بن اُمس
تیرے عرق سے

صدقے نبیؐ کے قطب سدا عشق بازہی
اس کام میں منجے دیتے ہیں پختن اُمس
مجھے

(۱۳۰)

اے نار موسی نار ہے تیرا سرس درس — جس ہین پر جو دشٹ کرے ہوئے اوپرس
عورت ریلا درشن — نظر پارس

دل لوٹے باج تل رتی نہیں شوخ سندری — دل لوٹنے کے کام میں تجکوں بہوت ہے جس
بغیر نہیں تجھے شہرت

ناجانوں تج درس میں سکی کیا منر ہے — لیلی تجے سو دیکھ کہ مجنوں کئے اپس
تیری دید تجھے دیکھ کر اپنے کوں

شیریں ہی توں و خسرو شیریں ہی تیرا نانوں ۹۰۰ — فرہاد ہو کہ جیو کرے تج سیری ہوس
تو نام دل تجھ سے سیوگنے

یوسف حسن ترا ہے زلیخا ہے دل مرا — تج منج پریت کسوٹی پہ دیکھیا ہوکس کس
تیرا اور میری محبت دیکھا

معشوق ہور عاشق ہمیں مل کے دونوں ہیں — نا آ دوتن ہمن منے ترا ہے منگ بس
اور ہم نہ آ رقیب ہمارے درمیان ساتھ قرب

صدقے نبی قطب کے دل مین جو عشق ہے
او عشق ہے جگت منے سینسار کا کلس
وہ دنیا میں

(۱۳۱)

تج مکھ کمل پہ پھرتا ہے بھونرا ہو کر اکاس — دیوے پہ جوں پتنگ پھرے بے خبر اکاس
تیرے چہرہ کے آسماں چراغ پروانہ

تج عشق کے وفا میں کمر باندیا ہے کر
تیرے باندھا
چند سور کا سو بابہ اہے زر کمر اکاس
چاند سورج ڈالا ہے

بہر خدا نہ دیکھ مجھا آسماں کدیں
تج نین دولتی ہو تا زیر و زبر اکاس
تیری آنکھ دولتے ؟

تو میری باس ہے سکی ہور تیری باس میں
پھرتا ہے ڈاواں ڈول کدھر کا کدھر اکاس

تج درس دیکھ دور تھے بے تاب ہوئے کر
اور
سر تج چرن سوں لانے کوں آوے اُترا کاس
تیرے قدموں پر

چند سور کے انکھیاں سوں تج دیکھنے کے تیں
تیرا درشن سے
لایا ہے نور نیر نین تھے بچھڑا کاس
چاند سورج سے بچھے لئے پانی آنکھ سے

کرتا ہے شاہی قطب محمد کے نانوں تھے
نام سے
۹۹۰
توں داس ہور یا ہی محمد کے گھر اکاس
تو غلام ہو رہا

(۱۳۲)

ہر بار منگتا جیو مرا تج لب سیتی اے نار بوس
مانگتا دل تیرے سے عورت بوسہ
ہر ٹھار دے ہر بار منج اے نار دو تن چار بوس
جگہ مجھے عورت

روز ازل تھے مست ہیں دو نو ہمیں آنا سکے
توں مست ہی میں مست ہوں مستی سوں دے ابار بوس
سے نہ آسکے تو سے

مستی میں سٹ.... کے بوسے نہیں دیتے منج
مانگیا ہوں عاجز ہوے کر تج پاس کیتے بار بوس
گرا کیوں مجھے مانگا کتنے بوسہ

بوسیاں کا لذت اے اسکی اس کچ منے تو بھوت ہی — اما لذت دھرتا ہے کچ تیرا سو شکر بار بوس
بوسوں میں بہت
تج بوسے امرت کا لذت منج باج ہور کوئی جانے — میں جانتا ہوں قدر دے تل تل منج دلدار بوس
تیرے آبحیات میرے سوا اور نہ جانے ہر لحہ
تج بات ہور گفتار میں نا جانوں میں کیا ہی منتر — منگتا ہے تل تل کوں اے دل شکر ترا گفتار بوس
تیری اور نہ مانگتا
تج لب منے عیسیٰ کا دم ہور خضر کا امرت ہی
تیرے میں اور آبحیات
صدقے نبی کے قطب کوں دے اے سندر جو سا بوس
کو

(۱۳۳)

اے خیال لجاوو تو خبر میری پیا پاس — منج تائیں طالب زندگی کا نیر اس الیاس
لیجا میرے لئے پانی
دل توں پنکھی ہوا مر پنکھاں عشق کے پنتھ میں — چوندھر تھے خیال اُسکا منجے پڑیا ہی اس پاس
تو پھڑ پھڑا راہ چاروں طرف سے
مقصود کی باٹ آہ بہوت دور دسے منج ... ۱ — نا مار یلک پر پلکاں ٹھاوہ ہوں تج آس
راہ بہت نظر آئے مجھے
دن رات اجالا اچھے او دن توں دعا کر — مقبول دعا تیرا ہو غم جاوے کہ سب نھاس
رہے اس دن کے لئے تو بھاگ
شکر کی صفاں کھینچ کہ غم آیا ڈرانے — کیا ڈر ہی منجے ہات میں ہی کھرگ جیوں الماس
مجھے تلوار مثل

دل آس منے سو سر سیتی ہیں رقیباں
دو جگ میں کرین لعن انو پر کہ ہیں ناسپاس

درپن ہے سکندر کا ترے مکھ کی صفا میں
دیکھیں دیو مکھ تا کہ دسوں کا ہے قیاس

آئینہ
دکھ درد کی فریاد نہ کر صبر کر اک تل
ہے یار ترا سب میں حکیماں منے جاما س
میں

رشتہ ترا اس رشتہ سوں ہے بند معانی
اسکے سے
شادی و خوشی کر کہ اہے مشتری تج راس
تیرے لئے

(۱۳۴)

رازِ رس کا تم سیتی کہنا ہوس
تیری بات انکار کا سننا ہوس

رات سے
لے کچی کلیاں بھری باغاں منے
رس کی کلیاں باغ باغ چننا ہوس

بہت میں
بزم تیرا دستا ہے رنگین بہشت
یک دو باتاں پیالہ سوں کہنا ہوس

نظر آنا سے
کیسے موتی ڈھال نظراں سوں ڈھلے
اسکوں ہی نظراں سیتی بندنا ہوس

سے باندھنا
کنولی ڈالی کوں لگے پھل رنگ رنگ
اس پھلاں سیتی طرا گندنا ہوس

پھول پھولوں سے گوندھنا

سنے بہشتی حور اس باس جیوں روح کوں اس باس ہی سنگنا ہوس
سونگھنا خواہش

شاعراں پڑتے معانی شعر لیک
شعر حضرت مدح پر پڑنا ہوس

ردیف ش

(۱۳۵)

ہوا ہے فرح بخش ہور ساقی سرکش سمند ناز چڑ باندی ہیں کس پہ ترکش

سو اُس فعل کا گرد عنبر ہے جیو کا اور وو خوشبوئی سنگ ہونے عطار بے غش

ننھی[۱] کوپ ہیں کو نپلی کچ کا کچ ہے لکھیا ہات قدرت سوں صورت منقش
سونگھ

سورج چاند کوں کیوں کروں تج برابر ہمن ہین کا نور ہے توں پری وش
ستان سے

کہکتا[۲] ہے تن پنجرے میں جیوں کبوتر کہکنا ترا صبح کا ہوگا دل کش
تیرے ہماری آنکھ تو

---

[۱] نوی روت [۲] کہکنا اُسے۔

ادھر تیرے کا عکس[1] پیالے میں جھلکے — عجب ہے کہ دستا ہے پانی میں آتش
ہونٹ — نظر آتا
بہت دن تھے تھا آرزو منجکوں جیو میں — کہ پیووں سرنگ آگ کا پیالہ بے غش
سے — مجھے دل — خوشرنگ
دلا اہل مجلس کوں ساقی سماعاں — کہ تشریف تج دیوول کا لالہ رنگ وش
مجھے

معانی[2] ریا ترک کر عیش سوں اچہ
رہ
کہ سنپڑیا ہے تج ہات آنچل سبز وش
حاصل ہوا ہے تیرے ہاتھ میں

(۱۳۶)

منجے اس دھات سوں کیتی او چنچل چھند بھری بے ہوش
منجھے — طرح — سے کرتی وہ
کسے یوں آج لگ جگ میں نہ کیتی کوئی پری بے ہوش
تک دنیا — کرتی
جواہر نیں کہیں تج سار کا خوبی کے دکاں میں
نہیں — تجھ جیسا
جو آوے مول کرلے تج تو ہووے جوہری بے ہوش
قیمت — تیری

---

[1] عشق ۔ [2] قطب شہ ریا ترک کر خوش اچھیں جم ۔

عجب کچ حسر دھرتے ہیں سکی تج نین ساحر دو
کرتے تیری آنکھیں
کہ تج نیناں کے سحراں دیکھ ہوئے سامری بے ہوش
تیری آنکھوں

اگر محمود ہور فیروز بے ہوش ہوئیں عجب کیا ہے
اور
ہوے تج وصف ناکر سک ظہیر ہور انوری بے ہوش
تیرا ذکر سکنے سے اور

پون مورت اہے تیری نہ آوے چھانو جوں ہت میں
ہوا کی ہے کی طرح ہاتھ
ترے پاواں کے سُبگا کی تھے ہوے دھر مری بے ہوش
ے (دھر تری۔ زمین)

نہ منج مد کی پیالی اس جنس بے ہوش کیتے ہیں
میری شراب طرح کرتے
دکھا جھلکا راپ مکھ کا کیتی وہ سندری بے ہوش
اپنے کرتی

نبی صدقے قطب کو ندیا بچن اچھی ثریا سے
فلک پر یو غزل سُن سُن کے ہوئے مشتری بے ہوش
یہ

(۱۳۷)

نہیں تج نین پتلیاں سارا و باش ۱۰۳۰ یکس تھے ایک ہی عیارا و باش
تیری آنکھ کی کی طرح ایک
ترے دو زلف ہیں سحراں میں ماہر ترے دو لعل ہیں خونخارا و باش
خونخوار
لکھے تج سیس ازل تھے چھند جالے زسر تا پائے تج رفتارا و باش
تیرے سر سے چالیس تیری
جگت میں تو بہوت او باش اما نہیں تج سارہی کوئی یارا و باش
بہت لیکن تجھ جیسا
انکھیاں پتلیاں و پلکاں ہور بھوہاں اہے یک ٹھار میں دو چارا و باش
اور جگہ
نبی صدقے قطب سوں راستی ہے
سے
اگرچہ ہے ادک او نارا و باش
زیادہ وہ عورت

(۱۳۸)

منج تج میں جے کچ راز ہے کس سوں نکرائے نارفاش
میرے تیرے درمیاں جو کچھ
اے راز ایسا میں جو کہیں کوئی جا کرے ہر ٹھار فاش
یہ نہیں کہیں جگہ

پیرت کوں کہتی نار ہے آما نہ کوئی دیکھیا اوسے
اس نار کوں ہر تل گھڑی کرتا ہے تج مکھ نار فاش

تیرا
میں راز اپنے جیو کا تل تل چھپاتا ہوں ولے
دل ہر گھڑی
آپس سیتی اور راز اپے ہوتا اہے اظہار فاش
خود سے وہ ہے

از بس نزاکت میں اہیں نازک ترے دو نو ادھر
ہونٹ
ہیں
بویاں کی نیشانیاں کیئے او لعل شکر بار فاش
کرتا ہے

کہتی پیا تیرا ہوں میں سنبھال توں اس راز کوں
۱۰۴۰ تو
دو تن سنے گی بات اے کس دھر نکر اسرار فاش
رقیب یہ کسی طرح نہ کر

میں فاش کیوں نا ہووں سکی تج عشق تھے دو جگ منے
تیرے سے
منصور ساعاشق ہوا آکر سو تیرے دار فاش

صدقے نبیؐ کے قطب شہ منگ پنجتن سیتی مدد
ہاتھ سے
تج عشق کے میدان میں چالاک ہی رہوار فاش
تیرے

(۱۳۹)

دیکھت تیری نچھل صورت نورانی ہور شکل نقاش
دیکھکر پاک اور
گنواں سُدبد ہوے ہیں کم اپس میں اپ سکل نقاش
گنواکر ہوش اپنے سب

سو دھن کا تن نچھل جیو ہے یہی ہے منج کوں حیرانی
اچھی عورت پاک دل مجھے
کہ کیوں لکھنے سکے گا جیو کی صورت چپل نقاش
دل

نہ جانوں کس وضا سوں اس وضا کا نقش لکھیا ہے
وضع وضع لکھا
کہ ہرگز نیں لکھیا ہے یوں ابد لک بھی ازل نقاش
نہیں لکھا تک

صورت لکھنے میں جب لیکھے نمونہ زلف کا تیرا
لکھے
بھونک یو ہے بسالاکر پری جھل جھل اچھل نقاش

جو دھن کا روپ لیکھے تو نقاشاں نقش چُھنتے ہیں
عورت چہرہ لکھے
کہ دھن چھند نازکوں کیوں لکھ سکے وہ کم عقل نقاش
عورت کے

پچھل تج روپ لکھنے تھے قلم جیو پائے کرنا چے
پاک تیرا چہرہ سے جان
لکھے منشور نامہ تج حسن کا بے بدل نقاش
نامہ تیرے
قطب دل کے صحیفے پر اول تیرا لکھیا صورت
لکھا
کیا مُنج پر کرم آخر دیا سوں وو اول نقاش
مجھ مہربانی سے وہ

(۱۴۰)

مُنج دل منے جیو کے نمن تج نیہہ کیا ہر ٹھار نقش
میرے میں روح کی طرح تیری محبت جگہ
نقاش تیرے خیال کا کیتا ہے ..... نقش ۱۰۵۰
کرتا
تیرا عجب کچہ نقش ہے دستا نہیں یوں نقش کیں
نظر آتا کچھ کہیں
اول نہ آخر لیکھ سے نقاش تیرے سار نقش
لکھ سکے طرح
جس صدر کی صورت اُپر توں پگ دھرے اے موہنی
تو قدم
تو جیو پاکر پھر لکھے تج نازنیں اوتار نقش
روح تیرا

جب نار لٹکے سوں چلے یوں نقش بیٹھے بھوں اُپر
عورت ناز سے بھوں زمین
گویا کہ پانی کے اُپر تیرا کیاں ..... نقش

تج مکھ تھے نو چند نیچے آ جھکے شفق رنگ تن اُپر
تیرے ناحن سے نیا چاند نکلے
جوں پھول پر ریکاں سہیں توں تن پہ ٹھاڑے ٹھار نقش
جسطرح لکیریں زیب دیتے ہیں اسطرح جسم پر جگہ جگہ

دیکھے نہیں کوئی نین تج توں سب نین نھے ہے چھپیا
آنکھ تھے تو آنکھوں سے
تیری سو نیکے حسن کا دستا ہے سینسار نقش
اچھے نظر آتا ہے دنیا

صدقے نبیؐ کے قطب شہ اپ دل کے صفحے کے اُپر
اپنے
حضرت علیؓ کے حبّ کا لیکھا ہی جیو کے سار نقش
لکھا روح کی طرح

(۱۴۱)

پیاسوں رات جاگی ہے سو دستی ہے سو دھن سرخوش
کے ساتھ اسلئے نظر آتی نازنیں
مدن سرخوش سیَن سرخوش، انجن سرخوش، نین سرخوش
کام دیو بستر سرمہ آنکھ

پیاری پیار سوں پی ہے پیالا پیم کا تو ہے
محبت سے
دہن سرخوش، دسن سرخوش، رسن سرخوش، بچن سرخوش
دانت زبان گفتگو
نین متوالی ہو جھلتی، پیالی پیم پی پی کر
آنکھ محبت کی
جوبن سرخوش ہی، من سرخوش، سو تن سرخوش، کرن سرخوش
دل حواس
سکی لٹ سنبلستاں تھے بتاے باد پر مل تو
زلف سے ہوائے خوشبو
چمن سرخوش ہی، بن سرخوش، سمن سرخوش، انگن سرخوش
پھول
چڑی ہے نیہہ کی مستی سکی کوں پیو کے سنگ تھی
عشق پیا قربت سے
چرن سرخوش، چلن سرخوش، ہلن سرخوش، ڈلن سرخوش
قدم چال ہلنا پھرنا
مدن سو لٹ پٹائی سو عجائب کچ ہی چھپ دھن کا
کچھ حسن عورت
دقن سرخوش، چومن سرخوش، لگن سرخوش ہی من سرخوش
بوسہ دل
نبی صدقے قطب بھوگن رین دن عیش کرنے تھی
بہت خوبیاں رکھنے والا دن سے
یون سرخوش، مدن سرخوش، جگن سرخوش، مگن سرخوش
جوانی کام دیو جاگنا

(۱۴۲)

نین کے سحر دستے ہیں ترے گالاں جھلک تھے خوش
آنکھ نظر آتے کی سے
سہاتے ہیں ترے عشاق ..... لک تھے خوش
زیب دیتے

سکی چندر مکھی سوں مل تجے مد پینے کے تائیں
چاند جیسا مخ رکھنے والی سے ملکر تجھے شراب لئے
سنوارے ہیں ہزاراں مجلساں رنگیں فلک تھے خوش
سے

عجب دستا او مکھ چند سور سے اوپر تلک روشن
نظر آتا وہ چہرہ چاند سورج تک
جھلکتی ہے پشانی سندری کی اس تلک تھے خوش
پیشانی ٹیکے سے

او قدر فتار سہتا ہے ہر یک یک دکھ تھے یک بہتر
وہ زیب دیتا سے
او چند رخسار دستا ہی ..... الک تھے خوش
وہ چاند جیسا رخسار نظر آتا ہے سے

جھلک تیرے دسن الماس کی تج لب تھے ہیں رنگیں
دانت تیرے سے
ڈھلک تیرے نین مخمور کے ہیں چھند پلک تھے خوش
آنکھ ناز سے

دو تن کا نانو میں منگتا ہوں لیا نے کد زباں اوپر
غیر نام نہیں چاہتا ہوں لانے کبھی
کہ اس کا نانوں سب ناواں منے دستا ہی جگ تمھی خوش
نام ناموں میں نظر آتا ہی سے
نبی صدقے قطب کا دل اماماں نیہ سوں ہی روشن
کے عشق سے
موجیو کنچن کے تیں اے بارہ ناواں ہیں مجک تمھی خوش
میرا دل لئے نام سے

(۱۴۳)

پیدا کرے دو جگ منے سنگار کی روشن
میں
یک ٹھار اچہ کے دھرتی توں ٹھار کی روشن
جگہ رہکر رکھتی ہے تو جگہ
وعدا تیارے کا توں مجے دے ہی پیم سوں
بھروسہ تو مجھے دیتی ہے محبت سے
بارے دیکھیں سکی تری گفتار کی روشن
اپروپ روپ سات کرے جگ کوں باولا
یوں دل رجانے کوں اہی اس نار کی روشن
عورت
ناکچ میں کوئی دیکھیا ہی ناکبک ہنس منے
اس نار میں جو دستی ہے رفتار کی روشن
عورت نظر آتی
میں
لیلے ..... چل کے روشن ولے
تازی روشن اپس سکی چوسار کی روشن
اپنی
جیواں کے مانکاں کے گلے ہار مینی ہے
کوئی آج لگ کیا نہیں یوں ہار کی روشن
دلوں موتی پہنی تک

نج سات یاری کر کے قطب شہ نچھوڑسے
تیرے ساتھ سکے
یاری میں یو نج اچھتی ہے یار کی روش
ہن طرح رہتی

(۱۴۴)

چنچل چھبیلی چھند بھری رفتار پکڑی ہور روش
شوخ ناز اور طرح سے
ساری رویشاں چھوڑ کر اونار پکڑی ہور روش
وہ عورت اور
سب مذہباں کی بھیس لے باتا ہوں اس سوں بیٹنے
دل دیتی نیں ہے منج کوں دلدار پکڑی ہور روش
نہیں مجھے اور
جگ خون کر بھی خوں کرن ٹیلا پشانی لای لال
کرنے ٹیکا پیشانی پر لگائی ۱۰۹۰
ناجانو کس عشاق تئیں اتبار پکڑی ہور روش
نہ معلوم کے لئے اور
دو زلف سیامی رنگ ہیں نج گال کیرے مال پر
سیاہ تیرے رخسار
جگ بس چڑانے تیں سو دھن ہت مار پکڑی ہور روش
زہر کے لئے حسین عورت ہاتھ میں اور

دھن ہات کی لالی نہ یو مہدی کے رنگ تمو لال ہے
عورت ہاتھ یہ مہندی سے
رنگیں کئے اپ ہات او خونخار پکڑی ہور روش
اپنے وہ خونخوار اور
سب جگ کی ناریاں کے تیں ٹک دھرتی فتوا دیونے
دنیا عورتیں نے
کل کار پراختیار ہور پرکار پکڑی ہور روش
اور اور
بوجھیا نجائے وِکس کوں لجھن تری سنیڑیا ہوں میں
سمجھا نجائے
بولی کہ اے قطبا پتی اتبار پکڑی ہور روش

ردیف ص

(۱۴۵)

ہوئی تج نین پتلی دل میں رقاص — سدا مج نین کی منزل میں رقاص
تیری آنکھ کی میری آنکھ
تہیں مج خواب و بیداری میں ویسے — جدھر دیکھوں کھڑی تل تل میں رقاص
توہی مجھے نظر آئے
بھواں کی طاق میں سجدا کروں میں — ہوے سائیں مری محفل میں رقاص

نیں مس ..... ہوے بھونرجوں انچل اوجھل گھنگرو پایل میں رقاص

بسطرح

قطب شہ پایا ہے بے بہا دُر

پایا

ہوی اپ ناچ تھے کامل میں رقاص

اپنے سے

(۱۴۶)

سکی کا مکھ برن جھلکے کنچن حناص ۱۰۹۰ کرے پھُل پھانک کسوت اپنے تن خاص

رنگ سونا

ہوا غرقِ عرق شرموں تھے پھُل نیر کھولے ڈورے سکی تن یاسمن خاص

سے

دو پیاری ناری قدرت کی سنواری سُہاتا اُس کے تن تھے اُبہرن خاص

عورت سے

وہ نتھا کچ روپ رنگ اُس توکرہ کوں چڑیا خوباں تھے رنگ اس ہوربرن خاص

کچھ چڑھا سے اور

نین تھے سیت آسیت نیلم وموتی ادھر تھے لعل رنگ مانک رتن خاص

آنکھ سے ہونٹ سے

ہوا خط سبز تھے رنگیں زمرد وجہ رنگ سیت پایا تس دسن خاص

سے دانت

نبی صدقے ترکماں کوں میا تھے دیتے دکھن کی شاہی پنجتن خاص

کو

(۱۴۷)

تیری زلفاں کے قلابے میں ہلج دستا ہوں خاص
بنسی کھینچو نہ کھینچو ہلجا ہوں میں تو اخلاص

نامراداں کی مراداں کوں اگر بر لیاوے
سبھی خیراں منے او خیر اہے خاص الخاص

تری نہہ راوتاں میں کوئی نہیں ہم میرے
توں گھری گھر کو پھرے نہ منگ کس کن بھیک

بھیک اُس گھر کنے منگ شوق سوں تو اچہ قاص
مشک نافاتری کھونپے تھے ہوتا ہی ظاہر

عقل نا بوجہ چرندے کوں جھوٹے کرتے قصاص
چین و ماچین کے نقاش صورت لکھتے کتے

صورتاں کھینچے تو کیا لکھ نہ سکیں تیرا خواص

تیری بیعت میں معانی کا قدم ثابت ہے
سیس اوپر ہات صندل کا دھر کر غم تھے خلاص

(۱۴۸)

ازل تھے ہے مجے خوباں سوں اخلاص
ابد لگ مج ہے محبوباں سوں اخلاص

ن ۱ قطب شہ۔

اگر توں عاشق صادق ہے طالب — نکر توں باج مطلوباں سوں اخلاص
تو — ذکر تو بغیر سے
سکی کا حسن کینا جذب مولود — اُسی تے مج ہے مجذوباں سوں اخلاص
سے مجھے
پیاری کے چھنداں ہی سب کوں مرغوب — مجے لازم ہے مرغوباں سوں اخلاص
کرتا — مجھے سے
جو ہے مکتوب مانند خال و خط سوں — دھروں میں اس تھے مکتوباں سوں اخلاص
فریب — سے
نین ناری کے قلابے ہیں مشہور — دھروں میں اس تھے مقلوباں سوں اخلاص
اس لئے — سے لئے سے

نبی صدقے قطب شہ یکجہت ہے

۱۱۱۰

سدا دھرتا ہے تو خوباں سوں اخلاص

سے

(۱۴۹)

ہوا ہوں یک چت سوں جیو سیتی یار کا مخلص — نہیں مج باج کوئی دوجگت اس نار کا مخلص
ایک دل سے جان سے منج — برے بغیر
حقیقت برت تا ہوں میں مجازی عشقبازی منج — دیکھا وو چکہ درس مج میں تن دیدار کا مخلص
برتتا نہیں ہے مجھے — دکھاؤ ذرا دیدار مجھے تمہارے
کروں تن من تمارے وشٹ پر تھے آرتی چھن چھن — فدائی ہو ہوا دیدار کی تروار کا مخلص
تمہاری نظر سے لمحہ بہ لمحہ — تلوار

ردیف ظ

(۱۵۰)

سکی توں ہر گھڑی منج پر نکر غیظ
تو مجھ پر نکر
محبت پر نظر رکھ کر بسر غیظ
بھول جا

کپٹ کیناں کی پر جاتا ہیں دے دل
بساتی کے توں اپ دل میں نکر غیظ
کینہ تو اپنے نکر

نہ دیکھیا کس پہ یو دھرتی برابر میں
کہ جوں دھرتی ہے توں میرے اپر غیظ
دیکھا تو مجھ پر

اول تج نین مہروں دیکھنے تھے
سو اب منج دیکھتے ہیں دل میں دھر غیظ
تیری آنکھ سے مجھے

..... ہو مجے واجب نہیں یوں
ایسں عاشق پہ کرنا بیشتر غیظ
مجھے اپنے

وتا منج دل میں آتا ہی اُبل مہر
جتا کرتی ہے توں منج سر بسر غیظ
اتنا ہی میرے جتنا تو مجھ پر

نبی صدقے تجے یوں ہے خدا کی
تجھے قسم
قطب سوں آگلے لگ چھوڑ کر غیظ
سے

(۱۵۱)

ترا کنٹھ سُن کو یلاں پایں خط
گلا
ترا تنگ دہن دیکھ کلیاں پایں خط

چنچل تج نینا کی چمکار دیکھ
تیری آنکھوں شوخی
نت اسمان کیاں بیجلیاں پایں خط
کی بجلیاں

ترے تن کیرے پھول کی باس لے
خوشبو
ترہ جگ کی جیو کی رکھیاں پایں خط
تینوں عالم

جے رلیاں جو کرتے ہیں توں نازسوں
جو تو سے
تجے دیکھ سو ہے رلیاں پایں خط
تجھے

مناسب تج انگلیاں کا دھرتے ہیں کپر
تیری
اُتم مونگ کیریاں پھلیاں پایں خط
اچھے

رین دن ترے نقش کوں دیکھ دیکھ
رات کو
چترسال کیاں پوتلیاں پایں خط
تصویر خانہ کی پتلیاں

نبیؐ صدقے تمثیل ہنسی میں اُتر
ہر وقت
قطبؔ تج کوں کر گدگلیاں پایں خط
تجھے

(۱۵۲)

جن پیو تھے بچھڑے ہی اُسے سینسار میں نیں کوچ حظ
جو پیا سے دنیا بیش کچھ لطف
جس ٹھار میں دو پیو نیں، اُس ٹھار میں نیں کوچ حظ
جگہ وہ پیا نہیں جگہ نہیں کچھ لطف

اے چاند جانا کی توں یوں جھلکارتا ہے آج نس
کیوں تو رات
اُس پیو بن منج کوں تری جھلکار میں نہ کوچ حظ
پیا کے بغیر مجھے نہیں کچھ لطف

جس ٹھار جاتی ہوں بی میں کچ وقت گمتا نیں مرا
جگہ بھی کچھ گزرتا نہیں
انگن دیسے کونڈ بار سو ہور دار میں نیں کوچ حظ ۱۱۳۰
نظر آئے بند کرنے کی جگہ اور دروازہ نہیں کچھ لطف

ہر حال میں اس حال سوں خوشحال ہوں میں اے سکی
سے
کی یوں توں منج سنگارتی سنگار میں نیں کوچ حظ
کیوں تو مجھے سجاتی نہیں کچھ لطف

گا ہے منجے گلزار میں لے جاوتی توں کھینچکر
کیوں مجھے جاتی تو
اُس سرو بن ہرگز منجے گلزار میں نیں کوچ حظ
کے بغیر مجھے نہیں کچھ لطف

میں اپنے پیو کے پیار سوں دھرتی ہوں دو جگ میں غرض
پیا سے
گر جگ کئے بی پیار منج اُس پیار میں نیں کوچ حظ
اگر دنیا بھی مجھے

میں قطب عاشق ہوں کوئی پند کی نکو گفتار منج
مجھے
عاشق کوں کس کی بندگی میں ..... نہیں کوچ حظ
نہیں کچھ لطف

ردیف ع

(۱۵۳)

عشق پھولاں توں گوندے ہے مرصع — نوی چونپاں سوں کیتے لے مرصع
کوندے ہی — نئی — سے کرتے بہت

بہوت چھند بندسوں مجنوں رجھانے — کیتی ہے آپ وو لیلے مرصع
بہت — سے کو مائل کرنے — کرتی خود کو وہ

سکی پینی سراسر چھند ابھرن — گلے کنٹھ مال پے در پے مرصع
پہنی — زیور — ہار

پرت کے نور تن کا لائے طرا — سکی پینے نقل سوں مے مرصع
محبت — سے

عشق پتلی کوں انہہ چھندسوں سنوارو — اوسے کسوت بناؤ لے مرصع
کو بہت عشوہ سے — اُسے — پہناؤ بہت

لیاؤ انہہ چاؤسوں مجلس کے میانے — طنبورا ہور کماج ونے مرصع ۱۱۴۰
لاؤ بہت سے — میں — اور

نبی صدقے سو ترجگ دیکھ کہتے
تینوں عالم

قطب شہ کا سو مجلس ہے مرصع

(۱۵۴)

پشانی پر سعادت کی لکھیا کیرا ازل طالع
پیشانی
رقم میر اسکل طالع کی کیتا ہے اول طالع
سب کرتا

کہتک کہتے ہیں طالع کوں ہمیں کیوں آزماویں
کتنے ایک کو ہم آزماکر
دنیا جوں آرسی تس ہیں اپے دستا نجھیل طالع
مثل آئینہ ہی جس میں خود ہی نظر آتا

دنیا کوں ہیچ کر جے کوئی خدا کی باٹ پکڑے ہیں
کو سمجھکر جو راہ
او نو افضل ہیں ساریاں میں ان کا بے بدل طالع
سب اگن کا

دیا کی مہر سوں دیکھیا ہوں طالع کی اُنچائی میں
کرم سے بلندی
سکل طالع ہیں ٹینکاں ہور سو میرا ہے جیل طالع
سب ٹیک ٹیلا اور

مجے جو پیر ہے سو تس طالع کی خدمت کوں
ہں کے لئے
دیا کے حکم سوں خدمت کوں دیتے ہیں سکل طالع
کرم سے سب کو

نبی کے ہور علی گھر کا سوں بندا ہے قطبا
اور تو بندہ
نکو کچ فکر کی غم کر کہ تیرا ہے نول طالع
نہ کچھ نیا

(۱۵۵)

نجھا نجہ نین دیکھیا دھن تو ہوتے ہیں پلک مانج
تیری آنکھ دیکھا اے عورت
کہ جب تج گال دیکھن کے تو واں ہوتے ہو الک مانج
تیرے دیکھنے کھے وہاں زلف

سکی تج کیس نس ہور بات سارو مانگ موتیاں کی
تیرے بال رات اور
اجالا کہ کا دیکھ آپی سو ہوتا ہی تلک مانج
آپ ہی

سو دھن کے دیکھنے مکھ کوں پھیرے چند سو دن راتا ۱۱۵۰
حسین چہرہ کو چاند سورج رات
سکی یاد دیکھنے چند سور مکھ ہوتا جھلک مانع
نہ دیکھ سکیں چاند سورج رخ کو
کہ جب عاشق اپنے لے واٹ کر دھن آوے لوسب کوں
سو تو توں بن مکھڑے کوں تس کے تائیں رک مانع
بن رکھ
گلے لگنے کوں منگتا ہوں ولے دھن کیا کہے گی کر
چاہتا عورت ہمکر
جتا دھستا ہوں آنے کوں سو لے ہوتا ہے شک مانع
جتنا بہت
چنچل کے پگ کا عاشق ہوں منگے بھوئیں پاوں پڑنے کو
قدم چاہے زمین پانو
سو تس کے پاؤں کے پنیجن کا ہوتا ہے جھنک مانع

قطب جو بن پہ سٹنے ہات آتے ہیں اومس منتے
ڈالنے خواہش سے
سو تو لے ہات کوں ہوتا ہی چنچل تج پدک مانع
بہت کو تجھے

(۱۵۶)

ازل تھے کئے مکھ دھن کوں مرصع
سے رخ عورت کو کہے جائے تس کے بدن کوں مرصع
کہا جا سکتا ہے اس
سکی سیام کیساں ہیں پھولاں سے یوں کہ تاریاں سوں کیتے گگن کوں مرصع
کے سیاہ بالوں نظر آئیں جسطرح تاروں سے کرتے ہیں آسماں کو
بہوت پی سکی مد اسی تھے ہوا ہے سرنگ لعل کا سب نین لوں مرصع
نے شراب اسی لئے خوشرنگ آنکھ کو
سکی دانت چھلنا لگا پان کھاوے کندن کر کئے جوں دسن کوں مرصع
سنار کرتا جسطرح دانت

نچھل موتی ہور پاچ یاقوت لاکر — کئے دو علیفاں جوبن کوں مرصع
صاف اور

دسے یوں زر بناں نچھل دھن بدن پر — کئے پھولسوں جوں چمن کوں مرصع
نظر آئے صاف عورت سے جڑاؤ

قطب شہ نبی صدقے آپی کیا ہے
آپ ہی
نوا طرح جگ میں بچن کوں مرصع
نئی طرح سے دنیا میں شعر کو

(۱۵۷)

ترے درس کا دھن نین ہے متابع — کہ جیوں نین سوں مل انجن ہے متابع
دیدار سے عورت آنکھ جڑاؤ آنکھ سے مل کر سرمہ

سکی سنگ ترے مکھ کے دو زلف یوں ہے — کہ جیوں دیس سوں دو رین ہے متابع
سے سکی قریب چہرہ جڑاؤ دن کے ساتھ راتیں

ادھر لعل یاقوت تھی ہے نچھل تج — ترے لب کا دل تجھے یمن ہے متابع
ہونٹ سے زیادہ صاف ہیں تیرے سے

کہ گل لعل کے پھانک پر ریکھ جوں ہے — سو تیوں تج ادھر میں شکن ہے متابع
پنکھڑی لکیریں جڑاؤ ہیں اسیطرح تیرے ہونٹوں

تری بات نابات سنکر دھلیا ہے — سو نابات کا نور سن ہے متابع
زبان

مرا ہاتھ کرتا سلگ جوبناں سوں — کہ جوں جوبناں کا کسن ہے متابع
کھینچنے کی قوت

نہ جانوں کہ کیا ہی سحر تج کنے دھن — مٹھے تج بچن کا یو من ہے متابع
تیرے پاس آ عورت — تیرے شیریں یہ دل

تجے ڈر نہیں کچ سکی ہور سکیاں سوں — اپلے آپ تیرا سجن ہے متابع
تجے کچھ اور خود ہی

سو بارہ اماماں مدد ہی قطب کوں

اوسی تھے یو سارا دکن ہے متابع
۱۱۷۰
اسی لئے یہ

(۱۵۸)

سکی مکھ صفحے پر تیرے لکھیا رقم ملک مصرع — خفی خط سوں لکھیا نازک ترے دو نو پلک مصرع
کے لکھا

قلم لیکر جلی لکھیا جو کوئی بھی ناسکیں لکھنے — لیکھیا ہی دو کدھن مکھ تیرے صفحے پر الک مصرع
لکھا زلف

بزاں کر خوشنویساں ملک کہتے ہیں سم ہوئن — بہت چھپ چھپ کے لکھتے ہیں نظر ٹک دیکھ ک مصرع
ملکر کرتے ہیں مقابل ہونے

سو لکھ مکھ کر پریشاں ہو قلم لٹ آپ کہتی ہیں — مقابل اوسکے ہو سکے لیکھیں کے گرد و لک مصرع
ہونے کے لکھیں دو لاکھ

بزاں کر دیکھ مکھ دھن کا دوانی ہو بہانے سوں — کیے سب خوشنویساں سٹ قلم لکھ منش سک مصرع
ڈال نکھ تکنے کی وجہ سے

قلم بکھڑے سوں ناسک لے لیکھے ہی لبو سرخی سوں — جو کوئی بھی دیکھ کہتے ہیں لکھیا ہی کیا خوبک مصرع
چہرہ سے ناک سے

سکی کے کچ پہ نازک خط نہ بوجھے کوئی کنے لکھیا
پستاں کس نے کہا
قطب کوں پوچھے تو یوں کے لکھیا ہے میر انک مصرع
کو کہے لکھا ہے ناخن

(۱۵۹)

کھیا ہوں وصف مکھ تیرے کا اے دھن خوباں مطلع
کہا رخ عورت
ویسا مطلع بی ہوسے تا کہ او ہے بے بدل مطلع
اس طرح کا پھر نہ ہوسکے وہ

جتا اپنے سنواریں گے انچل بن کچھ سہا سے نا
جتنا اپنے سے کے بغیر زیب نہ دے
ترے سنگار میں اے دھن اول ہے سو انچل مطلع

کیتاں کوں خوبصورت ہور میں چھندوں کی توں کامن
کتنا کہوں ورنہ نہیں ۱۱۸۰
اُنو کیا کام آویں جو اونوں کوں میں اصل مطلع
وہ ان کے پاس نہیں ہے

جو کوئی ہے چھند بھری اے دھن سکیاں میں اُن چنچل کہنے
سہاتا نک چھنداں کا ہے کگر تج کوں نچل مطلع
زیب دیتا کہکر تجھے

ترا کھ دیکھکر اپسے غلاماں میں چند رلکھیا
رخ خود ہی چاند لکھا
جتنے ہیں عاشقاں لکھ لے کے پڑتے ہیں نچھل مطلع
جتنے پڑھتے صاف

چنچل تج نانو کے بیتاں کوں دل میرا کیا از بر
تیرے نام
سو تیرے نانوں کا دل میرا پڑتا ہر محل مطلع
نام

تری چھاتی پہ دھن قطبا لکھیا ہی بھوں قلم سیتے
اے عورت بہوکے اسے
اوسی تھے ڈھانک رکھتے ہیں سو موتیاں کے اوجھل مطلع
اسی لئے چھپا

(۱۶۰)

چنچل کھ ترا دیکھ ڈھلتا شمع — سو عاشق ترا ہوکے ڈلتا شمع

ترے حسن کوں دیکھ شرموں سیتے — عشق کے بہانے تھے گلتا شمع
شرم سے

ترے زلف کی دکھ پریشانی کوں — پون جوں پریشاں ہو جلتا شمع
دیکھ کر ہوا کی طرح

ترے نین کا کا جلا دیکھ دھن — اپے کا جلا ہونے جلتا شمع
آنکھ کا جل دیکھکر عورت خود کا جل بننے کے لئے

گھرے گھر دھونڈے تج پچھل رات کوں ترے تس عکس ہو نکلتا شمع
ڈھونڈتا ہے تجھے لئے
لگتے جوں ہولے سورج سامنے ۱۱۹۰ تجے دیکھ دھن دوں لگلتا شمع
اودے کے تجھے کر اسطرح
قطب آئے جب صبح اس کے مندر
سو تسلیم کرشہ کوں چلتا شمع

(۱۶۱)

مُردت میٹھے زبانی ہے یار کا متاع خوش شکل خوبصورت دیدار کا متاع
بے دل ہوے سو دل کوں دیدار بن نہ رکھے بھی ہو نا دل کوں رکھنے دلدار کا متاع
منگتا جو کوئی سو آوے مجلس کوں شوق سیتے کے
مے جام ہور سکیاں ہیں سنگار کا متاع
چاہتا ہے کو
میرا پیار دھن لے دل میں پیار تیرا اور
دونوں کے دل میں ہو تا یک سار کا متاع
ایک طرح
میرے گلے میں پھولاں کے ہار کیا کروں میں دھن نار ہو نا میرے گلہار کا متاع
پایل پینجن جو گھنگرو دھن پین کر جو لٹکے آنگن بھی خوب ہو نا رفتار کا متاع
پہن آنگن ؟

باتاں کی لے نزاکت ہن شاعراں نہ بوجھیں
بہت سی بغیر کے دوسرے نہ پہچانیں
دیتا خدا قطب کوں گفتار کا متاع

(۱۶۲)

تیرے لکھ پر سہاتا ہے لعل انچل کا دھن برقع
اے عورت
کہ جوں رنگ رنگ پھولاں کا لیا ہی سر چمن برقع

نکو منج تھی چھپا اے دھن کہاں مے پی کہاں جاگی ۱۲۰۰
نہ مجھ سے عورت
پچھانیا ہوں جو پیا ہی خمار کی کانپن برقع
پہچانا پہنا آنکھ

چنچل توں پینی مکرے کوں سو جانیا ہوں سبب کا ہے
تو پہنچی کو جانا
سو تل تل ہات سٹ مکرے پہ کرتی ہی من برقع
ہر لحظہ ہاتھ ڈال

توں میرے جیو میں دایم میں ترے جیو سو یک ہوں
تو دل دل سے
میلی سو جیو حاضر ہے ولے پینے بدن برقع
پہنے

سکی مونیاں کی جالی میں دسے کچ تیری یو منکوں
نظر آئے پتاں مجھے
کہ تیاں کے من تپانے تیں کیا تیرا جوبن برقع
کتوں دل جلانے کیلئے

بجر کا جو انگن تیرا پھولا دے نا کیتیاں کے دل
کتوں
ترے پگ کی نشانیاں کا جو پینیا ہی اگن برقع
قدم پہنا

قطب شہ تیرے انچل کا ڈو... دیکھن زلف منگتے
کہ جوں حاجی مکہ کا آکے منگتا ہے دیکھن برقع
چاہتا دیکھنے

(۱۶۳)

دھن مکھ پہ تیری لٹ ہے نس شاب کا طلوع
نس لٹ میں مکھ دسے جوں مہتاب کا طلوع

اے عورت چہرہ پہ زلف رات — شب زلف چہرہ نظر آئے

مد دھن جو پی لئے ہیں ملکار ہے ہیں مل مل
جاگے چنچل نین میں ہے خواب کا طلوع

شراب

دھن مکھ نچھل ہے دن جوں ہور صبح تجہ پیشانی
تس پر سوہنگ جوں ہی افتاب کا طلوع

عورت کے رخ صاف اور تیری — اس

عاشق شفا کے تائیں تج لب کا پانی پیوے
یاں تجھے مگر ہے زم زم کے آب کا طلوع

لئے تیرے — سے

دل منگتا ہے جو دھن لب ترا جو من کا ۱۲۱۰ مکھ تیرا خم سو تس میں شراب کا طلوع

چاہتا اے عورت (جوبن)

چنچل انچل جو مکھ پر کھس کر یوں تھے آوے
چند پر بدل کا جوں ہے حجاب کا طلوع

چاند بادل جس طرح

صدقے نبی قطب شہ یوں شعر لے ہرن
دریا کو روز جوں ہے موجاب کا طلوع

(۱۶۴)

تج کیس رین اندکار کا کرتا ہے مشک ترا طمع
تج لب کے امرت نیر کا دھرتا ہے اسکندر طمع

تیرے بال رات اندھیر — تیرے آب حیات

دل کوئی دھرتے ہیں طمع اس چند بھری کے ناز کا
تس ناز ہور گھونگٹ کے تیں دھرتا اپے چادر طمع

جھلکار پر جھلکار کر یوں مکھ دکھاتے چھند سوں
عاشق اپے ہو دیپ کر دھر کر کھڑا چندر طمع

باتاں مٹھی دھن یوں کرے جو کڑوے میٹھے ہوئے
باتاں کے تس کے دھرے نابات ہور شکر طمع

جب کھول مکھ باتاں کرے انبرت ہوتا نیر جوے
تس پانی کے یک بوند کا دھرتا اپے کوثر طمع

شاعر کے پگ ڈونگر پرین جو بن سوں تشبیہ دیو کر
دھن کے جوبن تا میں کھڑے دھر کر سدا ڈونگر طمع

بندانبی کا قطب شہ دھرتا طمع حد مت کوں یوں
جوں کرنے خدمت شاہ کا دھرتا تھا قنبر طمع

ردیف غ

(۱۶۵)

دھڑی ہونٹاں کی مکھ میرے دل منے دیا ہے داغ ۱۲۲۰
خوشیاں تھی پھول کھلے ہیں میرے جیو کے چراغ

تمہاری بندگی کا حلقہ کن میں پایا ہوں
تمہارا عشق جسے نیں ہی دیو داغ پہ داغ

تمہارا حسن سو قدرت تھے روشنی پایا — ہوراں کا حسن ترے حسن آنگے جیسے چراغ
شراب پھول کھلے تیرے باغ نو خط میں — پلاتوں ساقی سرمست منجکوں یک دو ایاغ
برہ کا باؤ منجے باور اکیا ہے اب — صبا کا باؤ معطر کریں توں میرا دماغ
تمہاری یاد تھی بھانیا ہوں کہ اپس دل تھے — خوشیاں کا وقت ہی شادی کریں ہمیں بفراغ
ہمارے پھول کے جھاڑاں کوں پھول پھل لاگے — ثواب ہے تجھے مالی اوڑا مو جھاڑ تھی زاغ
خمار پکڑیا ہے منج نین کوں ترا سر تھے — پیالہ نادے ہمن سیتی کرتے کیتا لاغ

معانی شکر خدا کر نہ کرتوں غم ہرگز
نبی کے نانوں تھی آتا تو جھے خوشی کا سراغ

(۱۶۶)

سرج چاند تج کھ تھے پاتے فروغ — اپے دیپ جگ میں دپاتے فروغ

دین ہار جیتے ہیں اس جگ منے ۱۲۳۰ نہ دپ لاج تھے سب چھپاتے فروغ
چمکنے والے جتنے ہیں نہیں چمکتے شرم سے روشنی
اگر تو بنچتی نہ اس جگ منے سورج چاندیوں کاں تھے لیاتے فروغ
پیدا ہوتی ہیں اسطرح کہاں سے لاتے
ترے بال نمنے ترے گال پر ابھالاں ہوکر چھند سوں چھاتے فروغ
نئی طرح بادل سے
جوشہ کوں بھلانے کوں جاتی ہے یوں تو قدرت تھے تج مکھ پر آتے فروغ
سے تیرے چہرہ
اگر دل پکڑتا نہ تج زلف کوں تو مکھ نیر میں اس ڈباتے فروغ
تیری چہرہ پانی اسکو
نبی صدقے قطبا کوں تل تل سکی
ہر گھڑی
جھلک مکھ تھے تیرے بھلاتے فروغ
سے

تج مکھ کوں دیکھیت سورج چندر تھی ہوا فاخ (۱۶۷) لے لب میں ترے دو لب شکر تھے ہوا فارغ
تیرے چہرہ کو دیکھ کر چاند سے
نوں پاوے جھونا باندے ہور پینے رتن تن پر تاریاں تھی ہوا بے دل انبر تھے ہوا فارغ
تو پاؤں میں اور پہنے سے آسمان سے
بادل ہو تری نہہ میں پھرتا ہوں گلتاں میں الحمد للہ بارے میں گھر تھے ہوا فارغ
سے
تج خوبی سوں یک آیت سکیا تو ہوا اب مطلق افسون سحر ٹونے منتر تھے ہوا فارغ
عشق سے
تیری لکھا

لاگیا ہے لذت جب تھی تج لبکا سکی تب تھی ۱۲۴۰ امرت نہیں بھاتا کوثر تھے ہوا فارغ
لگی ہے تیرے سے آبحیات سے
تج جوڑ ڈھلک نیکا دیکھ تھاٹ سکی چنچل طنبورے سبر کے سب جنتر تھے ہوا فارغ
تیری اچھی دیکھکر سے

(۱۶۸)

اے نار ہے اس جگ منے تج مکھ عجب روشن چراغ
عورت میں تیرے چہرہ کا
دیکھے نہیں اجنون کہیں اس دھات کا نوکھن چراغ
اب تک طرح آسمان
حاجت نہیں جو سور چند دن رات یوں نکلیا کریں
سورج چاند
بس ہی دپانے دو جگت تج مکھ کا درپن چراغ
چمکانے تیرے چہرہ آئینہ
ملا ہے خدمت گار تل دھن مکھ کی مسجد میں
عورت کے چہرہ مسجد
پلکاں بتیاں کاجل دھواں دیتا ہے لوبن چراغ
لوبان
دھن دیکھنے کوں آئے کی یک ویس تو لنے ان سب
کیوں دن نہیں
پھولاں کرے شعلیاں سیتے روشن ہوا گلشن چراغ
کے رے شعلوں سے

عشاق پروانے ہوکر چوندھیر تھے پڑنا لگر
چاروں طرف سے کہکر
اپ تن اُپر ہر یک رتن جھمکائے ہے سو دھن چراغ
اپنے پر موتی حسین عورت

کیا رسم ہے تج فام نیں اس عشق کے مندہیر میں
تجھے فہم نہیں مندر
جو عاشقاں ستمیں اپے آجالتے اپ من چراغ
ستم کرکے خود آکر جلاتے اپنے دل کا چراغ

صدقے نبیؐ کے جو تلک روشن ہے یو گھن تو تلک
جب تک آسمان تب تک
روشن اچھو جم قطب شہ جگ ساہیں کا روشن چراغ
رہے ہمیشہ دنیا کے مالک

(۱۶۹)

مدنیر تھے پھولیا ہے سکل تج نین باغ بوسے کے پھولاں بار لے آیا ہی دہن باغ
آبِ شراب سے تیری آنکھ کا

ردیف ل

(۱۷۰)

اچپل پیارے کے مندھر منگتی جو توں جانے چنچل
مکان چاہتی تو
تو یوں چھپے چوری سوں جاجی کوں جانے چنچل
اسطرح ہے

۱۲۵۰

دو تیاں گے پر چو طرف تاریاں نمن بھرے چندا
اغیار مانند چاند
رقس پر برستا چند نا سو تجکوں دکھلانے چنچل
چاندنی تجھے
توں کیس کے نس بھیس اوجھل چھپ چھپے دیکر تمن
بال رات
جو چھانوں تج دیکھیں گے تو منگنی ہے سنپڑانے چنچل
تجھے
بل کیک پتیا کر چھانو کوں نادے خبر چک پا کے تو
نہ
دنبال لگ گر پانو پر آوے گی پھسلانے چنچل
پیچھے
سن سرگ بن تھے حور اپن کھن بن تھے تٹ تارے نمن
جنت خود آسمان سے ٹوٹ کی طرح
سو لک فریباں کھائے کے جو آے سکلانے چنچل
سو لاکھ سکھلانے
چت کر دو چت یک چت ہو چت لاچلی ہے پیو سوں
یکدل پیاسے
سو نس چکا پیو مکھ اُپر یوں نور برسانے چنچل
رات
پیو اج سورج آیا ہے دیکھ نس میں سورج دن نور لیا
رات
چند اپنم کے چھانے نے پگ دھوتے تیں.... چنچل
چاند پونم جھانواں قدم

تس پیاری کوں گل لائیا شوقوں سوں لے بوسے دیا
گلے لگایا سے بہت
ہنس مانکوں لیا نے سیج چک تو لاج لے آنے چنچل
(مانک) لانے بستر شرم سے
حضرت نبیؐ صدقے پیا قطبا رکھیں ہو خیال اُس

لک بھاؤ سوں سمجا تجے آتی ہے ریجھانے چنچل
لاکھ سے سمجھا کر تجھے دل لبھانے

(۱۷۱)

ترے دوؤ نین ہیں مدمست متوال
آنکھ شراب کے متوالے
ترے مکھ کی لٹاں نیں ہیں کہ دوؤ ناگ
چہرہ زلفیں ہیں مگر
بھواں تیریاں کوں کیو لیکھے گا نقاش
تیری لکھے
سکیاں کے ہات میں دیکھ پیالی مد کی
ہاتھ دیکھے شراب
توں موتی بے بہا ہے تج بہا نیں
تو تجھے قیمت نہیں
جہاں ہے سیمیا کا نقش اس تھے
اسی لئے

ترے دو گال ہیں خوبی کے گلال
سلیماں کی انگھوٹی کے ہیں رکھوال
انگوٹھی
کماں دوؤ کھینچیا ہے سخت اشکال
نہیں دیکھیا اگن کے تیں جو بیال
دیکھا آگ کو
جگت کا مال ہے تیرا سو پامال
دنیا
کہے ہیں عارفاں سب اس کوں تمثال

نبی صدقے قطب جم عیش کر عیش
کہ تج در پر کھڑے ہیں فتح و اقبال
تیرے

ردیف م

(۱۷۲)

پیو مکھ کی آرسی میں دیسا ہے سچ آپ نام — جے کو نجھا یقین سوں دیکھے من پائے کام
نظر آیا اپنا — جو سے دل کا
متاں کوں جاے پوچھو تمیں راستی کی بات — نہیں ہے غلط یہ بات انو کن ہے راست جام
جاکر — نہیں ان کے یہاں
او مرغ وحشی رام نہوئے آب و دانہ سوں — ہر چند بچھاویں دام نسپڑ کسی کے دام
سے — نہ پڑ
تج سیس اوپر ہے چھانوں ہما کا نہیں ہے ڈر — مرغان خوش کلام تب آویں سو تج سلام
تیرے سر — تیرے سلام کو
روزی ہوا وصال تجے یک دو جام پی — اس تھے بہوت طمع کرے ہے درد سر مدام
۱۲۷۰ — تجھے — سے زیادہ
انجانی میں جوانی گیا پند نا سنیا — قران ہو رحدیث سوں ترکیب کر کلام
اور
محابت رہ آپ کام میں دنیا کوں نیں وفا — آدم کیا ہے کوہ سر اندیپ پر مقام
نہیں

ن ج پج

باندیا ہوں عشق میں کمر آساں اساں سوں ہا — نن پن تھے میں ہوا ہوں ترے نیہہ کا غلام عشق

مکھ کعبہ کوں طواف قطب شہ کرے سدا آہ سے — سب حاجیاں میں میں حج اکبر کیا تمام بچپن سے

(۱۷۳)

منجے اُس گلے کا حمایل ہے دام مجھے — او یک جوت جو ہر سوج پایا نام وہ

تو مکھ صافی میں نور کا ہے نشاں تیرے رخ — اوسی تھے گیا چھپ کہ جمشید جام اسی سے کر

نین تیری کوں باوانیڑکاں سکے آنکھ پہنچ کہاں — قبولیا ہے تو چاکری جیوں غلام تیری مثل

سراوے کن اُس نارکی ناز کی سراہے کون عورت — کہ عاجز زباں ہور قلم ہے تمام اور

طلساں تھے مشکل ہے نیہہ کا طلسم عشق سے — جے راکھے قدم بوجھے افلاک کام جو

دو تن گوند کر ڈاولی کے نکھو ۱۲۸۰ ڈالی (؟) — نین کس چٹک لاگے کیا جانے عام آنکھ لگے

ن ۱ معافی ن ۲ جکو ئی بوجھے بوجھے او اسمان نام ۔

معانی[1] عشق جنیتا ہوں کر نہ کہہ
جنے عشق جنیتا کہے او ہے خام
جو وہ

(۱۷۴)

تج شہر کا سو کیا ہے پری بول منجکوں نام — احرام اس کا باندھوں گا ہور پکڑوں گا صیام
تیرے — مجھے — اور
جن نام و پتہ نا بوجھے وو[2] کن[3] وگیان کیا — کن[4] نا بوجھے سو عقل انوں کا بھی ہے خام
نہ پہنچانے — ان
تج یاد تھے ہوئے ہیں سبھی طالباں کباب — ساقی پلا تو لطف سیتی اب تو یک دو جام
تیری سے — تو
ایسا پلا شراب کہ سب دل تھی جائے دھوئے — وو[5] نقش کار قوم کریں میرے دل مدام
سے — وہ
انگا خاک یاد کیا تج تو جیو دیا — جب[6] تھے دیکھیا ہوں تو تھے کیا ہوں تجھے سلام
سے — تب سے
عالم تجھے سکھاویں گے کیا آپنا سو علم — وو نانوں کے حرف ہمن دل میں ہیں کلام
وہ نام ہمارے
تو نے غروری اپنے بغل میں سو رکھ کتاب — وو نیہہ کا سو باس نکلتا ہے ہم مشام
اس محبت خوشبو

---

[1] قطب شہ [2] وو کان وگیان [3] ہے [4] نگار [5] جیو دیکھ اس پہ بھیجا ہوں توں اپنا سلام۔

دوڑایا ہے عقل جتا اُتنا دوڑیا (جتنا) دوڑائے نا تو بھی دیوے دشنام میرا کام

اے پند گو معانی[1] کوں کیا پند کہتے ہیں ۱۲۹۰ اس کام باج آپ پہ کیا ہے سبھی حرام

(۱۷۵)

کرے نازنیں ناز سوں منج[2] کرم (سے مجھ پر) عشق بات سوں مو[2] اُچایا علم (کے بغیر) (سے میرا)

ازل کے قلم تھے پشانی لکھے (سے) سدا اس کا ہو رہ اچھے تج بھرم (رہے تیرا)

تیرے ہندسی دل پر گنت چوکوں گیوں (گنتی بھولوں) حساباں میں آیا ہوں میں تج قلم

میٹھے لب سیتی نانوں میرا لئے (سے نام) ہزاراں شکر ہے کرے منج دھرم

ترے مکھ کا مکرا کرے لب سوں بات (سے) وو محرم نہ کیوں آپیا در جرم

انجو جو ہو دوڑیں تری بزم میں (آنسو) توں مکھ دھوے تو ہو کا شرف منجکوں جم (تو)

ہمن سیتی آڑے ہوے جان بوج (ہم ناراض) سنگھاتیاں سوں پیالے پیتے دمبدم (ساتھی سے)

بچھایا ہوں میں سفرہ امید کا (سے میرا) بھر و صحنکاں نعمتاں محترم

بہوت دن تھے ساقی موہمایہ ہے (سے) پیالہ نہ دیتا منجے یک دم (ایک)

---

[1] [1] قطب شہ [2] [2] منج ۔

اچھو عیش و عشرت سدا بزم میں ۔۔ ۱۳۰۰ معانی گدا کوں دلاوو درم
ن قطب شہ

(۱۷۶)

ترے قد تھے سرو تازہ ہے جم — اوچایا ہے یا نو چمن میں علم
سے

توں ہے چند تارے ہیں لشکر ترے — توں ہی شاہ خوباں میں تیرا حشم
اٹھایا

ورق صنع پر تیں لکھیا تج سا ہور — ازل کے مصور کا ہر گز قلم
تو چاند

سکندر کوں تھی آرسی جم کوں جام — ترے ہت ہی درپن ہور جام جم
نہیں بجھ اور

ترے مکھ کے پھل بن کوں دیکھا لاج تھی — چھپایا ہے مکھ آپنے کوں ارم
ہاتھ اور

سدا تج اُپر دھیان تازے رکھوں — سدا تج سوں کھیلوں نویلا پرم
پھول شرم سے

تیرے ساتھ نئی محبت

نبی کے میا فیض تھے قطب شہ
کی محبت کے سے
محبت کے پھلین کا پایا ہے سم
پھول بن مقابل

(۱۷۷)

کیوں لکھے بینگی تری لٹ کا صفت سید قلم — ہے نوا چاند بہوت تیرے بھواں چاند تھی کم
ٹیڑھی زلف سیدھا نیا بہت سے

نازکی میں نہیں ہے پھول تیرے مکھ کے من
چہرہ کے مانند

چند سورج مشتری تیرے کیوں تج سیتے ہم
تیرے ساتھ برابری

مکھ دکھایا ہے رنگ روپ عجب لائی تھی خوب ۱۳۱۰
سے

قد اوچا یا ہے ہریا سرو تھے بھی اچھا علم
اٹھایا ہرا سے

کیوں نہ جیویں سدا عشاق تیرا مرت نمنے
آب حیات کے مانند

تیرے گال لال کے سوخوی تھے چوتا ہی جیو کا نم
پسینہ سے ٹپکتا حیات کا پانی

غمزے تیرے جو پلک مارنے میں زخم کریں
اُس کوں کر میٹھے بوسیاں کے شہد سیتے ملم
بوسوں سے مرہم

ایک چھن انپڑیں میاں سوں موہن میں رکھیں پگ
باند کر پلکاں کے پردے کیا ہوں تیرا حرم
محبت سے میری آنکھ قدم

نبی کے صدقے کہے قطب زماں خوباں میں
نجھا دیکھیا نہیں ہے کوئی تیرے حسن کے سم
مقابل

(۱۷۸)

سودھن کے لب تھی منگیا بوسہ میں تو پوچھی نام
جو کہیا نام اُسے بولی نام دے دشنام

ہنسی میں سٹ کہ اپس مستی کے بہانے سوں
دکھا کہ چھند چلی ہت میں لے صراحی جام
ڈال کے اپنی سے
غمزہ ہاتھ

شراب پیکہ سورج کر دکھائی آپ توں سمج
اول تو مین تاریاں سوں مکھ تھا بدر تمام
پی کے
تیری آنکھ تاروں سے

جو پھول پن کھڑی دھن سوں جو نہال کھلیا
پہنکر عورت جسطرح کھلا
سرگ میں سرو نہ تج سا اے سرو گل اندام
جنت تجھ
سمن پہ وال سنبل یا دیکھا کہ تل راکھے
جیواں کے پنکھی پکڑنے الک کی مکہ پر دام
دلوں کے پرند کے لئے زلف
بین پہ لبد کر او لب خنداں ازل تمی کہے ۱۳۲۰
سے
ابد لگوں منجے تج سوں ہے تج کوں مج سوں کام
تک مجھے تیرے سے تجھے مجھ سے
نبی کے صدقے قطب شہ لگیا ہی دھن کے گلے
لگا عورت
جوں لام الیف نمن مل ہی الف ہور لام
الف کی طرح اور

(۱۷۹)

ترے ہونٹ خرما، نین تج بدام
ترے تل ہیں دانے، ہور زلف دام
آنکھ تیری بادام اور
عجب ناو شیشے کے قلقل میں ہے
کہ اس ناو پر رقص کرتا ہے جام
ترے لب نقل سوں ہی مے منج حلال
تیرے نین نرگس بناں ہے حرام
سے مجھے آنکھ کے بغیر
نین مرگ تیرے ہیں ہور سو کے شاخ
چند اکھ ترا ہے سو ہور لٹ غمام
آنکھ ہرن اور خط سرمہ اور زلف
اپس زلف تاراں کے تیں نا ہلا
ہوے ہیں جگت جیو پنکھی اس سوں رام
اپنی دنیا کے دلوں کے پرند

توں خسرو ہے شیریں بچن ہیں ترے سنیریا نیں ہے فرہاد ایسا کلام
(سنیا) نہیں

نبی صدقے قطبا کوں جم عیش ہے
کو ہمیشہ

مدد ہیں اُسے آٹھ ہور چار امام
اور

(۱۸۰)

رین چندنی میں سائیں سوں پیو و جام سجن من ہات لینے میں ہے آرام
رات چاندنی کے ساتھ پیو کا دل ہاتھ میں

کرو روشن انداں شمع چھپ کوں ۱۳۳۰ کہ راکھے ہیں پیا منج بزم میں (جام)

پیا بن کیوں گمے رنس منجکوں ساری موہن مکھ تھے یہ لیوں سکھ جب وام
کے بغیر گذرے رات مجھکو کے چہرے سے

پیا گل باہنہ دے کنٹھ لا رہوں گی بلا کریں کھلاووں نصّ بادام
کے گلے

سو اس رنس نین ناکھ لوں کے ہوی صبح پیا کے نانو بن نا لیو کوئی نام
رات آنکھ نہ نام کے بغیر نہ

موہن مکھ چند ہور سکیاں ہیں تارے ہمن دل مرغ ہور پیو زلف اُس دام
کا چہرہ چاند اور ہمارا اور پیا کی اسکے لئے

نبی صدقے محمدؐ قطب شہ جسم
ہمیشہ

پرم پیالے پیوے نت صبح ہور شام
محبت کے

ردیف ن

(۱۸۱)

ساقیا آ شرابِ ناب کہاں — چند کے بیلے میں آفتاب کہاں
عاشقاں منگتے ہیں سماع کرن — چند گانے کہاں رباب کہاں
مد کے پیالیاں کا دور پھرتا ہے — نقل مد کا کہاں کباب کہاں
او کنول مکھ ہیں نیر ہے سنپور — اُس کے انگے تنک سراب کہاں
سو کہ دیکھو کہتے ہیں ساجن کوں — ولے میرے نین کوں خواب کہاں
نیند کی ہے خماری نیناں میں — او کنول مکھ دھووں گلاب کہاں
صبح کے بن لے پھول کھلئے ہیں — شرب کا وقت ہے شراب کہاں
پردے میں کیوں چھپے گا او جھل کاں — سور کے نور اوپر نقاب کہاں
مکی مجلس شہاں سنوارے ہیں — مجلس قطب کامیاب کہاں

(۱۸۲)

منگیا جو توبہ کے تیں صبح استخارہ کروں
چاہا لئے (میں)
ہنگام توبہ توڑن آیا کیا میں چارہ کروں
توڑنے کا

درست بات کتا ہوں نہ جاسے منجہ تے دیکھیا
کہتا مجھ سے نہ دیکھا جاسکے
شراب پیوں حریفاں و میں نظارہ کروں
اور

سجن کے مکھ تھے کھلے ہیں امید پھول مرے
دشمن سے
دندے کے سر کوں پتھر پر پچھاڑ پارہ کروں

شراب خانے کا مکیں ہوں دیکھ مستی میں
کہ لاڑ انبر پہ کروں حکم تل سوتا رہ کروں
آسان
اکے ماتحت (کو)

جو منج میں نیں انہیں پرہیزگاری کے کاماں
مجھ میں نہیں ہیں
شراب خور کوں اہانت سوکیوں اشارہ کروں

پھولاں کے تخت پہ بسلاؤ میرے سلطاں کوں ۱۳۵۰
بٹھاؤ
سنبل سمن کوں گلے ہانس کر سنگارہ کروں
کی ہنسلی بناکر

(۱۸۳)

پیا تج آشنا ہوں میں توں بیگانا نکر منج کوں
تیرا نہ کر مجھے
رتی نیں یک رتی تج یاد بن توں نا بسر منج کوں
رہتی نہیں گھڑی تیری کے بغیر نہ بھول مجھے
یا لمحہ

ترے یگ تل رکھی ہوں میں ازل دن تھی ابد لگ بھی
پانوں تلے سر سے تک
عجب کیا ہے جو نت سر بھیں دھریں سا تو انبر منجکوں
زمین پر رکھیں ساتوں آسمان تیرے سامنے
جہاں تو واں ہوں میں پیارے منجے کیا کام ہی کس سوں
وہاں مجھے کسی سے
نہ بت خانہ کا منج پروا نہ مسجد کا خبر منج کوں
مجھے

جنت ہور دوزخ ہور اعراف کچ نہیں ہے مرے لیکھے
اور اور کچھ نہیں قسمت میں
جدھر تو واں مراجنت جدھر میں واں سقر منج کوں
تو تو نہیں میرے لئے
جنت کوں ہور دوزخ کوں سو مسجد بت خانہ کیا
اور
کسے نا جانوں میں معلوم میں کوئی تج بغر منج کوں
نہیں تیرے بغیر مجھے

ترے نیہہ مد کا میں سرمست ہو متوال ہوں پیاری
شراب عشق
کہ اس مد باج ناچڑ سیں بھی ہور مد کا اثر منج کوں
شراب کے بغیر نہ چڑھ سکے پھر دوسری شراب
نبی صدقے قطب شہ کوں نہیں آدھار کا حاجت
کہ دو نو جگ منے آدھار ہے خیر البشر منج کوں
عالم میں سہارا مجھے

(۱۸۴)

سکی آپھل اچھالیں ہور سٹیں مدنہ یا غر میں
سورج کی کھول کر کھڑکی سٹیں نو طرح انبر میں

پھول اور ڈالیں شراب عشق رکھیں نئی آسمان

اگر لشکر لے آوے غم جھگڑنے عاشقاں کے ہم
ہمیں ہور ساقی ہو ہمدم سٹیں گے شور اس گھر میں

ساتھ بمقابل ہم اور ڈالیں

سٹیں گے لال مدمیانے پرت کے خوے کا گلاب ۱۲۶۰
پون خوش باس ہووے تیوں سٹیں سکر کون محمر میں

شراب میں محبت عرق خوشبودار اسلئے ڈالیں

جو ہے تج بات میں تانتاں بجا مطرب خوشی تانا
خوشیاں سینتے لویں لاگاں انند ہور عیش ہے ہتر میں

تیرے سے اور

صبا توں باٹ دکھلا ٹک ہمارے یار کے گھر کی
کہ شاید آوے وو لالن یکایک میرے منظر میں

راہ ذرا وو

کتک کرتے بڑی باتاں کتک کرتے خرافاتاں
چل آواں دا دلے جاویں کہ ہے سب حکم داور میں

کتنے ہی کتنے ہی

اگر جنت توں منگتا ہی تو آ میخانے میں منج سوں
کہ خم نزدیک تھے میلیں اوڑیاں خوش حوض کوثر میں

چاہتا تیرے ساتھ سے

رتن قطبا کے ہیں نرمول نہیں کس شہر میں موال اس
بے قیمت
لیکر آووں جو بکھرا ہووے اس کا شہر حیدر میں

(بکری۔ خریدی) حیدآباد

(۱۸۵)

باغ میں آکہ بھنور پھول سوں کہیا یو بچن — نازکم کر کے کھلے پھول بہت تیرے نمن
پھول ہنس کر کھیا سچ نار ٹھسوں ولے — عاشقاں کہیں معشوق کوں یوں سخت بچن
گر ہوس ہے تجے اس لعل پیالے تھی شراب — پلک کے انیاں سیتے بیند توں مانیک رتن
حشر لک باس محبت کی نہ آسے اس کوں — جن پشانی سیتیں جھاڑیا نہیں میخانے انگن
بہشت کے باغ میں کل باو کے لات لطف سیتے — لٹ سنبل کا سو بکھریا ہے سحر کا پون
ہوں کہیا جم کے تخت کوں کہ ترا جام کہاں — جواب دیتا کہ توں چپ ہو گئے لے ایسے قرن
عشق کی بات نہیں او جو زباں میں اس کی — ساقیا آکہ پیالا دے کہ بس کر یو بین

قطب کے صبر سو انجھواں دے دیا کوں اُبھک
کیا کروں عشق نہیں دیتا ہے یو بات چھپن

(۱۸۶)

کہاں ہے چھانو شاہی ہر یک پنکھی کرے پنکھ میں
ہما کے پر میں ہے اے مرتبا سارے طیوراں میں

ہمن مشتاق کے آہاں کے جو تا میں بھریا ہی دھن
نہیں کس بان میں او تازگی ہور کس طنبوراں میں

پلک پر نیں پلک مارے تلک سو دل چورانے میں
نہیں دیکھیا ہوں اے پنکی کسی نیناں کے حوراں میں

نبی صدقے قطب کے شعر کی بحراں میں سب بازی
اگرچہ شاعراں باندے ہیں شعراں لے بحوراں میں

(۱۸۷)

سکیاں جیواں چرانے اب نوی ترزاں نیا یا ہیں
چرا کر عاشقاں کے جیو لٹاں میں لے چھپایا ہیں

جو کہتے آج لک جگ میں نہیں کوئی جیو کوں دیکھے کر
تک روح
سو مج آنکھیاں دیکھا ادھراں دو تھے جیو آں پایاں ہیں
بیری ہوئے اس سے

جو جگ عشاق عاشق اس لباں کے ہو دیئے جیواں
دل ۱۳۸۰
سو جانبازاں ہی عاشق کر اجھوں پیار یا نپایاں ہیں
اب تک

جو توں کھا اپ نمک لب کے بدل بوسے لیں جیو عاشق
اپنے
بدل بوسے جیواں لیکر نہ دے بوسے تپایاں ہیں
دل

عجب وعدے دروغاں ہو دغا دیں عشق بازاں کوں
یکس میں ایک لا دعوی جو پچ رس دن چپائیاں ہیں
رات

ہمیلیاں پی سرنگ پیالے دھڑیاں دنت جھلنے کیاں لاکر
شراب کے دانت کی
نوے چاند اں ..... نس میں سو دن سوراں دیپایاں ہیں
رات سورج چمکا

نبی صد قے نوادیاں، ناریاں نوے شیواں کے نو قصے
نئے شیووں
نول قطبا سو کہنے دو نپایاں سو نپایاں ہیں
نئے سے

(۱۸۸)

ترے گل گال تھے اے دھن ہوے میرے نین گلشن
سے عورت آنکھ
سو پتلیاں بھونرے ہو پھرتیاں دیکھت اومن گلشن
وہ دل کو گم کرنیوالا
سکل گلزار کے پھولاں کوں مانند تیرے مکھ کے کر
سب
لگے مرغولتے بلبل مرے جیو کے بھرن گلشن
دل
کھیا پھل غنچہ دھن تیرا دہن ہی کر خوش ہو کیئے
سرانے تھے دہن میرا ہوا تیرا دہن گلشن
سراہنے سے
جو لے ہت آرسی پیاری دیکھن تیں آپنا مکھ تو
دیکھنے کے لئے
ہوا ہے سر بسر نرمل ترے درپن کا تن گلشن

دسے یوں پانچ رنگی پاپ میں زناں سوں تن دھن کا
نظر آئے
سمن پاتا میں سہتا تیوں سہے دوں تن رتن گلشن
اس طرح

سُرگ بن کا نہال ہے کر کہے ناری کوں دیکھ نیناں
باغ جنت

۱۳۹۰ لٹکتی جب جو ہنس ہنس کر تو ہوے منج گھر انگن گلشن
ناز سے چلتی

نبی صدقے قطب شہ آج یو بھیداں عجب دیکھیا
میرا

جو کھلیا دھن کے نیناں تھے طرف چار و گگن گلشن
یہ
چاروں

(۱۸۹)

پیارے گرچہ میں تج بن نہیں تل رہنے سکتی ہوں
تیرے بغیر

ولے لوگاں کے ڈر تھے بھی اپس تیں کو نڈر کھتی ہوں
لمحہ
سے خود کو مقید

چھپی چوری کدہیں مدمیں بیٹ پاتی جو ہوں کہیں تج
کبھی اکیلا کہیں تجھ

تو دیکھ تج مست ہو جیوں مُہر اپس میں اپ ٹھمکتی ہوں
دیکھ کر تجھکو مور خود ہی آپ

لگی تھی میں انا چینی گلے تج پھول سوں یک دن
سے تیرے

تدہاں تھے سر تھے پاواں لگ اجھوں خوشبو مہکتی ہوں
تب سے پھر سے پاوں تک اب تک

مرا بس ہوئے تو آلٹ پٹ ہو تج تیں جیو دینے میں
تیرے ہاتھ دل
کہ فرصت نیں کروں کیا فکر اس غصہ تھے بکتی ہوں
نہیں سے
تسوں میں بات کرتی تو تھی دو تن پیٹ سوں اس تھے
تجھ سے غیر رقیب قریب
نہ پتیا چھانوں کوں اپنے کھڑی جا گا دچکتی ہوں
بھروسہ کیا جائے
دو تن کے جھوٹ کوں سچ مانتا توں یوں تو واجب میں
رقیب اس طرح نہیں
وو کیوں کے جھوٹ آج کوں بری جا اس بکتی ہوں
وہ کہے
قطب شہ مست ہوں اس وقت پر تو ں بخش ہو منجکو ں
تجھ
نہ جانوں کیا کہتی ہوں میں نہ جانوں کیا بھڑکتی ہوں
کہتی

(۱۹۰)

کو پ یوں آئے ہیں شہ میرے انگن
غصہ سے
چند من جھمکتا او مکھ سمن
چاند کی طرح
کیا ہوا ہے سہو سائیں منج تھے کو
مجھ سے کہو
ناز چھند سوں کی لگی لالن سن
سے کیوں زبان

سب سہیلیاں میرے ستر انٹادیاں — نا ہو سے منج تھے کدیں آبال پن
طعنہ — نہ ہوکے مجھ سے کبھی یہ بچپن
ایک چت سوں پیو کوں لوجھی ہوں میں — لائی ہوں یو منج میں تو دیو نین
دل سے کو — پیا کی راہ چراغ

مصطفےٰ صدقے علی قطبا سینتی
سے
او پری ہور اری شہ پر نور تن
وو اور

(۱۹۱)

پریت دعوے وتن کرتی سہیلیاں — ولے ہرگز نہ بوجھے عشق باتاں
بجت کے غیر
جسے روں روں میں بھریا عشق مستی — تو اس کوں نیہ کی منجھ میں سراناں
(روں روں بھرنی ہے (کی) عشق راہ سراہنا
بہو چنچل چپل گن گیان گائیں — کہ تا پیو کے ادھر تج دیو جاماں
ہونٹ سے تجھے جام
جوبن دے کر پیا چت رلاچت — کہ دیوے تج سجن اپ حسن رنگاں
پیا کو دل سے دل تجھے اپنے (کے)

نبی صدقے قطب من پھول کھلیا
(کے) دل کا کھلا
تو چوندھر سب مہکتا جیو یاساں
چاروں طرف دل کی خوشبوئیں

(۱۹۲)

نھنا جیو باندی ہوں تیرے میاسوں — کہ پیچا کیا دل مرا تج اداسوں
چھوٹا دل باندی ہی — بیچا (گیا)
بہوت دھات سینتی بھلائی سجن کوں — کہ پیوں اودھر کا پیالا صفاسوں
بہلائی — ہونٹ
سکل سُدّ بد کھوی ساجن پریت میں — اوکھ شمع پر پھولی ہوں تج بیاسوں
سب — اُس
عشق کا بچھوڑا نکہ مار یا ہے منجکوں — آتار واپ اودھر اکے دارو میاسوں

نبی صدقہ قطبا کی ہو نیہ کی پانی
تو پائی ان وصل نس دن عاسوں
اُنکا رات

(۱۹۳)

پیار و پتیں نین ماتے اہیں — سجن کے نین میں بھلاتے اہیں
کے چہرہ — آنکھیں متوالی
سرج نمنے جب ..... نیکلے — چند ستارے اس سوں پاتے اہیں
سورج کی طرح — سے چمکاتے
اونا زوک قدر و جب ڈولتا — تو چمناں کے پھولاں سہاتے اہیں
چاند — چمن — زیب دیتے ہیں
ڈولنا

اجت کے کرن سے رو مالاں کیتیں چندر کھ کے خوباں اڑاتے اہیں
چاند جیسے چہرہ
پرم کی رنجھا اُر سے ہنس ہنس کلیاں نیہہ کی سب کھلاتے اہیں
محبت عشق
پیاری سو مہنر پرم دیکھ کر سکی من سوں اپ من ملاتے اہیں
محبت کے دل سے اپنا دل
قطب شاہ کی سیج سنگرام پر
بستر وصل
۱۴۲۰
نول مل کہ دو تن کھجاتے اہیں
نئی رقیب شرماتے ہیں

(۱۹۴)

یک چھن خبر کر اے صبا موہند ہندستان کوں
میرے ہندوئے
اپ زلف کے جنگل منے ہلجائے مج نادان کوں
اپنے ہیں پھانسے مجھ کو
موردِ دستِ عشق کوں ہرگز دوا کد نا کیا
مجھ کبھی
گر پوچھے مج کیا کام ہوئے تج حسن کے رجحان کوں
تج شکر ایسے بول تھے نرخِ شکر سب کم ہوا
تیرے
شہرِ بدخشاں میں نواروں لعل ادھر کے دان کوں
جیسے سے

جب نغمہ داؤدنوں گاوے سو نیہہ کے بن منے

سُن کو ملاں الحان تج سجدا کریں فرمان کوں

اغیار سیتی بولیئے کیوں بات منج جیو اُنس کا

یک تل کی صحبت میں پیا بسرے ہمن پیمان کوں

رنگِ محبت نا دیکھیا پیہو مکھ میں جتنا میں چھپا

کیسے دعا و سحر سوں اپنا کروں جانان کوں

شعرِ معانی پر سدا کرتے ہیں واعظ سب سماع

اُس یاد سوں یک دو قدح ساقی پلا خاقان کوں

(۱۹۵)

بھلیا تھنوا دنمنے جیو میرا شکر نان سوں

کہ جیوں بلبے گمس کے پر محبت شہد اساں سوں

کنا پر مار یا ہن تے کہ مت پاووں خلاصی میں

مگر دیوے خلاصی منجکوں اپنے نیہہ کے ہاتاں سوں

خیالاں کے سوپھانیاں سوں دیکھیا ہوں دل میں نیہہ کا ۱۴۳۰ سعادت کا سو حال اُس کہہ اوپر دیتا واں سوں

نہیں ہے کچ اے جیو گرنا بوجھی اس کچ کوں دو جگمیں محبت اگر بوجھے تو پوجے ہور سوجے علم جاناں سوں

شکافین کی جو میرے مو بمو کون و بین کچ میں ازل تھے خاک میری کوں گھڑے ہیں عشق فرماں سوں

ترنگ نیہہ چڑ کر آج جولاں دیو میداں میں کہ کھیلو ڈاو یک تم داو سینی اپنے متاں سوں سے

لئے جب ناؤں ڈاواں کا گئے ہم بھاگ گردن تھے کہ دل کو ہوک لگیا ہی تمارے ہات چوگاں سوں تمارے

بہوتوں تھی تمن سوں آرزو تھا ڈاو بولوں کر ہوا جب دید پرمنج دید بسیر یا باتاں میں جاں سوں بہت سے

معانی کہتے ہیں لوگاں پریشاں حال ہی تیرا
کہ لیدیا جو میرا باز اس زلف پریشاں سوں

(۱۹۶)

کجل آنکھ کا علم پکڑیا ہے روں روں دوروں روں کا ترا لایا ہے گردوں

جے کوئی یک روں ترا رکھے آپ سر جو طرہ اپنے کہ ہووے سب شہاں میں جیوں فریدوں مثل

فلک پر کادیا فی شعلہ جاوے — کہ اُس شعلہ کے انگے کیا ہے جیوں (مقابل)

بھٹی کی پھوکنیاں پھوکیا ہوں دل سوں — اُسی تے ہیں تیرے نیناں پُر افسوں (سے)

منتر پر راکھ پر چوندھر سٹے ہیں — عجب ہے پے نہ بوجے راکھ مصنوں (پے)

تمن نوراں تھے ہے بے نور حوراں — تمارے نور تھے جنت ہے موزوں (سے)

تراوے آس کے پانی میں منجکوں — کہ غم دا ٹیا مگر میٹی لے میچوں (مجھے)

دنیا کا باٹ منجکوں دور دِستا — خوشی سوں پی تو بک دو پیالے گلگوں (نظر آتا) (سے)

ہمارا عشق ہنستا عاشقاں پر — نہ بوجھے عشق مولیلے و مجنوں (میرا)

تری سبزی تے دمنے سبز ورقاں — گلالی رنگ مے چوتا ہے اجنوں (ٹپکتا) (اب تک) (سے)

معانی کے بچن تے پنچے نا بات

دِسے سب شعر میں میٹھائی افزوں (نظر آئے) (سے)

(۱۹۷)

وو نازک ناز کی جھمکار سیتیں کرتی ہے بے دیں
وہ
کہ اس جوتاں کی جھلکاراں سوں باندھے دل منے آئیں
ہے
تمن مکھ روشنی شاباں سوج چند دیتے ہیں تاواں
تیں
بچارے تارے دیسے کاں تمن نور انگے اے سائیں
نظر آئے کہاں آگے
ہمارا قصہ ہے شیریں کرو ہم قصہ پر تحسیں
۱۴۵۰
کہ کہنے خسرو شیریں ہمن آنگے نہیں شیریں
ہمارے آگے
لکھیا تج ناؤں دل میں جب ہو انقصود جیو کا تب
تیرا نام
تدھاں تھے شعر میرا سب ہوا ہے گوہر رنگیں
تپ سے
محبت پنتھ کوں جو کر نوار یا آپ کوں تو پر
تجھ
لیجاؤ تم خضر ہو کر منجے اس کعبہ کے تائیں

نبی کی بندگی لوڑیا صفاں سب کفر کیاں توڑیا
عشق کے صدر اُپر جوڑیا تکیا بھو عزت و تمکیں

رقیباں میری باتاں کے کریں کو توال کوں آکہہ
مو دل بیٹھا ہے شاہنشہ دسوں تو جوت سوں پروں

نین اُس کے ہیں دو نرگس بھویں کانٹے اسے چوندس
وو کانٹے کا چوبے نا بس کلیاں دستیاں ہیں جوں نشتر

معانی ہے گنہ گار رکھیں یارب آپ آدھارا
رکھیا سر تیرے دربار آکریں اُس کا دعا آمیں

(۱۹۸)

نین کی بندان تھے چوتا ہے شراب ارغواں
آنکھ آنسوؤں سے ٹپکتا

لعل تیرے کھاتاں تھے یاقوت کا پیالا پلا
سے

غم کے کپڑے پھاڑ سٹ کریں ہوا سر تھے جواں
پھرے

نقل اودھر کا سکہ ہے منج جیو پر اے دلستاں
ہونٹ میرے دل

سام سیسر اس بھنواں کا چک اُچانے ناسکے
منج اُپر کیوں کھینچتے ہیں غصے سوں زوریں کماں

میں نجانوں مشت جنت میں تمن کس جنت کی حور
کافر و مومن کریں تج دیکھ کر جیوں فغاں ۱۴۶۰

تیری میٹھی بات تھے پیدا ہو شکر دو جگ منے
تو جہاں ہیں ارل جچاد وں سوں بکاتا ہی رواں

تاب و وری کا بہوت میرے اوپر کرتا ہے زور
شربت اس قند کا چکا وا اُدھر تھے منج دہاں

تیرے کہنے بن جے کوئی ہنگامہ میں کہنے بڑے
بہو عجب ہے اے کہ نیں ہوتا ہی گنگ اُس کا زباں

کرتے ہیں باتاں خیالاں سوں ہمیں تمنا سنگات
ہیں کہاں ہو تم کہاں جھوٹے کریں لوگاں گماں

اے معانی تیرے رازاں تھی ہوتے آگاہ سب
تاج توں رکھ سر اوپر اوہے اماماں کا نشاں

(۱۹۹)

عشق بازار میں اونین جو خمارا چھیں
ساقیا پھاڑ و ورق غم کا کہ سرشارا چھیں

بول اَن بول کے چلتے ہیں ہمن سیتی پیا
مہر ہم پر نہ کریں پیو دے ہم یارا چھیں

چند سورج گال اوپر ویسے جبن کا چھاوو ں
چاند (جیسے) نظر آے
ابر سوں آس کوں برابر نہ کریں عار اچھیں
سے بچھیں

تمہارے نین سیاہی منے ہے نیر جیون
آنکھوں میں آب حیات
اس تے اس چشمے میں الیاس و خضر یار اچھیں
اسلئے

جن جنم ناں بند و تبخانہ کے لوگاں منجکوں
جنیو نہ باندھو
میری گردن میں کرن کے زنار اچھیں

برہ تیز اب کا تروار بہوت تیز اہے
فراق کے
ڈر نہیں منجکوں سپر نمنے جو دولدار اچھیں

کیوں کروں چاند سورج تاریاں سوں تشبیہ تمن
سے تمیں
دم بدم جس رخ تمن حسن پہ اثنار اچھیں

میرے درداں کا دوا ہے تمہاری دشٹ سیتی
نظر سے
سو حکیم آویں تو اس کام میں بیکار اچھیں
تمہارے

نجانوں کس گھڑی کیتے ہیں معانی یہ نظر
کرتے
اس کے دل میانے علیؑ مہر کا گلزار اچھیں
میں رہے

(۲۰۰)

پیرت کے ڈاواں کھیلنے تج سوں کدیں نا ہار سوں
محبت تجھ سے کبھی نہ ہار سکوں
تن میں رکھوں کیا کام جیو جو عشق پر ناوار سوں
کس کام کے لئے دل نہ وار سکوں

جوں مُنج بسرتے ہیں تمیں تم نا بسر رہتے ہیں
جس طرح مجھے بھولتے تمکو نہ بھول ہم
ہمنا تمن بن ناگمیں جانا بہوت دشوار سوں
ہمکو تمہارے بغیر گذارا نہیں جاتا بہت دشواری سے
جوں جیو سینے تل ہے تن ووں جیو منگے تج سوں ملن
جسطرح روح سے ملا ہوا ہے جسم اسیطرح دل چاہتا ہے تجھ سے ملنا
دونین پیا تج دیکھن بچھڑا نہ اپ دیدار سوں
آنکھوں کو تیری دید اپنے سے
کیوں رہ سکوں تج سوں یکیٹ جانا مجے ہر تل بکٹ
تجھ سے تنہا جدا مجھے لمحہ دشوار
لائے ہیں چورائے اجوٹ تم آپ لئے پڑ ار سوں
مارنے کیلئے
واٹے مدن صاوے منجے پانی نہ اَن بھاوے منجے
مجھے کھانا مجھے
یک تل برس جاوے مجے کیا پوچھتے تمکو ار سوں
ایک لمحہ برس کی طرح گذرے مجھ پر پوچھتے ہو بار بار
جب تھے جگت میں آئیا جو جیو منگیا سو پائیا
سے دنیا آیا دل چاہا پایا
ڈورا ذکر کا لائیا میں حیدر کرار سوں
ڈوری تسبیح لایا
جب لگ ہے تن میانے جیا تب لگ ہوں تج سوں پیا
یک میں روح تک تیرے ساتھ
قطبا جیا دل باندیا حضرت نبی دربار سوں
جی سے باندھا

(۲۰۱)

پیا جوں جوں ملے تیوں تیوں دو تن دل داغ جالی میں
رقیب کے دل پر جلائی

سراسر دو تنی کے تیں کری جوں زاغ کالی میں
رقیب کو مثل

پیارے آج کل آویں گے کر لے آس لا رہ کر
ہر یک تل کوں قرن کر کر گسائیں باج ٹالی میں
لمحہ کے بغیر

جیوں میں جاگنے میں نج، سیوں سپنے منی بھی نج
یاد کروں تجھے دیکھوں خواب میں تجھے ہی
جنم نج دھیان میں گھٹیا نہیں ہوں نج تھی خالی میں
تیرے بجھ سے

تمن بن دیس منج نس ہی تمن سوں رین منج دن ہے
تمہارے بغیر دن میرے لئے رات تمہارے ساتھ رات مجھے
کھڑی اک پانو پر جوں سرو ملنے کی اوتالی میں
مثل

نبی صدقے قطب کن میں بچن کہہ جاتی کے منکر
کے پاس
سکیاں سب گواہی ہیں تو بات کرتی دیکھی حالی میں

(۲۰۲)

کسائیں پاس میرے ہے کہ دیکھی آج سپنے میں
اُٹھی جب ہڑبڑا کر میں نہ دیکھی سیج اپنے میں

پیا کی چھاتی لگ کر میں ہی تھی چھپ کے چھاتی میں
تہاں تجھ بن کاٹے جو مت دیکھی تو چھپنے میں
جہاں سے یہ رقیب نکالی

نہ بوجھوں تج پرت میرا چینت کیوں بر آوے گا
نہ منج میں صبر تا تج مہر جاویں قرن جینے میں
تیری محبت میں

تمارے سون تمن کوں میں کدیں بھی یاد آئی تھی ۱۴۹۰
تمن جینے تھے نس دن میں نہ چند جوں ہے کھپنے میں
تمہاری قسم تم کو کبھی
تم کو یاد کرنے سے رات

نبی کے صدقے رے قطبا بھریا ہے عشق کا بازار
جگ منگتا ہے سودا گر نفا کچ میں ہے تپنے میں
نفع کچھ نہیں ہے بھاؤ کرنے میں

(۲۰۳)

پیا تج عشق کوں دیتی ہوں سُدبُد ہور جیو دل میں
تیرے اور
ہنوز تک ہوک نیں ملتا کسے بولوں تو مشکل میں
ایک نہیں

خوشی کے انجھواں سیتی بھرائی سمدراں سانو
آنسوؤں سے سمندر سا توں
کہ شہ کے وصل کی دولت کرے دُر گنج حاصل میں

بھونر کالا کیا ہے بھیس تیرے مکھ کمل کے تیں
دلے اس بھونرے تھے تیرے پریت میں ہوی ہوں کال میں

ازل تھے سائیں کا دل ہور میرا دل کئے ہیں یک
بچھڑ کر کیوں رہوں ایسے جیون پیارے تھی یک تل میں

نبی صدقے رین ساری دوتن جوں شمع جلتی تھی
جو تارے کے نمن رہی تھی قطب شب چاند سوں مل میں

(۲۰۴)

اپ نیہہ کی کسوٹی پر شہ منج کیسا نہیں
دل بات کھول کہہ کہہ کدھیں تک ہنسیا نہیں

منج جیو منے ازل تھے ترا نیہہ لوں بسیا
اس دھات بھی کسی کی جیا میں بسیا نہیں

پلکاں کے تیر مارے جہاں سائیں ناز سوں
منج باج سینہ کرنے ہدف کوئی دھیا نہیں

مُریا زلف سنپولا کھیا گا ڑے عجب .. ۱۵
اس دھات کا سنپولا بھی کس پڑ دیا نہیں

ناسک کے ناکسر کا سودھن بھوں کا بھونک — بے سُدھ ہو کہ ٹھار اُپر تھے کھیا نہیں
ناک — جگہ پر سے
دو تن جدائی پاڑنے تدبیر کی ولے — سائیں ہمارا ہم تے کدھیں بھی رہیا نہیں
ڈالنے — سے — رنجیدہ ہوا

صدقے نبی کے دیپے مرا بھاگ سو رتھے
چمکے — سورج سے زیادہ
پنجتن کے چرن باج قطب سکھیا نہیں
قدموں کے بغیر

(۲۰۵)

پیا کس بات جیولائے کہ سمجے کس کوں جاتا نہیں
عاشق ہوے — سمجھے کسی — نہیں
جو آسوں پوچھنے جا دوں اُساساں بات آتا نہیں
آنسوں — آہ

پیا تو شرط بولے ہیں کہ میں تج سیج آووں گا
تیری — (پر)
ولے منج سیج آئے باج میرا دل پتیاتا نہیں
میرے — (پر) — بغیر — بھروسہ کرتا

کہتے ہیں باغ میں گئے تو گنوایا جائے دکھ دل کا
کہتے
ولے کھ باغ پیو کا دیکھے بن منج دُکھ جاتا نہیں
بغیر میرا

پھولاں سب باس کے بن میں کھلے ہیں من بھلانے تیں
دل کے بہلانے کیلئے
دلے پیو باس عرق بن باس بن ہر باس بھاتا نیں

محمدؐ نانوں دل میں رکھ محبت سوں محمدؐ توں
کا نام سے اے محمد قلی
علیؑ کے عشق بن کچ کام بھی تجکوں سہاتا نیں
کے بغیر کچھ پھر تجھے زیب دیتا

۲۰۶

سکی نیہہ کا نین مندر کیا نیں جیا جیو جیو کا جیو کر راکھیا میں
کی محبت آنکھوں کو رکھا
جیے روں روں مرانج تا میں نس دن تجے جیونے تھے دو جگ میں جیا میں ۱۵۱۰
یاد کرے رواں تیرے لئے رات تجھے یاد کرنے سے زندہ رہا
نین سینے میں باندی تیری صورت تو تیرے نور اُپر نیناں سیا میں
آنکھ خواب باندھی آنکھیں
خدا جو راکھیا منج ہوس تج کوں جدائی جانتی نیں ہوں پیا میں
رکھا مجھے اور تجھے نہیں
دیا ہوں دکھ کی باتاں دکھ کے تیں جے کچ سُک کے بچن تھے سو لیا میں
جو کچھ
نبیؐ صدقے منا جانے قطبا محبت میں بقا پیالا پیا میں
(کا)

(۲۰۷)

اُجالا جگ منے جھکیا جو باندے بال بھولی جوں
میں باندھے
ہوا پھر رین اندھارا بندے سو کیس کھولی جوں
رات کی تاریکی باندھے ہوئے بال

لٹکتے جب چلے سو دھن سکے ہیں چال ہنس کی کاں
نازنیں سیکھے کہاں
بنے بن پھول سب بھرئے جو ہنس کر بات بولی جوں
ہر بن میں

منجے جب دیکھ کر سو دھن دسن تل لیاے لب ویسے
مجھے دانت کے نیچے نظر آئے
دسن نابات اُدھر امریت کے پانی سوں گھولی جوں
دانت مصری ہونٹ آب حیات

کر واب عاشقاں دل گھٹ بچن معشوق کا یک نیں

وفا کے اچھراں جو تھے سو اپنے دل تے دھولی جوں
حروف سے

محمدؐ کا محبت آ کیا ہے ٹھار منج دل میں
جگہ میرے
علی گھر بھیک منگنے تھے بھری منج دل کی جھولی جوں
سے میرے

(۲۰۸)

تج بن پیارے نیند ٹکہ نیناں میں منج آتی نہیں
تیرے بغیر ذرا آنکھوں میری ۱۵۲۰
رینی اندھاری ہے کٹھن تج بن کٹی جاتی نہیں
رات تیرے بغیر

تیرا خبر اے موہنی منج کوں کیا ہے بے خبر
مجھے
دل تھے خبر کی یاد سوں اپنے کے جلاتی نہیں
سے کیوں

ہاوے پہ پاوے ردم روم بجتے ہیں تج یاد نت
تیری
اونا دپاویاں کا منجے کے یاد دلاتی نہیں
مجھے کیوں

کیتا صبوری میں کروں جوں مین پانی تھے بچھڑ
کتنا (مچھلی) سے
توں گل سناتی ہے ولے کے منج گلے لاتی نہیں
گالی کیوں مجھے

کیتا اپس کوں ناز ہور چھند میں پوانگی اے سکی
کتنا اور
آ سج پرل بل گمیں تج بن منجے راتی نہیں
گذاریں تیرے بغیر مجھے عیش سے گزرتی

اے دھن گھونگٹ میں ناز کے کیتا چھپا کے آپ سے
عورت کتا

کی منج نین تاریاں میں تج مکھ چند چمکاتی نہیں
کیوں میری آنکھوں کے تاروں تیرے چہرے کے چاند کو

خانا نبی صدقے قطب عاشق کہاتا ہے ترا
خاندان کہلاتا

اس بن یقین پہچان توں بھی کوئی تج ساتی نہیں
کے بغیر پھر تیرا ساتھی

(۲۰۹)

او لالے عشق کے دل میں ہلاے وجاں سوں کرتے ہیں
سے

نجانوں اے او لالے ہم سوں کس فرماں سوں کرتے ہیں
سے سے

ہمیں بیٹھے ہیں غم کشتی منے بادِ موافق کاں
میں کہاں

صبا توں باد طالب لیا کہ جنگ طوفاں سوں کرتے ہیں
تو لا سے

سکندر کا ہے درپن ہات تج سب راز دِستا ہے
تیرا نظر آتا

ہمارا راز جان انجان ہو باتاں سوں کرتے ہیں

بساط دنیوی ہے بڑبڑاتوں جان اے غافل
وفا اس میں نہیں گر عشق سوں کا مان سوں کرتے ہیں ۱۵۲۰

پرت گلزار میں سب بلبلاں الحاں سوں کہتے ہیں
ہوا خوش دیکھو باناں رات دن پھولاں سوں کرتے ہیں

مرا صاحب سلیماں تخت سیارہ حشم جگ میں
غروری اپنی شاہی کی ہمن موراں سوں کرتے ہیں

ہمارے شاہ کی شاہی عجب حکمت ہے لقماں کن
پتاتے دوستاں کوں دوستی دندیاں سوں کرتے ہیں

شراب تلخ دے ساقی کہ رنگ اس تجھ شفق پاوے
او تلخی کا اثر میٹھا ہمن مستاں سوں کرتے ہیں

جوانی کا عجب ہنگام ہے پھر کر نہ آوے او
کہ اس ہنگام کی خاطر بہوت درداں سوں کرتے ہیں

منجے تج عاشقاں کی بزم میں ٹھارا نہ تھا لیکن
مجھے تیرے جگہ
پرت بازی ہماری سب پرت بازاں سوں کرتے ہیں
عشق عشق

حرارت عشق کا تیرا کیا منج بے عبادت کر
جراحت پر سلا بہ ناز کی مژگاں سوں کرتے ہیں

نکو جانی سلیمانی ہمن مرہم پری رویاں
دوا سب عاشقاں میں منج اپس ہاتاں سوں کرتے ہیں
میری اپنے

معانی نابوجے خوبی برائی پیسم دارو کی
ہزاراں شکر مو دارو اپس ہاتاں سوں کرتے ہیں
میرا علاج اپنے ہاتھوں سے

(۲۱۰)

خدا کا لے نانوں پیرت پھل کھلائیں ۱۵۴۰ نو تازے اُپر تازے بھی بار لیائیں
لیکر نام محبت کے پھول پھر پھل لائیں
یک یک بھاؤ ہی ہور ایک ایک رت سو مکھ شہر میانے یک یک کو جلائیں
اور ایک

سو دھن آسمانی انچل اوڑی ہے — سورج چاند رخسار اُن جگمگائیں
نازنیں — اوڑھی — ہاں

منجے ایک کر جانوں ناچار کر — منجے ڈھونڈ نہ جیو جوتی سوپایئں
مجھے — مجھے

صراحی بی ناسک اُدھر تنبیڑیاں — نین سوگی زرغت سوں نہ بھرائیں
ناک — ہونٹ — آنکھ (سوکے) — عشق کی شراب

صراحی سُنبلا اجگ منور کرے — پیالے سوہت سور ہو کر دپائیں
ہاتھ میں سورج

قطب نبیہ کے دعوے کی کرتی تھی
کی محبت
نبی صدقے اسکوں اینال آزمائیں
اب

(۲۱۱)

پتلیاں مصلی طاق بھوں اس بے نیاز کوں — احرام باندھ کر موکھڑیاں ہیں نماز کوں
باندھکر — کھڑی

پلکاں طواف کرتے ہیں کعبے نین کوں — تا مدعا بر آوے اپس دل کے راز کوں
کعبۂ چشم کو — اپنے

ہاتاں کو دیکھ بچکتے سو جوبن کوں جیو ہے — بھئیں نین سوں دیکھتے ہیں ہات باز کوں
ہاتھوں کو دیکھ کر — پر دل — سرپستاں کی آنکھ سے — کا

باندے ہی کھیچ جوڑے میں سیامی اُبھال دھن — بُند خوی بر میں سانت نمن سرو ناز کوں
باندھے — سیاہ بادل عورت — بوند پسینہ کے — کی طرح

کرتار ہر یکس کوں دیا ہے ہر ایک کام
خالق ہر ایک کو ایک
لاگیا ہے کام عشق کا منج عشق باز کوں
لگا مجھ

بھومنتراں کوں پالے سنپارا سو ایک ناگ
بہت سے سپیرا
روں روں سنپولے لبدے ہیں اس غمزہ باز کوں
ہر روئیں میں

حضرت علی کی لے کہ درازی اہے تمام
(یے) (ئی)
صدقے نبی کے قطب کی عمر دراز کوں

(۲۱۲)

کنگی چھوٹے ہات تھے دھن کے رہی یوں سیام بالاں میں
چھوٹ کر ہاتھ سے نازنین بطرح سیاہ بالوں
کہ جوں چند ارد کراں سوں مل دستا بھالاں میں
جطرح چاند سے ملکر نظر آتا ہے بادلوں

نین پتلی سیہ جوں مشک، جوہر جام بھیتر پا
آنکھ کی آکے اندر
جڑے ہیں جوہری نیلم پچھل لیا موتی ڈھالاں میں
لا

کریں جوں سیر پانی میں بھونگ سیاہی اپس میں آپ
آپ
دیسیں تیئوں عکس بالاں کے سو درپن صاف گالاں میں
نظر آئیں اسطرح بالوں آئینہ کی طرح گالوں

گلالی لال پھانکاں دو اَدھر پروال ہیں دھن کے
ہونٹ
تنن جھلکار جوں دامن چمک ہیں پھول مالاں میں

پتنگ دل عاشقاں کے مِل رہے جلبل کجل ہوکر
جل بل کا جل
سو تس بھیتن نہ پوچھو کوئی جو بن نوری ہلالاں میں

پوَن جوں بیچ کھاوُنڈلائے صبحات تنک پن تھے
ہوا ڈھونڈے سے
دیسے نازک کمر تج ووں خماری ڈول چالاں میں
نظر آئے تیری اسطرح ڈلتی چالوں

عجب کچ کھان مخفی تھے سو پرگٹ پرقطب شہ دل
سے ظاہر
جواہر سمندراں ابلیں ہر یک تازے خیالاں میں
کچھ
کے سمندر

(۲۱۳)

تیری دوری تج مرے دل کوں نہیں یک دم قرار
فراق سے
مچھلی نئے تلماوں ہوتا جولہ مد دور توں
مچھلی کی طرح کبھی

تیری مجلس کا سو باقی پیک پریاں مست ہوئے
لچھٹ پیکر
ہشت جنت میں تج کس جنت کی چنچل حور توں
سے

سب بیماریاں کے نین تمی پردہ تھا مجہ نین پر — تیری دشٹی تھے اڑیا پڑا عجب دستورتوں
آنکھ سے میری نظر سے
تج نین بجلیاں تھے بجلی سب سہیلیاں کی چھپی — سچی دستی ہے سُندر جیوں طور پر کا نورتوں
تیری آنکھ سے سچی نظر ذی
سب فقیہاں مل الف نا پڑ کہتے ہے پڑو — میرے دل کے شہر کوں دایم رکھے معمورتوں
(و) پڑ کر (ب) پڑھو
پند گویاں تھے ہوا ہوں عاجز و بیہوش میں — میں سو عاشق بانو او علم میں سنپورتوں
سے اور کامل

کوئی بوجے رمز تجہ بن قطب کا
لب شکر ساقی پیالا بھر کے ہے فغفورتوں
کو

(۲۱۴)

بھواں کی کوٹگی جب تمی تیں چڑاے کماں — سو ارِ رخشں ہوئے جیوں کہ رستم دستاں
سے تم چڑہائے مثل
تمہاری ناز کی جب اوس جیو کے باغ پڑی — چوڑے وو اوس تھے ہر دم شراب لعل رواں
تمہاری دل (میں) ٹپکے اُس سے
وو باس اپنی پری مل سوں چھید تا دم دم — ہر بیک پھول اس وضع سوں دکھائے کتاں
وہ
بڑائی کرتے ہیں سب پھول اپنی باساں کی — یکایک آئی تمن پھول باس اونوں کا میاں
خوشبو اپنی تمہاری ان کے درمیان

تمارے چھن کے کرشمے سوں علم ہے سب عالم
بغیر سحر سوں کھینچے ہیں طالباں کوں دواں

تمارے نین کوں نرگس سوں کرتے لوگ تشبیہ
کہاں بوجھیں اُنوں جھڑتا ہے اس تھے دونو جہاں

تمارے نماز روزہ سوں اچھنا کہ دل میں ہے میرے
دکھاتے شیوے عجائب منج اس زماں کے بتاں

شراب صاف میں دھو کپڑے ہور غسل کیا
رقیب کے مکھ اوپر توڑتا ہوں تال تتاں

کہ سات سمند نمن سمکرت علم بہے
تو توڑے جیرو وہ کاری دکھاوے اسکے گماں

بھولیا ہے جیو مرا اس کے تل کے خال اوپر
کہ پیڑے ہیں منجے چوندھر تھے اسکے موخطاں

بہ از شکر الٰہی کا کرتا ہوں ہر دم
دماے فتح کے بجتے معانی شاہ نشاں

۲۱۵

بلبلاں کرتے ہیں باتاں خوشی تھے پھولاں سوں
منج دسے تج دسے سم نا آویں گے جاناں سوں

کر رسونا رسو میں راستی کی بات کہیا ۱۵۰۰
نہ تراز و منے جوکھ کر کھیا ہوں تمناں سوں

مے اودھر لعل تھے منگتا ہوں پینے ہو دن تھے — کون اُو دن اچیگا پیالہ پیویں ہمناں سوں
ہونٹ سے چاہتا بہت سے — ہوسے ساتھ ہوگا
تخم پیت کا ازل تھی پیرے ہیں دل میں مرے — تو تمن بات کوں جاروب کروں پلکاں سوں
محبت سے بوئے — تمہاری
عشق کے باغ میں کل یا و محبت کا بلبیا — کروں سیندورے ڈوتا ہوں اس پاتاں سوں
ہوا
آپنی آرسی کا لاف سکندر نہ کرے — تیرے ہت آرسی دیکھ گم ہوا اپ ناماں سوں
ہاتھ میں دیکھ کر
عشق کا بات نہ آوے کہنے ہور لکھنے میں — ساقی پیالا پلا ہور رقص کرو ہمناں سوں
کہنے اور — ہات ساتھ
تمارے شہر میں بیٹھے ہیں بند ہو کہ ہمیں — کی نہیں کرتے تیر اندازی اپس نیناں سوں
تمارے — کیوں — اپنی آنکھوں

صبر گزریا ہے صبوری نتھے معانی نیا
سے
برہا تند ہوا لطف کرو نازاں سوں
فراق سخت

۲۱۶

جد ہر دیکھوں تو دسے حسن تیرا ہر نے نین — کہ دل چمن میں تمارا ہی باس جیسے تمن
نظر آئے — تم آنکھ میں — تمہارا خوشبو
پیالہ سر تھے پیونگا رقیب کے ہت تھی — کہ مستی سر کوں چڑہا کر پھروانوں کے انگن
پھرے — ہاتھ سے — اُن

تھا ہی کے رشک تیرے تھے جھڑ ہیں باغ کے سب ۱۵۹۰ تو زیب دیکھ کے یوسف چھوڑیا ہے آپ وطن

تو نار جھاڑ تھے پھل چننے ہاتھ ناں اٹھے پرت میں ڈال ہوا قد عصا دے چننے رتن

خبر موبھاگ کا بھیجو نین کے جاسب سوں تمارے یاد تھے جیتا ہوں سب خطا و حتن

اوبت کا ناز دسے کچ بہیک کے نیناں تل نظر ہمارا سو کچ دیکھ کر لیا ہے چومن

کرے سوال معانی تمن تھے سال بسال
کہ سوال دیوں تو کیا کم ہوئیگا حسن ٹمن

۲۱۷

دیس آنند کا تو یاراں طرح عشرت کیتے ہیں خوش مکھاں جا کر تو تج پھل ار صحبت کیتے ہیں

گوشہ پھل جھاڑ خوب ہے اب ہیں جو سارا مست یک بکے پھل جھاڑ تل او جھلک خلوت کیتے ہیں

کام پڑیا اب تو عاشق کوں کہ اس جنگل و باغ چندریاں ہر روز مجلس کوں سو نوبت کیتے ہیں

آہ ایسے منال کہ جو اچے جگت آئے بھر سو ہمارے تائیں سو رنگاں سوں فرقت کیتے ہیں

وقت او آیا کہ اس عالم میں ہت آوے پھٹ
پی شراباں کیوں کہ کانٹے سوں ندامت کیتے ہیں

دوست راکھوں وضع پے یناں کا کب دشمن نزیک
اس زماں میں مست اس جام محبت کیتے ہیں

مندر باقوتاں کا توں جانے نہال کل کلاں
اس کے تائیں مجلس صاحب مروت کیتے ہیں

تب کہ مست ہوں انکھ اس لطف ازل را کیا امید
(رکھا)
واں کہ حاضر تھا ہوں میں جو وقت جنت کیتے ہیں

پیالہ ڈھان کیا کر معانی تا نہ لیوی نام کو
(ڈھانکا)
کیمیائی آن سو کر اُن سوں حیلت کیتے ہیں

(۲۱۸)

میں عاشق بیباک کھیلوں عشق بن آد ھا سوں
پیر ت کے لاکاں پر اپن دل جیو کنوں ناوار سوں
(وار سکوں)

مستی سوں تم گالی دیئے میں بھی تو کچ کہتی ولے
یک حرف کہتی مت رُسیں گر چپ ہے روشوار سوں

آ گھر مرے میں تج لکھی مج جیو میں تج صورت بسی
لوچن میں روشن توں دسی پتلیا جیوں دیدار سوں

طعام و پانی باج میں کیوں رہ سکوں تج پیار بن
میرے دل
مج جیو کا آہار ہے تج یاد کی آدھار سوں
تری

مج اس ازل تھے لکھ رہے ناداں اسکیا پوچھتے
سے
میری زباں عاجز ہے تم سنگ بولنے تکرار سوں

پنکھی ہزاراں جگ منی بن بت جو اڑتے ہیں ولے
پرند ہیں
تو جوت مج پر چھائی تو جگنا ہوی چو سار سوں

ذرے سکل جگ بھر رہیں تج عشق کیرے گرد میں
سب دنیا میں
۱۶۱۰
تو نور تھے ذرہ معانی ظاہر ہے انوار سوں
تیرے سے

(۲۱۹)

جداں تھی عشق میں بوجے تداں دیکھے تج اپنے میں
سگل سد بد گنواں پوجے رہے تج نانوں جپنے میں
تیرا نام

(اسکے بعد دیوان میں صفحات چھوٹ گئے ہیں)

ردیف و

(۲۲۰)

پیاری کے چکر بال کوں پیری عجائب سو
بنا مالی گنا پالی رہیا تیری عجائب سو

غباری کا خطاں پر ہنے سو چشمک سوں انکھی
قلم بال سوں ہت صنع رقم کیری عجائب سو

معلم سو سمن آئے دکھا حرف نو اخط سوں
جگا جگ میں ہوا بحث عنبر پھیری عجائب سو

نھنی کیس ایجنے کا معما ہو جو شیخ
کہ ہر کیس تجھے لکھ دضع تیری عجائب ہو

سہن بال چمن مکھ پہ لٹک تیری سنبل جھیلے
اوتو لاں سوں کھیلے پھول سرنگ سیری عجائب ہو

چڑھیا تیزی پکار اٹھیا سو چوندھر جیوں برق
یوں منی کجل انکھ میں چمک تیری عجائب ہو

سکل کیس ملا کھوپ بندی کوپ معانی یہ
سب بان
بچن کوپ دلا کوپ خبر دے ری عجائب ہو

(۲۲۱)

کہیا کہ بوسہ سیتی ہمن تم جواں کرو
کہیے پرت کی بات تمن جیو کا جاں کرو

کہیا کہ آفتاب کرن آئی قول کوں
کہیے کہ قول جوت سوں لکھ کر رواں کرو

کہیا ادھر تمارے جیون کوں جلاوتے
ہنس کر کہی یہ بات نکو تم بیاں کرو

کہیا کہ حق پرستی کرو بت پوجن سٹو
کہیا کہ دو نو بات میں ایک امتحاں کرو

کہیا کہ آدمی کا مروت نہیں تمن
کہیے کہ بس ہے عشق تمارا نہاں کرو

کہیا کہ عاشقاں کوں دکھانے کا بھید کیا — کہیئے کہ عاشقی منے گونگی زباں کرو
کہیا کہ مد گلالی جلادیوے جیو کوں — کہیئے ازل نتھے مست ہوں تم ناسماں کرو
کہیا کہ مرحمت کی نظر سوں نواز مجھ — کہیئے ہماری پنتھ منے جاں فشاں کرو

کہیا تماری سیوا معانی کا دولت ہے
کہیئے کہ تم بھی سیوا برابر شہاں کرو

(۲۲۲)

حسنِ بعضے دکھو ہور حسن اے محبوب دکھو — زمین اسماں نمن فرق اہے خوب دکھو
سبحۂ دیں دکھو ہور جنیم کفر دکھو — خرقۂ زہد دکھو جامۂ مشروب دکھو
قصہ یوسفؑ دکھو ہیر جمی یاراں دکھو — پیرہن باس دکھو دیدۂ یعقوبؑ دکھو
دوری دیکھو سو تماری و منن صبر دکھو — خندۂ ناز دکھو گریۂ ایوبؑ دکھو
درد میرا دکھو درمان سو اس کرد دکھو — اس غروری دکھو ہور منج ثمرہ جارو دکھو

آبِ زمزم دکھو ہور اُس ٹھڈی کا نیر دکھو — صافی چشمہ دکھو نائب منشوب دکھو
سرو کا قد دکھو ہور اُس لٹکن چال دکھو — عشق کا آہ دکھو منج دل مجذوب دکھو
ناز کا ناز دکھو ہور انچل اُس سیں دکھو — سوکے کے بھالے دکھو سینہ مطلوب دکھو
بنہہ کازی دکھو ہور مو دل مجنون دکھو
کوہکن دیکھو معانی دلِ مکتوب دکھو

(۲۲۳)

آہوواں پائے خطاء کی زلف مشکیں باس بُو — کچ عجب ہے راز اُس کی باس پر تھے وار مُو
منج کرے مجنون و دیوانہ پیا اپ نیہہ سوں — بھی کیئے زنجیر زلفاں سیتی دلکوں بند اُو
دود کے نھنوا دہیں مونہہ تیلیاں چلبلیاں — تو لبد کیتی ہیں تیرے میٹھے چومیاں سیتی خو
مستی ہی تج ناؤں کی میرے سو سیں اوپر سدا — تاج و افسر میں کیا اس مستی کوں کیا کینگے کو
طوفِ طاقِ کعبہ کرنے دے منجے فرصت خدا — خاک سر مر کر دماغ اپنے کو دیوون عود بُو

منج محبت اُس ترک کا میل ہے اسکا شکار — میں شکاری ہوں کھیا ابرو کمان نا ندے دو

باز چنگل باگ کا سیمرغ کوں کرتا شکار

اس کے چنگل میں معانی ہے بچارا مور و مور

(۲۲۴)

مے مذہب کی باتاں کھولکر اب کیا پوچھنگے کو — ہمن جانے و مذہب اے رقیباں کیا غرض تمکو

پھولاں کی شاخ پر بیٹھا ہی بھنورا نیہہ سوں جھلتا — بھریگا شہد سوں اب تو ہمن اللہ جیو کا جو

ابروؤں کا چھایا ہے ترے مکھ سو کے اوپر — اوا براں تھی چووے مہ بندا س تھے دل کیا ہی خو

کئے بنیاد مستی کا تمن دکھ زاہد و جاہل — کروں کعبہ میں سجدہ ہر کدہ ہر کوئی کہینگے مو

ازل تھے ہم تمن میں یاری ہی اپے پیو مے منجکوں پیالی دو — عجب کیا ہے چھپا کر دو مئے منجکوں پیالی دو

موں یک بات و دل میں بات ایک میری نہیں عادت — تمیں سُنگ دیکھو انگ میرا کہ پکڑیا نہہ کپٹ مدتھے بو

ہمارا عشق کا مجمر سو سر تھے روشنی پایا — اگر ہو عود عنبر سونگھ کر ماغاں کوں کروں خوشبو

۱۶۵۰

کروں تعریف میں کس دست ہاتوں میوہاں کے رنگا رنگ کا
یوں جوبن کے ملکیاں کوں لگیا ہے میوہ رنگین ہو

بہشتی میوے از انی ہوے ہیں اب امعانی کوں
رقیباں اے برائی دیکھکر جاتے ہیں جگ تھے مہو

ردیف ہ

(۲۲۵)

شبیہ مینی روں کا خوش تج مکھ پہ ہوا چردہ
باندھے ہیں خماری کا اس مین اُپر پردہ

تھا حکم سلیماں کا خاتم ستیں جن اوپر
مکھ حکم ستیں حکماں دو جگ میں سدا کردہ

نور نبوی مکھ پر تیرے سوا دیتا ہے
دانش کی نظر مین ہے اس نور تھے پرودہ

بے دانہ و پانی تھے آدم اچھے کیوں زندہ
مکھ دانہ ازل تھے سنج منج جیتوں آودہ

دانے اوپر آنچل کا دو جھل کرے نہ کا
کیوں جاؤں چرا چرنے دو دام ہے گسترده

اس دانہ کے مین میرا دل دانہ ہو پھنسے
دے خمس وہ دانہ کا مو نیر خضر خوردہ

تج عشق کے پنہاں میں مکین معانی ہے
باجوت نین منج پرتا دیسوں کرو بدہ

(۲۲۶)

تمن روشنی بن ہمن روشنی ماہ ۱۶۶۰ تو دیدار بن سبھی دیدار ہیں کاہ
(تمہاری) (تیرے)
سبھی جھاڑ کوں پت جھڑی باؤ آیا چکر کھانس پر ہے نظر تو دیوں شاہ
تمن خیال سیتی ہمیں خیال باندھے رقیباں بوجھیں یے بات آہ ہے آہ
(تمہارے)
نمازاں کروں راتدن ملنے کیاں میں ہوا منجکوں روزی ذوالجلال اللہ
(کی)
اندھارے کے بادل منجے بیڑی چوپہر خدایا تو بھیجیں ہمن باد دلخواہ
کتا صبر فریاد کر چپ نرہ توں کروں آہ آہاں تو ں نہیں ہوتا آگاہ
ہوا بیقرار آہ آہاں تے میں اب نظر بامنج اوپر سونگا کہ جیوں ماہ
(ڈال مجھ پر نظر آوے گا)
کریگا اگر یاد وو منج دکھی کوں کروں یاد اگر کس کوں استغفر اللہ
(وہ) (کسی)

معافی ہے عاجز تری خدمتاں میں
نہیں سُدبُد اسکوں تو کر سب تھے آگاہ

(۲۲۷)

نیناں کے بندیں ہلجیا ہوں کن نہیں ہے آگاہ
نا بوجھ سک کہتے منجکوں دیوانہ گمراہ

نیہہ کھڑگ دھار اوپر چلنا بہوت ہے مشکل ۱۶۷۰
چل ناسک اس کے اوپر کھوئے ہیں سب اپنی راہ

پیارا عشق کا ہو کر نیہہ صف میں ڈر تا ہوں
ہے مدعا یہ میرا سجدا کروں و و درگاہ

لکھ پھول آسماں میں دستے ہیں تارے جوہر
اس کام میں ہیں پھرتے نہیں کس تھے کوئی آگاہ

ہیں مات تیرے جسم انگے کیقباد و رستم
چرے بندے ہیں تیرے ہکوں رکھ اپنے دلخواہ

کن لکھ سکے حساب تیری صفت کے یارب
منشی بوجھیں انشا قلماں ہوے ہیں جیون کاہ

کافر کہو منجے کوئی یا زاہد و مسلماں
احرام باندیا اس کا ناسوجے ہور درگاہ

تج نیہہ صورکوں جھارن کوئی جگ میں (؟)
یک رنگ ہوے سوجھاڑے تو ویسے سوجھے اور سب جاہ

ترکیب ہے ہماری ترکیب لے ترا کیب — ٹک نوش دارو بھیجو ترکیب ہو ویگا دشاہ
بہت

میں طفل ہو تمہارے مکتب تھے علم پوچھیا — تو دیویں علماں سب شاباشی منجکوں کہ گاہ
سے

یے سرفرازی بس ہی دو جگ منے معانی
میں
منج سیس پر لکھیا ہے اسم محمد اللہ
میرے سر

(۲۲۸)

رکھے ہے منجے گوشہ میں اپنے دلخواہ — ہزاراں شکر کرتا ہوں تا سحر گاہ ۱۶۸۰

ہمن بزم میں نہیں ہی شیشہ کا حاجت — کہ دل شیشہ کرنا ہے قتل شہنشاہ
ہماری

کیا ابتدا ظلم تم حسن کا اب — منج اس ظلم تھے پہ منہ میں رکھا اللہ
سے اپنی پناہ

اٹھیا باد چوندھر تھے تج عشق کا یوں — گئے ذرہ اوڑیں رہیا ذرہ درگاہ
سے

ہمن کوں ہے بتخانہ او خال ہندو — کروں سجدہ اسکوں دکھاوے منجے راہ

نہنے پن تھے رکھیا ہوں تج در پر سر — کہ پایا ہوں دولت اسی تھے کمیں گاہ
بچپن سے سے

معانی گنہگار ہے بخش یارب
بندیا دل ترے مہر سوں توں ہی آگاہ
باندھا

(۲۲۹)

عشق گھر میں کرے اپ آشیانہ — سچیں تجکو سہاتا ہے اے خانہ
اپنا — سچا
ہنیسی میٹھائی سیتی دل بہلائی — نبوجے کن کجل انکھ راکھے دانہ
سے
تن باساں سیتی پنکھی ہوا ہیں — نلے گی بوج بلبل منج فسانہ
سے
چڑیا رہو ٹاں کی مسی کا اثر منج — اے مستی میں ہے کس خمار خانہ
چڑھا — ۱۶۹ — مجھ پر — تہیں
دیکھوں جب آس سوں ہوے آہ پردہ — ہوا ہوں اس نتھی میں سر تھی دوانہ
سے — پھرے
سنار و پے کی چوری میں نجانوں — چراتا ہوں او یا قوت خزانہ
سونا روپیہ — وو
ترنگ تج ناز رستم ناسکے چڑ — نین تیز آب سوں کرتے نشانہ
کشش بیڑی اپر کن چل سکیگا — ہزاراں لرزہ ہی اس کا رخانہ

فلک قلاب سوں باندھیا ہے ٹیڑی
معانی تو دِسے شاہِ یگانہ
اسی لئے نظر آئے

(۲۳۰)

میں دعا یاں پڑوں کیتا نکرے منجکوں نگاہ — ٹیلا پیشانی پہ لاجاؤوں گا اس کی درگاہ
مے ہے محلس منے کن لاف صبوری مارے — اسے عاقل نہ گنو تم وو ہے سب میں تباہ
نور ہو قد کے بچن بولتے صحبت میں تی — جل نکلتا ہی دھنواں تج تھے سحرگاہ یگاہ
عرضہ کرنے کوں پھولاں کن تھی صبا آوے باد — کیمیا دشٹ کرو تا دھریں سر پر سب شاہ
پگ ہیں نازک ترے ہو رنازکا رفتار اہے ... ۱۷۰ — سر و یک پا پہ کھڑا ہے کہ ہمن بخشو گناہ
مستی سوں جب ..... بگڑی بھنواں اوپر کج — میں دعا کرتا ہوں یارب کہ رکھ اس اپنی پناہ

پکڑے اغیار نپٹ اب تو معانی دنبال
صبر گزریگا تو ہشیار ہمیں ماریگے آہ

ردیف ی

(۲۳۱)

سہیلی کہی یوں کہ تج نیہہ تھی بالی — سو مدمست ہو ملنے کی ہوی اوتالی
تیری محبت — ہوکر کیلئے جلد باز مشتاق

مدن بان سادے ہے پاکا نتھے چھند سوں — کہ جیواں ہرن پر سرک زلف کھالی
تیر مارے — سے عشوہ سے — دلوں کے

پیا بن برہ دکھ ستاوے سدا منجھ — پیاسوں ملاوے سو دھن منج جوآلی
کے بغیر فراق — ستاوے — مجھکو — نازنیں مجھے

سجن کے درس تیں ہن تیں پیاسے — دکھا کر پیا کوں سگھڑ منج سنبھالی
درشن کیلئے ہم — دکھا — مجھے

مرے دل میں نس دن تھی ہی بند بستا — کہ شہ کے چرن تھے نہوں نرالی
رات سے — قدم سے جدا

سہیلی توں خاطر پیا کا پکڑ کر — سجن کے خیالاں ہے سب لا دبالی

نبی صدقے قطبا کی پیاری ہو سرسوں
شروع سے
جوبن نادنا بیچ چولی میں کھالی

(۲۳۲)

نہ بچھڑوں سائیں تجھ یک تل سہیلی — پیا کی رنگ سوں میں ہوں رنگیلی
سدا پیو جوت سوں مین جگمگاتی — پیا نیہہ کی چھب سوں ہوئی چھبیلی
سکیاں پیاریاں منے میں پیو کی پیاری — ہوی پیو نیہہ سوں پھل جوں نویلی
سجن قد سروسوں منج دل بندھانا — پلیٹی رو کہ کون جوں کونلی بیلی
پیا مطلق منجے دل تھے بسارے — پیا بن کیوں جیووں کہہ ری سہیلی
سینے تھے منج پیاری نئیں اتاری — کئے رنگ رس سینتی منج تت نویلی

نبیؐ صدقے قطب شہ مہر سیتے
بچھوڑے سیج پر منج کد نہ کیلی

(۲۳۳)

پیاری سہاتی ہے ابھرن سوں بھاری — تو جاگا کرے من میں چھند سوں پیاری

او چنچل کوں دیکھیا ہوں ہوگن میں ماہر — بھلائی ہے تو عاشقاں کوں اوتاری
وہ دیکھا

محباں کے من لبدے ہیں تج سوں دایم — کھلی اُن نین میں برہ کی خماری
دل مائل ہوے تیری طرف آنکھوں فراق

مدن بان ساندے ہی چھیداں سوں موہن — ہوئے عاشقاں دل کے اُس تھے شکاری
عشق کے تیر مارے عشوں سے

نین سوں نین لاکھ موہی ہوں پیو پر — کہ تن من اپس اُس کے انگ پر تھے واری
آنکھ سے آنکھ ملاکر فریفتہ ہوئی ہوں پیا پر اپنا جسم سے

سجن کے چرن پر رکھی سیس اپنا — جگت کوں پیا دھیان میں من بساری
قدم سر دنیا کو پیا کے خیال بھول گئی

نبی صدقے قطبا پچھانیا ہے تجکوں
پہچانا تجھے
کہ سب میں ہے توں اسکی من کی پیاری

(۲۳۴)

پیا کا عشق ہے میرا یار جانی — بن اُس نہہ کوں جیو کر من نجانی
بغیر اسکی محبت کے کس طرح جیوں مجھو معلوم نہیں

محبت ہے منج جیو چمن کا سو میرا — پرت پھول رنگ رنگ کے اسکی نشانی
میرے دل میں محبت کے

ہوے عاشقاں روپ لیلیٰ مجنوں — ولے ہوی ہمارے وقت او کہانی
وہ

عشق پنتھ میں جن نے بے تاب ہووے — اُسے عاشقاں کین نہیں او سیانی
کی راہ جو — کہیں کہ وہ
محبت کی سلطانی ہی سب جگت میں — کہ اُس سم نہیں کوئی گیانی و دانی
کے مقابل — دانا
سمج سے ناہر کوئی معنے پرت کے — نہیں فہم ہر کس کوں ہیں اے پچانی
سمجھ سکے نہ — محبت — یہ پہچانی
نبی صدقے قطبا کوں بن سائیں مکھ بن
بغیر چہرہ یار کے ۱۷۳۰
نہیں دیستا ہور مکھ یوں نورانی
نظر آتا — اور چہرہ اسطرح

(۲۳۵)

چھبیلی ہی صورت ہمارے سجن کی — کیا پوتلی اس کہوں اپ نین کی
پتلی — اسکو — اپنی آنکھ
نہ دیکھیا نچل کوئی اس سار صورت — سراہوں کتے زیب اپنے موہن کی
صاف پاک — کی طرح — سراہوں — کتنا ہی
چندا سا دیکھیا مکھ اس سر و قد پر — تو ہوتی ہے شرمندہ پتلی گگن کی
چاند جیسا دیکھا چہرہ — جیسے — آسمان
ترا حسن پھل بن تھے نازک دیسے تو — نہ دیسے ترے انگے چھب کوئی بن کی
پھول بن سے — نظر آئے — نظر آئے — مقابل
نین تیرے دو پھول نرگس تھے زیبا — ترا کت ہی تج مکھ میں رنگیں چمن کی
آنکھ — سے زیادہ — تیرے چہرہ

ترے زلف پھنداں میں دل عاشقاں کے رہے ہیں سو عاشق ہو پیو کی نین کی
آنکھ

نبی صدقے قطبا سوں او پیو ملیا ہے
تو کیا کہہ سکوں بات اس مکھ سمن کی
ملا

(۲۳۶)

چندر کوں سائیں کے مکھ تھے سہائی بخت اس کے جن اس چند کوں منائی
چاند کو چہرہ سے جو چاند کو

او خوش جوت چندنی کوں لاووں گلے کہ منجکوں مرے روٹھے پیو سوں ملائی
وہ اچھی روشنی والی چاندنی لگاؤں مجھے (ہوے) پیا سے

انگن کاچ پر موتی چوتی بچھاؤوں کہ سائیں کے پھل پگ اس اوپر بنائی
صحن پھول جیسے قدم کے

چندن ہور عنبر کدم کر لگاؤوں کہ موہن کوں خوش باس تیں من بھائی
اور کے ذریعہ سے

گلاب آچھے انگن ہیں چھنکاو کے پیاری مو مندر کوں چھند اسوں آئی
میرے مکان کو ناز سے

بچھاؤوں صدر جوت ہیرے کا بوں ہوسے میرے لالن کوں اے جب کہ جائی
زیب دے

نبی صدقے قطبا پیا مکھ کنول کل
بھونر نمنے منج دلکوں تل تل ہلائی
کی مانند میرے ہر لحہ

(۲۳۷)

مرے چاند کوں چندنی کی نس سہاوے — کہ جوں نور کسوت سوں سورج پناوے
چاندنی رات زیب دیتی ہے — پہناوے

موہن چھند بھرے کوں منا لیاؤ ہم گھر — کہ تا اپنے چھند بندسوں مومن ریجھاوے
ہمارے — میرا دل

پیاسوں کھیلی نہہ ات بال پن سوں — تو رنگ رنگ سوں اوگڑ بھریا مج بھلاوے
کے ساتھ — محبت — بچپن — سے — وہ — مجھے

سجن بول تھے پھول جھڑتے ہین جیو کے — عجب کیا جو اس باس سوں مج بھلاوے
سے — دل — سے — مجھے

جکو کوئی اس دو نرگس کے سرمت ہیں — اونکوں نین رنگ کا مد پلاوے
جو کوئی — اُن کو آنکھ کے — کی شراب

توں سورج ہے چند تارے تج تھے سہاوے — کہ جوں ..... اپس نور سیتی سہاوے ۱۷۵
تو — چاند — تجھ سے — اپنے — سے

نبی صدقے قطبا کے تیں نت نویلی
انند راگ نہہ مطرباں ہت گواوے
کے — عشق کے مطربوں کے ہاتھ سے

(۲۳۸)

گوری سرو پیاری ہو چھند سوں اپ نواری — تو سائیں کے سومن میں ہوی ہے دو ناری پیاری
بہت عشوہ سے خود کو — اسلئے — وہ

سُہتا ہے رنگ برن اُس یا نین یا ہر ان اُس — پھُل پگ ہے یا چرن اُس یا زلف یا تس کاری
پھول جیسے قدم

یا قوت دُوا دھر ہیں دو گال پھُل نظر ہیں — یا نس ہیں جوں قمر ہیں کیوں لکھ سکے چتاری
ہونٹ پھول — رات مثل کطرح منصور

خوباں کا من ریجھاوے پیاری کا دل بھلاوے — مد رنگ نیں پلاوے جس نا اچھے خماری
سے نہ رہے

رخسار گل گلالی دُو پھول سہیں ہلالی — بہو رنگ سوں بن کہ بالی مد بزم کوں سنواری
بہت سے

شیشے رکھے بھرا کر نقلاں رچے بنا کر — ناپیوے اپ پیا کر پی ہے مست ناری
پیاسے مست ہے

صدقے نبیؐ قطب شہ تج سوں ملی اے بالی
بجھ سے یہ
جس حُسن کا ہے جگ میں چوکھنڈ شور بھاری
چاروں طرف

(۲۳۹)

ہمارا سجن خوش نظر باز ہے — تو اُس دل میں سب عشق کا راز ہے

گلے باتہہ دے کھیلے نار یاں سوں کھیل — جوں کھیلے پیو او سرافراز ہے ۱۷۶۰
میں ہاتھ ڈالکر عورتوں کیساتھ جس کے ساتھ پیارہ

ادھر رنگ بھرے سُہتے مانک نین — کہ یاقوت رنگ اُن تھے ور باز ہے
ہونٹ رنگین زیب دیتے موتیوں کیطرح سے

سکیاں سائیں چھند سوں نپوا اپس — تمن حسن کے تیں سو اونا زہے
تمہارے

سنوارے ہین مجلس پیار وپ سوں — مدن مطرب اس میں خوش آواز ہے
اپنے چہرہ سے

سنوارا ہے من موہنیا اپنے تیں — پیا کوں اینوسوں تر کتا زہے
سنوارا اپنے لئے ان سے

نبیؐ صدقے قطبا پہ آنند دار
عیش کا دروازہ

علیؑ کی میا تھے سدا باز ہے
محبت سے

(۲۴۰)

سجن کے نین پھانسے مستی کے ڈھالے — اس اوپر سہے نقش چھند بند چالے
پھندے زیب دے

پیاری سوں ملنے کا پھانسا پڑا ہے — سکیاں من موہے ہیں اوسی تھے اوتالے
سے سکیوں کے دل اسی لئے

لٹک چال سوں جب چلے سرو قد سوں — او چھپ دیکھ کر سرو اپ نا سنبھالے
پڑا سے (جیسا) لیکر وہ خود کو

پرم رنگ رسیلے کوں گڑ سوں ریجھا کر — لگاوں گی چھاتی پلاوونگی پیالے
محبت کے کو سے

چکاونگی اس حسن ماتی نین کوں ۱۰۰۰ — پرت بین سوں سائیں کا من بھلالے
حسن کی دیوانی آنکھ کو سے دل

سُہیں دو اودھر رنگ بھرے اچھی پیو کے دیسیں دونو اوگال جوں پھول ڈالے
زیب دیں ہونٹ نظر آہیں وہ

نبی صدقے قطبا کہ اس باس رہتے

پرم مد کی مجلس میں مے دیتے بالے
محبت کی شراب کم عمر

(۲۴۱)

پیا کے نین میں بہوت چھند ہے اودو زلف میں جیو کا آنند ہے
بہت عشوہ وہ آرام

سجن یوں مٹھائی سوں بولے بچن کہ اس خوش بچن میں لذت قند ہے
سے

موہن کے اودو گال تشبیہ میں سورج ایک دوجا سو جوں چند ہے
وہ دوسرا چاند

نول مکھ سُہے حسن کا پھول بن نین مرگ ہور زلف اس پھند ہے
آنکھ ہرن اور پھندا

اوکسوت تھے جیو باس مہکے سدا تو اوباس ناریاں کا دلبند ہے
اسکی سے زندگی کی خوشبو وہ خوشبو

پیا کوں بلا لیائے ہوا اپ مندر دو تن من میں اس تھے ہن دند ہے
اپنے مکان میں رقیب کے دل میں اسوجہ سے ہماری مخالفت

نبی صدقے قطبا کوں اپ سیج لیی
اپنے

تو چو ندھر خوشیاں ہور آنند ہے
چاروں طرف سے اور

(۲۴۲)

میں اپ پیوں آج رنس جاگی ساری ۔۔۔ پلک پر پلک شوق سیتی نہ ماری
اپنے پیارے ساتھ رات سے

پیا بن گئے ناں منجے ایک تل خوش ۔۔۔ پیارے کوں یوں جپنا سُن میری پیاری
کے بغیر گذرے نہ مجھے لمحہ یاد کرنا

او مکھ سم چند انہیں ہے جھلکا رچھب میں ۔۔۔ او نیناں کے انگے چھپے رُج تاری
اُس چہرہ کے مقابل چاند نہیں ہے ان آنکھوں کے مقابل

پیارے کے کنٹھ لاگ آنند سوں رہنا ۔۔۔ زمانے کے کاماں کوں نیں کچ پیاری
گلے لگ کر عیش سے کو نہیں ہے کچھ بھروسہ

نہ رہ سک سوں یک چھن پیا تھے جدا کب ۔۔۔ کہ ہرگز کد ہیں پیو تھے نیں ہوں تیاری
نہ رہ سکوں لمحہ سے کبھی پیا سے نہیں

پرت کا ترا ہاوا جس کوں لگیا ہے ۔۔۔ جیا اُس کا تج سوں بندایا ہے بھاری
محبت ہوا کو لگا ہے دل تجھ سے بندھایا

نبی صدقے قطبا سوں مل کر رہوں گی
کے ساتھ
اوشہ کے چرن سیتے ناں ہو سوں نیاری
وہ قدم سے نہ ہو سکوں جدا

(۲۴۳)

پیاری کے نیناں ہیں جیسے کٹارے ۔۔۔ نہ سم اُس کے انگے کوئی ہیں دو دھارے
برابر آگے

اثر تج محبت کا جس کوں چڑے گا — ترے لعل بن اُسکوں کوئی نا اتارے
تیری — چڑھے — ہونٹ کے بغیر
دو لوچن ہیں تیرے لنگ چور راوت — اونوسوں دلیری نکر سب ہی ہارے
ان سے — نہ کرے
سُہاتا ہے تجکوں گماں ہور غروری — کہ ماتے اہیں تج حسن کے پیارے
اور — تیرے
سکیاں میں ہی توں مرگ نینی چھیلی — سجن تو نہیں ہوتی تج تھے کنارے
آہو چشم — تجھ سے جدا
عجب چنچلائی ہے تیری نین میں — کہ کھنجن نمن ایک تل کیں نٹھارے
شوخی — آنکھ — کی طرح — لمحہ — نہ ٹھہرے

نبی صدقے قطبا سوں مد پیوے جم جم
کے ساتھ
وو چند مکھ کہ جس مکھ تھی جوتی سنگارے
وہ چاند جیسے چہرہ والی کے چہرے سے روشنی کو آرائش ہے

(۲۴۴)

نین ہیں دو پیاری کے جیسے مولے — بھنواں کی ترازوسوں بھو چھند تولے
سے بہت عشوہ
کندن کی ہے پتلی جیون کی ہے مورت — تو سُہنتی ہے امرت بچن اس املے
چمن پھول سب باس خوشبو کا پائے — سگھڑ سُندری جب اپس کیس کھولے
اپنے بال

دسن جوت ہیریاں تھے آلے دیپے تب
دانتوں کی چمک سے اعلیٰ چمکے
سکی جب ادھر لال تھے موتی رولے
ہونٹ سے

نین کوں کیاں ہیں دو کھنجن پیا کے
نین کوئی کیاں چلبلاتے سنپولے

نظر جوت پایا ہے اُس مکھ صفا تھے
چہرہ کی سے
کھولے دل کواڑاں جو پیو بات بولے
دروازے

نبی صدقے قطبا کی دشٹی پرم تھے
نظر محبت سے ۱۸۰۰
سکی مکھ تھے جوتی اہیں نور سولے
سے ٹپکتی ہے

(۲۴۵)

ہمن سوں یاری یوں لائے پیارے
ہم سے اسطرح
کہ یک تل ہم سوں مل سکوں نہ سارے
لمحہ سے ملکر بھول گئے

پیا کل کنٹھ مالاں تھے نسوہی
سے
کہ اپ جوتاں تھے کنٹھ مالاں سنوارے
اپنی جھلکوں سے

کوں پرمل چنداں پیو رنگ مہکے
کہ اس باسوں موے سرمست سارے
خوشبوؤں سے

کجل نینی تجے مستی سہاوے
تجھے
کہ تج نیناں تھے ٹپٹے لعل تارے
تیزی آنکھوں سے ٹوٹتے

سو رنگ تنبول تج ہونٹاں بنیا توں
خوشرنگ تیرے
کہ قدرت ہت سوں پھل پھنکڑی نگارے
ہاتھ سے پھول کی

ترے مکھ تھے دیپے ایسا اوجالا — اوجھل کاراں کوں دیکھ چند سورہارے
چہرہ سے چمکے — اُن چاند سورج

نبی صدقے قطب سائیں سوں ملکر
سے
کرے خوشیاں اسی تھے ٹک نٹھارے
اسی وجہ سے ذرا نہ ہٹے

(۲۴۶)

دوتن ہمن سیتے برائی دیکھاتی — جگ دھرتی اپ من میں سو بھاتی
رقیب ہم سے — جو کچھ اپنے دل باہر ڈالتی

پھتہ بات نا ہو سے تانبے کے کاماں — کسنڈ کوں سُنے ناد کاہے بناتی
پتھر کے ہاتھ سے سکے — سونے کی طرح کیوں

بُرے کوں لنگے سو کوئی خوب کرنے — کھتیل اپنا زرگر کوں کاہے دکھاتی
نہ سکے — کتھل کیوں

دیکھانا فلک اُنکے تیں جو برے ہیں — پلک پر پلک مار لگ ہاتی ہاتی
جو

گنوائی ہے دوتی جنم سب برائی — بھری ہیں سکیاں دشمنائی سوں چھاتی
رقیب سے

جو کوئی دھیان ہور گیان میں دل رکھے ہیں — خدا تھے سدا اُنکوں خوبی سُہاتی
اور

نبی صدقے قطبا کی دوتی کا کھ ہو
رقیب
سدا نیلا پیلا کہ او ہے کُھاتی
بدذات

(۲۴۷)

مرا من کُندن ہے مُنجے کی کساتے — بنی کم سنائی ہے تِس آزماتے
مجھے کیوں کہتے
محبت منے میں ہوں جوں پاک سُنّا — کہ سنگار سکیاں کے منج تھے سُہاتے
میں سونا مجھ سے
برہ موس میں دوتی کوں باک گالو — کہ گن اُسکے پیو پیاری کے تیں سنتاتے
فراق رقیب کو ستاتے
دوکھاں کے ہتوڑیاں سیتے خوش سنواری — کہ دوتی کے چھند بندیں پیو کوں بھاتے
سے نہیں
جہاں لگ ہی من موہنیاں کی سنگار — پیا مکھ کہن جوت تھے رنگ پاتے
سے
بُرے سُنے کے نمنے دوتی کوں جالو — برہ آگ میں کرتی ہے اپنی بھاتے ۱۸۲۰
سونے مانند غیر کو جلاؤ فراق کی
نبی صدقے دوتی کے ہت سوں قطب شہ
غیر ہاتھ سے
پیاری سوں ملکر ہوے راتی ماتے
سے رات کو

(۲۴۸)

آج کل نیں تھا ازل تھے عشق کا مکتب منجے — تو ابد لگ یوں پھبیا ہے عشق کا مذہب منجے
سے نہیں بلکہ سے مجھے تک اس طرح مجھے

عاشقی کے علم کا دیکھ عشق سب عشاق مل
معشوقی استاد کن بسلائے روز و شب منجے
کے کے پاس بٹھلائے

تو ہوا عالم میں پھر عالم میں نہ ہوں کر عمل
علم سارے میں علم ہو کر کہتے جگ تب منجے
اگرچہ عشق سے عالم کہنے

پڑ کتیباں کے تعشقی عشق یک بحث سوں
تس پہ لکھ مثلے سکھائے چھند بند و لب منجے
پڑ کر کتاباں تعشق عشق سے لاکھ مسائل وہ

نیہہ کی نگری میں چڑ دل تخت جیو ڑا جا کہیا
لامکاں میں کامکاں بی آج دستاسب منجے
عشق شہر چڑھ کر کے بھی نظر آتا ہے

عشق پیچا پیچ لے کر پا پیچاں پیچ لاکھ
دھن سوں ملنے تئیں سکھایا روز و شب یا رب منجے
معشوق سے کے لئے

عشق سوں بولیا غزل حضرت نبی صدقے قطب
کے متعلق بولا
صافی کے اوصاف میں کے صوفی کی مشرب منجے
(کہے؟)

(۲۴۹)

پھلئے رین یا تارے کھن یا بھوترے مکھ لے موگری
رات کو آسمان پر
یا نیلمی تاراں سوں بھر موتی پروے سو کری
سے

سروں ہے او یا سینوتی پھل یا سینپیاں جو ہریاں کے
وہ کا پھول ۱۸۳۰
یا چند نو دکان دیکھ پائے جگ جو ہری سنتو کری
چاند نیا

بھوّاں ہے او یا دو نوآں یا مد ہے دام کے
ووں

یا چند نوی یا بھونرے پر نا سمج لیں جگ جو کری
چاند نیا

یا مکھ ہے اُو یا چند پُنم یا سور شعلہ نور پا
چہرہ ووں چاند پونم کا سورج کا

یا درپن او یا جام جگ یا پھل سرک کی لوگ ری
آئینہ ووں پھول

دھن کا دہن ہیریاں کا کھن لب لعل کند نی ذقن
عورت ہیروں کی کان

شتے سینے پر کچ رتن نیں ایسی کیں کس یو کری
سونے جیسے سفید سرپستان کے موتی نہیں کہیں

جو لے طنبورا ہات میں گانے لگے ہیلیاں سو مل
ہاتھ کے ساتھ ملکر

کنٹھ زیل اپنا تن کے جوں گھوڑاں گلے ہیں کھو کری

حضرت نبیؐ کے صدقے سن باتاں قطب شہ مست ہو

کہیا کہ کرتا رات دِن ایسی سکی سوں بھوگری

---

(۲۵۰)

میرے صاحب نہ لوڑوں تیرے ہاوے — بغیر از بھی منجے ہور کچ نہ بھاوے
چاہوں — اور کچھ

تیری دوری سوا ایسا کام کرتی — و بولاں منج تھے بولیا نجاوے
سے

منجے امید واری وصل کی ہے — جتا دوری سجن کی ہاوے لاوے
مجھے — جتنا فراق

کلی من میا باون نا کھیلی منج — جوبن پھول بن ساجنا کملاوے
دل کی محبت کی ہو کے بغیر نہ کھلے میری

کدہیں بھی ہمیں اوت دکھیں ہلاوا — ہمن آس پروی پیا مندر آوے
کبھی — ہماری امید

اے ساتو ستارے انداں سوں ناچیں — ہمن بزم میں آکے زہرہ سوگاوے
یہ ساتوں — خوشی سے — ہماری

نبی صدقے قطبا مینگے یو خماری
کہ تن من محبت کی مدوں کھلاوے
شراب سے

(۲۵۱)

پیا مین پچھانی کہو کن سوانی — رکھی ہے تماری سو کھ پریشانی
پہچانی — کس سے معنی — تمہاری چہرہ

گلالی بین راتی ماتی ہین بھاری — تمن مکھ تھے مین بھیدنس کا بچھانی
آنکھ — تمہارے چہرہ سے — رات

لٹاں مکھ کی جوتاں اوپر توں سہاوے — کہ چندر پہ سنبل سہاتا کہ جانی
زلفیں چہرہ جھلکوں پر اسطرح زیبدیں — چاند — سنبلہ

پیاری کوں لیاؤ وسکیاں تم منا کر — کہ منج پر رین آج بھاری بہانی
لاؤ — مجھ — رات

سجن کے بچن تھے جھڑیں موتی رنگ رنگ — ولے نا بجھے اے بچن کوں ایانی
سے — نہ بوجھے اس بات

سچی باتاں سائیں کہئے ہین ہمن سوں — او باتاں سوں منج کوں کہے ہین سیانی
ہم سے — ان باتوں سے مجھے

نبی صدقے قطبا سوں سجنی ملی ہے

کہو عاشقاں دھرا ے رنگی کہانی
عاشقوں سے — یہ رنگین

(۲۵۲)

جیسا دیوانہ گانڈا ہے تیری کھتنیائی — عاشق جنے چاکے سو بوجے اسکی مٹھائی
گن — ۱۸۵۰ — چکھے

معشوق وہ ہی جن جو بوجھے عاشقاں کا قدر — عاشق بھی وہی آکے بجے بیم دھٹائی
پہچانے — بوجھے

عاشق کوں سد اوصل سوں اچھنا نہیں لذت — پیرت کی مٹھائی سو دونو میانے روٹھائی
رہنا

نیں بوجتی تھی دوتنی کچ پیم کے کاماں
نہیں پہچانتی رقیب کچھ محبت
پیرم کا لذت دوتی کوں میں آپی چکائی
محبت رقیب خود ہی

ناجانو میرا کام پرت کا سو ہووے کیا
سائیں کوں بلانے سہیلی میں سو پٹھائی

اول تھے نوجی میں پیا پھر پچھتا کر
سے
میں پیوا پن ہاتاں تھو گربوں سوں گنوائی
پیا کو اپنے سے

صدقے نبی کے قطب پیاری کہے نس دن
رات
پیاری ہو چھنداں سوں پیا آپ بھائی
بہت عشوہ و ناز سے پیا کو خود

(۲۵۳)

جگ موہنی وو اتم سواری
وہ عورت
شہ پیم سیتی جھگڑتی ہے بھاری
کی محبت سے

امرت بچنی میٹھی زباں سوں
چھند بند بھرن سو آپ سواری
خود کو

وو چھند بند بھری ہے پیاری بھاتی
کی سوجتی اس سوں تو ں گنواری
وہ

گریوں کرتی ہے چھند چھالے
۱۸۶۰
ہے پیم کی پیت میں وو ہاری
عشق راہ وہ

ہے مرگ نین کیسند گونی
غزال چشم
نیناں سوں کرے کماندری
آنکھوں سے

دو تن توں نکھا ہو شیار بازی پیاری و پیا میں ہے سو ناری
رقیب اور

صدقے نبی ہے قطب کے مانی
سکیاں میں ہوں ہی شہ کی پیاری

(۲۵۴)

مری پیاری سہاتی ہے تجے اپ حسن زیبائی
زیب دیتی تجھے اپنے
بہت روپ و نت ناریاں میں دیا اللہ تج شاہی
تجھے

سرو قد ناری جب آوے لٹک مکھ نور جوتوں سوں
کی چمک سے
دیکھت سورج میں شکوں کلی چند مکھ دکھ جہائی
چاند خ

اپن قد سرو دکھلا کر کئے شرمندہ سروں کوں
اپنا
توں اپنی چال دکھلا کر ہنساں کے جان لرائی
کی بھلادی
بہو گنونت ناریاں میں اہے کنونت ناری توں
بہت
پیاری ایسی بچناسوں سنوارا اپ سیج میری آئی
باتوں سے خود

قطبؔ پیارے کوں چھاتی لگیا چھاتی محبت سوں
جو سارا اُس کی دل کا دُکھ تیک تل مانہ گنوائی
لگا لمحہ میں

(۲۵۵)

پیاریاں اے کہو مُنج دِھراول تُج مندر آنتیاں کی
یہ مجھ پہلے چھوڑکر آتی ہیں کیوں
جو آرنجانی جا بوسیاں سوں پھیر مُنج چوک لاتیاں کی
مجھے ذرا لاتی ہیں کیوں
اول تھے اپنے اُدھراں کوں دَسن سوں دوستی لائے
سے ہونٹوں کو دانت سے ۱۸۷۰
نشانیاں تیہہ کی لالی سو پاناں کی چھپاتیاں کی
عشق کیوں
پچھل خوے بند کے موتیاں سٹ نکھاں چاند کے ہاراں تج
صاف عرق کے بوند ڈاکر ناخنوں (چاند جیسے) چھوڑکر
پرو کر پیو نپائی یو خوشی سوں گل میں باتیاں کی
سے گلے ڈالتی ہیں کیوں
سکیاں کی نین عیسیٰ کا اثر دھر تیاں کھیا میں تو
چشم مسیحا دھرتی ہیں کہا
پھرا دے نین جیو اُس کا کر شمیاں سوں چُراتیاں کی
آنکھ دل کرشموں سے چراتی ہیں کیوں

عجب بے رحم معشوقاں ہے یاراں اس زمانے کے
جو عاشق کچ کیے سن کچ اپ بچن اس کی پھراتیاں کی
کچھ کہتا ہے تو خود کچھ اور شکریات اسکی کیوں پلٹ دیتی ہیں
جو اعراضی ہوا عاشق کہ سن یو سارے معشوقاں
دیئے تو آس کا وصل اس اگر نیں تو بلاتیاں کی
نہیں
نبیؐ کے صدقے خوش قطبا سکیاں کوں عشق کی یاری
اگر ایسی ندیتا تو اونوں پگ پڑ مناتیاں کی
وہ تیرے پاؤں پڑکر

(۲۵۶)

سکیاں او بھی ہوں میں سن خوش خبر پیو مندر آنے کی
پیارے مکان میں
نجانو سینے میں مل میں کئے چالے سو جانے کی
خواب چالیں کیوں
جو دن دل میں جتا تھا منج وتا اس رین کہتی ہیں
جتنا تھا مجھے اتنا رات کرتی
مگر پیاری ٹھکانے تیں مجے آتی دورانے کی

صبا کیتا اشارت منج پیا ماتی ہو آتی کر
کرتنا منجھے
پیاریاں کیا کروں اب میں مرے شیوے پچھانے کی

سو اپنے میں پیا مست ہو ہنستے آ گل لالہ
کہے کیوں پیاری کر بوجھتی سو منج جیو کوں لجانے کی
میرے دل

کدھیں بھوں سوں نین سوں کد کدھیں لب سوں نین سوں کد
کبھی سے آنکھ سے کبھی کبھی سے آنکھ سے کبھی
۱۸۹۰
بشارت دیتی ہیں چھند بندوں مایا من کا بانے کی
دل ڈالنے
سمج تھے جاب کچ دی نہیں پیا سوں مُکتی ہو ہاں
سمجھ سے جواب کچھ نہیں
کہے انتیا کی یو سچ یا پیا تم کرتے بھانے کی
آتنا یہ
بہانے کیوں

نبی صدقے سکی قطبا کوں ..... کنائی سوں
کیی ایسے زمانہ میں بہوت بات ہی سمانے کی

(۲۵۷)

نین تیج کھنیر و تو منتر بھر کے سٹاتی کی
آنکھ تیری کیوں
وے سو کے ٹکرے بجلیاں کے ان ہت کھاباتی کی
ان ڈالتی کیوں انکے ذریعہ خط سرہ
نکھنڈ نس گنٹھ جوڑی کوں جو کھوں یک سو زنار تو ں
رات
خزینے جیو دلا مخزن ہیئے گھر تھے چراتی کی
دل کے سے کیوں
نین عشاق کھوجی ہو کہ پاکر کھوج یو کھیلیں
آنکھیں
جو پتلیاں نیں چراتیاں تو نین پر ماگ جاتی کی
نہیں آنکھ کیوں
ادک ہا کاں کھکاٹی ہو رزلف سنگ لے بچاوے تل
اور
بجنتر یگ پینجن گھنگرو کیتاں کشتاں پھراتی کی
قدم
نین عشویاں کے شہراں میں کرشمے تیرے کتوالاں
دے بتیاں ناز کے غمزیاں کوں سو نوبت کراتی کی

بیتا دھیا گی کیا پیاری جو انکھ مج انکھ کھولے لک
اتنا تک
جو اُن بے کنت لینے کوں نہیں تج عار آنی کی

اگر تج مد جوانی کا نہیں توں مست کیتا تو
تیری شراب کرتا
قطب شہ کوں بیاں لک لک منا کر سیج لاتی کی

(۲۵۸)

سورج مکھ پھول پر پھلئے ہیں عنبر پھول کنتل کے
۱۸۹۰
نپائے یو عجب پھولاں سو مشکیں کیس اچیل کے
بال
گھنگرو الیاں جھب الکاں جھب نین پر فتنے کرتیاں لکھ
سو جونکے مست ہرنیاں گل زنجیر پائے ہیں..... کے

چکوراں ہور راویں ہنس سو رنگ سرخابی پھل دیکھت
اور خوشرنگ
چندر مکھ لب شکرتے سرو خوبی.... ندوانی چنچل کے
سے

جو نرمل موتیاں چولی سوں جوبن دیکھ پوچھا ہیں
پوچھا
سو کے چھند سوں چھپا لیکر کہ آئے دن آج آنچل کے

پدک من مین چھند بندسوں پھیرے دھن جواں ہوا حیراں
پہن

مگر لیاوے پکڑ سوج کوں موتیاں ہار تج گل کے
موتیوں کے ہار تیرے گلے میں

ترے جوں بام آجل میں دسے رو مادلی یوں اس
تیرے جس طرح مچھلی پانی نظر آئے اس کی

نجانے دے رکھے لہراں سوں کندن زیر زل کے

چھبیلی سن غزل قطبا کی خوش ہوا بچن کن میں
کان

کہونگی ایک گربو سے دو دے ہے او جھل انچل کے
آڑ میں

(۲۵۹)

نچھل کندن ترے لب کا کسن سوتل کسوٹی ہے
صاف

کہ یا او اہرمن کے ہت سلیماں کی انگوٹی ہے
وہ ہاتھ میں انگوٹھی

اُتم منگ سیس کھ میں یوں دیسے جوں شاہ سیساں کے
نظر آئے مثل
پہن تس کا سو سنبل رنگ بھوں کا رنگ چوٹی ہے

زرینا سر تھے پگ پنیں کوں ناداں سو دندراں کر
سر سے پاؤں تک پہنے کے لئے
ملک زرگر کے ہت گھڑنے سو نو چند کی ہتوڑی ہے
ہاتھ سے نئے چاند ہتوڑی

جے توں ہت پگ نکھاں مہندی زمرد رنگ سو رنگی سو
جو ہاتھ سے پاؤں کے ناخن مہندی خوشرنگی سے
۱۹۰۰
ہیر یک نکھ رنگ ہیریاں پر لعل رنگ بر بھوٹی ہے
ناخن

گلالی تا قتا بند پہن چولی لعل رنگ تس میں
پہن کر
جوبن بالا چھپا کے منج ہیر یک ہیرے کی کوٹی ہے

سن اے بالی این بالے کے سینے پر تُوں ہو بالا
اپنے
نہ سن میری دو تن تھے کچ کہ دو تن بھوت کھوٹی ہے
رقیب سے کچھ رقیب بہت

چنچل نادان ہو دانا نہ کرنا دان کے چالے
تو سن قطبا سو ملنیں تس پھولاں سوں تخت اوٹی ہے
ملنے کے لئے

(۲۶۰)

چھبیلی کیس کھب کھب دیکھ مرے نیناں خیالاں کے
کہیں کجلی سجل موجاں کہ ہندو سیام ڈھالاں کے (بالوں)

کھباں سوں کج سجل ہے کر نین پیالے ہو وڑے سو (آنکھ پلاتے بن کر)
سو جل سم رنگ سرباں ہی جوانی دھوپ چھالاں کے (پانی کی طرح کا سُرب)

چھٹ آچھٹ سوں گھنگھر والیاں لٹاں نینا پہ چلبلتیاں (چھوٹ کر سے جھونگر والی زلفیں آنکھوں پر چلبلاتی ہیں)
سوجوں دیں نیر کوں لہراں کنور نر روپ چالاں کے

مری نیناں کی پتلیاں کے نین پتلیاں ہیں سامی سو
اہیں اوصاف جل درپن نین میں عکس خالاں کے (آئینہ چشم)

جو موتی ڈھال سروں کے بچاوے پھول گالاں پر
تو زلفاں کے سو حلقیاں کوں نمو لے کر لے بالاں کے

کرن پھل چاند چوپھر تارے موتی سو سنبل تارے
کرن پھول دکھان کاز یور
جو چاند آسمانی رنگ چُنریاں سو گندن بران والاں کے

اچنبا بھید دکھلائی سندر منج آج آپ کن پر
اپنے کان
ستارے سنبلا ہور چاند او جھل اپنی بالاں کے ۱۹۱۰

سونوں مکھ سور راجے پر رو مالاں زلفِ مشکیں کے
اور
اوڑتا ہو محلدار آپ دیکھ چھند اس رو مالاں کے

جوبن جیسے کمل اوپر بھونر بھٹیں اہیں یا وو
سر بستاں
پہنے بیٹھے ہیں کنڈل کر جو دیکھیا اس مالاں کے

بھرے مے لعل پیالے لعل میں اپ لعل سوں پیئے
اپنے ہونٹ سے
سو رتس بند لعل مے تھیے ہوئیں اوکھ رنگ لالے لالاں کے

اچنبے بھید تشبیہاں نویاں فطبا تھے سن کر سب
سے
لگے کرنے صفت میری چمن میں پھول ڈالاں کے

(۲۶۱)

پیاری پیاری سوں پیار کئے — سو لباس تھے لب آپ عیار کئے
(لباں سنتے)

نقش ادھر پر دسن سوں کر چھند وں — چوم چوم گال اُپر نگار کئے
ہونٹ پر دانت سے کر چھند تیں تھ — بوسہ آنے لے اکر رخسار پر نقش

نکہ سوں تصویر کرنے جوبن پر — کنچکی پھاڑ پھاڑ تار کئے
ناخن سے

لیکھ کچ بات کے ارم میں پلے — لے کہے کچ دیکھت انار کئے
لکیر

خوش ہو نیوا کھ نور تساں سوں — سر تھے پگ لگ اُسے سنگار کئے
پہنوا کر — سر سے پا تک

کنٹھ مالاں پدک جمیلیاں لیا — ۱۹۲۰ کئے یو چھند سور کے تنار کئے
حمائلاں لاکر

سو نبی صدقے قطب دھن گل با
گلے میں ڈالکر

رات دن اُس گلے کا ہار کئے
اسکو

(۲۶۲)

آئی ناری سلکھن چھند پشانی — ہندو لے چت میں لالن کوں پنگالے

بچن امرت کرنگ نینی سو دمام — پرم کے ناؤ سوں گھنگرو بجانے

سوناری پدمنی ات چنچلی ہے — سندر مدگل سدھا کرمد جو آنے

فرشتا دیکھ مکھ سد بھول جاوے — سرگ آچھر ہوئی ہے اُس دیوانے
(پھر) (جنت کی پری) (اسکی)

پنکھی دیکھت سو مکھ پر وا ہوئے — مرگ نینی مرگ تن میں ریجھانے
(پرند) (غزال چشم)

سکی سُندر نہیں اُس سم جگت میں — چمک چمکاونے جگ من بھلانے
(اسکے مقابل) (عالم کا دل)

اس غزل کے بعد دیوان میں سے کئی اوراق غائب ہیں جسکی وجہ سے یہ غزل بھی نامکمل رہگئی ہے (مرتب)

(۲۶۳)

مے پیک ہو سنگات سو ناشاد کرتا ہے — او ترکِ مست دیکھو کہ بیداد کرتا ہے
(پیکر میرے ساتھ) (وہ)

راکھیا دہاں امید کہ جانیا ہوں اے مہ — لیتا ہے ہات جام مجے یاد کرتا ہے
(رکھا) (ہات میں) (مجھے)

عاشق تو جیو نتے یک تل اس کے دو ابرو میں — گلگشت سو بتانِ پریزاد کرتا ہے
۱۹۰۳ (جی سے قدم کے نیچے)

شوخی کہ سر منے ہوس ترک لے و مد — کیب کان میں نصیحت اُستاد کرتا ہے
(میں) (اور شراب)

داغی ہو جیو سوختہ کوں تازہ بھی ہوا — او بزم جگ ترانہ کا بنیاد کرتا ہے
(میرے دل) (پھر) (وہ)

آگ فراق زور کری بجلی نمن آچھوں دو داغ کہنہ سو آباد کرتا ہے
(بجلی کی طرح) (اب تک دو)

سب دھر نکہہ توں قطب عاشق ہوں میں مگر
(جگہ نہ کہہ) (کہکر)

اے حال تیرا طور سو فریاد کرتا ہے

(۲۶۴)

کب لگ منگنا آچھے منگاؤن جونا اچھے لو رونوں تو اس باس لگاؤن جونا اچھے
(تک)

میرے ترے میانے بہوی کاغذاں دردے (؟) دل درد میرا تاب پراون جونا اچھے
(نہ ہو)

جس جاگہ چراکر دیکھیں دل ماہ پرتاں یکجا نہیں پاتے کہ سراون جونا اچھے

وو..... برہ دول پاکہ رکھیا آچھے تو اچھے نرل بہو ہے دشت دیکھیا ون جونا اچھے
(صاف بہت) (نظر دکھانا) (نہیں ہے)

لیلیٰ مجنوں کے سو گتاباں کی کہانیاں قصا تیرا نازک ہے سناؤن جونا اچھے

یک جھلک جھٹک ناجو غم عشق نپایا ۱۹۴۰ او دل سو کیا ہے صبر سماون جونا اچھے

دل بدنکرا و یار اُدم لکہ کا قطب شہ

یاری کہ تپا دے نہ سہاون جونا اچھے

(۲۶۵)

پھل بن رُخِ یار خوش ندیسے — بن مدپھلی جھاڑ خوش ندیسے
پھول کے بغیر — نہ نظر آئے

گشت چمن و ہوائے کلیاں — بن پیالہ کنار خوش ندیسے

ناجے دِنا سَرواب سو حالت — بن نار ہزار خوش ندیسے
بغیر معشوق کے

موبار سگر بنب و چنپا انگ — بن چمن یار خوش ندیسے
میرا — شکر لب (؟) — جسم

(اسکے بعد صفحات غائب ہیں)

(۲۶۶)

دو تن کے کدپریت کے گن نہ پائی — دیوانی گانڈی میں نیں ہے مٹھائی
رقیب — کبھی — محبت — گنا — نہیں

سکی نیہہ کے نہالاں پھل کھیلے ہیں — کہ یاس آنند کی جمناں تھے آئی
عشق — پھول — خوشی

پیا مورت رکھی ہوں یوں نین میں — کہ اب پتلیاں کوں رشکوں نیں دیکھائی
اس طرح آنکھ — کہ خود اپنی پتلیوں کو بھی رشک سے نہیں

امولک لعل رنگیں دو اودھر ہیں — کہ جیو کے مد کا رنگ رس اُن تھے پائی
بے بہا — ہونٹ — زندگی — شراب — سے

سجن کنٹھ لاؤ پیاری کوں میاسوں — پون نمنے تمن نیہہ پنتھ میں دھائی
گلے — وہ — محبت سے ۱۹۵۰ ہوا کی طرح تمہارے عشق کی راہ

پرت مجلس کے تیں ہے زیب تم تھے تو نیناں کے دیوے تم پنتھ لائی
محبت کی لئے آنکھوں چراغ تمہاری راہ میں

نبی صدقے قطب شہ کوں چھنداں سوں
رنگیلی موہنی سُندریجھائی

(۲۶۷)

جگ سنگار سوں تج کوں سُہاوے عشق شیریں سوں تیرا دل لگاوے
جو کچھ تجھے زیب دے

جو چولی نازکی توں چینت پینی عجب نیں جو گگن تج گن کوں گاوے
چست ؛ پہنی نہیں تیرے

چندر تج مکھ آنگے کاں دسے گا سورج بی تیری جوت انگے نہ آوے
چاند تیرے چہرے کے مقابل کہاں نظر آئیگا بھی روشنی کے سامنے

بجائے ہیں بہت راگاں سوں ساز ا کہ ساجن اپنی پیاریاں کو مناوے

پلانے ہیں مدن پیالے میاسوں سکیاں پیاری کوں تا پیو من کوں بھاوے
محبت سے پیاکے دل کو

منتر اوپر منتر کرتی ہے دو تن سجن کے تیں ایس گن سوں رجھاوے
رتیب اپنے

نبی صدقے قطب شہ جن مدد تھی
جگ مانگے سو او اپ من میں پاوے
جنکی جو کچھ وہ اپنے دل

(۲۶۸)

ترے درسن کی میں ہوں سائیں ماتی ۱۲۶۰ مجے لاوو پیا چھاتی سوں چھاتی
دیدار دیوانی مجھے لگاؤ

پیارے بات دھر سنبھالو منج کوں کہ تل تل دوتی تج ماتی ڈراتی
بات بڑھاکر ہر لمحہ رقیب تیری دیوانی کو

پرم پیالا پلاوو منج کوں دم دم کہ توں ہے دوجگت میں منج سنگاتی
محبت کا مجھ کو تو میرا

نہ راکھوں تج نین میں راکھوں دل میں کہ توں میرا پیارا جیو کا ساتی
رکھوں تجھکو آنکھ میں بلکہ رکھوں ساتھی

پیا کے دھیان میں مست ہوں مست منجے برہے کے بیناں کی سناتی
مجھے فراق کیوں

اگر یک تل پڑے انتر پیا سوں نین جل سوں سپت سمدر بھراتی
آنکھ آنسوؤں سے سات سمندر

نبی صدقے کہے قطبا کی پیاری

ریجھا دم دم ادھر پیالا پلاتی
ہونٹ کا

(۲۶۹)

سکی اپ حسن کا مندر بنائی عرق اپ مکھ تھے پیالا مد پلائی
اپنے منہ سے شراب

دکھائی درس اپنا چھند بندسوں — میادھر سا میں کوں اپ سیج لائی
دیدار — محبت دکھا کر — اپنے
چند رسورج دیپ دُو گال دھن کے — کہ اس تھے پائی مجلس روشنائی
چاند — کیٹھے چکیں — معشوق — سے
جو تا لاں مشتری پکڑے سد ساتھ — انند سوں زہرہ پر مالاں نائی ۱۹۷۰

پرم کی بھید بن میں کوکی کویل — سونا واں سوں پنکھیرو ت بجھائی
محبت
سبز رنگ کنچکی ناری کوں سہتی — کیا چکوا و چکوی کوں نچائی
زیب دیتی

نبی صدقے قطب یا یا اوناری
وہ عورت
کہ سب ناریاں میں اوشہ من کوں بھائی
وہ کے دل کو

(۲۷۰)

موہن لال تل تل سوں نیہہ لاوے — کرے توں جگ اوے مرے من کوں بھاوے
جو کچھ وہ
کہہ اے دل سدا منج سوں پیرم کہانی — کہ تج وصل کا نید منج نین آوے
بجھ سے محبت کی — تیرے — نیند میری آنکھ میں
عشق کیا کلیاں جن نہ ہوا نیہہ بن میں — کہ منج کوں پیا باس ہور رنگ دیکھاوے
کی — جتنا — عشق کے — بجھ — اور

پیا کا مورت آپ دل میں لکھیا ہوں — کہ مو من میں بن پیو ہور نا سماوے
میرے دل — بغیر پیا کے اور کوئی نہ
اپنے
بہوت چھند سوں لاؤں لال سوں اپ من — کہ او چھند بھر یا چک موسوں نہہ لاوے
اپنے دل میں — وہ — ذرا بھی سے محبت
موہن سات کھن کھن کرن نہہ اوکا — کہ او نہہ تل تل انند سوں رہجھاوے
اس کا عشق

نبی صدقے قطبا او من موہنی کوں
اس
۱۹۸۰
اپس کنٹھ لاکر میاسوں منا وے
اپنے گلے لگا محبت سے

(۲۷۱)

بالی سندر آلی اہے گلال کی ڈالی اہے — بالاں کی مہکاری ہمیں جس کھ گلالی اہے
بالوں — خوشبو
ڈلتی مون ڈالی من آلی سجن نہہ باوتے — او چال دیکھ ہنس مو ہیا چنچل سگھڑ بالی اہے
سے — کی طرح
بھری صراحی عشق کی کیتے اوھر اپنا نقل اس — وہ — فریفتہ ہوگیا
ساجن رنگیلے نین کی رنگ رس کی متوالی اہے
ہونٹ اپنے
جگمگ تارے سوہتے ناری کے جوبن پھل اوپر — یا عاشقاں کے پھند میں موتیاں کی رے جالی اہے
کے — پھل پر — زیب دیتے

صدقے نبی قطب زماں پیاری سوں مل عیشاں کری
بچانے کے لئے
کیوں نا کرے نہہ ملک میں تج عشق تھے والی اہے
عشق کے — تیرے سے

(۲۷۲)

کونلی بالی نیہہ میں اوتالی کھڑی — عشق اوتالی سوں پیا میں بھری
عشق

ایک تل نا ٹہیرے پیاری باج کد — چت سجن کے عشق لائی شہ پری
لمحہ نہ — کے بغیر کبھی — دل میں

پیو بن تل بیلی لاگی ناری کوں — من ٹہیرے باج اوس یک تل کھڑی
پیا کے بغیر — لگی عورت — نہ ٹہیرے

ساقی سچ مانو یقیں یکچت سوں — میں ہوی دیوانی دل تج پتیہ ہری
تیری راہ میں

صدقے حضرت مصطفےٰ کے قطب شاہ

۱۹۹۰

نیہہ میں پایا ہے تج ایسی چھند بھری
عشق — تجھ جیسی

(۲۷۳)

میں اپ تن اوپر چولا نیہہ کا چڑائی — بہوت انگ انگ کستوراں کوں سجائی
عشق — اپنے

بندیا ہے سجن خیال یوں میرے من میں — کہ اپ چولے میں اس خوشی نتھے نپائی
بندیا — سے

برہ کے او بالاں تھے نیں ٹہیر من کوں — کہ میں اپ جنم سب پیاسوں گمائی
فراق — سے نہیں قرار دل — اپنی زندگی — کے ساتھ گذاری

پراو پیا تھے چڑت زر نگاری سبھی شہ پریاں میں اوس موک پائی
سے

نبی صدقے قطبا سوں مل اپ اودھر تھے
اپنے ہونٹ سے
گلالی سو رنگ مدانند سوں پلائی
شراب

(۲۷۴)

پیاری پرم ناز سینتی سہاتی اپس حسن سوں عاشقاں دل بہلاتی
عشوہ بکنے ناز سے
چند رنا دیلا پیشانی کوں لاکر سو رنس کیس تھے تارے جگمگ دپاتی
چاند کی طرح رات جیسے بال سے
گگن تارے اس جوت تھے جھڑ پڑینگے جو یوں لال کسوت مکلل بناتی
سے

کدن کا طرا کان اوپر دہرے ہے کہ یا چند نو اسورج انگے دیکھاتی
نیا کے مقابل

ترے نین آچھے ہیں رنگ ہی مدن کا ۲۰۰۰ نجے چاک مستی میں ہنس کی سہاتی

مرے تن تھے سنتاپ سب دور کرتوں کہ میں ہوں ترے وصل کے مد کی ماتی
سے

نبی صدقے قطبا کوں اپنی میاسوں
دیکھا کر چھیلے چھندا سوں ریجھاتی

(۲۷۵)

چھوڑو بہنے قطبا تمن پر تھے واری — کرو منج میا میں ہوں چیری تمہاری
بہانے تم سے — میرے ساتھ محبت باندی تمہاری

جگ میں حسن تج ہے سو کن کوں نہیں ہے — تو پیو کی نظر میں ہے توں سب تھی پیاری
جو کچھ تیرا — اسی لئے پیا سے

پیا ہور پیاریاں کی رنگ رنگ دیکھت — دو تن رشک سوں آپ سد بد ساری
اور رقیب سے اپنا ہوش و حواس بھول گئی

سہیلی اشارت کرے نین چھند سوں — منجے یوں کہ سائیں کوں تل تل پیاری
کہہ

پیاری کے طالع قوی ہیں پیرت میں — کہ ساجن اوپر آپ تن من کوں واری
محبت

نکر بھانہ پیو مد دیو اپ لعل ادھر تھے — کہ اس مد کی منج کوں لگی ہے خماری
بہانہ اپنے ہونٹ سے

نبی صدقے قطبا توں اے رتبہ پایا
یہ
کہ تج دور میں دین کوں ہے استواری
تیرے

(۲۷۶)

پیارے سنو منج پرم کی کہانی — کہ میں بھید تج حسن کے سب بچھانی
میری محبت تیرے

عشق کے بدھاوے کروں یوں سجن سوں — کہ نا بوجھے تس دوتی مورکھ اَیانی
(سمجھے اسکو رقیب میری)

سجن کوں ریجھارا کھی ہیں اپنے من میں — او جیو کوں نظر نا لگے تیوں برانی

کیا جب تھے پیو عشق منج من ہیں ٹھارا — سجن ذکر تسبیح کر اپنی مانی
(سے میرے دل قرار)

گلے میں سوہے پیو کوں موتیاں کے ہار — نچھل ڈھال دھرتی سو اب صاف پانی

دو تن توں پرت میں اپس کی پنواتی — سکیاں چنچلیاں میں نہیں توں سیانی

نبی صدقے قطبا کی ماتی ہوں میں نت
(ہمیشہ)
نہیں میرے من میں محبت برانی

(۲۷۷)

سرو قد پتلی ہے ساریاں میں ناری — توں سب چھند بھریاں میں ہے لال پیاری

محبت کی ڈوری سوں باندی ہے اپنا دل — تو ساجن پہ رتنا کی طبقاں نواری

زلف پیکھ ہیں پیو کے دل کے ہندولے
(اپنا)
نین جگ امولے ہیں کھنجن تھے بھاری
(سے)


دوپیریا

بلقیس زمانی

عشق پادشاہی سو ہے تج آج — حُسن ملک میں ناہے تج باج
کی — زیب دیتی ہے مجھے — نہ زیب دے تیرے سوا
تو چمنے مٹھائی شیریں کو نہ آئے — دیکھ اس مکھ تجلی سورج پکڑیا لاج
تیرے چومنے کی — شرم
سچی اِس زمانے کی بلقیس توں — انچل سیں سہاتا ہے تج جوں تاج
سر پر — تیرے مثل
تو خدمت میں حوراں کھڑیاں ہات جوڑ — اُن قول پیڑا دے کرو تم ساج
تیری — گھڑتی ہیں — ان کو
کھنجن نیر کھنجن پہ کرتی بڑائی — تیری چوٹی گُندنے ہوے مشاطہ آج
گوندھنے
جو بن پیالا دے ہت میں پیالا پلا — اودھر نقل سوں توں دے کر کال ساج
ہاتھ — ہونٹ
عرضداشت عاشق کوں معشوق پاس — عشق تاراں سوں تم بجاو و کماج
ہے سر پانوں لگ توں کندن کی بنی — دو تن کوں توں نا دیکھ کر مکھ مانج
عبیر
بنی صدقے پایا ہے جنت کی حور — محبت قطب کر خوشیاں سوں توں راج

۲
حاتم

ناری سہے تجہ آتا لے چالا — جھلکار سہی
(چال) زیب دے تجھے

سنپولی اُپر جھونگ سٹیا چام — چھوٹے الکاں میں پھول مالا
لٹوں

رتن تھے اوک دمین ہوٹاں پر — ادھراں کے اُپر جڑے سو لالا
سے زیادہ چمکیں (ہوٹوں) (لال)

دیکھ چندنی میں چند مکھی کوں — سورج کوں پلائے چھند سوں سیالا
(چاندنی) سے

دن رات ہوا جو کھولے دھن کیس — نس میں جو ہنسے پڑیا اوجالا
(عورت زبال) رات

ناریاں میں جو ناز بھاگ اُچکل — انگ سنگ سوں کرے پیا نہالا

نت ہوے علیؑ کے صدقے حاتم
قطبا کے اَدھر تھے مے پیالا
سے

۲۲۸۰

(۲ج)

۳

بہمنی ہندو

اس بہمنی ہندو کا کس دھر کروں شکایت
نین لیکھے ہیں موسخ تاریخ اس حکایت

بے دام اس کا خدمت کرتا ہوں اپنے دل سوں
دیتے ہیں دام انو کوں ہور کرتے ہیں عنایت

آساں اساں تھے عجب ہونتاں سو کہے ہیں نین سوں
امید کر آہوں سے نین ہے صواب پانی دیتا نمن ولایت

اس شہر کی سورتیاں کن نا دیکھیا نہ سنیا
کوئی دیکھا نا ناکو تو ال قاضی ناکس کا ہے حمایت

غمزے کے سمند میانے تیر اژبہت نہ دے کر
ڈوبن ہوئے ہیں اب تو تم ٹک کرو ہدایت

آہان اساس دل کا راہ خیال باندھیا
اب نا زروشنی باتا منجکوں ہوئے ترایت

توانت میں جیو کا دوری کدھیں اپر نہ سکتا
تج حسن کے جھجی کا کوئی نہ بوجھی ہدایت

ن آن ۔

بک چھن اگر نہ دیکھو تج یاد کا جو شہلا
تج باج گنا منج کوں مشکل اہے بغایت
تیرے بغیر گذرنا مجھے

نیناں کے لال تمھے دل پکڑیا ہی جوں میر
سٹ چھانوں عشق کا منج توں آپنی لوایت
سے

تم یاد تمھے ہوا ہے موموں نمنے موتن ۲۲۹۰ اب نا کریں تو ہم پر ہور کب کریں ترعایت
نمھاری سے اور

کوئی نا سکے معانی اپ کی پرت بیاں کر
پڑتا ہے اپنے دل میں سب دن علی روایت

(ق - ج)

۴

ہندی چھوری

رنگیلی سائیں تنھے نو رنگ بھری ہے
کی وجہ سے
سکڑ سندر سہیلی گن بھری ہے

لٹکنا بجلی تنھے اُس سہاوے
کی طرح اس کو زیب دے
وہ ہندی چھوری ہو چھند شہ پری ہے
لڑکی بہت

چندر مکھ موہنیاں جب ناچتیاں ہے
چاند جیسی صورت والی
وُتن میں توں سورنگی جوں پری ہے
آنوں خوشرنگ

سبھی حوراں نہ آسیں آج تج سم
آسکیں تیرے مقابل
کہ توں بالاں میں سب عنبر بھری ہے
بالوں

اُچتا ہے ترے مکھ تھے جے شانی
سے جو جوانی پیدا ہوتا
او شانی تھے سدا تج سروری ہے
اس کی وجہ سے تجھے

گگن منڈپ ستاریاں سوں سنوارے
آسماں
او ہاں گاوں سو زہرہ مشتری ہے
وہاں؟

بنی صدقے ریجھائے قطب شہ کوں
تو سکیاں میں توں جیسی شہ پری ہے
اس لیے

۵

پدمنی

(÷)

تج ناک موتی مکھ اوپر دیتا ہے آب سوں
یا خضر کے چشمے مینں تر تا بڑ بڑا شاب سوں

وہ بڑ بڑے کا عکس تیرے مکھ اوپر یوں چھایا
اس
جیوں چاند کی جوتی منے مشکیں کلنگ ہے داب سوں ۲۴۰۰
ہیں

تجھ نین کی راوت چڑھائی بھنوں کماناں روس کر
سب عاشقاں میں منجہ اُپر راکھے چاپ ناب سوں

جب ناک میں مکرا سہاگن پین آئی جلوہ میں
وہ قفل دے منجہ گیان پر سکہ کرے شب تاب سوں

(۲۸۷)

جو دیکھی رَیل میں پیو کوں سو پیو کا چت بہاری ہے
کپٹ چُھل گُند دے جیو کوں سو مالن دند ساری ہے

چھپے چند سُور اُجیالا نہ چھپئے نور پیو گا لا
دو تن کے من حسد بھالا کہ شرح مج سات باری ہے
میرے ساتھ

بچھڑتے لاکھ دشواری بچھڑ شرح مج مرن کاری
ولے پیو یاد کی یاری ہمن جیو تیں ادھاری ہے

دو تن لے گڑبڑاتی توں پرت دکھ بھوں چڑاتی توں
بہت ڈاواں میں ناٹی توں ولے یہ ڈاو کاری ہے

اماماں کی دُعاور دھے دُعا کا کوٹ چو گرد ھے
معانی قطب تج بر دھے علی کا حُب حصاری ہے

ق

(۲۸۸)

گر و گھر میں گرہ کیاں کئے اُو ترنے دو داں سوں بھرائی
چاند سورج کے پیالے آپنے گھر میں پھرائی

عشق کے سو صدر او پر لے کھڑی ہت میں براجب
بیڑی بیڑی میں دکھاتی آب ہونٹاں کی چورائی

صدر او پر آ جھمکتی ہور ٹھمکتی ہے کھڑی ہو
نین کشیدے کے تاراں سوں مرے دل کوں برائی

ہے نھنی سب میں ولے دستی بڑیاں میں سب بڑی اون
انچل او جھل میں دکھاتی ہے پریاں کی سب بڑائی

پریاں اوڑنے کی ولے پر ناہلے اوڑنے کے تائیں
دیکھائے رشکوں پرت تا نتاں ہٹوں سیتی چوائی

سب سکیاں تانتاں جھلاں سیتی چڑھایا ہیں دیکھو تم
آب پیاراں سیتی مے بھر مجلس اپنے میں پلائی
قطب شہ سیتی جھگڑتیاں نا جھگڑ سک اس سکی سوں
اُس کے سیس اوپر لیکھے ہیں دن ازل تھے خوش بڑائی ق

(۲۸۹)

مین متوالا دتوں متوالی متوالی کھلائی نین پھانسیاں سیتیں اب نین ہندولا جھلائی
تری لچھن بری لچھن کہ ناکر منج سیتیں بات ہٹوں سیتیں ہٹوں سیتیں پیالا منج پلائی
دو چندنی چند نے مکھ پر چند اکا ٹیلا لاتی ہے نوے غمزے نوے چھند سوں میری روں روں لکھائی
لگے ناچاک تیوں راکھے ہے اپنے کان پر طرّا سپند کے پاتراں کوں تتہ تھے سیتی بچائی
چنچل ناداں دکھاتی ہے ہر یک یک آپنے دل میں چوہیاں چومنے کی ٹومیاں سیتیں منج لذت چکھائی
پیارے گال ہیں تیرے مٹھے نابات تھے اکلے کہ چھاتی سیتیں چھاتی لا اپس سوں منج ملائی

گرو گرو ہے سہیلیاں کی سو چترائی منے نس دن
محمد قطب شبے کوں دے ہی اپ نیناں کی دوائی ق

(۲۹۰)

پرت پیاری پیرت مہتر سیتیں ملی ۲۱۰۰ مکڑے کے پھول منے دل باغ میں کھلی
کونلی کلی میں جھمکی جھمکا رچونپ سوں تج لال اودھر کے پھل پر بٹھا بھنورلی
طرا رکھے ہی سر پر سر تھے نشان کا صاحبقران سکیاں میں دستی ہے چنچلی
گر جیا ملہار ہیرا جھینا اوڑی سکی اس انگ سو رجوتی جھینے میں جھلملی
ناسک کے پھل پہ پھلڑی مہ بند جیوں راکھے ٹیلا جیوں پر پھوئی جوڑے ہے سانولی
بوسیاں ہلا دے سیتی جنتیاں ہوں میں اسے جھنوں نہیں سمجھتی تن پن کی جاہلی

صدقے نبی نویلی ناری سوں عیش کر
قطب زماں محمد دھن تجکوں آملی

ق

(۲۹۱)

نوی پیاری نوی نیہہ میں نوے چھند سوں پلاتی مے
جوبن چھجیاں اوپر نیلم بھنور مستی سوں اکھی رے

کہوں اس قد کہ یا صورت کہ یا اس چونپ میٹھائی
گلالی گال تھے چوتی عرق کی بند پے درپے

کری کسوت نوی چندنی سو ماوے اوپر جھینے کا
جے کچ منگے خدا تجکوں دیا ہے توں دعا کرلے

جھملتا رات کوں جگنا پیاری رات دن جھمکے
پشانی پر رکھے جگنی کا ٹیلا کد نہ دیکھیا کے

کرے جے دامنی سوں عشق او ہے عشق بازاں میں
اگر میں باورا ہوؤں تو کیا اس ہت میں دارو ہے

کیتے ہیں شاہ کو سلطاں ولے ہر ان مدن سلطاں
کیتے دھماماں بجاوں کہ نپوچھے کن بجایانے

جدھاں دیکھیا پیاری مکھ مصحف میں مبارک فال
تدھاں تھے قطب شہ جینیا ہے شرطاں سوں ملک رے

(۲۹۲)

مگت راگاں پیاری اب رگے رگ راگ گاتی ہے
نکھاری راگ گاتی مکھ اہاراں سوں سہاتی ہے

صباحی راگ گا کر منج صبا کے تخت بسلاوو
دھنا سریکا کہہ دھن منجکوں سو رنگ پیالا پلاتی ہے

مرے سنگ مل بجاتی سنگھ گاتی سنگھر ابھرنا
سری راگاں جو گاتی استری تو منجکوں بھاتی ہے

الاپے گڑا اگڑا کماں بہوں کا چڑائی ہے
عشق کی آگ میں ابرو کماں کوشی سکاتی ہے

کہ گوری راگ جوگاوے تو گوریاں کا ملک جیتیوں
سو سارنگ نینی سب رنگ میں سو رنگاں سو اہاتی ہے

سبھی راگاں کے گل پھل مار بایا ہے سو ملہارا
جوگاوے رام گیری رام کرراواں رجھاتی ہے

میٹھے راگاں محمد قطب شہ کوں جم سہاتے ہیں
نبی دولت غزل میر اشکر نمنے چکھاتی ہے ۲۱۲۰

(۲۹۳)

ہمن پیاری پری صورت گری تھے — پریاں حیران اس صورت گری تھے
اپس ہاراں میں تیاں عشق گوندے — حمایل چو سرہ جنجم گری تھے

بخت اُس کے کہ پیاری سوں پیوے مد — صراحی کر بھنواں میں مد بھری تھے
ہمن ہور اُس میں میں نن پن کے بھید — سہیلیاں بھید پایاں بلگری تھے
خماری باس تجھ نوتاں تھے مہکی — چمک مینا منے خوش دلبری تھے
لجے مینا کی قلقل سیتی بلبل — پریاں حوراں لجیں ہم شہ پری تھے

خدا پیاری دیا ہے قطب شہ کوں
دعا ہور بندگی ہور چاکری تھے

(۲۹۴)

میری بہیری بھیریاں میانے سو بہیری — لٹکتی ہے تاج ہور گاتی ہے گوری
مستی حملے کا سو کن پکڑے عنان — جیو جگنا جھمکتا ہے جیوں جگا جی
عشق سُننے میں میں دیکھیا ایک سُہنا — ساتو کہنیاں کہتے سنا میری کہنی
خسرو و شیریں کا ہے سو ایک دفتر — زلف پینگاں میں پینگا تا ہوں مراجی

باس باساں سوں محبت گیسو ندمیلی بہار پھل نالیوے میری نئی بالی
نبی صدقے رنگ رنگاں بھر رکھی رنگ
قطب شہ سوں مل رہی ہے اے نویلی ق

(۲۹۵)

ترا حسن جساں میں بھایا دسے مدن پیالہ رنگ انگ سہایا دسے
جیون پیاری چھنداں سوں چند ناچتی نظر آئے پلک تال سیتی رجھایا دسے
ہندو زلف کے میانے ہلچیا ہوں میں نین پینک میانے پنکایا دسے
عشق نیند تج نین میانے سہے صراحی پیالہ بھرایا دسے
انند ناد گرجیا ہے تج گج سیتیں عشق تانت کا راگ گایا دسے
عشق بیج پیریا ہوں دل باغ میں انند پھول اس تھے کھلایا دسے
نبی صدقے قطبا کے سر پر سدا ۲۱۴۰ گگن رنگ کا چتر چھایا دسے
ق

(۲۹۶)

پیرم پیالا پیکہ نون نہ لائی ہی کو کنکھڑی
دریا عشق میں تیر کر باندھے ہی اپ گل گلسری

باندھے ہے عشق کے کو پیوان کھنوٹ میں دعوے کا
پرچھم پرم چاواں ہلے سہتے سکیا نمیں مہتری

پیرم کی باتاں سب سنیا اب کی پھیراتی ہی نین
اپنی نین اس منچھ لاا وڑیا عشق کا چادری

ہم تم منے یک قول تھا او قول نا بسر تمیں
پیرت برن ثمر طاں ایں تج منج منے اباوری

دیو اعشق روشن ہوا تج نین کے رے شاہ سوں
ساتو سُراں گا کر سکے آلا پتی آساوری

اس پیجناں کی نادسوں منج نیند جاوے نین تھے
کن دعا کس سحر سوں باطل کروں اے ساحری

قطب زماں سب شاعراں کا شعر میں شاگرد ہے
صدقے نبیؐ باندیا کمر جیوں شکریاں میں لشکری

(۲۹۷)

توں ہے لاڈلی لاڈسوں آتی ہے ری
عشق چونپ سوں من میں بھاتی ہے ری

عشق کی کٹکی شیریں ناکر سکے کد جوبن پیالہ سوں توں سہاتی اہے ری
کفر باغ میں پکڑیا تیری سوی کوں چنچل نادیں نادگاتی اہے ری
عشق بھاوسوں تن سنگاری ہی سب توں عشق چونپ ستیں سہاتی اہے ری
نہوں نہ کے تج لگ کہ پہنچے ہیں تن میں بجھاری جوبن سوں ہلاتی اہے ری
اپس غمزے کی چادر اوڑی پیاری نین سینتی صاحب بلاتی اہے ری

نبیؐ صدقے تج ہے خدا ترس خانے
گلے لگ پیالے پلاتی اہے ری

(۲۹۸)

چھندان سیتیں آتی ہی بھاواں دکھاتی نین سوں ہمن رات ساری جگاتی
عشق پیم سوں انچل اوڑ کر کھڑی ہی اے نادان بالی ہے بھاواں سہاتی
توں جب روٹھ کر بول انکت بولتی کہ سورایسے گالاں اُپر چھند بناتی

نین بھاؤ سیتیں پکھاوج بجاوے پرم چوری پر بند بھاواں دکھاتی

نبیؐ صدقے توں ہے پرم .....

قطب چھاتی لگ نیہہ کا دان دلاتی

(۲۹۹)

توں پھر نیم کر چیر بناتی اہے سو مسکاتی اور نگ لکھاتی اہے

کر یوں تھادے ہو پیو پنتھ دیکھتے چوری چوری سائیں نجھاتی اہے

گناں پرکھتی اور بول چوکھتی بھوری بھور چین جناتی اہے

کھسے کیس سونکھتی ساجتی نیکی کنٹھ کنٹھ مال سہاتی اہے

قطب پیاری کس تھے نہیں ڈرتی ہے

نبیؐ صدقے منج دان دلاتی اہے

(۳۰۰)

سہیلی مدن لال موجت بھاوے کہ تل تل دل اس چھند پر واری جاوے

کسے چت بلاوے کسی ریں جگاوے کسے دل تپاوے کسی من رجھاوے
کسے نیہہ لگاوے کسے مد پلاوے کسے روپ دکھاوے کسے پم پلاوے
کسے لب چکھاوے کسے چھپ رجھاوے کسے سیج مناوے کسے گرک دلاوے
کسے اب دکھاوے کسے تخت سروا کسے پک بتاوے کسے چھب دکھاوے
کسے پرم لگاوے کسے چت بھلاوے کسے بہہ دلاوے کسے پان دلاوے ۲۱۰

نبی داس کر آپ کے تیں پواوے
قطب شہ سدا بیر مالاں گواوے

(۳۰۱)

جے[1] کو کہتا میں جام لی یئے سلطانی جسم مدام کی یئے
پانی کہ خضر حیات پایا مد گھر تھے تنک سو جام پی یئے

[1] دیوان قدیم میں یہ غزل دو جگہ لکھی ہے یعنی یہ غزل ردیف الف میں بھی ہے مگر اس میں صرف قافیہ و ردیف کا فرق ہے یعنی ردیف میں قافیہ جام مدام ہے اور یہاں لئے پئے کئے وغیرہ اسی لئے درج کر دیگئی وڑ اشعار وہی ہیں۔

سر دھا کہ جی مو کام راکھو — اے دھا کہ کہ اسوں نظام دی ئیے
میں مدو عاقلاں وتس پے — مو یار نین کون سوں سی ئیے
باہر تو ادھر تے ساقیانا — اس دور منے کو کام جھی ئیے
لوچن ترے شیوہائے مستی — او دشٹ چنچل تھے وام لی ئیے
ذکرِ مکھ و زلف تج ہمن دل — یو جن تھے صبح و شام جی ئیے
موسینۂ داغ درد دوکھوں — تج مکھ نمکی تمام دی ئیے

او چاہ تھڈی معانی کی جان
تو حسن دو سو غلام کی ئیے ۲۱۸۰

(۳۰۲)

مے پیک موسگات سونا شاد کرتہ ہے — وو ترک مست دیکھو کہ بیداد کرتہ ہے
راکھیا وہاں امید کہ جانیا ہوں اے زماں — لیتا ہے ہات جام مجھے یاد کرتہ ہے

عاشق تو چیونتی پگ تل اُس کے دوہیں — گل گشت سو بتان پری زاد کرتہ ہے
شوخی کے سر منے ہوس ترل لی مد — کب کان میں نصیحت استاد کرتہ ہے
داغ موجیو سوختہ کوں تازہ بھی ہوا — او بزم جب ترانہ کا بنیاد کرتہ ہے
آگ فراق زور کرے بیجلی نمن — اجھوں وو داغ کہنہ سو آباد کرتہ ہے

سب دھر نکہ توں قطب معانی کہ عاشق ہوں
اے حال تیرا طور سوں فریاد کرتہ ہے

۳۰۳

کب لگ منگنا آپھے منگاون جونا آپھے — لو رونوں تو اُس باس انگاون جونا آپھے
میرے تیرے میانی بھومی کے کاغذاں درد — دل درد میرا تاب پڑھاون جونا آپھے
جس جاگہ چرا کر دکھیں دل ماہ پرتاں — یکجا نہیں پاتے کہ سراون جونا آپھے
دو دیدہ و دل پاک رکھیا آپھے تو آپھے — نرمل بہو ہے دشت دکھاون جونا آپھے

لیلےٰ مجنوں کی سو کتاباں ہے کہانیاں قصا تیرا نازک ہے سناون جو ناچھے
یک جھلک جھلک ناجو غم عشق نپایا اوول سو کیا ہے صبر سماون جو ناچھے
دل بدنکرا و یارا دم دکھ کا معانی
یاری کہ تپاوے نہ سہاون جو ناچھے

(۳۰۴)

پھل بن رخِ یار خوش ندیسے بن مدپھلی جھاڑ خوش ندیسے
گشت چمن و ہوائے کلیاں بن پیالہ کنار خوش ندیسے
ناجے دنا سر واب سو حالت بن نادہزار خوش ندیسے
مو یار شکر بنب و چنپا رنگ بن چمن پیار خوش ندیسے
باغ و پھل و جل سہے تو اما بن صحبت یار خوش ندیسے
ہر چیز کہ جگ کی عقل بندے ۲۲۰۰ بن چتر نگار خوش ندیسے

چت نقد چکارہ ہے معانی
اس تائیں نوار خوش ندیسے

(۳۰۵)

سکی کے مکھ پانی میں چندا سورج سدا جھلتے
اڑن چکوے سو دن مل اچھ رین چولی میں تھی کھلتے
رہکر
جوبن کھل سائیں ہت دی ہے ہلاوے عشق کے کی ہے
کھول کر
سجن سنگ رات جاگی ہے سولہاں نیند لے کھلتے

مدن مکھ گال پر لاتی سو صورت یاد جو آتی
جیا کے باغ میں بھاتی پھلاں نکھ مکھ پھر کھلتے
پھولاں
گھلی مار دا پن جیو سک برہ صحرا میں دیوانکھ
سو دیکھت نور جھلکا چکہ پنکھیر و مرگ سب بھلتے

معانی تج عجب کیا ہی کہ وحشی سُد بھلے گا ہے
فلک سارے برس ماہے پری کے نیہہ میں ڈُلتے

(۳۰۶)

دسے جیوں بڑبڑے پانی نگاری خط اُپر تیرے
ارسطورا ہوا مج مَن دیا اُز بک رُخن دیرے
لٹاں کھُل مُکھ اُپر کھیسے علم جھلے سو ہُن دیسے
شَرف جمشید کی جسے ہوئے اُس عاشقاں حیرے
دو رخسارے ہے خوں والے غرانے تانوا گھٹالے
ہے پلکاں تیرا بنالے سو تاندے دل اُپر میرے
دو پتلیاں راؤتاں تیری بندی اپ اسپ کوں سیری
سو چوگاں کھیلتے پھیرے، ہمن دل گیند کر گھیرے ۲۲۱۰

معانی نیہہ کے گھوڑے چڑہتوں لے جو بنا کے گڑ
مرصع جیغہ لاکر پڑسکی آئی ہے تج نیڑے

(۳۰۷)

مکھ رنگ تھے موتی جوتی نگاری لگی دسے
چندنی جیون چند پلو تھے سنگاری لگی دسے

لیلاٹ کے چمن میں ٹلا چند چوترا
موتیاں کے جل گون میں دو دھاری لگی دسے

سندر کے مست گال گلابی برن سہیں
یاقوت نین لال خماری لگی دسے

منج عاشقی کے نیہہ میں سوشابت نہ پانچھل
سب عاشقاں کے دمہ میں ساری لگی دسے

زاہد نماز کسی کریں سو نپٹ ریا
منج یاد تیری تسبی سو ساری لگی دسے

دو تن عجب کپٹ جو منج اوپر گندی سدا
سب جگ منے نپٹ سو گنواری لگی دسے

معشوق ہنس کہے کہ معانی کی عاشقی
منج جیو میں جب رہے سو پیاری لگی دسے

تو حسن قدرت سوں لکھیا نیکا دسے — جگ حُسن پر تج نور جیوں تیکا دسے
مُکھ نور تھے چندا سورج جھکیں اچھا سدا — تج کیس بادل تھے فلک پھیکا دسے
سب جوہراں کا کھان مکھ یک ہی عجب — پھلری کا موتی ناک پر سیکا دسے
فتنا ہے موتی ناک کا فتنہ نکر — دیکھ آرسی فتنا ترا جیکا دسے

توں ہے پری یا حوریا ہے پدمنی
قطبا معمّا یو عجب ہیکا دسے

(۳۰۹)

نہ دیکھوں پیو چھن آدم نمن مج لاگ دوری ہے
رھیا پانسو برس آدم جدا اچرج صبوری ہے
بہت دن جب رھیا تھا سائیں کا مکھ دیکتے یک تل
لگیا ڈھلکا دیکھیا سہنا کہ جھلکا کوہ طوری ہے

پیاسوں عرض دُکھ کہنے نہیں مارگ مگر خیالوں
کہ جیوں پھل باس مل رکھوال ہیں مج یار دوری ہے

تمارے ڈاو کے پیچاں کون بوجے کہ مشکل ہیں
معلم نا بوجھیں عاشق نہ سمجیں صیغہ پوری ہے

کہ جب من میں کہ جب سکھ میں کہ جب دکھ میں کروں یاد اس
تو تب دو تن سمج جاوے عجب مکار پوری ہے

رقیباں جان توں ساجن ہمارا راز پایا ہے
پنواوے توں کتا تج مج بہوت انتر کی دوری ہے

نبوجے تو سے گل مکھ کتیاں کے سنگ ہوے بیدیں
معانی کہہ محمد ہور علی کا دین نوری ہے ۲۲۳۰

(۳۱۰)

میں مست تج نین تھے پتلیاں کتا کھلاتی
اس کھیل میں بھلیا ہوں بھی کیا سرا پلاتی

تجھ مدا شراب تیرکا مستی دایم ہمن میں اچھتی
کیا گن بدل حکیماں کے ہت دوا دلاتی

جوبن کے طورا وپر مکھ نور مجھ دکھا کر
موسیٰ نمن بھلا کر عیسیٰ نمن جلاتی

کنٹھ ناگ سر بجا کر ناگاں کنتل کھلا کر
شکر ادھر چکا کر مجھ جیورا بھاتی

کنٹھال کنٹھ باکر انچل جھمک دکھا کر
معانی کا دل بھلا کر ہت میں ہت بلاتی

(۳۱۱)

مے لعلی تمے مکھ زردی ہمارا دور کر ساقی
مجالس زہر رقاصی سوں تو سں پر نور کر ساقی

پیا رخسار کرتا جلوہ موشیشے خیالاں میں
رقیباں عکس کرتے ہیں توں یک چھن دور کر ساقی

لطافت پیش ہے دن دن سو اس مہ سہی قدسوں
پیالا آس کا میرا سو بھر سمدور کر ساقی

جکوئی ہے عشق میں ثابت سدا ہی جیونا اسکا
سو اس کے ناؤں سوں میخانہ سب معمور کر ساقی

نجانوں روز محشر کیوں اچھیگا جا پرش منج
۲۲۴۰ کہ میخواراں منے اب تو ہن مشہور کر ساقی

بہشتی باغ میں کھلیئے ہیں پھولاں منج مراد اں کے
ہمن مجلس کوں مست نغمۂ طنبور کر ساقی

نظر کی مرحمت سوں دیکھ منج مسکین کوں یک پل
پیالی کیمیائی دشٹ سوں فغفور کر ساقی

پیالی سور کی کرنا دسے منج دل کوں قلابے
ہوا ہے مدعا حاصل مے انگور کر ساقی

پلک کا نٹے نین باندیا نجاوے خیال تیرے کن
رقم اس خیال مو پیشانی کوں سیندور کر ساقی

محبت پیو کا منجکوں بڑ دریا میں کشتی ہے
اس اوپر عشق بازاں میں منجے دستور کر ساقی

معانی شوق کے انجھوڑ ڈھلیں مکھ پر کہ جیوں موتی
کہ یک تل جیو منج ہنس کوں نظر منظور کر ساقی

(۳۱۲)

ترے مکھ لعل تھے رنگ گوہراں کا بھانے جائے
جو ہر صاف تھے ہر کس کا گناں جانے جائے

پھولاں کا باس نہ ہے پنکھی سکی گا بوجھنے
بلبل او باس بوجھے گر خوشی سوں گانے جائے

تل کی آیت رکھے ہیں مکھ اوپر اب علم سیتیں
عالماں کوں کدھیں تفسیر تو نا جانے جائے

داکھ کے باغ میں پھولاں کھلے کر ساقی ہمنا
خوشی و خرمی سوں پیالی مو پیلانے جائے

مُلکِ دل میں دکھیا ہوں ڈھونڈ کے کاماں سو تمام
کام اختیار گیا دل تھے تو ہی دانے جائے

پکڑے جب گھانس ہریا ہوئے تمن ہات سیتیں
قدرت اُس ہات کا دکھ جیو سو قربانے جائے

نٹھ کے شہراں منے انگشت نما ہوں سر تھے
چُپ دو تن ڈر نہیں تیرا نکو ترسانے جائے

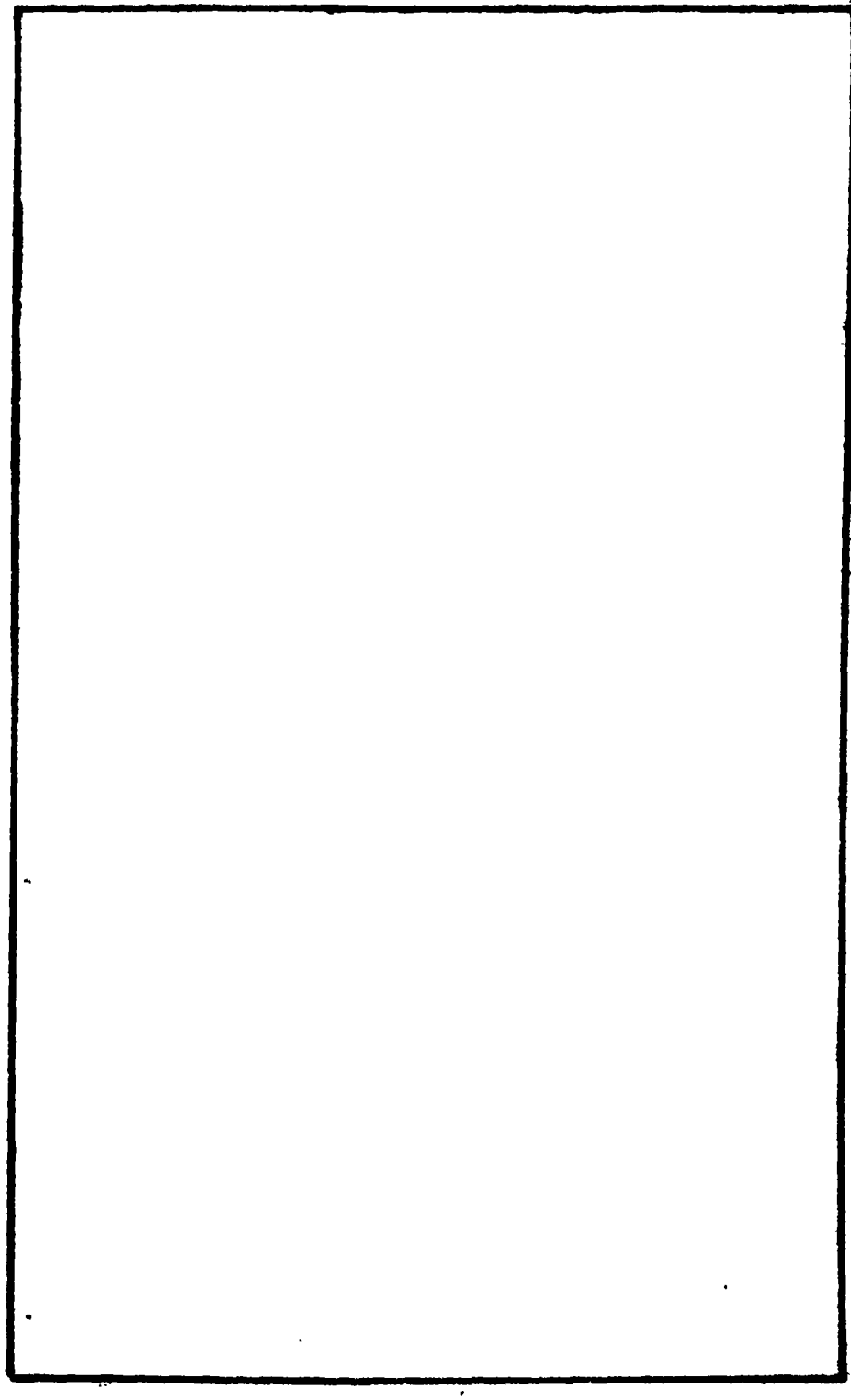
منجے پیو یاد تھے آسایش و سکھ دل میں بھریا
عیش کا وقت رہے غم کا جنس رانے جائے

کلیّات محمد قلی قطب شاہ

تیسرا حصّہ

دیگر اصناف سخن

قصیدہ ۔ رباعی ۔ مرثیہ ۔ ریختی ۔ مثنوی



دیگر اصناف سخن کی تفصیلی فہرست

(جملہ ۶۳ نظمیں ۳۸۹ اشعار)

۱۔ قصائد (۱۲ قصیدے ۔ ۲۱۶ اشعار)

دیوان ۔ تعداد اشعار ۔ صفحہ

۱۔ عید نوروز و روز عید ۔ نوروز لیایا ہے خبر روز عید سلطان عید کا ۔ ق + ج ۔ ۳۷ ۔ ۳

۲۔ عید قرباں ۔ تج ترنگ کے نعل تھے روشن ہوا جاں عید کا ق ۔ ۱۹ ۔ ۷

۳۔ عید قرباں ۔ تیرے کھ پھولاں تھے تازہ ہے سدا بن عید کا ق ۔ ۱۷ ۔ ۹

۴۔ عید میلاد نبی ۔ نبی مولود لیایا ہے خبر سر تھے خوشی کا ج ۔ ۲۸ ۔ ۱۱

۵۔ **باغ محمد شاہی**۔ محمد ناوں تھے بتا محمد کا اے بن سار از (ناقص الآخر) ج ۔ ۱۶ ۔ ۱۴

۶۔ **عید نوروز**۔ کرنس دن عید ہور نوروز منج کوں نت خداوند تا (ناقص الاول) ق ۔ ۱۱ ۔ ۱۷

۷۔ **قصیدہ منقبت**۔ آج شہ میں چلیا شرق نگر تھے شتاب (ناقص الآخر) ج ۔ ۸ ۔ ۲۰

۸۔ **نوروز**۔ پیا کھ نور تھے ہے جاوداں ہم عید وہم نوروز ۔ ق ۔ ۵۱ ۔ ۲۲

۹۔ **بعثت نبی**۔ حضرت نبی پیغمبری حق تھے سو اس دن پائے ہیں۔ (ناقص الآخر) ج ۔ ۲ ۔ ۲۳

۱۰۔ **بسنت**۔ بسنت کا پھول کھلیا ہے سو جیوں یاقوت رمانی۔ ج ۔ ۱۵ ۔ ۲۴

۱۱۔ **یا علی**۔ جید تمیں صفدر تمیں امت کو اہدا یا علی (ناقص الاول) ج ۔ ۴ ۔ ۳۷

۱۲۔ **قصیدہ منقبت**۔ ڈبنے میں نر نے لگے بڑ بڑے کئی لک ہزار (ناقص الطرفین) ج ۔ ۸ ۔ ۳۸

۲۔ رباعیات (۴۱ رباعیاں ۔ ۱۸۲ اشعار)

دیوان ۔ صفحہ

۱۔ مردی جو پوچھے گا تو علیؓ تھے جا پوچھ ج ۔ ۴۳

۲۔ جنت وسقر قسم کر ہنار علی 〃 〃

۳۔ میرے سو گنہ گانٹھ کھولن ہار علی 〃 〃

۴ ۔ اپڑیا ہے علی ہمت تھے مدن جام منجھے	ج	۴۳
۵ ۔ اپ دوست سوں مل پنھ کہ میں جام منگوں	″	″
۶ ۔ کہتی کہ تری ہوں گی نوار اندیشہ	″	″
۷ ۔ نا بات او محبوب سندر کا کہے جائے ۔	″	″
۸ ۔ کہیا ترے لب کیا ہیں کہی آب حیات ۔	″	″
۹ ۔ اس لٹ کوں لٹا پٹ سوں پکڑ کیتا نیاز ۔	″	۴۵
۱۰ ۔ خوبی و بدی سب کے بوجھار سوتوں ۔	″	″
۱۱ ۔ احمد علی کے رتبے تھے نج ہے جو خبر ۔	″	″
۱۲ ۔ تیرا شرف ادراک میں نیں ٹاک آیا ۔	″	″
۱۳ ۔ جیتا توں دل وجیوں سوں قرآں دیکھے ۔	″	۴۶
۱۴ ۔ جس ٹھار مے لعل پھرے دور پہ دور ۔	″	″
۱۵ ۔ ہے پھول کا ہنگام مدسوں باراں حاضر ۔	″	″
۱۶ ۔ کہئے کہ یکٹ ہو جو اچھے کا گھر میں ۔	″	″
۱۷ ۔ کب لگ اچھے لب پہ زہد ہو دل میں جام ۔	″	۴۷
۱۸ ۔ مستی کے ملک میں ہے جہانبانی منجھے	″	″

۱۹ ۔ منج یار کے مکھ سار نیں آتا ہے پھول	ج	۴۷
۲۰ ۔ تج مکھ لنگے عاقبت افسانہ رہیا ۔	״	״
۲۱ ۔ جس یار میں ہے سب ہی منم ہور منی	ج	۴۸
۲۲ ۔ کھل جائے کنچک کانٹہ جو دھن سینے اوپر	״	״
۲۳ ۔ اے بار خدا اپنے درویش کوں بخش	״	״
۲۴ ۔ عین علی تھے عقیق کلیاں ہوے لال	״	״
۲۵ ۔ اے باد مری بات او سے چوری سوں کہہ	״	۴۹
۲۶ ۔ بال کے سحر تیری نین سنیاں ہیں	״	״
۲۷ ۔ تج روپ بنا میری نظر میں سو نہ آئے	״	״
۲۸ ۔ جو کوئی عقل بات منے آتے ہیں	״	״
۲۹ ۔ شہ بات منے جام سو جیاہ دیکھو ۔	״	۵۰
۳۰ ۔ تج سار سو دھن سو جیوں بر میں اچھو	״	״
۳۱ ۔ تج سات وصال منج سوں دیتا ہے زر	״	״
۳۲ ۔ تج زلف سدا لالن کے اوپر ڈھلتی	״	״
۳۳ ۔ تج ہونٹھ کرا ذوق ہیا پایا ہے	״	۵۱

۳۴ ۔ انند منگے تو کدہیں توں جاناں کوں نہ چھوڑ ج ۔ ۵۱

۳۵ ۔ تج زلف کا جپ مال کروں ساری رات 〃 ۔ 〃

۳۶ ۔ اللہ کالے نانوں تو یک چت سوں اول 〃 ۔ 〃

۳۷ ۔ تج حسن تھے تازہ ہے سدا حسن و جمال 〃 ۔ ۵۲

۳۸ ۔ پائے ہیں لطافت ترے مکھ تھے ارواح 〃 ۔ 〃

۳۹ ۔ لال ادھر لال لا آدھار کرو 〃 ۔ 〃

۴۰ ۔ خدایا دے مدد منج جم محمد سوں ملا پنجتن ۔ 〃 ۔ ۳۵

۴۱ ۔ نہیں کیں تج ایسی سہیلی گہیلی ۔ 〃 ۔ 〃

۳ ۔ مرثیہ ۔ (پانچ ۔ ۶۱ اشعار)

۱ ۔ محرم مہینے میں آیا اماں کا سوگ بھر کر د ۔ ۶ ۔ ۵۶/۱

۲ ۔ اولہو لال کا رنگ سانو گگن اپرال چھایا ہے ۔ د ۔ ۱۶ ۔ ۵۶/۱

۳ ۔ اوسی تھے دو جہاں تین نیل کا کسوت پنایا ہے ۔ د ۔ ۸ ۔ ۵۶/۵

۴ ۔ آؤ مل کر مانیاں سب اس غماں تھیں لہو روئیں د ۔ ۱۹ ۔ ۵۶/۶

۵ ۔ دوجگ اماں دکھ تھے سب چیو کرتے زاری وے او اے ۔ ج ۔ ۲۰ ۔ ۵۷

۴ ۔ ریختی (۴ نظمیں ۲۴ اشعار)

۱ ۔ سنو ایک دو بات صاحب ہماری ۔ ق ۔ ۷ ۔ ۶۱

۲ ۔ پیا میں ہوں سیوے کی بندی تمھاری ۔ ق ۔ ۵ ۔ ۶۱

۳ ۔ پیارے نکر کھینچ ہوں تو پرواری ۔ ق ۔ ۵ ۔ ۶۲

۴ ۔ ہوں تل تل تمن پر تھے واری ہو پیاری ق ۔ ۵ ۔ ۶۳

۵ ۔ مثنوی ۔ (ایک ۔ ۶ ۔ اشعار)

۱ ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کیلی ہے سب کچ کا جو کیتا حکیم ۔ ج ۔ ۶ ۔ ۶۴

قَصَائِدُ

عیدِ نوروز و روزِ عید

نوروز لیایا ہے خبر روز سلطاں عید کا
دکھ کا رواں سر تھے لیکر آیا ہی ساماں عید کا

روز عید
روز مبارک عید ہے سب عید کے روزاں منے
لایا
باندھے کمر جیوں نشکر ہور لیائے تاواں عید کا

دونوں میں
عید اور
وہ کیا برستا نور شرعی اِس مہینے میں بچھل
لائے
خورشید تاواں چھپ گئے جب دیکھتی تاباں عید کا

واہ کی طرح صاف
اِس عید اچھنے تھے سکل عیداں حساباں میں من
ہوے سے تمام
تیراں و خرمے سوں کیے مہماں نبی کے تئیں خدا

شیرۂ خرمہ سے کو
روز مبارک عید کے روزی پکڑتے ہیں ملک ہور آدمی
اور
تج عشق کا انت کوئی نا پایا ہی دنیا دین منے

میں حد
روز مبارک عید کے پھولاں منے نوروز کے پھولاں کھلے
سے
پھولاں کے باساں تھے ہوا ہی جیو خواہاں عید کا

دل خوشبو پھولوں
دُکھ پھول کھند لے گئے انکے رہے بھاراں بھار تھے
میں
آلا پتی ہیں کوملاں مستی سوں الحاں عید کا

سے باہر

روز عید میں امید کے پھولاں کھلے مانگو دعا
سب ہی ناں میں دیتا ہے دن نمایاں عید کا

برسا و مہ آنند کا تا ہوئیں منج روکھا ہرے
دل کے چمن میں طرح سٹ بس لاؤں ریحاں عید کا

نوروز ہور روز عید صیغہ بھائی پن کا مل کہے
دونوں موئے ہیں ایک ہو لیائی ہیں جو شیاں عید کا

لاکھاں سلام سجدہ ہے دایم ہمارے قبلہ کوں
منج تیں دیئے امن و اماں سالاں بسالاں عید کا

انعام تیرے سوں اگھائے گئے زمیں ہور آسماں
انبر کیا روشن سوج چندر ہلالاں عید کا

حاتم کی بخشش چھپ گیا ہی تیری بخشش کے انگے
گنجاں گھرے گھر بھر دیا ہے آج دوراں عید کا

تج حسن جنت حور تھی منشور نامہ لیا ئیا
منج دور میں بھر دیو تم جوہر و مرجاں عید کا

بے منت اپڑیا ہے تمن نعمت پنکھی آدم کے تیں
دایم اچھوا پی شکر منج عیداں ہے عیداں عید کا

ظاہر ہوا ہے شرع کا احکام تیرے خط منے
ترکاں کا ترکی ناچلے آیا ہے ترکاں عید کا

امرت کا پانی پیو کر ہیں جیوتے جگ جیو سب
برکت نبی اس نیر کوں کرتا ہوں مہماں عید کا

تج عدل تھی یوں کا نپتا عالم پو لن تھے پات جیوں
آنند خوشی سوں راج کر ہور جیئو ڈاواں عید کا

آنند کے منہ تھی گھرے گھر موتیاں راسا سیں بھرے — حوراں پڑیا بائے گلے میں کنٹھ مالاں عید کا
تج دشٹ کی تاثیر تھے مُردے سو ہر تھی جی اٹھے — کانٹے سو کیا پر دھر نظر تا ہوئے گلستاں عید کا
نہہ کا نرنگ کوئی نا سکے چڑنے کوں میرے شاہ تم — پیرت کنے میداں چڑے جوبن سو بالاں عید کا
چابک سواراں لے دکھیا اے چابکی کس میں نہیں — کھیلے بھوت ڈاواں لکھ سوں لیکھ چوگاں عید کا
جیکو چڑے گھوڑے اوپراسکوں سواراں میں گنن — تل ہور میسن کی گیند کر کرتے ہیں جولاں عید کا
دیرا دئے ہیں گنج کے چھند انسوں کوہ قاف پر — موتی کے جالے سایہ بان جوڑیا ہے خانداں عید کا
تج دولت و اقبال شاہاں میں نہ دیکھیا کوئی کد — انس و ملک منگتے سدا تج پاس داماں عید کا
میخانہ کوں دھو دھار کھیا چند اوراں دیکھیت گلال — گلال سے گالاں ستیں مدیو منج داں عید کا
دھن دیکھ نالیوں کد ھیں مئے میں گلالاں پاس تھے — لوچن سو رنگ کے رنگ تھے مدیو احساں عید کا
میخانہ میرا ہور ہے پیمانہ مستی ہور ہے — جوبن کے مدخانیاں ستیں باندیاں ہو سرطاں عید کا

۲۰

آنند کے منہ تھی گھرے گھر موتیاں راسا سیں بھرے
تج دشٹ کی تاثیر تھے مُردے سو ہر تھی جی اٹھے
نہہ کا نرنگ کوئی نا سکے چڑنے کوں میرے شاہ تم
چابک سواراں لے دکھیا اے چابکی کس میں نہیں
جیکو چڑے گھوڑے اوپراسکوں سواراں میں گنن
دیرا دئے ہیں گنج کے چھند انسوں کوہ قاف پر
تج دولت و اقبال شاہاں میں نہ دیکھیا کوئی کد
میخانہ کوں دھو دھار کھیا چند اوراں دیکھیت گلال
دھن دیکھ نالیوں کد ھیں مئے میں گلالاں پاس تھے
میخانہ میرا ہور ہے پیمانہ مستی ہور ہے

حوراں پڑیا بائے گلے میں کنٹھ مالاں عید کا
کانٹے سو کیا پر دھر نظر تا ہوئے گلستاں عید کا
پیرت کنے میداں چڑے جوبن سو بالاں عید کا
کھیلے بھوت ڈاواں لکھ سوں لیکھ چوگاں عید کا
تل ہور میسن کی گیند کر کرتے ہیں جولاں عید کا
موتی کے جالے سایہ بان جوڑیا ہے خانداں عید کا
انس و ملک منگتے سدا تج پاس داماں عید کا
گلال سے گالاں ستیں مدیو منج داں عید کا
لوچن سو رنگ کے رنگ تھے مدیو احساں عید کا
جوبن کے مدخانیاں ستیں باندیاں ہو سرطاں عید کا

آنند کے منہ تھی = آنند کے منہ تھے
گھرے گھر موتیاں راسا سیں بھرے = گھرے گھر موتیاں راسا سیں بھرے
تج دشٹ کی تاثیر تھے مُردے سو ہر تھی جی اٹھے = تیری نظر سے مُردے سو پھر سے جی اٹھے
نہہ کا نرنگ کوئی نا سکے چڑنے کوں میرے شاہ تم = سو لیے پیرت کنے میداں چڑے جوبن سو بالاں عید کا
چابک سواراں لے دکھیا اے چابکی کس میں نہیں = عشق کے برابر کھیلے بھوت ڈاواں لکھ سوں لیکھ چوگاں عید کا
جیکو چڑے گھوڑے اوپراسکوں سواراں میں گنن = بہت دیکھے یہ لے کے تل ہور میسن کی گیند کر کرتے ہیں جولاں عید کا
دیرا دئے ہیں گنج کے چھند انسوں کوہ قاف پر = جو کوئی موتی کے جالے سایہ بان جوڑیا ہے خانداں عید کا
تج دولت و اقبال شاہاں میں نہ دیکھیا کوئی کد = چھندوں سے انس و ملک منگتے سدا تج پاس داماں عید کا
میخانہ کوں دھو دھار کھیا چند اوراں دیکھیت گلال = تیری مانگتے گلال سے گالاں ستیں مدیو منج داں عید کا
دھن دیکھ نالیوں کد ھیں مئے میں گلالاں پاس تھے = لوچن سو رنگ کے رنگ تھے سے مدیو احساں عید کا
میخانہ میرا ہور ہے پیمانہ مستی ہور ہے = کبھی سے جوبن کے مدخانیاں ستیں باندیاں ہو سرطاں عید کا

اور کی اور
شراب خانوں سے باندیاں

ن۔ مسی۔

پکڑیا گریباں شیشہ کا کتوال تھی نا ڈرکے میں
بہو دیس کوں سنیڑیا ہی اب چھوڑوں داماں عید کا

پیرت منے سنیڑیا سو دھن خرچیاں ہوئیں دھن مدل
بہت دن کو ملا بانڈیا ازل کے دیس تھی پیارے سوں یماں عید کا

حیدر نبی کے واس پن تھی قطب شہ کر عیش نت
غلامی سے بانڈھا دن سے موتیاں کی سیڑیا چڑ کہ کرتوں دشت ایواں عید کا

جیکوئی محمدین کا دشمن ہے آیا بجر اس
جو کوئی دندیاں کے دل بو رجیوں لاگیا ہے حرماں عید کا

احمد مدد تھے ہور علی صفدر کے زور اں تھے سدا
اور دشمن کلیجے میں کھڑک سو مار گھیا واں عید کا

نوروز ہور روز عید کے خوشیاں ملے یک چاند میں
اور تلوار مار رقیباں کے دلاں میں زہر پیکاں عید کا

دندیاں کا مکھ کالا کیا اسماں ہمارے دشمنوں دندیں
مے پیتا ہوں شوق تھے نت آب جیواں عید کا

(ق - ج)

۲
عید قرباں

نج ترنگ کے نعل تھے روشن ہوا جاں عید کا
اس کی باساں تھے معطر ہے گلستاں عید کا

عید قرباں کوں بڑائی شاہ کی مجلس تھی ہے
تو بڑائی بول کر آیا ہے سلطاں عید کا

رت بسنت تھے پھول کھلیے ہیں ہر اسر نور کے
تو کیا کسوت امولک شاہ ترکاں عید کا

دلربا مجلس دیا ہے عید قرباں کوں شرف
طفل نمنے آرزو تیرا ہے خواہاں عید کا

جلد پن تیرے ترنگ کا ہور کھرگ جھلکا نج
عشق کے میداں منے جھمکائے جواں عید کا

کھ مصحف مین جو دیکھوں فال تلسل صبح گاہ
ہر طرف منج نین ہیں دستا ہے احساں عید کا

اس زمانے میں بڑائی عید اب کیوں نا کرے
کد نہیں دیکھے ہیں جم جمشید اے شاں عید کا

جب مورخ نا کرے تاریخ منج مجلس کے تائیں
قصہ خواں کیوں پڑیکیں سو قصہ پایاں عید کا

رشک کرتے ہیں ملک ہور حور حیرت بزم تھی
اب پلو تج کن پیاریں ہور منگین بان عید کا

کر علیؑ ہور آلؑ کی برکت تجھ نت شادی خوشی
تیری شادی تجھ سے سو شادی ہے نمایاں عید کا

شادی ہور خوشیاں تجے دایم سوا زانی اچھو
تج بلا دوتائیں آپ آیا ہے قرباں عید کا

عید کا ہی زانوں جگ میں عید تجہ مکھ تھی اہے
اس خوشی تجھ سے گاوتے داؤد الحاں عید کا

سب خوشیاں عشرت تمن مجلس میں باندھے ہیں کمر
اب سلیماں کے تمن تم دیو قرباں عید کا

عید اگر عیدی کا دیوے دان سکوں کیا عجب
تیری مجلس تجھ سے اکھایا ہے سو دکاں عید کا

تیری بخشش ہور کرم تجھ سے عید شرمندہ ہوا
کاں دیسگا تیری ہمت انگے ساماں عید کا

تجے محمد زانوں تھی سُہنا ہے تاج احمدی
وو بزرگی دیکھ پگ پڑتا ہے خاقاں عید کا

بخت و دولت تخت چوپھیر چوک جوڑے ہے سدا
اس خوشی تجھ سے رات دن گرجے سو ایواں عید کا

روشنی پایا ہوں میں یعقوب نمنے وصل تھے
تج دیا کی باس تجھ سے بستا ہے کنعاں عید کا

اِس قصیدہ پر معانی عید جم قربان ہے
نیں کیا ہے آج لگیوں کوئی درافشاں عید کا

نہیں ق

۳

عیدِ قرباں

تیرے مکھ پھولاں تھی تازہ ہی سدا بن عید کا
مکھ کی پھوئی تھی پھول کھلیا او پھول ہے دھن عید کا

قطب تا راکھینچتا آہن رباکوں آپ دھر
اپی طرف
سب ہی تاریاں میں اوسے دستا ہی بڑپن عید کا
نظر آتا

عید خوشیاں سیتی قرباں ہونے دہرتا ہے ہوس
اوانندان ہے جگت میں شمع روشن عید کا

نین دنبالے علم جھیلے کے نمنے جھولتے
تازہ تازہ رونقاں ظاہر کیا فن عید کا

جن دیکھے یک چھن تجے سو عید قربانی کرے
حور جنت کا ہے حیراں دیکھ جوبن عید کا

عید کی خوشیاں تھی نیں معلوم منجکوں راتاں
ساقیا پیالی منے دکھلاؤ درپن عید کا

چاند سورج لاج کر بادل منے پنہاں ہوئے
سے نہیں
جب نین جھلکاریں دکھلائے جھمکن عید کا

عید کی خوشحالی او ہے جو پڑے پگ شاہ کے
ترسا کر
اس خوشی تھے ہے ہوس سوں سب الاپن عید کا

خوش گھڑی او ہے کہ راکھیں منج اوپر یک نظر
آیا میرے ہاتھوں
آیا منج عیش کے ہاتاں میں دامن عید کا

جیوں ہمانمنے رکھیں ہیں چھانوں ہمناپریں — اس تھے پایا ہوں بڑائی ہور نشیمن عید کا
عید کی عیدی دلاؤ شاہ منجکوں پیار سوں — جیوں چومن طفلان کوں دیو منجکوں چومن عید کا
عید نھن پن کا دیکھو ہور عید بڑپن کا دیکھو — ہے خوشی نن پن منے سو لک رجھاون عید کا
عید مجلس میں کریں آور فقیاں کوں پسند — اوپسند جالے اوپر سہتا ہے ابرہن عید کا
وقت آیا ہے کہ غم کا جڑاوپاریں پیر سوں — صد ہزاراں شکر پایا ہوں میں دھن عید کا
حج اکبر دیندار اں کے اوپر واجب اہی — میراج او ہے کہ دیکھوں تج سو درشن عید کا
عید مجلس میں کرے جب یاد مسکیناں اوپر — کاج عشرت کا گھرے گھر ہوے گلشن عید کا

ہے محمد نانوں تھے جگ میں محمد قطب شہ
تو طبل اس دار پر گرجیں سو گرجن عید کا (ق)

۴
عیدِ میلادِ نبیؐ

نبیؐ مولود لیایا ہے خبر سر تھے خوشی کا
سدا صلوٰۃ بھیجو سب محمدؐ ہور علیؑ کا

بڑائی ہے بہوت اس دیس ہمکوں عید انمیں سارے
سعادت میں سعادت ہی سعادت اس گھڑی کا

سو ساعت کی سعادت میں دعا منگے جو کوئی
لکھیں بخشش کا خط اُس کی پیشانی پر جلی کا

سُنی کافر کے بتخانے ٹوٹے ہیں اس گھڑی سب
سو معجز تھے خواج کوں ہی ہیبت گڑبڑی کا

نبیؐ مولود ہی دیباچہ سب مولود میانے
سو ہی نوروز عیداں میں اندیے سروری کا

ازل تھی عید کیاں خوشیاں جگت میں تھیاں ولیکن
ہمارے دور میں دایم خوشی ہے ہاشمی کا

خدا کہیا پیمبر کوں حبیب اپنا دو جگ میں
محبت سوں کیا داماد حیدرؓ کوں نبی کا

کیا قرآں خدا نازل محمدؐ ہور علیؑ میں
سدا جبریل لیاتا وحی ہور رحمت ربی کا

اور
پیمبر ہے ہمارا سروراں میانے سو سرور
کہ صیغہ بولے ہیں جبریل سوں ملکراجی کا

اشارت کر چندا کوں پھاڑے جیوں کپڑے کے نمنے
تو بوسا پانوں کوں دے نور پایا روشنی کا

خوشیاں کے فوج واٹے ہیں ہمن دل پر اندسوں
کہ چھن چھن جگ میں معجز دیتا پیغمبری کا

اُنوں تھے دین قایم ہے ہزاراں شکر کر توں
کہ ہی بارا اماماں نانوں سدا سکندری کا

منگے پیغمبراں اپ تیں شفاعت نت خدا تھے
ہمارے مصطفےٰ منگیں شفاعت امتی کا

مسلماناں محمد مرتضیٰ پر بھیجو صلواۃ
کہ تو ہوگا تمن روزی شراب کوثری کا

دیا ہاتف ندا منج راتدن جم جم خوشیاں کر
کہ بجتا ہے دما دم دو جہاں میں حیدری کا

نبی کے نور تھی روشن ہوئے ہیں عرش و کرسی
علی صدقے کیے ہیں شیعہ کوں زر زری کا

پریاں حوراں سبد چندا چتیاں ہیں عرش اوپر
اکھٹے تال دھارے تال لیکر مشتری کا

بدل نمنے گرجتا ہے منڈل تلتل خوشیاں سوں
الاپیں مشتری ہو زہرہ سُرلے پنچمی کا

فلک سا تو بندھے آئیں ستارے چاند سوج
وو آئین طرح دیکھ حیراں ہوا عقل آدمی کا

خوشیاں شادیاں اسی مولود تھی ہوتیاں ہی ظاہر
زباں قاصر ہے حضرت وصف کہنے انوری کا

صفت کرنے پیمبر کا منجھے اندازہ کہاں ہی ۔۔۔ ہوا مولود وصفاں سے ہوس منج خادمی کا

ہوا ہوں شرمسار اپنے گناہاں تھی سدا میں ۔۔۔ کرو تم حاتمی تا نانوں جاوے حاتمی کا

نبی کے صدقے بخشے گا خدا میرے گناہاں ۔۔۔ علی کا نانوں منج سر تاج ہی جم خسروی کا

پیمبرؐ کی سو بخشش تھے نہیں کن ذرہ نومید ۔۔۔ کہ منج ذرے کوں دیو چاشنی تم لنگری کا

پیمبر نانو منج تن پر سلح سنجو دایم ۔۔۔ . . . . . .

خوارج مصطفےٰ کے غصے تھے ڈر جیو میتیں ۔۔۔ . . . . . .

نبی کا نانوں ہی تیرا محمد قطب شہ نادر ۔۔۔ قضا موسیٰ و فرعون شیعہ کن ہی رہبری کا

خدایا منج سدا شادی سوں رکھ حیدرؑ کے صدقے
سے
کرو غم تھے خلاصی و دیو فرماں منج خوشی کا

۵

باغِ محمدؐ شاہی

محمدؐ نانوں تھے بستا محمد کا اے بن سارا
نام سے محمد قلی ہے
سو طوباں سوں سہاتا ہے جنت نمنے چمن سارا
سے زیب دیتا مانند
دِسے فانوس کے درمیاں تھے جوں جوت دیوے کا
نظر آئے سے روشنی چراغ
سو تیوں دستا دوالاں میں تھے میویاں کا برن سارا
سے میووں جم
بہے دم عیسوی دایم چمن میں گل لگا لے ہیں
ہرے نہالاں کے جلوے تیں مشاطا ہو پون سارا
سڑک تھے باغ کوں دیکھت کھلے منج باغ کے غنچے
سے دیکھ کر میرے
سو اُس غنچے کے باساں تھے لگیا جگ مگن سارا
سے لگا

چمن کے پھول کھلتے دیکھ سکیاں کا مکھ یاد آیا

سہاتا تھا محمد پھل نمن اُن کا نین سارا

زیب دیتا مانند آنکھ
دسے ناسک کلی چنپا بھواں دو پات ہیں تس کے

نظر آئے ناک
بھنور تل دیکھ اُس جاگا ہوا حیران من سارا

جگہ
سو خوشے داکھ لاکھاں کے ثریا سنبلا ہے جوں

انگور سنبلہ
سہے اُس داکھ منڈوا سو جیا انبر کہن سارا

زیب دیتا ہے آسمان
اناراں میں سہے دانے سو جیوں یاقوت پتلیاں میں

زیب دیتے ہیں
ہر اک پھل اُس اناراں پر سہے سکے تمن سارا

زیب دیتے ہیں مانند
کھجوراں کے دسیں جھونکے کہ جوں مرجان کے پنجے

نظر آتے ہیں گچھے ۱۱۰
سپاریاں لعل خوشے جوں دسیں دن ہور رین سارا

نظر آئیں اور رات
دسیں ناریل کے پھل یوں زمرد مرتباناں جوں

ہور اُس کے تاج کوں کہتا ہے پیالہ کر دکھن سارا

دِسیں جامون کے پھل بن میں نیلم کے نمن سالم مانند
نظر لاگے نہ تیوں میویاں کوں راکھیا ہی جتن سارا لگے رکھا
صفت کرنے کوں سو سن بی کھلیا ہے دس زباں اپنی بھی کھولا
دکھن سب سندریاں کے تیں کھلیا نرگس نمن سارا
چمن آواز سن بلبل اپس میں آپ الاپے ہیں مانند وحیتوں
سو تس آواز سُن حوراں کریں رقصاں اپن سارا اپنے
دکھت رکھ مست ہو دستک بجاویں پات ہاتاں سوں سُنکر
سو ڈالیاں ڈلتے ہو متوالی پی پھول ابرہن سارا دیکھ کر درخت ہوتا پتے

مگر شبنم کا مے ہے یا اَدھر جلاب کا پیالا
یو بی خوب ہور او بی خوب تج سوں مل پون سارا ہونٹ لعاب
اُمنگاں آپ اُمنگاں سوں اپس میں آپ مل ناچیں یہ بھی اور وہ بھی تجھ سے
متنّا کا تنن ناچیں، ہوے تن تن تنن سارا سے

(ناقص الآخر)

۶

عیدِ نوروز

کہ جس دن عید ہور نوروز منج کوں نت خدا دیتا
رات اور
مرے دل مرغ کی خاطر پھولاں عشرت نوا دیتا

پھولاں کا عید ہے یک دِہر خوشی نوروز کی یک دِہر

انداں طرح کر ساقی طرب مو دل پیا دیتا
میرے کو
جو اپنے بُرج اوپر مشتری ہور زہرہ آئے کر
اور ۱۲۰
بڑائی اُن تھے پا نوروزِ نوروزی صفا دیتا
سے
اے دل پنکھ مار ذوقاں سوں کہ نوروزی برات آیا

برآتاں بیگ غم کی پھاڑ سٹ او سب جفا دیتا

جلد وہ

خوشی شب رات کی ہور عید رمضاں کا خوشی نت نت

اے دونوں عید کیاں خوشیاں خدا تج کوں سدا دینا

ہوئے ہیں جھاڑ سب ہرے خوشی سب جگ منے بھرئے

عجائب عید ہے شہ ہور گدا کوں کیمیا دینا

خوشیاں سیتی غماں کوں بھا فکر خوشیاں کرو دایم

اے نوروزی کے دیساں سب غماں کے تیں دوا دینا

دعایاں تھے کھلے ہیں سب ہی اسماناں کے دروازے

کہ حاجت اب منگو یاراں کہ سب حاجت فرا دینا

نہ آوے گنج قاروں کام کچ تج حسن کا گنج ہے

خوشی سوں تو گدایاں کوں پیا بخشش نوا دینا

تمہارے چھند بھرے چالے پورو کے جیو کی ڈوری میں
چالیں پرو کر
دو تن کے مین ہور دل میں ای باتاں سب ریا دیتا
رقیب آنکھ اور
محمد کی غلامی تھے محمد قطب شہ شاہ ہے
سے
اسی برکت تھے دایم سب خوارج کوں بلا دیتا
سے

(ق)

۷

قصیدۂ منقبت

(تشبیب کے چند شعر)

آج شبِ چیں چلیا شرق نگر تھے شتاب
سے
ڈھال فلک کی آچا اوشہِ عالی جناب

باندھ خنجر کرن کی، اُٹھا وہ زریں فرنگ ہات لے
باندھکر تلوار ہات میں لیکر ۱۳۰

صبح کے وقت آئیا پیکِ دو پیالی شراب

چرکِ فلک فیلِ مست آیا مستی سوں مکھ لال کر
چڑھکر

گرم ہو چلنے لگیا دن، لے کٹک بے حساب
فوج

سو ہے غلط، یوں نہیں ہے یو قضیّا توں سُن
تو

فتح و ظفر چند کا چرخ دیا اُس جواب
چاند

شاہ ختن سُن چلیا غرب نگر تھے لے فوج
سنکر چلا سے
تن کے تناں رین رنگ جیسے اہے مشکناب
جن جسم رات کے ہے
اتنے میں دیتا اہے صلح خدا تن منیں
ان کے آپس میں
ہے تمیں نس دن کے شہ نا لڑو تم اتنے باب
تم رات بادشاہ
میں کیا تم دو کو شاہ، یک سورج ہور یک ماہ
دونوں اور
دھرتی تمیں دونوں جا دونوں کوں سر پر ہے اب
زمیں
دن کوں سرج، نس کوں چند، تد بھی کیا ہے وہاب
سورج رات کو چاند
چاند کو کیتا مجی، سور کوں کیتا ذہاب
کرتا سورج

۸

نوروز

پیا کھ نور تھے ہے جاوداں ہم عید و ہم نوروز
سے
سورج آو و حمل یا نہ عیاں ہم عید و ہم نوروز

مبارک پن ترے مکھ نور سورج تھے ہوا پیدا
سے
خراجاں لیکہ آئے من شہاں ہم عید و ہم نوروز

یکر
مبارک باد دینے آئیا نوروز تج دو بار
تجھے
اَدِکھ سکھ تھے کریں تارے قران ہم عید و ہم نوروز

سے
شہاں آئے ہیں زینت دیکھنے تم بزم و عشرت کا
تمہاری
شہاں کا شاہ دیوے دولتاں ہم عید و ہم نوروز ۱۴۰

اتم طرحانسوں باندے ہیں ملک آئیں سوج چندکوں
طرح سے
کرن رنگاں کے تحریر و نشاں ہم عید و ہم نوروز

پریاں حوراں مجالس دیکھنے آیاں ہیں چھنداں سوں
دلاؤ و پان پٹیاں باندے سوال ہم عید و ہم نوروز

فلک نو تھے سو آئے پیشکش اقبال ہور دولت
سے اور
خوشی شادی سیتی غم بھجیاں ہم عید و ہم نوروز

دے دم مشتری ہور زہرہ لیائے ہیں خبر نصرت
اور
جو نکلے داب سوں صاحبقراں ہم عید و ہم نوروز

پرم موتی سمندر دل تھے ابلیں ذوق سوں بھر بھر
سے
تو آیا سجدہ کرنے آستاں ہم عید و ہم نوروز

لجیں شب رات آتشبازی تیرے نورا وجالے تھے
شرائے سے
اوسے تعریف کرنے کہاں زباں ہم عید و ہم نوروز

تمہاری بزم عشرت تھے اکھائے ہیں خوشیاں شادیاں
سے
سکے نا کوئی کہنے او بیاں ہم عید و ہم نوروز

تمن مجلس خوشیاں کے سم کروں کیوں عید کی خوشیاں
تھکت ہو کر رہے ہیں سب جہاں ہم عید و ہم نوروز

خوشیاں عیداں برس کوں کرتے اپنی چونب کا پکڑا
وسے منج نت ہے سکھ پکڑا خوشیاں ہم عید و ہم نوروز

نظر آئے مجھے ہمیشہ
کیا کسوت زمیں نوروز پھولاں کو نپلیاں سیتی
۱۵۰
او کسوت طرح دیکھ ہوتے لجاں ہم عید و ہم نوروز

شرمندہ وہ

محمد ہور علی کا ہے محمد قطب شہ داسا
(اور) (غلام)

کریں سیوا تجھ پریاں ہم عید و ہم نوروز

سٹیا ہے حسن تیرا طرح نوروزی کا عالم میں

نزاکت تجھ کنکتیاں کو ریاں ہم عید و ہم نوروز

ہما کا چھاؤں نا آوے تمہاری جیغہ چھاواں سم

سو چھاواں تل کھلیں کھ چندنیاں ہم عید و ہم نوروز

ہیلی چیت پینے ہے سورج کی جوت کی چولی
(پہنی)

سہاتا ہے ہریا اس پر چھنیاں ہم عید و ہم نوروز

کیا ہے حسن سبزہ سبز سے بن کے روکھاں کوں
(درختوں)

جھلاں کھاوین بہشتی بوستاں ہم عید و ہم نوروز

گُنداے پھول ہاراں میں خطائی ہور اسلیمی
اور
پھولاے سب خطا کے ہیں نہاں ہم عید و ہم نوروز

خطا دفتر اوپر کھینچے الف لوچن کے کاجل تھے
سے
پری پین بائے حلقہ آپ کان ہم عید و ہم نوروز

اپنے
نویلی دھن رنگیلی اب ہتیلی میں نگاراں کئی
نگار اس کا نگارستان جہاں ہم عید و ہم نوروز

صفت اس قد کروں یا اس جمال یا اس لٹکتی کا
پڑوں او قصہ سب جیوں قصہ خواں ہم عید و ہم نوروز

جگت کے نین پائے نور تیرے حسن پانی تھے
سے
اوسی تھے کھیلتے ہیں پوتلیاں ہم عید و ہم نوروز
۱۶۰
اسی وجہ سے پتلیاں

یون کا نتھے پگلتا ہے میٹھائی جیوں رتن کاں تھے
جوانی کی کان سے
میٹھائی مصر بسری مصریاں ہم عید و ہم نوروز

نوا نوروز نوساقی نواعشرت نویلی سوں
نوی خبراں سُن آئے ہیں دواں ہم عید و ہم نوروز

اچھو ارزانی تم تے عید ہور اِی مجلس آرائی
اور یہ
سپند باؤ و دو تن کے کھنجناں ہم عید و ہم نوروز

ڈالو
محمدؐ کا غلامی منج خطاب سربلندی ہے
میرا
سورج کرناں سوں باندے سایہ باں ہم عید و ہم نوروز

تہجد کی نمازاں میں کرو منج تیں دعا دم دم
دعا دم کے اثر تے ہوں رہاں ہم عید و ہم نوروز

ہوا ہے سب کشف تمنا کتاباں بوجتے حق تھے سے

سبق لینیں کو آویں عالماں ہم عید و ہم نوروز

لینے

خوشیاں آئے محمد دور تھے منج گھر انداں سول

یہوں کر شکر دایم ہیں سکھاں ہم عید و ہم نوروز سے

ازل کے دیس تھے آنند گھوڑے پر چڑھ آئے منج

خدایا او و رنگ رکھ میری راں ہم عید و ہم نوروز

وہ

جشن نت نت جشن عید ہور جشن نوروز کا کاجے

اور

سو ہے ماہی مراتب پاتراں ہم عید و ہم نوروز

جشن خاطر لگر آئی ہیں زبرہ مشتری تالا

۱۷۰

بھر آویں بزم میں پیالے سکیاں ہم عید و ہم نوروز

اچھوں دن دن مبارک عید ہور نوروز منج جم جم
رہے اور
بجاؤ گاؤ وسب دن کاؤناں ہم عید وہم نوروز
گا
سہیلا دوتاں گاوو کہ غم کا سب اثر بھاگیا
خبر لیا یا خوشیاں کا یو زماں ہم عید وہم نوروز
یہ
خدا منج بخت دولت کا دیا ہے سب شہاں اوپر
تو منج دربار پر گرجیں گجاں ہم عید وہم نوروز
بھی
پیا تج مدح بولیا ہوں امید ہور آرزو سیتی
مجے
دیو تشریف گنج لامکاں ہم عید وہم نوروز
اور سے تیری
تمارے وصف کہنے تجے ہوا منج شعر نورانی
سے
او شعراں کوں پڑیں سب شاعراں ہم عید وہم نوروز
ان

ہوا سر تھے غزل کہنے ہوس اس پوتلی خاطر
پھرے پتلی
رتن ہے شعر بوجھو جوہریاں ہم عید و ہم نوروز

(غزل) کرے نوروز کسوت پر نیساں ہم عید و ہم نوروز

دکھت کسوت سہیلیاں وادیاں ہم عید و ہم نوروز

سنگاری یوں سکھی پیاری سکے ناؤن مسلم لکھنے

سجی ہے چیر زر پھل تاریاں ہم عید و ہم نوروز

پشانی چاند اوپر ٹیلا لگائی سور جوتی کا

دیوے دل بار کے تیں بالیاں ہم عید و ہم نوروز

چھبیلی سرو قدناری کوں لاگے نار پھل جوڑا

سورنگ دانے اوپر بھند من لٹاں ہم عید و ہم نوروز
خوشرنگ

مکتی ہنستی ہنلی سچلی ہس کی چال پہ چلتی او
چمن پھل وارین اس پر مالیاں ہم عید و ہم نوروز

ترے رنگ نور تھے گوہر کے رنگ میں جوت چڑیا ہے
تمن دُھپ بن پھیکے ہیں جوہراں ہم عید و ہم نوروز

تمہاری
تمارا فیض بخشش کا بہوت ہے عام و خاصاں پر
پھیکے
ہمن بخشو عشق کے لاریاں ہم عید و ہم نوروز

خماری کے برس کا دور کر ساقی پیالیاں سوں
پھڑوں گا تو مدن کی بیڑیاں ہم عید و ہم نوروز

تیرے
خدایا عید ہور نوروز شادی راکھ بہو برساں
اور
کروں تا خدمتِ صاحب زماں ہم عید و ہم نوروز

قصیدہ ہور غزل لیا یا تمارے پیشکش تائیں
کے لئے
بھرو منج دور میانے موتیاں ہم عید و ہم نوروز
میرے
دعاسوں ختم کر رنگیں غزل قطب زماں اب توں
کریں آہیں ملک ہور قدسیاں ہم عید و ہم نوروز

(ق)

۹

بعثتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت نبیؐ پیغمبری حق تھے سو اِس دن پائے ہیں
جبریل کھن تھے مصطفےٰ کن وحی لے کر آئے ہیں
سارے نبیاں پر سروری دیتا خدا حضرت کوں تو
قدرت تھے چتر ہوئے کر سر پر ابھالاں چھائے ہیں

(صفحات غائب ہیں)

۱۰

بسنت

بسنت کا پھول کھلیا ہے سو جیوں یاقوت رمّانی
کرو مل کر سہیلیاں سب بسنت کے تائیں مہمانی

بسنت کا رُت بُجھایا ہے برہ اگ کوں خوشیاں سیتی
نویلیاں مل کرو مجلس نویلا آج شاہانی

سکل جھاڑاں کوں لاگے ہیں جواہر کے نمن پھولاں
سو پھولاں سوں کرے تل تل پیا پر گوہر افشانی

بسنت پھولاں کا شبنم مے سو بھر ساقی صراحی میں
جو اُس مد سے مدن چڑکر ہمن رنگ ہوئے نورانی

جو گرجے مست ہو بادل صراحی نت کرے غلغل
پیو و پیالا او غلغل نادسوں ہے میگھ نیسانی
آواز کے ساتھ

پلا ساقی سراسر مے کہ تا ہوئے کشف ہمنا کوں
ہم
کہ اس مے تھے دیسے منج کوں سدا سب راز پنہانی
سے نظر آئے مجھے
عنبر، مورعود و مشک و زعفراں کا روت آیا ہے
اور
اُسی تھے باس انو کا جگ میں کرتا ہے گلستانی
لئے آن
پھل پھل کے عرق پیانے کلاؤ تم کدم چھند سوں
میں
و لے فتنہ عرق سب باس میں کرتا ہے سلطانی

بندھاؤ حوض خانے چاند و سورج کے سہیلیاں مل
بھراؤ نیر امرت کا کہ کھیلیں رنگ افشانی
بسنت پھل کا حمایل پہن کر آئی انگن میں دھن
عورت
سو پھل سنگار کے نقشاں منے حیران ہے مانی
پھولوں کے میں

بندی چیزی پرت نقشے کری اس پر گمٹ تارے

نوے قد پر سہاتا ہے پھولاں چولا عروسانی

سورج کرناکی چرکیاں ہات میں لے پھولوں کا چھڑے یک چت توں

ہیلیاں توں اچھو منج کوں سدائے کھیل ارزانی

نظر ہے مصطفےٰ اور مرتضےٰ کا قطب شہ اوپر

کہ دشمن کی پیشانی پر لکھے حرفِ پشیمانی

انوں کے دشمناں اوپر ازل تے لعن واجب ہے

اگر ہوئے سمرقندی، بخارائی و ملتانی

نزاکت شعر کے فن میں خدا بخشا ہے توں مج کوں

معانی شعر تیرا ہے کہ یا ہے شعر خاقانی

(لقا)

۱۱
یا علیؑ

ناقص الاول

سب انبیا پر ورتمیں ہے اولیا رہبر تمیں ....

حیدر تمیں صفدر تمیں امت کو اہدا یا علیؑ

دانش تمن تھے آ بیا جگ پنت تمارا دھا یا

بینش تمن تھے پا یا جگ میں سو پیدا یا علیؑ

کرتے ہیں جیواں پیار تھے تم پر تھے رضواں آرتی

زہر اسوں نس دن وارتے چند سورتریا یا علیؑ

بندا تمارا ترکماں تج داس ہے دونوں جہاں

منگتا سدا من واماں تمنا تھے قطبا یا علیؑ (۶)

۱۲

ایک قصیدۂ منقبت کی تشبیب کے چند اشعار

نس کے سمندر سیام میں سُنے کی زورق ڈبیا (سونے) (ڈوبی)
ڈُبنے میں ترنے لگے بڑ بڑے کے لکھ ہزار

غرب کے چہ میں پڑ یا یوسف انبر کا سور (کئی)
جگ سبھیں یعقوب کے نین نمن اندکار (چاہ) (اسمان سورج)

آگ براہیم کا بجکِ ہوا پھول بَن (مانند)
رین سوتس آگ کا ہے دھنوے کا دھند کار (بجھ کر)

چند ہو سکندر چلیا رین کے ظلمات میں (دہویں)
شمع دیپک مشعلاں روشن ہوے اپار (چاند)

چرخ کے خم خانے میں سورپیا جانو مد
آفتاب
مست ہوجا کر پڑیا غرب کے چشمے منجھار

کھن کے لگن، شمع چاند، تارے پتنگ کے من
اُڑتے ہیں اس آس پاس عشق تھے بے اختیار

کھن کے سو حوض خانے میں رین بھرا نیر جوں
چاند پھوارا من تارے بند ال نیر سار

کھن کے مدرسے کنے چاند مدرس کنے
فوارہ بوند پانی کی طرح
بحث کرن تارے آئے طالبِ علماں کے سار

رباعیات

مروی جو پوچھے گا تو علیؑ تھے جا پوچھ
اسرار مجھے سینجلی تھے جا پوچھ
گر پیاسا محبت کا ہے توں قطبا
او چشمہ کوں توں علیؑ ولی تھے جا پوچھ

۲

جنت و سقر قسم کرنہار علیؑ
مشکل کے سو گانٹھاں کو کھولنہار علیؑ
کولک کریں اے بھرٹ نمنے چوری
بھرٹاں کے سو بھرٹیاں کوں توڑنہار علیؑ

۳

میرے سو گنہ گانٹھ کھولنہار علیؑ
ہر مشکلاں میں ہی مرے آدھار علیؑ
ہر ٹھار مددگار ہو اپ پیار سیتے
دیتے ہیں منجے فتح کا تروار علیؑ

۴

اپنیڑا ہے علیؑ ہت تھے مدن جام منجے
متوال کہ اس تھے رکھے جگ نام منجے
دو جگ میں نہیں کام کسی دھیاں سوں منج
ہے دھیان سوں حیدر کے سدا کام منجے

۵

اپ دوست سوں مل پنچھ کہ میں جام منگوں
اُس ہونٹ شکر ایسے تھے میں کام منگوں
آرام دل آرام تھے ہے دل کوں سدا
میں اپنے دل آرام تھے آرام منگوں

۶

کہتی کہ تری ہوں گی فوار اندیشہ
دل اپنا خوش کر دبسار اندیشہ
دل کوں کہاں ہے دل ہے کہاں صبر اوسے
یک بند لہو ہور اس کوں ہزار اندیشہ

۷

نا بات او محبوب سندر کا کہے جائے
نا راز اپس دل کے بھتر کا کہے جائے
جے کوئی اچھے جیو کے نمنے دل کے بھتر
اس سات بچن عشق اچھر کا کہے جائے

۸

کہیا ترے لب کیا ہیں، کہی آب حیات
کہیا کہ تیری لب، کہی حُبِ نبات
کہیا کہ بچن تیری، کہی قطب کی بات
اس میٹھی لطافت پہ سدا ہے صلوات

۹

اُس لٹ کوں لٹاپٹ سوں پکڑ کیتا نیاز — کہیا کہ مرا چارہ کریں اے ورساز
زلف — کہا
منج کی کہ مرا ہونٹ پکڑ لٹ کوں تو چھوڑ — ہے تج کوں انند ہور سدا عمر دراز
کہی — زلف — اور

۱۰

خوبی و بدی سب کے بوجھنہار سوتوں — انصاف ہر ایکس کا دیونہار سوتوں
منج گرچہ چھوٹک نیں ہے گنہ تٹھ سب تے — میں سو ہوں چھوٹنہار چھوڑنہار سوتوں
۲۰
چھوٹنے والا — چھوڑنے والا

۱۱

احمد علیؑ کے رتبے تھے تج ہے جو خبر — کر فہم ستی صرف شہادت پہ نظر
اللہ محمد علیؑ برحق اہیں — نہیں ہے اینو تینو منے چوتھے کا سپنجر
ان — میں

۱۲

تیرا شرف ادراک میں تیں ٹاک آیا — جم تیرا سبق نعبد ایاک آیا
تیرا سو نشان مصحفِ پاک آیا — لولاک لما خلقت الافلاک آیا

۱۳

جیتا توں دل وجیو سوں قرآں دیکھے
احمد کے سو حق پر توں سب احساں دیکھے

دیکھ حلقۂ خاتم النبیئیں میں توں
دل مَن سوں تا اضیع رحماں دیکھے
کی انکھ سے

۱۴

جس ٹھار مے لعل پھرے دَور پہ دور
اُس ٹھار مرے من کوں نجھاوے کچ اور
جگہ

جے کوئی جو مستان ہیں مد پیالے کے
ہور طور میں آیا ہے دیکھت مد کا طور
ہو
اور

۱۵

ہی پھول کا ہنگام مدسوں یاراں حاضر
پھولاں کے من سارے ہیں یاراں حاضر
مانند

اِس وقت پہ کیوں توبہ کیا جائے منجے
توبہ شکناں ہور نگاراں حاضر
۳۰
اور

۱۶

کہئے کہ یکٹ ہو جو اچھے گا گھر میں
افسانہ کہن آؤں گی تب تج بر میں

گھر خلوت ہوا ہو رہے نہیں کوئی گھر میں
او بات توں بسرے ہے یا ہے سر میں
اور
کہنے

۱۷

کب لگ اچھے لب پہ بد ہو دل مین جام — اں پاپ سوں بھریا سو زہد منج کا کام
مد کے مدے لیا و جو صفا تین مین تمام — یک پختہ برابر نہیں ہے سو لک خام

۱۸

مستی کے ملک میں ہے جہانبانی منجے — خوباں کوں دیکھن ہیں ہے سلمانی منجے
خمار کا خمخانہ اہے ٹھانوں مرا — ہر مد کا سو بند نگین سلیمانی منجے

۱۹

منج یار کے مکھ سا زمیں آتا اے پھول — کی کبرے کوں کا رنگ دیکھاتا اے پھول
جو لگ اچھے مل کا نٹیاں سوں نہیں فائدہ کچ — دھن پگ تلیں آ باس توں پاتا اے پھول

۲۰

تج مکھ انگے عاقبت افسانہ رہیا — تج نین انگے عقل سو دیوانہ رہیا
تج فتنے تھے روزگار کنج میں بیٹھا — ہور سور ترے چھانو تھے تج خانہ رہیا

۲۱

جس یار میں ہے سب ہی منم ہور منی — اس غمزے بازی ہے سو لشکر شکنی
ایسے کے خیالاں میں نہ پڑیا جاوے — اپ خیال منے آتوں اگر ہے چوگنی

۲۲

کھل جائے کنچک کا نٹہ جو دھن سیتے اوپر — مانند سو اُس کا نہ دیسے ساج کدہر
سینے میں تھے یو دستا ہے دل اُس کا — جوں موتی پھل دستا ہے پانی بھتر

۲۳

اے بار خدا اپنے درویش کوں بخش — مجکوں سو محمد علی کے کیش سوں بخش
دشمن کوں توں توڑ دوستاں کوں توں نواز — دشمن کو نکر رحم سبھی خویش کوں بخش

۲۴

عین علیؑ تھے عقیق کلیاں ہوے لال — ہور لام علیؑ تھے لعل رتناں ہوے لال
دشمن علیؑ کے کہر باجوں پیلے ہوے — حبِ علیؑ تھے مکھ محباں ہوے لال

۲۵

اے باد مری بات اوسے چوری سوں کہہ — میری سو گپت بات توں اس چھوری سوں کہہ
پھل جائے نمن دو بات اس گوری سوں کہہ — سجا کہہ توں نکو سر زوری سوں کہہ

۲۶

بابل کے سحر تیسری نین سینان ہیں — استاد ان سحر کا تج نینان ہیں
تیری آنکھیں
گوش پارے جو کانوں منے بینی ہے توں — قطبا کی نچھل موتی رتن بینان ہیں
کانوں میں پہنی

۲۷

تج روپ بنا میری نظر میں سو نہ آئے — تج کو چے ہیں بن منج کوں گذر کرنے نہ بھائے
تیرے چہرہ بغیر
تج دور میں نیند سب کوں خوش آئے ولے — منج نین منے نیند سو یک پل نہ سمائے
میری آنکھ میں

۲۸

جے کوئی جو عقل بات منے آتے ہیں — ہور جہل کی بات میں جکو ئی جاتے ہیں
اور
جیتا جو خلاف ہے ان دونوں میں — ڈھنڈ کر جو دیکھوں تو سب تجی پاتے ہیں

۲۹

شہ بات منے جام سو جمجاہ دیکھو
پکڑے ہیں سو یج کوں بیچ ماہ دیکھو
سورج

میرے اسد پنجے میں دیکھن منگے کوئی
شہ بات میں خنجر سو ونڈے کاہ دیکھو
دیکھنا چاہے

۳۰

تج سار سو دھن دھن سو جیوں بر میں اچھو
منج ہونٹ میں تج ہونٹ سو دھن گھر میں اچھو

دھن دھن سوں جو میلے تو آنند ہوئے انت
تج عشق مو من میں جیوں سکا زر میں اچھو
میرے دل سکہ

۳۱

تج سات وصال منج سوں دیتا ہے زر
زر نمنے نہیں ہے اس جہاں میں خوشتر
کی طرح

زر دور کرے ہجر ملا دے دلبر
رحمت ہے خدا کی سو سدا زر کے اوپر

۳۲

تج زلف سدا لالن کے اوپر ڈھلتی
کد پھول اوپر کد ہیں شکر پر ڈھلتی

منج نین کی مچھلیاں تیری مکھ جل میں تریں
یک نل جو نہ دیکھن تج جو بھر بھر ڈھلتی

۳۳

تج ہونٹہ کرا ذوق میسا پایا ہے — اوس رمز کرا شوق پیسا پایا ہے
تیری سو کمر میانے ہے معنی باریک — جو جانتا ہے سو او جیسا پایا ہے

۳۴

انند منگے تو کدھیں توں جاناں کوں نچھوڑ — پینکن منگے تو زلف کے پینکاں کوں نچھوڑ
جب عیش جوتوں کرنے منگے دھن سنگات — جیتن میں اچھے لگوں توں مونٹاں کوں نچھوڑ

۳۵

تج زلف کا چپٹال کروں ساری رات — نیناں کی دیوی لاکھ دیکھو باٹ کے دھات
بوسیاں دیو و کر کہہ کے بہے آس کرے ہے — لب پر دے حوالہ توں میں جانوں وو نبات

۳۶

اللہ کا لے نانوں تو یکجت سوں اول — ظاہر ہوا ہے جس تھے ابد ہور ازل
اس تھے سو محمد علی کوں ایک جان — ان دونوکوں نیں ہے دو جہاں میانے بدل

۳۷

تج حسن تھے تازہ ہے سدا سن و جمال — تج یاد کی مستی ہے عشق کوں حال
توں ایک ہے تجسا نہیں دوجا کہیں — کیوں پاوے جگت صفحے میں کوئی تیرا مثال

۳۸

پائے ہیں لطافت ترے مکھ تھے ارواح — جے تھے ہیں تج جیو جیون تھی اسباح
تا مست ہو کر رقص کروں پیالے نمن — اپ لب تھے چکھا منج کوں جگ آنند کا راح

۳۹

لال ادھر لال لا آدھار کرو — وو ادھر لا ادھر آدھار کرو
مکھ گلال..... ادھر کمل لال کرو — اِدھر او دھر ملا آہار کرو

۴۰

خدایا دے	مدد منج جم	محمد سوں	ملا پنج تن
مدد منج جم	دے جیو کا منج	دو جگ میانے	کھلا گلشن
محمد سوں	دو جگ میانے	رتن تن پر	دلا ابھرن
ملا پنج تن	کھلا گلشن	دکھ ابرن	جلا رتن

۴۱

نہیں کیں	تج ایسی	سہیلی	چھبیلی
تج ایسی	نہ اچھے	جگت میں	رنگیلی
سہیلی	جگت میں	ندیکھیا	گھیلی
چھبیلی	رنگیلی	گھیلی	نویلی

دیگر اصناف

مراثی

محرم مہینے میں آیا اماں کا سوغم پھر کر
زمیں ہور آسماں میانے بھریا سر تھے الم پھر کر

زمیں پر کیا بلا کیا شور کیا غوغا ہوا پیدا
یتا کج دل میں دکھ دا یتا نہ نکلے غم تھے دم پھر کر

اماں تیں سوج جلجل ہوا ہے آگ کا شعلہ
جلایا ہے اپس کوں کوئلے نمنے پنم پھر کر

مسلماناں ندیاں سارے بھراؤ اپنے انجھواں تھے
کہ آیا ہے اماں کا بلا سر تھے ستم پھر کر

محرم کا نہ لیو ناوں کد تم اے مسلماناں
قیامت ہو قیامت کا اچایا ہے علم پھر کر

نہ تھا دکھ درد حوراں کوں کدہیں جنت منے یکتل
حسیناں کے دکھوں ماتم کیڑتے ہیں جنم پھر کر

(ناقص الآخر)

مرثیہ

(ناقص الاول)

لہو روتیں ہیں بی بی فاطمہ اپنے حسیناں تیں

اوٹھو لالی کا رنگ سا تو گگن اپر ال چھایا ہے

اماماں پر ہوا سو دکھ نکو پوچھو مسلماناں

ہر یک امام پر یک دکھ بہت گھاتاں بسایا ہے

ظلم کیسا ہوا ہے آہ دنیا میں اون اوپر

یتا ظلم و بلا سب فاطمہ خاطر ملایا ہے

اگار ماہ مہینے کے نمنے محرم کیوں نہیں ہے توں

سبھی مہینے میں خوشیاں کرتے توں اب دکھ بسایا ہے

کیا ہے میہمانی یوں اماماں کا محرم توں

جنگل میں کربلا کے سب بلایاں کو بلایا ہے

مسلماں کوں نہیں ہے اس برابر کوئی بلا جگ میں
کہ انجھواں کے لہو سیتیں پیالے بھر پلایا ہے

اماماں تھے منگے قولاں سو شامی شومیِ کافر
ہوئے بے قول تو اُن تیں خدا دوزخ بنایا ہے
کے لئے

کہے ہیں مومناں کسوت حسنؑ کے زہر تھے ہر یا
سو اس کے چھاوں تھے اسمان اپنا رنگ بھرایا ہے

خدایا قطب شہ کو بخش توں حرمت اماماں کی
کہ اُن کی مدح کا حلقہ مرے کن میں سُہایا ہے
کان

مدد کرنے ملک آئے قبولے نیں امام اُن کو
کہ جیدر ہات تھے جبار وندیاں سر گرایا ہے
دشمن

سورج جلتا ہے سارے مانیاں کے آہ تھے سب دن
چندا اس شرم تھے گل کر سو اپنا سر نوایا ہے

عمر عثمان تھے دیں میں ہوا ہے سب خلل پیدا
جنکی باتاں تھے مذہب میں بڑا حیلا اٹھایا ہے

یزید وسب یزیدیاں مرگ بن ہوشیار نہ ہوسیں
دنیا کے مال تھے اُن کا سو مکھ کہہ ہی پھرایا ہے

یزیدیاں کا سو وقت آیا کر ولعنت یزید اوپر
سور کے گوہ میں داڑی موچھیاں سر بھیں ڈبایا ہے

یزیدیاں کا سو قصہ ظلم کا کوئی نا سکے کہنے
کہ جا نن پن تھے شیطاں ان کنے تعلیم پایا ہے

یزید دشمر کے کا ماں نہ کر سیں کوئی شیطاں بھی
ہزاراں لعن ہے اس پر جن ایسا پوت جایا ہے

مرثیہ

(ناقص الاول)

یتیماں آہ ہور درواتے ہے ہور کچا جلتا
اور اور

اوسی تھے دو جہاں تیں نیل کا کسوت پنایا ہے
سے

اماماں بارہ کوں آکر ظلم سوں دکھ دئے کافر
سے

اسی تھے فاطمہ کا کھ لہو سیتیں دھلایا ہے
سے

یتیماں واہ پیاسے واہ پیاسے کر رویں مل کر

اسی دکھ درد تھے انجھو گلا اُن کا سُکایا ہے
سے آنسو

اے جیونا جانتوں دیوے نمن اس دکھ تھے جلتا کر
سے

پریاں حوراں اپس انکھیاں تھے لہو انجھو چوایا ہے
ٹپکایا

اماماں کا قصہ کہنے نہیں ہے جیب کوں طاقت

شہیداں کے غماں تھے درد بادل جگ پہ چھایا ہے
سے

خدایا داد لے ہور داد لے اس ظالماں کن تھے (اور)

کہ جد نہیں سو یتیماں پر جفا ہور ظلم دھایا ہے (اور)

اگر دعوے دھریں ایمان کے تم سب مسلمانا ں

روئو دم دم کہ دوزخ اگ تھے تمنا کو چھڑایا ہے

اماماں کی دعا تھے قطب شہ کو دے شفا یارب

شہیداں دوستی تھے سب شہاں میانے سرایا ہے

مرثیہ

آؤ مل کر ماتمیاں سب اس غماں تھے (سے) لھو رووں

واامامان یا امامان یاد کر کر دل کھویں !

آہ ہمارے درد تھے دریاکوں سب جوشش آوتا (آتا)

ماتمیاں کے لھو بُنداں تھے (سے) اگ سب بجھ جاوتا (بوند)

سب دُکھاں کوں انت ہے اس دکھ کے تائیں انت نہیں

فاطمہ کے پوت بن اس جگ منیں نیں نور کیں
میں کہیں

فاطمہ دکھ تھے عرش کرسی تھے غم انجھو سٹے

ساتوں اسماں ہور زمیں میں آگ کی بھڑکی اٹھے

مصطفےٰ کے باغ کے پھولاں کوں بن پانی سکائے
سکھائے

مصطفےٰ ہور مرتضےٰ ہور فاطمہ کا دل دکھائے
اور اور

نیل کپڑے پہنیں ہیں پیغمبراں اس غم ستیں
سے

دشمنی پکڑے یزیداں مال و ہور خاتم ستیں
اور سے

جیوں نبیاں میں مصطفیٰ ہیں تیوں اماماں میں حسین
جس طرح

کفر کے تئیں بھان کر اسلام کیتے ہیں حسین

دوستاں رو رو لہو غم تھے اسیر ہے ہم امیرؑ
اثر

باپ نیں ماں نیں حسین ہے کربلا بن میں اسیر

اپنے پوتاں کوں کہے پند بُند پیو تم چپ رہو
بوند
میرے بعد از پیاس میرا میرے لوگاں کوں کہو

ظلم بے حد کیتے بابا ظالماں کن دادیو
کرے
تم غضب کا تیغ سب یزیدیاں کے سر پر دیو دیو

دین دنیا کے شاہ رکھ قطب زماں کو اپ پناہ
اپنی
تمہیں بخشاؤ خدا کن لطف سوں میرے گناہ
کے پاس سے

مرثیہ

دو جگ اماماں دکھ تھے سب جیو کرتے زاری واوے
کے کے سے دل

تن روں کی لکڑیاں جالکر کرتے ہیں خواری وائے واوے
کے روئیں جلا

سا تو گگن آٹھو جنت سا تو دریا سا تو دھرت
آسمان آٹھوں اقلیمیں

ایکیس تھے ایک آپس میں اپ دکھ کرتے کاری وائے واوے
ایک سے

کالا کیا کسوت مکا دیکھو اماماں دوک تھے
مکہ (خانہ کعبہ) دکھ

ظلمات بی کالا ہوا اس دکھ تھے بھاری وائے واوے
سے

لوح ہور قلم کرسی عرش قدسیاں ملک غلمان سب
اور بھی

بجلیاں بدل اڑ راوتے ہیں رات ساری وائے واوے
بادل چلاتے ہیں

اسمان چھج حیا لا ہوا سورج اگن والا ہوا
چمجا جل گیا

چندر سو جل کالا ہوا ہے دکھ اپاری وائے واوے

پنکھی سسٹے ہیں سب پراں رو رو بھرائے سمدراں
پرند گرداگرد سمندر

چھوٹے ہیں سب اپنے گھراں دیکھو توزاری واے واے

کالے ہوے دکھ تھے منگل سر پر سٹیں ماٹی سگل
ڈالیں منی سب

تو پکڑے اس دکھ تھے جنگل ہے بیقراری واے واے

پھولاں سکے سب دکھ ستی مکھ موندے بلبل جھکھ تی
سوکھ سے خاموش ہوگئے

کوئل جینا دکھ ستی بن بن پکاری واے واے

دیکھو تمیں اے مانساں والے چرین نا پنکھیاں
تم لوگو

دھرتی ہے ماتم کی دکھاں دھرتی بچاری واے واے
درکاں

دو جگ خراباں ہو رہے حیواں کباباں ہو رہے

سمدر سراباں ہو رہے ناہوے جاری واے واے

دکھ آگ سوں جگ بن جلے آکاس تا دھرتی ہلے
کی

کھن پر فرشتے کھلبلے سٹ اختیاری واے واے

حضرت نبیؐ کے گیسواں دونو اماماں کے پگاں
(قدم)
جبرئیل جھلاوے اپ ہتاں آرات ساری وائے وائے
(اپنے ہاتھ سے)

حضرت علیؑ کے دُوپتاں کاندھے نبیؐ کرائتیاں
(پوت) (اونٹ (مونث))
تس پر چڑھے وو شہ جواں اس دھات ساری وائے وائے

شہزادے کئے سب کے اونٹاں نمنے پکارے اُس زماں
(کہے) (مانند)
عفعف نبیؐ تنکوں سناں کے دوی باری وائے وائے

جبرئیل آکر کہے تسری براں جو عف کئے
(تیسری بار)
اِس عفو تھے جگ پائے گا سب رستگاری وائے وائے

دُونو دیدے بی بی کے آخر دیکھو کیوں دُکھ دکھے
لہو میں لڑے پیاسے بھکے دیکھو یہ خواری وائے وائے
(بھوکے)

یک پوت کو دیتے زہر یک پوت پر کھینچے خنجر
کافر کئے کیسے قہر یو زخم کاری وائے وائے

دکھ بات کو تو جیب جلے لکھنے قلم بی نا چلے
کی کہوں

دل جیوں شمے جل تلملے نہ کی ہماری وائے وائے
شمع

قطبا کہے دل کے بچن ہر دم مدد منج پنج تن

راکھے خدا منجکو جتن دشمن کو خواری وائے وائے

قطبا کو ہے اللہ مدد بستا ہے اس دل میں احد

تو منج مدد حیدر ولد بیریاں کو زاری وائے وائے
مجھے

ریختی

سنو ایک دو بات صاحب ہماری — سہیلیاں چہ تر میں ہوں بندی تمہاری

کہو رات کن سات کیتے من میں باتاں — کہ چوتا ہے تم نین تھے رنگ خماری
کس کے — ٹپکتا — سے

مَیں چت سوں دیکھی ہوں میں پیتھ تمارا — تمن بن منجے کیوں گئے رات ساری
(تمہارے بغیر مجھے گذرے)

کہو صاحب آپ نوں ہے کس کی نشانی — کہنے کھن تمن پر تھے جاوں گی واری
(سے)

اتن سات تل مل کے منج کوں بسرے — تمن قول بیسرے کنے تھی میں پیاری

تمیں صاحب ہیں کس منا وبھلاوُ — موا اندازہ کیا تم کہوں میں بچاری
(بیڑ)

نبی صدقے بیچاری کوں یوں مارو
الہٰ کی نظر تجھے قطب کی سنواری (ق)
(اللہ)

(۲)

پیسا میں ہوں سیوے کی بندی تمارا — رکھو دشٹ منج پر کہ میں تم پہ واری
(نظر)

کہ میں ہوں بنی بالی تیری پرت کی — اُسی تھے لگی ہے تمارا خمارا
(سے)

میں ہلجی ہوں تج نیہہ کے بن میانے — اُسی تھے دو تن تم لگاتی ہے چاڑی
(اسی لئے)

عشق بھاگ کھیلتی سہیلیاں سیتیں میں — امنگ رنگ کھیلاں سوں میں کوں سنواری
(تیری محبت)

سہیلیاں میں شرطاں سوں آ کر کھڑی ہوں — منجے دیکھ کر بہوں میں ناگا نٹھ باری
(ڈال دے)
مرے نازنیں مہندی ہت میں نگارے — سہیلیاں منے میں ہوں پیو کی پیاری
(ہاتھ) (میں)
نبی صدقے قطبا کے ڈاواں کھیلی ہوں

تمن بولنا کیا ہے میں شہ پہ واری (ق)
(تم سے)

(۳)

پیارے نکر کھیچ ہوں تو پہ واری — تو آسان سیتیں چھپیاں میں منجھ تھاری
(میں) (تیری امید میں)
تے پیرم کی سیج کم بھور آئی — موتم یاد کی لاگی نیناں خماری
(تجھے تمہاری)
سو ڈھل پاک کھنجناں اوپتی — اے چھند بند دیکھ تو پہ واری ہزاری
(تجھ)
چوڑی چین اب ہوی ہیں تو تھے پرگٹ — تمن کوں کون روک راکھی کنواری

نبی صدقے قطبا کی پیاری ہے توں

نکوجی کی چین چھند بند سوں سنواری (ق)

(۴)

ہوں تل تل تن پر تجھے واری ہو پیاری — کہ تن من جوبن آپ ہوں تو پہ واری
میں — سے — میں

عشق بول اپ چھاتی میانے لکھائی — کہ نکھ چین جن چین باندھی ہے ساری

پریم پیار سوں آئی ہوں تو کے در پر — کہو صاحبا کن ملے تم سوں ناری
اپنی — کس طرح

موسر بھر نہ رکھو سار دوتی کا ہت — کہ چوری چوری تم سوں بولی ہے چاڑی
چغلی

پنے بوج سوں قطب کیوں پیاری میلی
(نبی؟)

کہ تم ہم کوں کیا بوجھتی او گنواری (ق)

مثنوی

(نامکمل)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — کیلی ہے سب کچ کا جو کیتا حکیم

حمد نجات ہے کرو اُس پر تمام — نامِ خدا لے کر و ختم کلام

کیلی ہے اللہ کُلف کلس کی تمیں — نامِ خدا فرح ہے دل پھل کی تمیں

کے پھول

حکم اُسی کا ہے سبھی حکم پر — ہے الف اللہ نہ زیر و زبر

نُور خدا کا ہے جہاں نور ہی — ایک اپے سب منیں بھرپور ہی

اونچا نیچا جب نہ تھا تب آپ تھا

ہے سونہ اَچھے وو اَچھیگا سدا

رہے وہ رہیگا